تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا



اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّۃ

# فتاوٰی رضویہ

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُفَقِّہْہُ فِی الدِّین

# العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا



## جلد ۲۳

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون ۷۶۶۵۷۷۲ ۷۶۵۵۳۱۳

# اجمالی فہرست







## فہرست رسائل

نام کتاب ــــــ فتاوٰی رضویہ جلد ۲۳

تصنیف ــــــ اعلٰحضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

فیضانِ کرامت ــــــ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

سرپرستی ــــــ مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمصطفٰی ہزاروی ناظمِ اعلٰی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ــــــ مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت

ترجمہ عربی عبارات ــــــ حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن ہری پور ہزارہ

ترتیب فہرست ــــــ " " " " " " " " " "

تبویب جدید ــــــ " " " " " " " " " "

تخریج و تصحیح ــــــ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، مولانا غلام حسن

کتابت ــــــ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ــــــ مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ــــــ ۷۶۸

اشاعت ــــــ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ / فروری ۲۰۰۳ء

مطبع ــــــ

ناشر ــــــ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ــــــ


## ملنے کے پتے


- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

  ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰     ۷۶۶۵۷۷۲

- مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

○

# پیش لفظ

الحمدُ للہ ! اعلٰحضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے، فتاوٰی مذکور کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہ تعالٰی جل مجدہ و بعنایۃ رسولہ الکریم تقریباً تیرہ ۱۳ سال کے مختصر عرصہ میں تئیسویں ۲۳ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلٰوۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکٰوۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعۃ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیہ اور کتاب الحظر والاباحہ کے حصہ اول و دوم پر مشتمل بائیس ۲۲ جلدیں شائع ہوچکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

| جلد نمبر | عنوانات | اسلہ جوابات | تعداد رسائل | سنین اشاعت | صفحات |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | کتاب الطہارت | ۲۲ | ۱۱ | شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء | ۸۳۸ |
| ۲ | " | ۳۳ | ۷ | ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱ | ۷۱۰ |
| ۳ | " | ۵۹ | ۶ | شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲ | ۷۵۶ |
| ۴ | " | ۱۲۵ | ۵ | رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳ | ۷۶۰ |
| ۵ | کتاب الصلوٰۃ | ۱۴۰ | ۶ | ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳ | ۶۹۲ |
| ۶ | " | ۴۵۷ | ۴ | ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴ | ۷۳۶ |
| ۷ | " | ۲۶۹ | ۷ | رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴ | ۷۲۰ |
| ۸ | " | ۳۳۷ | ۶ | محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵ | ۶۶۴ |
| ۹ | کتاب الجنائز | ۲۷۳ | ۱۳ | ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶ | ۹۴۶ |
| ۱۰ | کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج | ۲۱۶ | ۱۶ | ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶ | ۸۳۲ |
| ۱۱ | کتاب النکاح | ۴۵۹ | ۶ | محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷ | ۷۳۶ |
| ۱۲ | کتاب النکاح، طلاق | ۳۲۸ | ۳ | رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷ | ۶۸۸ |
| ۱۳ | کتاب الطلاق، ایمان، حدود، تعزیر | ۲۹۳ | ۲ | ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸ | ۶۸۸ |
| ۱۴ | کتاب السیر (ا) | ۳۳۹ | ۷ | جمادی الاخری ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸ | ۷۱۲ |
| ۱۵ | " (ب) | ۸۱ | ۱۵ | محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹ | ۷۴۴ |
| ۱۶ | کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف | ۴۳۲ | ۳ | جمادی الاولی ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹ | ۷۳۲ |
| ۱۷ | کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ | ۱۵۳ | ۲ | ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰ | ۷۱۶ |
| ۱۸ | کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی | ۱۵۲ | ۲ | ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰ | ۷۴۰ |
| ۱۹ | کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر | ۲۹۶ | ۳ | ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱ | ۶۹۲ |

| ۲۰ | کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ | ۴۴۴ | ۳ | صفر المظفر ۱۴۲۲ | مئی ۲۰۰۱ | ۶۳۲ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۱ | کتاب الحظر والاباحہ (حصہ اول) | ۲۹۱ | ۹ | ربیع الاول ۱۴۲۳ | مئی ۲۰۰۲ | ۶۷۶ |
| ۲۲ | ؍؍ ؍؍ (حصہ دوم) | ۲۴۱ | ۶ | جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ | اگست ۲۰۰۲ | ۶۹۲ |

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کُتبِ فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیتس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابوابِ فقہ سے عدمِ مطابقت کی وجہ سے محلِ نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرستِ اعلٰی محسنِ اہلسنّت مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد ارکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابوابِ فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہٰذا اکیسویں جلد سے مسائلِ حظر و اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیقِ انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔



یاد رہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم میں کتاب الحظر والاباحۃ کے عنوان پر مشتمل جلد جس کو مکتبہ رضا ایوانِ عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی بمبئی نے جلد نہم کے نام سے شائع کیا ہے وہ غیر مرتب اور غیر مبوب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء و انتہا ممتاز نہیں، کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسالوں کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق و منتشر طور پر مذکور ہیں، اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات و مسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی، لہٰذا اس کی ترتیب و تبویب خاصا مشکل اور وقت طلب معاملہ تھا، راقم نے متوکلاً علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالٰی کے فضل وکرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ عنایت اور اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ کے روحانی تصرف وکرامت کے صدقے میں توقع سے بھی کم وقت میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا الحمد للہ علٰی ذٰلک۔

کتاب الحظر والاباحۃ کی ترتیب جدید میں ہم نے جن امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں ؛

( ا ) حظر واباحت سے متعلق فتاوٰی رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصوں کی (استفتاء میں مذکور) مسائل کے کے اعتبار سے یکجا تبویب کر دی ہے ۔

( ب ) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ باب کے تحت درج کیا ہے ۔

( ج ) فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے ۔

( د ) رسائل کی ابتداء وانتہا کو ممتاز کیا ہے ۔

( ھ ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے ۔

( و ) جن رسائل کے مندرجات ومشمولات یکجا نہ تھے ان کو اکٹھا کر دیا ہے ۔

( ز ) حظر واباحت سے متعلقہ بعض رسائل اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہو سکے تھے اُن کو بھی مناسب جگہ پر شامل اشاعت کر دیا ہے ۔

( ح ) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب ، سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہوگئی ہے ، لہذا پوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی ۔

( ط ) جلد ہذا میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی ۔

( ی ) اعلٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تبحر علمی کے پیش نظر ایسے مسائل بھی زیر بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہو سکتے ایسے مسائل کے لئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے ۔

## کتاب الحظر والاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاوٰی میں نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے ، پوری کتاب الحظر والاباحۃ " کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول ومعقول ، فاضل جلیل ، محقق شہیر ، مصنف کتب کثیرہ ، فخر المدرسین حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبد السبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث ۔

(کھلابٹ، ہزارہ) کے صاحبزادے اور استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں، آپ نے تمام درسیات اپنے والد گرامی سے پڑھیں، فارغ التحصیل ہوتے ہی درس تدریس سے وابستہ ہوگئے اور سالہا سال آپ نے اہلسنت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دیے، آپ کے آباء واجداد نے ڈنکے کی چوٹ پر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ سرانجام دیا، چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبد السبحان صاحب اور برادرِ اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کی متعدد درسی وغیر درسی تصانیف اربابِ علم میں معروف ہیں، مناظرہ و ردِ بد مذہباں خصوصاً ردِ وہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہل سنت وجماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

## ۲۳ تیئیسویں جلد

یہ جلد "کتاب الحظر والاباحۃ" کا تیسرا حصہ ہے جو ۴۰۹ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۷۶۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں بنیادی طور پر جن ابواب کو زیر بحث لایا گیا وہ یہ ہیں:

طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جنائز، زیارتِ قبور، ایصالِ ثواب، صدقہ وخیرات، سوال، ذکر ودعا، نکاح وطلاق، نسب، رسم ورواج، حدود وتعزیر، آدابِ زینت، کسب وحصولِ مال، علم وتعلیم اور مجالس ومحافل۔

دیگر کئی ایک ابواب سے متعلق مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی لہذا راقم الحروف نے مسائل ومحافل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کردی ہے نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی مفصل فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کردی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقت وابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل سات رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) الکشف شافیا حکم فونوجرافیا (۱۳۲۸ھ)

فونوگراف میں قرآن پاک بھرنے اور سننے نیز اس سے مزامیر وغیرہ کی آوازیں سننے کا حکم

(۲) حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب (۱۳۰۷ھ)

سیاہ خضاب کی حرمت کا سولہ حدیثوں اور اقوالِ ائمہ سے ثبوت

(۳) رادّ القحط والوباء بدعوة الجیران ومواساة الفقراء (۱۳۱۲ھ)

مشترکہ طور پر مسلمان محلہ داروں کے صدقہ وخیرات کی ایک صورت کا بیان

(۴) اراءۃ الادب لفاضل النسب (۱۳۲۹ھ)

فضیلتِ نسب کے شرعاً معتبر ہونے یا نہ ہونے کا بیان

(۵) ھادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۳۱۲ھ)

شادیوں کی بعض رسوم مثلاً سہرا وغیرہ پر حکم شرعی کا روشن بیان

(۶) الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ (۱۳۰۶ھ)

روافض کی اذان اہلِ سنّت وجماعت کو سُننا کیسا ہے

(۷) خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال (۱۳۱۸ھ)

روپیہ کمانا کب فرض، کب مستحب، کب مکروہ، کب حرام اور سوال کرنا کب جائز اور کب ناجائز ہے

ان میں سے مقدم الذکر دو رسالے پہلے سے فتاوی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل تھے جبکہ باقی پانچ رسائل اب شامل کئے گئے ہیں۔ مسئلہ میلاد سے متعلق ایک انتہائی اہم فتوٰی بھی اس جلد میں شامل کیا گیا ہے جو صفحہ ۵۹۰، پر مسئلہ ۴۰۹ زیرِ عنوان "مجالس و محافل" مذکور ہے۔



○

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ

فروری ۲۰۰۳ء

# فہرست مضامین مفصّل

## نماز و طہارت

## ضمیمۂ نماز و طہارت



## روزہ و زکوٰۃ وحج

## ضمیمہ روزہ و زکوٰۃ و حج



## جنائز و زیارت قبور و مزارات اولیاء

## ضمیمہ جنازہ وزیارتِ قبور و مزاراتِ اولیاء



## ایصالِ ثواب و صدقہ و خیرات و سوال

## ضمیمہ ایصال ثواب صدقہ وخیرات سوال



## ذکر و دعا

## ضمیمہ ذکر و دعا



## نکاح و طلاق

(محرمات، مہر، عدت، کفو، ولایت)

## ضمیمہ نکاح وطلاق



## نسب



○ رسالہ اراءۃ الادب لفاضل النسب ۲۰۱

## رسم و رواج

(ریاء وتفاخر و بدعت و اسراف وغیرہ)

○ رسالہ ھادی الناس فی رسوم الاعراس ۔

## ضمیمہ رسم و رواج



## حدود و تعزیرات

## آداب

رسالہ الکشف شافیا حکم فونوجرافیا۔

سنانے والے اور اس پر راضی ہونے والے سب گنہگار ہوں گے۔ ۴۵۲

اسپرٹ قطعاً شراب ہے اور حرام ہونے کے ساتھ پیشاب کی طرح نجس بھی ہے۔ ۴۵۳

نجس کاغذ پر قرآن مجید لکھنا حرام و گناہ ہے۔ ۴۵۳

نجاست کی جگہ قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔ ۴۵۳

حمام میں تلاوتِ قرآن مکروہ ہے۔ ۴۵۳

غسلِ میت سے قبل اس کے پاس تلاوتِ قرآن کا حکم شرعی۔ ۴۵۳

وجہ دوم ۴۵۵

فقہیات میں ظن لیقین کے ساتھ ملتحق ہوتا ہے خصوصاً احتیاط فی الدین کے معاملہ میں۔ ۴۵۵

محرمات میں شبہ ملتحق بہ یقین ہے۔ ۴۵۵

فونو کا عام طور پر بجانا، سننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے اور قرآن عظیم کھیل تماشے کے لئے نہیں اُترا۔ ۴۵۵

قرآن مجید کو کھیل تماشے کے طور پر سننے والوں اور دین کو کھیل تماشا بنانے والوں کے لئے وعید شدید۔ ۴۵۵

وجہ سوم ۴۵۷

جس مجلس لھو ولغو میں کھیل تماشے کے طور پر قرآن مجید سُنا جا رہا ہو وہاں اگر کوئی شخص تذکر و تفکر کے طور پر بھی سُنے تو گناہ سے بری نہ ہوگا۔ ۴۵۷

مجلسِ لھو ولعب میں شریک ہونا ناجائز ہے اس پر آیاتِ قرآنیہ شاہد ہیں۔ ۴۵۷

وجہ چہارم ۴۵۸

صلحائے خاص جلسہ کرکے فونو سے کسی اچھے قاری کی آواز میں بطور تذکر و تفکر قرآن مجید سُنا اور سنانے والا بھی صالح ہے تو اس میں دو نظریں ہیں۔ ۴۵۸

نظرِ اولیٰ ۴۵۸

کوئی فی نفسہ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگرچہ ان ہی کی ایجاد ہو۔ ۴۵۸

فونو بذاتِ خود معازف و مزامیر سے نہیں۔ ۴۵۸

فونو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف ایسی ہی ہے جیسے اوزانِ عروضیہ کی کلام کی طرف بلکہ حروفِ ہجاء کے معنی کی طرف۔ ۴۵۸

حروفِ ہجاء من حیث ھی حروف الھجاء علوم رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے وضع نہیں کئے گئے بلکہ وہ آلہ تادیۂ معانی مختلفہ ہیں ان سے اچھے بُرے جیسے معانی چاہیں ادا کرسکتے ہیں۔ ۴۵۸

فونو اس حیثیت سے کہ وہ ایک آلہ مطلقہ ہے اس کو حسن یا قبح سے موصوف نہیں کرسکتے بلکہ وہ حسن و قبح، مدح و ذم، منع و اباحت اور ثواب و عقاب میں اس چیز کے تابع ہے جو اس سے ادا کی جاتی ہے۔ ۴۵۸

## رسالہ الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ۔

(روافض کی اذان اہلسنت وجماعت کو سننا کیسا ہے)

## ضمیمہ آداب

## زینت

## کسب وحصول مال

## ضمیمہ کسب و حصول مال

## علم وتعلیم

## ضمیمہ علم و تعلیم



## مجالس و محافل

(میلاد شریف، گیارھویں شریف، مرثیے، ذکرِ شہادت وغیرہ)

## ضمیمہ مجالس ومحافل

| | | | |
|---|---|---|---|
| کس صورت میں مجلس میلاد شریف سے کسی کو روکنا درست ہے۔ | ۱۷۵ | مجلس میلاد مبارک اعظم مندوبات سے ہے جبکہ بروجہ صحیح ہو۔ | ۵۶۰ |

# فہرست ضمنی مسائل

## عقائد و کلام و سیر

## فوائدِ تفسیریہ

## فوائد حدیثیہ



## فوائد اصولیہ

## فوائد فقہیہ

## سیرت وفضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم



## تصوّف وطریقت واخلاق



## فضائل ومناقب

## تاریخ و تذکرہ

## اسماءُ الرّجال



## جرح و تعدیل

## طب



## ظروف



## دیکھنا اور چھونا



## لباس

## حلق و قصر



## شُرب و طعام



## لہو و لعب

اباحتِ سماع کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان میں کوئی امرد نہ ہو۔ ۲۲۷

خوش الحان چھوکروں سے محفل میلاد میں فارسی و اردو غزلیں اور اشعار گانے کی طرز پر پڑھوانا ممنوع ہے۔ ۲۲۷

## امورِ خیر میں تعاون

اجناس سے ایک ایک مٹھی ہر کھانے کے موقع پر مدرسہ دینیہ کی اعانت کے لئے الگ کرلینا جائز و مستحب ہے، ایسا کرنیوالے اور اس کے مؤیدین سب کے لئے اجرِ جزیل ہے۔ ۱۲۶

امورِ خیر کے لئے چندہ اکٹھا کرنا بدعت نہیں بلکہ سنّت سے ثابت ہے۔ ۱۲۷

احادیث مبارکہ سے تائید۔ ۱۲۷

مختلف مواقع پر صحابہ کرام کے چندہ اکٹھا کرنے کے متعدد واقعات۔ ۱۲۸

## تہمت و بہتان و غیبت

کونسی غیبت ممنوع اور کونسی غیر ممنوع ہے۔ ۹۶

مسلمان پر جھوٹی تہمتِ زنا لگانا گناہِ کبیرہ ہے، اس کے مرتکب کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔ ۹۸

## مصاحبت و مجالست

فاسقوں سے میل جول نہ چاہئے خصوصاً مقتدا کو۔ ۱۰۰

## حقوق العباد

پردیس میں بال بچے دار کو کب تک رہنا چاہئے۔ ۴۸۸

زید کا نابینا باپ اپنی خوشی سے حسبِ عادت بازار میں سامان فروخت کرنے جاتا ہے تو زید پر الزام نہیں، اور اگر زید اسے مجبور کرتا ہے تو ضرور گنہگار و نالائق ہے۔ ۵۴۵

باپ کا حق بیٹے پر ہمیشہ رہتا ہے یونہی بیٹے کا حق باپ پر۔ ۵۴۶

شاگرد کے ذمے استاد کے حقوق کس قدر ہیں، استاذ کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے، شاگردنات کا پردہ استاذ سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا قبل بلوغ بھی۔ ۶۳۷

استاذ کا حق ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم ہے۔ ۶۳۸

جس سے اس کے استاذ کو اذیت پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔ ۶۳۹

ماں باپ محتاج ہوں اُن کی ہلاکت کا خدشہ ہو تو بیٹے کو سفر پر نہیں جانا چاہئے۔ ۷۰۳

بیٹے کو سفر سے روکنا باپ پر کس صورت میں لازم ہے۔ ۷۰۴

بڑا بھائی والد کے مشابہ ہے۔ ۷۰۷

استاد کا انکار کفرانِ نعمت ہے۔ ۷۰۷

حقوق عامہ میں دست اندازی ناجائز ہے۔ ۷۲۴

## تعزیہ



## تعزیر





## نفقہ



## وقف



## حقہ و پان

## تصویر



## بغض و حسد



## تقویٰ



## دعویٰ و قضاء



## یمین



## مرض و تداوی



## کرامات



## تاوان وضمان

## رَدِّ بد مذہباں و مناظرہ

## متفرقات



٭ ٭ ٭

# نماز وطہارت

## (امامت، جماعت، استنجاء، وضو، غسل، تیمم وغیرہ)

**مسئلہ ۱** از کلی ناگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو مولوی واعظ داں ہو کر گاؤں در گاؤں ہندوؤں کے یہاں کھانا کھائے اور ایک عورت کو ساتھ لئے پھرے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور وہ امامت کے قابل ہے یا نہیں؟

### الجواب

ہندو کے یہاں کا گوشت حرام ہے جب تک وہ گوشت اُس جانور کا نہ ہو جسے مسلمان نے ذبح کیا اور اُس وقت تک مسلمان کی نظر سے غائب نہ ہوا، باقی کھانے اگر اُن میں کوئی وجہ حُرمت معلوم نہ ہو تو حلال ہیں، ایک عورت کو ساتھ لئے پھرنا نہایت گول لفظ ہے کیسی عورت کیونکر ساتھ لئے پھرنا خادمہ بنا کر یا زوجہ بنا کر یا معاذ اللہ فاسد طریقے پر، اور خادمہ ہے تو نوجوان ہے یا حدِ شہوت سے گزری ہوئی بڑھیا، اور اُس سے فقط پکانے وغیرہ کی معمولی خدمت لیتا ہے یا تنہائی میں یکجائی کا بھی اتفاق ہوتا ہے، اور زوجہ ہے تو پردہ میں رکھتا ہے یا بے پردہ لئے پھرتا ہے، اگر حدِ شہوت سے گزری ہوئی بڑھیا ہے یا جوان ہے اور اس سے معمولی خدمت لیتا ہے اور ساتھ اور لوگ بھی ہیں کہ اتفاق خلوت میں نہیں ہوتا یا زوجہ ہے اور اُسے پردے میں ساتھ رکھتا ہے تو حرج نہیں۔

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲** از برہما ملک بنگالہ مرسلہ عبدالرشید

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی جاہل نے کسی مسجد کے پیش امام عالم کی غیبت کی اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور دوسرے مکانوں میں اس امام کو جو کھانا وغیرہ مقرر تھے اس نے اُن لوگوں سے امام کی بُرائیاں بیان کرکے سب موقوف کرادیا جب لوگوں نے اس امام کی بُرائی پر گواہ طلب کیا وہ قاصر ہوگیا، ان سب صورتوں میں وہ مرتکب گناہِ کبیرہ ہوا یا نہیں؟ برتقدیر اول حسبِ شرع اس پر کیا سزا لازم آتی ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

یہ سوال سب مجمل ہے اور حالِ زمانہ مختل ہے، سب لوگ عالم کہلاتے ہیں اور وہ بوجہ وغیرہ بدمذہب ہونے کے ہزار درجہ فاسق جاہل سے بدتر ہیں، اور آجکل وہابیہ وغیرہم مبتدعین میں تقیہ بہت رائج ہے خصوصاً جہاں روٹی کا معاملہ ہو، روٹی کے لئے دین بیچنا اُن کے نزدیک بہت آسان بات ہے۔ معاملہ غیر ملک کا ہے اور غیب کا علم خدا کو ہے اگر صورت واقعہ کہیں یہی ہو کہ عالم بننے والا پیش امام تقیہ کئے ہوئے سُنیوں کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہو اور کسی سُنّی کو اس کے حالِ باطن پر اطلاع ہوگئی تو اُس کی تشہیر اور اس کے اخراج کی تدبیر جو کچھ اس سُنّی نے کی اس پر اجرِ عظیم کا مستحق ہے اور گواہ نہ پاسکا کہ تقیہ والوں کی حالت پر گواہوں کا ملنا بہت دشوار ہوتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذرہ الناس[1]

کیا تم بدکار کا تذکرہ کرنے کے سلسلے میں رعایت کرتے ہو تو پھر لوگ اسے کب پہچانیں گے، لہذا بدکار جو جرم کرے اس کا ذکر کیا کرو تاکہ لوگ اس سے ہوشیار رہیں اور بچ سکیں۔ (ت)

اور اگر واقع میں وہ عالم سُنّی ہے اور اُس نے جس عیب کی اشاعت کی اس کے سبب سے مسلمانوں کو ضرر تھا اور اطلاع دینے میں اس کا دفع تھا اور اُس نے اس کے ضرر ہی کی نیت سے محض لغرض خیر خواہیِ مسلمین یہ کارروائی کی جب بھی اس پر الزام نہیں، نہ شرعاً ایسی غیبت ممنوع ہے

---

[1] تاریخ بغداد للبغدادی ترجمہ جارود بن یزید ۳۴۵ و حسن بن احمد ۳۵۱، بیروت ۲۶۸/۷ و ۲۶۲
〃 〃 〃 ترجمہ محمد بن احمد ۳۴۸ دارالکتاب العربی بیروت ۳۸۲/۱

اور اگر یہ بھی نہ تھا بلکہ صرف اس عالم کی غیبت چنی اور اسے ضرر رسانی کی غرض سے ایسی حرکت کی تو یہ شخص سخت کبیرہ کا مرتکب ہے اور حاکمِ شرع کے حضور سخت سزا کا مستحق ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ

ثلثة لا یستخف بحقھم الا منافق ذو العلم و ذو الشیبة فی الاسلام و امام مقسط[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر منافق، ایک عالم، دوسرا وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ واللہ تعالیٰ

## مسئلہ ۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید امامت کا بہت شائق ہے جس وقت مقررہ (امام) مسجد نہیں ہوتے ہیں تو وہ باوصف اس کے کہ اس سے (افضل) جماعت میں ہوتے ہیں خود برآت کرکے مصلی امام پر لپک جاتا ہے اکثر نمازی اس کی اقتدار سے متنفر ہوکر علیحدہ ہوجاتے ہیں کیونکہ اُن کو سچی شہادتوں سے تحقیق ہوچکا ہے کہ زید ولد الزنا ہے علاوہ اس کے جھوٹی گواہیاں عدالتوں میں دیتا ہے اور لباس و صورت اس کی خلاف شرع ہے لیکن بعض شخص بوجہ عدمِ واقفیت اور بعض بسببِ قرابت و رعایت کے سکوت کرکے اقتدا کرلیتے ہیں اس کی صورت اور لباس کا نقشہ یہ ہے سر کے بال کترے ہوئے، نہ مُنڈے نہ دراز۔ داڑھی ایک مشت سے کم جس پر سیاہ خضاب۔ لباس اچکن بٹن دار، جیب گھڑی لگی ہوئی، پاجامہ نیچا، ٹخنے چھپے ہوئے، پاؤں میں بوٹ، بائیں ہاتھ میں کبڑی لکڑی ہے اور وہ علم اور تعزیوں اور میلوں میں جایا کرتا ہے اور رقص و نشاط کے جلسوں میں بھی شریک رہتا ہے بلکہ اپنے یہاں کی تقریبوں میں ڈھول باجا ناچ رنگ کراتا ہے حضرت محمد شیر میاں مرحوم کا مرید ہے صرف اس بیعت سے اپنے آپ کو افضل الخلائق گمان کرتا ہے اور قابل الامامت سمجھتا ہے اگر انصاف کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو پیر کی بھی اطاعت اس میں مطلق نہیں ہے کیا ایسا شخص جو عقیدۃً اور عملاً اور صورتاً اور سیرتاً زید جیسا ہو امامت کے اور اہتمام مسجد کے قابل شرعاً ہوسکتا ہے اور کیا اُن لوگوں کی نماز جو اُس کی اقتدار کرتے ہیں فساد و کراہت سے خالی ہوگی؟ احکامِ شرع مبین جواب تحریر فرمائیں اور زید فرائض و واجبات اور سنن اور مکروہات و مفسدات نماز نہیں جانتا ہے۔

## الجواب

سر کے بال ترشوا کر چھوٹے چھوٹے رکھنا مکروہ تنزیہی ہے کہ خلافِ سنّت ہے، اور پاینچے ٹخنے سے نیچے بھی مکروہ تنزیہی ہیں یعنی صرف خلافِ اولیٰ جبکہ بہ نیت تکبر نہ ہو۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸

صرح بہ فی العلمگیریۃ[1] وفیہ حدیث فی صحیح البخاری انك لست ممن یصنعہ خیلاء[2]

فتاوٰی عالمگیری میں (مسئلہ مذکورہ کی) تصریح کی گئی اور اس بارے میں صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے تم ان لوگوں میں سے نہیں جو براہِ تکبر ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکاتے ہیں۔(ت) [حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوال پر حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا]

اور ولدالزنا کے پیچھے بھی نماز مکروہِ تنزیہی ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے مسائلِ نماز و طہارت کا علم زیادہ نہ رکھتا ہو، اور کبڑی لکڑی بھی رکھنا فی نفسہٖ بُرا نہیں جبکہ نیچریہ و نصارٰی سے تشبّہ مقصود نہ ہو، اور بٹن دار اچکن اور جیب اور اس کی گھڑی مباح ہے مگر انگریزی وضع کا بُوٹ ممنوع ہے اور داڑھی کترواکر ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے۔ سیاہ خضاب حرام ہے۔ علَم، تعزیوں اور فسق کے میلوں اور رقص کے جلسوں میں جانا حرام ہے۔ اپنی تقریبوں میں ڈھول جس طرح فسّاق میں رائج ہے بجوانا، ناچ کرانا حرام ہے۔ ان افعال کا مرتکب ضرور فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا جائز نہیں اور پڑھی ہو تو پھیرنا واجب ہے نہ ایسے شخص کو مہتمم مسجد بنانے کی اجازت۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

## مسئلہ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پیر پر الزامِ زنا رکھے اور پیر سے وہ گناہ صادر نہ ہوا ور پیر مرشد اس بات کو سُن کر اس مرید کو عاق کردے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

مسلمان پر زنا کی جھُوٹی تہمت رکھنا گناہِ کبیرہ ہے، قرآن عظیم نے اس کو فاسق فرمایا ہے، اگر وُہ اپنی اس ناپاک حرکت پر اصرار کرے اور تائب نہ ہو تو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور اس کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالٰے اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من جرّ ازارہ من غیر خیلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۰

**مسئلہ ۵** مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب، از بہرام پور ضلع مرشد آباد بنگال ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین، زید دعوٰی کرتا ہے کہ میں سُنی ہوں، اور امامت بھی کرتا ہے، دُلدل کے آگے مرثیہ پڑھتا ہوا کربلا تک گیا، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

**الجواب**

دُلدل بدعت ہے اور یہ رائج مرثیے معصیت ہیں، اور یہ ساختہ کربلا مجمع بدعات ہے، ایسا شخص فاسق ہے جب تک توبہ نہ کرے اسے امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ میں فتاوٰی حجہ سے ہے:

لوقدموا فاسقا یأثمون[1] (اور لوگ اگر کسی فاسق کو امامت کے لئے آگے کریں تو گنہگار ہونگے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۶** مسئولہ حافظ ابو علی صاحب از خاص ضلع بھنڈارہ محلہ کھم تالاب متوسط ضلع ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ خاص ضلع بھنڈارہ محلہ کھم تالاب میں ایک مولوی صاحب جو کہ مسجد میں پیش امام اور واعظ اور مشائخ بھی ہیں یہ تینوں صفتیں ہو کر جہاں ناٹک گانا بجانا ہو ایسی جگہ بشوق جاتے ہیں اور آپ مدرسہ انجمن کے مدرس اعظم بھی ہیں یہ فعل شرع میں جائز ہے کیا اور اگر ناجائز ہے تو ایسے پیش امام اور واعظ اور مشائخ کے لئے کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کی پیش امامی جائز ہے یا نہیں؟



**الجواب**

ناٹک مجمع فسقیات ہے اور اس میں جانا ضرور شنیع العذار خفیف الحرکات نامہذب بے باک ہونے کی دلیل کافی ہے اور بعد تعود صراحۃً فسق بالاعلان ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور جتنی پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۷** از شہر بریلی محلہ بہاری پور مرسلہ علی احمد قادری ۲۹ شوال ۱۳۳۲ھ

بے نمازی اور وہ شخص جو بال انگریزی رکھوائے اس کے واسطے کیا شریعت کا حکم ہونا چاہئے؟

**الجواب**

بے نمازی سخت شقی فاسق فاجر مرتکب کبائر مستحق جہنم ہے وہ ایسا مسلمان ہے جیسا تصویر

---

[1] غنیۃ المستملی فصل الاول بالامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

کا گھوڑا ہے کہ شکل گھوڑے کی اور کام کچھ نہیں انگریزی بال رکھنا مکروہ و خلاف سنت و وضع فساق ہے ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

**مسئلہ ۹** بروز شنبہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) ایک عورت بیوہ مسلمان ہے خواہ مذہب شیعہ ہو خواہ مذہب اہلسنت وجماعت نکاح ثانی نہیں کیا اور کسی مسلمان شخص سے مبتلا ہے اس کے گھر کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ عورت کسی ایک مشرک کے ساتھ گرفتار ہے ایسی عورت کے یہاں کھانا جائز ہے ایسی عورت کے گھر میں اگر کوئی پیش امام دعوت کھائے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پیش امام کے لئے کچھ کفارہ ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) جو شخص فال کھولتا ہو لوگوں کو کہتا ہو کہ تمہارا کام ہو جائے گا یا یہ کام تمہارے واسطے اچھا ہوگا یا برا ہوگا یا اس میں نفع ہوگا یا نقصان، اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**



(۱) آج کل کے روافض تو اسلام سے خارج ہیں، اور جو عورت بلا نکاح کسی شخص کے پاس رہے فاسقہ ہے اور وہ شخص مشرک ہو تو اس کا فسق اور سخت تر ہے اور فاسق کے یہاں کھانا اگر وجہ حلال سے ہو فی نفسہٖ حرام نہیں مگر فاسقوں سے میل جول نہ چاہئے خصوصاً مقتدا کو، پھر اگر دو ایک بار ایسا واقع ہو تو یہ ایسا الزام نہیں جس کے سبب اس کے پیچھے نماز میں حرج ہو۔ واللہ تعالٰے اعلم

(۲) اگر یہ احکام قطع و یقین کے ساتھ لگاتا ہو جب تو وہ مسلمان ہی نہیں، اس کی تصدیق کرنیوالے کو صحیح حدیث میں فرمایا:

قد کفر بما نزل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

اور اگر یقین نہیں کرتا جب بھی عام طور پر جو فال دیکھنا رائج ہے معصیت سے خالی نہیں، ایسے شخص کی امامت جائز جب تک کوئی فساد عقیدہ نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان الحائض امین کمپنی دہلی ۱/۱۹

مسئلہ ۱۰ حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم بنگالی مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی بتاریخ ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو غسل کی حاجت تھی ہمراہ کپڑے ناپاک غسل کیا بعدہ اس پاجامہ کو اتار کر دھونا چاہا جب دھونے لگا تو اسی ناپاک ہاتھ سے جو پاجامہ کے استعمال سے ناپاک ہوگیا تھا گھڑے اور لوٹا کو چھوا تو یہ گھڑا بدھنا بھی ناپاک ہوا دوسرے شخص نے اس گمان سے کہ زید نے ناپاک ہاتھ لگایا ہے اس گھڑے بدھنے کو توڑ ڈالا، آیا اب اس کا عوض زید پر لازم ہوگا یا عمر پر جس نے توڑ ڈالا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب الملفوظ

گھڑا جس نے توڑ دیا اس پر تاوان ہے اور اگر پاجامہ پاک کرنے کے بعد ہاتھ لگایا تو یہ ناپاک بھی نہ ہوا کہ جو چیز ہاتھ سے پاک کی جائے اس کے پاک ہونے کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از گونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں، ایسے کپڑے جو مرد کو ناجائز ہوں ان کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے مثلاً زری کی معرق ٹوپی یا سدری ریشمی پاجامہ انگرکھا یا پیراہن، انگشت میں سونے کی انگوٹھی بدن پر سونے کا چین وغیرہ۔ بیّنوا توجروا۔



## الجواب

ناجائز لباس کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے کہ اس کا اعادہ واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲ از قصبہ بالکہ ضلع بلند شہر مرسلہ صالح محمد خاں صاحب مورخہ ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا حال ہے ایسے شخص کا جو گناہان مندرجہ ذیل کا مرتکب ہوا، وہ شخص مسلمان رہا یا نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں۔

(۱) ایک شخص نے جان بوجھ کر بسبب دنیوی رنجش کے قصداً فعل حلال شرعی کو حرام کردیا۔

(۲) غیر مقلدین کو جو اپنے کو عامل بالحدیث مشہور کرتے ہیں اور امامان مجتہدین رحمہم اللہ کو بدعتی اور اصحاب الرائے کہتے ہیں، ان کو دربارہ شخصے خلاف شرع مدد دی۔

(۳) شرعی معاملہ میں عمداً بالحلف جھوٹی شہادت دی۔

(۴) چار مسلمان اہلسنت وجماعت حنفی مذہب واقف مسائل شرعی کے روبرو شرعی فعل حلال و جائز کو برحق اور سچا تسلیم کرکے پھر اس کلمۂ حق سے منحرف ہوکر ناجواز کا قائل ہوا اور یہ شخص پیش امام مسجد بھی ہے آیا نماز پیچھے اس کے جائز ہے یا نہیں مع دلیل وحوالہ کتاب اللہ وحدیث

رسول اللہ یا عبارت فقہیہ کے مرتب فرماکر مزین بمہر خاص فرمادیں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ، اجرپاؤ۔ت)

## الجواب

ایسے لوگ سخت گنہگار بلکہ گمراہ ہیں کہ حق کے مقابل باطل کی اعانت کرتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے بلکہ جب تک توبہ نہ کریں مسلمانوں کو اُن سے بالکل قطع علاقہ کردینا چاہئے کہ وہ ظالم ہیں اور ظالم بھی کس پر، دین پر۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین[1]

اور اگر تمھیں شیطان بھلاوے میں مبتلا کردے تو پھر یاد آنے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۳:** از جھونا مارکیٹ کراچی بندر مرسلہ حضرت پیر سید ابراہیم صاحب گیلانی قادری بغدادی مدظلہ الاقدس ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنے وطن سے نکل کر ناواقف مسلمانوں کے پاس آکر بحیلہ تعلیم امور دینی وطرق درویشانہ پیری مریدی سلسلہ جاری رکھا حتی کہ اپنے مرید خاص خوجے موچی کے گھر میں رہ کر اُن کی لڑکی جو کہ منکوحۃ الغیر تھی معہ شیرخوار بچے کو بھگاکر دوسرے ملک میں لے گیا اور شیرخوار بچہ جو کہ خوجے موچی کا لڑکا ہے سید بنایا اور رفتہ رفتہ اُن سے چند اولاد ہوئے ایسے شخص کے بارے میں حد شرعیت کون سی قائم ہوگی اور فاجر وفاسق ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

اگر یہ امر واقعی ہے تو ایسا شخص سخت فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے مستحق عذاب جہنم ہے اُسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۴:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس کے پاس مال حلال بھی ہے یعنی اپنی زمین میں زراعت ہوتی ہے اور سُود بھی کھاتا ہے اس قسم کے لوگوں کا ہدیہ قبول کرنا اور اسکے دعوات کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

## الجواب

سود خور کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہِ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور اس کی دعوت قبول کرنے سے احتراز چاہیے، پھر بھی دعوت وہدیہ میں فتوٰی جواز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ شے جو ہمارے سامنے پیش کی گئی بعینہٖ وجہ حرام سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۵** ازمراد آباد حسن پور مرسلہ عبدالرحمٰن مدرس ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

جمعہ فرضوں کی اور سنتوں کی اول وآخر کی نیت تحریر فرمادیجئے۔ بینوا توجروا

## الجواب

جمعہ کی نیت میں فرضِ جمعہ اور چاہے یہ بھی بڑھائے واسطے اسقاط ظہر کے، اور قبل کی سنتوں میں سنت قبل جمعہ اور بعد کی سنتوں میں سنت بعد جمعہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۶** ازشہر محلہ سوداگران مسئولہ احسان علی طالبعلم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر کسی کام کے کرنے کا حکم دے اور وقتِ نماز آتا ہے کہ اگر اس کے حکم کی تعمیل کرے تو پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تو اس صورت میں عورت نماز پڑھے یا حکم شوہر بجالائے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۷** ازشہر کہنہ محلہ سیلانی مرسلہ جناب محمد حسین صاحب رضوی مورخہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کے پاس آیا جس کو عرصہ پانچ یا چھ یوم کا ہوا اور دیگر اشخاص بھی زید کے ساتھ تھے یہ بیان کیا کہ ایک صف پر دو یا تین یا دس آدمی برابر فرض علیحدہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، بکر نے کہا کہ نماز نہیں ہوگی جماعت کرنا چاہیے، بکر سے زید نے کہا کہ نماز ہوجائے گی، میں نے مسئلہ اپنے مولوی سے دریافت کرلیا ہے، اس پر بکر نے کہا کہ میں تم کو کافر جانتا ہوں کیونکہ تم لوگ دیوبند اور گنگوہ کے علماء کی تقلید کرتے ہو اور وہ توہین سرکار مدینہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کرتے ہیں لہٰذا میں توہین کے کرنے والوں کو اور جو ان سے میل رکھتے ہیں کافر جانتا ہوں اور میں وہابی سے بات نہیں کرنا چاہتا اور زید میلاد شریف میں قیام کا منکر ہے اور کہتا ہے وہ بدعت ہے۔ اب زید علمائے دین سے فتوٰی اس مضمون کا لایا ہے کہ بکر نے مجھ کو کافر کہا وجہ کوئی فتوٰی میں تحریر نہیں کی کہ کس وجہ سے کافر کہا ہے اب فتوٰی کو سب کو دکھاتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ بکر توبہ کرے اور تجدید

نکاح کرے لہذا آپ فرمائیں کہ بکر توبہ کرے یا زید، بکر زید کو وہابی جانتا ہے اور دیگر دیوبندیوں کو جو کہ توہین کرتے ہیں، اور یہ لوگ اُن کی تقلید کرتے ہیں سب کو کافر جانتا ہے۔ بیّنوا توجروا

## الجواب

کیا اللہ کی لعنت سے نہیں ڈرتے وُہ لوگ جو شریعت کو دھوکا دیتے ہیں اور جھوٹا سوال بنا کر اُلٹا فتویٰ لیتے ہیں، اس صورت میں بکر پر وہ حکم ہرگز نہیں ہے بلکہ زید اور اس کے ہم مذہب توہین کرنے والوں پیچھے کہ وہ اسلام سے خارج ہیں، بکر کہ نبی سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کو کافر جانتا ہے بیشک حق پر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور نماز کا مسئلہ یہ ہے کہ ابھی جماعت نہ ہوئی اور کچھ لوگ ایک جگہ تنہا پڑھیں اور ان میں کوئی امامت کے قابل ہے تو بوجہ ترک جماعت کے گنہگار ہوں گے فرض ادا ہو جائیں گے، اور اگر جماعت اولیٰ ہو چکی اور کچھ لوگ اتفاق سے رہ گئے جب بھی انھیں چاہئے کہ مصلے سے ہٹ کر جماعت کریں اور رافضیوں اور گنگوہی کی طرح ایک جگہ الگ الگ نہ پڑھیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

---

# روزہ و زکوٰۃ و حج

**مسئلہ ۱۸** مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل از شہر گونڈل کاٹھیاوار مورخہ ۹ شعبان یکشنبہ ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اس ملک میں بعد نماز عصر کے اذانِ مغرب تک کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں، اور اس کو عصر کا روزہ کہتے ہیں، اس کے فوائد بہت بیان کئے جاتے ہیں، ایک فائدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وقتِ سکرات جب شیطان پانی لے کر دھوکا دینے کو آئے گا اس وقت اس روزہ رکھنے والے کو وقت عصر کا معلوم ہوگا اور روزہ کا خیال رہے گا تب کہہ دے گا میں روزہ سے ہوں ہرگز تیرا پانی نہ پیوں گا۔ چنانچہ شیطان لاچار ہو کر چلا جائے گا اور اس روزہ کا رکھنے والا گمراہی سے بچ جائے گا۔ اب کیا یہ روزہ اور اُس کے فوائد صحیح ہیں یا نہیں؛ کسی معتبر کتاب میں اس کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس پر ثواب سمجھ کر عمل کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

## الجواب

حدیث و فقہ میں اس کی اصل نہیں معمولات بعض مشائخ سے ہے اور اس پر عمل میں حرج نہیں انسان جتنی دیر شہوات نفسی سے بچے بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۹** از اجمیر شریف متصل امام باڑہ مکان میر گلزار علی صاحب مرسلہ فیاض حسین صاحب ۲۹ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اور فطرہ خلافت فنڈ میں دینا نیز آمدنی تھیٹر

جو شرعًا ناجائز ہے اس میں دینا جائز ہے یا نہیں ؟

## الجواب

زکوٰۃ مسجد میں دے تو ادا ہو نہیں سکتی، اسے خلافت فنڈ میں کیسے دیا جا سکتا ہے، زکوٰۃ کا رکن تملیکِ فقیر ہے۔ دُرِ مختار میں ہے :

لاصرف الی مسجد لعدم التملیک وھو الرکن[1]

کسی مسجد میں مال زکوٰۃ خرچ کرنا درست نہیں اس لئے کہ اس میں محتاج کو مالک بنانا نہیں پایا جاتا جبکہ تملیکِ فقیر زکوٰۃ میں رکن ہے۔ (ت)

تھیٹر کا روپیہ کہ تماشہ کی اُجرت میں لیا جاتا ہے قطعی حرام اور اشد قسم کا حرام ہے مگر سوال بے منشا ہے خلافت فنڈ اگر بالفرض ایسوں کے ہاتھوں میں ہے جو اللہ کو اللہ، رسول کو رسول، حلال کو حلال، حرام کو حرام جانتے ہوں تو وہ خود ہی ایسا مال نہ لیں گے۔ اور اگر ایسوں کے ہاتھوں میں ہو جن کے نزدیک اسلام و کفر میں کوئی وجہِ امتیاز نہیں سب برائے نام ہیں جو اپنے اسلام سے بھی صراحۃً انکار کریں، جو کفر کا بول بالا کرنے کیلئے شعارِ اسلام کی بندش چاہیں جو مشرکوں کے مجمع میں مشرک کی جے بولیں، جو مشرکوں کے ہاتھ سے اپنے ماتھے پر قشقے لگوائیں، جو اپنے آپ کو لالہ و پنڈت کہیں جو مساجد میں منبروں پر مشرکوں کو لے جا کر بٹھائیں جو مشرکوں کی خوشی کے لئے رام لچھمن پر پھول چڑھائیں، جو سخت اشد وہابیوں منکرانِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی مجلس کا جسے بزعم خود دینی مجلس سمجھیں صدر بنائیں، جو ایسوں کو کہ اپنے معبود کا ظالم جاہل چور شرابی ہونا جائز رکھیں ایسے کو اَلّٰہ جانیں یہ اُن کو شیخ الہند و شیخ الاسلام بتائیں جو صاف لکھ دیں کہ ہم ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو بُتوں کے معبد کو مقدس جگہ بنائے گا تو سوال محض فضول ہے انھیں احتراز کی کیا وجہ اور اُن پر اعتراض کا کیا موقع جنھیں کفر و اسلام میں امتیاز نہیں، حلال و حرام میں امتیاز کیا معنے، بلکہ جن کے نزدیک اسلام کفر اور کفر اسلام ہے اُن کے یہاں آپ ہی حرام حلال اور حلال حرام ہے ما علی مثلہ بعد الخطاء۔ واللہ تعالٰی اعلم (اس قسم کے شخص سے خطا بعید نہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ ت)

**مسئلہ** ازشہر محلہ سوداگران مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۰ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱

اور شوہر اُس کا اس کو منع کرے کسی عُذر سے، تو جاسکتی ہے بغیر اجازت شوہر کے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

اگر محرم ساتھ ہے اور حج اس پر فرض ہے تو جائے گی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

# جنائز و زیارتِ قبور و مزاراتِ اولیاء

**مسئلہ ۲۱:** از درو تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ



زیارتِ اولیاء اللہ کے واسطے جانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

قطعاً جائز لاطلاق قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الا فزوروھا۔[1]

لوگو! اب قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (ت)

وقد فصلہ الامام حجۃ الاسلام فی الاحیاء وغیرہ فی غیرہ والمسألۃ افردت بالتالیف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں اور دیگر ائمہ نے اپنی اپنی کتب میں اس مسئلہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے اور خاص اس مسئلہ میں مستقل کتب لکھی گئی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۲۲:** از بنگالہ ضلع نواکھالی موضع بھولاکوٹ مرسلہ حیدر علی صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مولود از شکم مادر مردہ شود تو کس طرح دفن کیا جائے، آیا کہ نال کٹوا کر دفن کریں؟ مع الدلیل بالتفصیل۔ بینوا توجروا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الذھاب الی زیارۃ القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۴

## الجواب

اُس کا ناخن کاٹنے کی حاجت نہیں کہ ایذائے بےسبب ہے۔

اخرج الامام محمد فی کتاب الاٰثار و ابوعبید القاسم بن سلام و ابراھیم الحربی کلاھما فی غریب الحدیث عن ابراھیم النخعی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما انھا سئلت عن المیت یسرح رأسہ فقالت علام تنصون میتکم[1] واخرج عبد الرزاق فی مصنفہ عنھا رضی اللہ تعالٰی عنھا رأت امرأۃ یکدون رأسھا فقالت علام تنصون میتکم[2] فاذا کان ھذا فی تسریح شعرہٖ فما ظنک بقطع بضعۃ منہ مع غیر حاجۃ الیہ ولا نفع[3] کما لا تخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

امام محمد نے کتاب الآثار میں ابوعبید قاسم بن سلام اور ابراھیم حربی نے غریب الحدیث میں ابراہیم نخعی کے حوالہ سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے تخریج کی کہ ان سے اس عورت کی میت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس کے سر کے بالوں میں کنگھی کی جاسکتی ہے؟ ارشاد فرمایا: کاہے کے لئے تم میت کے بالوں میں کنگھی کرتے ہو اور اسے تکلیف پہنچاتے ہو یعنی ایسا کرنا مناسب اور ٹھیک نہیں) محدث عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں انہی سے تخریج کی ہے کہ مائی صاحبہ نے ایک مردہ عورت دیکھی کہ اس کے سر کے بالوں میں لوگ کنگھی کرتے تھے تو آپ نے فرمایا، کیوں اپنے مُردے کے بالوں میں کنگھی کرکے اسے تکلیف پہنچاتے ہو۔ جب بالوں میں کنگھی کے بارے میں یہ حکم ہے تو پھر اس کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا کاٹنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے باوجودیکہ اس کی ضرورت بھی نہیں اور اس میں کوئی فائدہ بھی نہیں، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۲۳:** مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ احمدآباد گجرات دکن محلہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحرالرائق، تصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب

---

[1] کتاب الاٰثار باب الجنائز حدیث ۲۲۷ ادارۃ القرآن کراچی ص ۴۶
[2] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۶۲۳۲ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۳۷
[3] القرآن الکریم ۱۷/۲۶

رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی اجازت پر زور دیا تھا اُن کو یہ جواب بھیجا گیا۔

## الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

مولٰنا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زیدکرمہم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کی دو رجسٹریاں آئیں، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے، مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتوٰی تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا ، میں اس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضۂ انور کے کہ واجب یا قریب بواجب ہے، مزاراتِ اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا خصوصاً اس طوفانِ بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اسکی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرماکر انھیں نازک شیشیاں فرمایا گیا ، والسلام

**مسئلہ ۲۴ تا ۲۶** ازامرتسر کٹرہ مہان سنگھ ہنسلی گلی کوچہ کمی مسئولہ حاجی غلام محمد صاحب ۶ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خاندانی سارق اور بڑا مشہور ومعروف و بدمعاش ہو بلکہ گورنمنٹی دفاتر میں عـــہ۱ کے بدمعاشوں میں نامزد ہو اور تمام عمر اس کا ذریعہ معاش چوری اور جُوا رہا ہو اور صوم وصلوٰۃ کا بھی تارک ہو غرضکہ اس نے اپنی تمام عمر چوری اور جُوا اور دیگر افعالِ قبیحہ میں بسر کی ہو اور آخر کار بلاتوبہ فوت ہوگیا ہو تو ایسے شخص کے جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کے متعلق بروئے فقہ واحادیث نبویہ شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) متوفی مذکور کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ جو اس نے ذرائع حرام سے جیسے چوری اور جُوئے سے پیدا کی ہو اُس کا بصورت ختم جمعہ وچہلم وغیرہ خورد ونوش کرنے کے کون لوگ مستحق ہیں اور اُن کیلئے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی شخص بحیثیت امام مسجد ہونے کے اس کا جنازہ پڑھے یا پڑھائے اور متوفی مذکور کی جائداد مندرجہ ضمن عـــہ۱ جان بوجھ کر بطریق ختم اور چہلم وغیرہا خورد ونوش کرے تو اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے اور وہ قابلِ امامت رہ سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

## الجواب

(۱) شخص مذکور اگرچہ کیسا ہی فاسق فاجر تھا اور اگرچہ بے توبہ مرا جبکہ مسلمان تھا اس کے جنازہ کی نماز لازم تھی نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلٰوۃ واجبۃ علٰی کل مسلم برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[1]

ہر مسلمان خواہ نیک ہو یا بد، اس کی نماز جنازہ پڑھنی واجب ہے اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

وھی فرض علٰی کل مسلم مات خلا اربعۃ[2] الخ ولیس ھذا منھم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کوئی مسلمان مر جائے تو اس پر نماز پڑھنی فرض (کفایہ) ہے سوائے چار آدمیوں کے کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، اور یہ ان میں سے نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

(۲) جو مال اُس نے بعنہ چوری یا جوئے سے حاصل کیا اس پر ختم وفاتحہ پڑھنا حرام ہے اور اس کا کھانا حرام ہے مگر اُسے جس سے وہ مال لیا گیا یا وہ معلوم نہ ہو تو فقیر کو بحیثیت مال لاوارثی نہ بحیثیت ایصال ثواب سمجھ کر کھایا وہ قابل امامت نہیں جب تک تائب نہ ہو بلکہ اسے جدید اسلام کا حکم ہے، عالمگیریہ میں ہے:

لوتصدق علٰی فقیر بشیئ من مال الحرام یرجوا الثواب یکفر ولو علم الفقیر بذلک فدعالہ وامن المعطی فقد کفرا کذا فی المحیط[3]

اگر کسی محتاج پر حرام مال میں سے کچھ خیرات کرے اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہو جائے گا۔ اگر محتاج کو اس مال کے حرام ہونے کا علم ہو پھر اُسے مال دینے کے لئے کوئی بلائے اور وہ اسکے لئے دعا کرے اور دینے والا آمین کہے تو دونوں کافر ہوئے۔ محیط میں یہی مذکور ہے۔ (ت)

---

[1] سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ خلف من لا یحمدہ دارالفکر بیروت ۳/۱۲۱
[2] درمختار کتاب الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲
[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۲

اور اگر اس کے پاس مال حلال بھی تھا اور اس کا خاص حرام سے ہونا معلوم نہیں یا زرِ حرام سے خریدی ہوئی کوئی چیز ہے جس کی خریداری میں زرِ حرام پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہوا کہ حرام روپیہ دکھا کر کہا ہو کہ اس کے عوض دے دے پھر وہی روپیہ اس کے ثمن میں دیا ہو تو اس پر فاتحہ پڑھنے اور کھانے میں حرج نہیں اگرچہ صورتِ مذکورہ میں خلافِ احتیاط ضرور ہے۔ عالمگیریہ میں ذخیرہ سے ہے امام محمد فرماتے ہیں:

به ناخذ مالم نعرف شيئا حرام بعينه[1]

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شے کے حرام ہونے کو نہ پہچانیں۔ (ت)

اگر یہ صورت تھی تو امام پر الزام نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

# ایصالِ ثواب و صدقہ و خیرات و سوال

**مسئلہ ۲۷** ۲۱ صفر یوم سہ شنبہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگانِ دین کی نذر و نیاز مثل مولود شریف وغیرہ کے ہندوؤں کی بنائی ہوئی شیرینی پر چاہیے یا مسلمان کی، اور جہاں مسلمان حلوائی بھی ہوں تو مسلمانوں کو کن سے خریدنا اَولیٰ ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

شک نہیں ہنود عموماً سخت ناپاکیوں میں آلودہ رہتے ہیں دھوتیوں میں پیشاب کرتے ہیں اور انھیں اپنے کنوؤں کی مَن پر کھڑے ہوکر ایک لُٹیا پانی سے بھیگتے ہیں سب چھینٹیں کنویں میں جاتی ہیں، پاخانے میں ڈھیلے لے جانا تو انھیں کہاں نصیب، چھوٹی سی لُٹیا ہوتی ہے وہ بھی بارہا آدھی یا پَونی، پھر اس میں آبدست، اُسی میں ہاتھ دھونا، اور اتنا بچالائے جس سے بارہ کُلّا کرے۔ مشاہدہ ہوا کہ اُن کے حلوائیوں نے اپنی اسی بے احتیاطی کے پانی سے کڑاہی دھوئی اور اُسی انگوچھے سے پونچھ لی جو سال سال بھر بدلا نہیں جاتا اور اس میں تولوں بلکہ چھٹنکیوں مُوت ہوتا ہے علاوہ بریں اُن کے مذہب میں گائے بھینس کا گوبر اور بچھیا کا مُوت مُتبرّک بلکہ پَوِتر یعنی پاک کرنے والا ہوتا ہے تو اس سے احتراز کیا معنی بلکہ اُسے مُشک وعطر کی جگہ استعمال کرنا اُن سے بعید نہیں، ایسی حالتوں میں اگرچہ اس شریعت مطہرہ سہلہ غرا بیضا صلی اللہ تعالٰی علٰی صاحبہا و آلہٖ وبارک وسلم نے جب تک کسی خاص شَی میں وقوعِ نجاست کا یقین نہ ہو بحکم قاعدہ کلیہ الاصل الطہارۃ و

ضابطہ عام الیقین لایزول بالشک (اشیاء میں اصلاً پاکیزگی اور طہارت ہے اور اس کیلئے عام قاعدہ یہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا) حکم فتوٰی میں آسانی فرمائی مگر شبہہ نہیں کہ تقوٰی حتی الامکان اس سے بچنا ہے خصوصاً جبکہ وہ باوصف اپنی گندگیوں ناپاکیوں کے پاک ستھرے نظیف مسلمانوں سے کس درجہ پرہیز رکھتے اور بحکم المرء یقیس علی نفسہ (ہر شخص دوسرے کے بارے میں اپنی ذات کے حوالے سے قیاس کرتا ہے۔ ت) معاذاللہ انھیں ملیچھ سمجھتے ہیں عجب کہ ناپاکوں کو پاکوں سے احتراز ہو اور پاک ناپاکوں سے اختلاط رکھیں اور ان کی ایسی اوندھی اندھی چھوت پر بھی غیرت نہ کریں مانا کہ اپنے نفس کے لئے نہ بچیں مگر بیشک حضرات بزرگان دین صلے اللہ تعالٰی علٰی سیدہم ومولاہم وعلیہم اجمعین کی نذر و نیاز بلکہ عموماً فاتحہ و صدقات و امور خیرات میں اس سے احتراز چاہئے کہ یہ امور بامید قبول کیے جاتے ہیں، اور حدیث میں ارشاد ہوا:

ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب[1]

بیشک اللہ عزوجل طیب ہے نہیں قبول فرماتا مگر پاک ستھری چیز کو۔

تو اگر علم الٰہی میں ان شیرینیوں کی ناپاکی معاذاللہ باعث عدم قبول ہوئی کیسا خسارہ ہے، غرض جہاں تک ممکن ہو ہنود کی ایسی اشیاء سے کھانے پینے میں عموماً اور نذر و نیاز فاتحہ صدقات میں خصوصاً احتراز اولٰی ہے، اور جب مسلمان حلوائی بھی موجود ہوں تو خواہ مخواہ ہنود کی طرف جھکنے کی وجہ کیا ہے، اُن سے خریدنے میں علاوہ ان خوبیوں کے یہ کیسا فائدہ ہے کہ اپنے مال کا نفع اپنے بھائی مسلمان ہی کو پہنچا، فتاوٰی ذخیرہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ میں ہے:

یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب والظاھر من حال اوانیھم النجاسۃ فانھم یستحلون الخمر ویاکلون المیتۃ ولحم الخنزیر ویشربون ذلك ویاکلون فی قصاعھم واوانیھم فیکرہ الاکل والشرب

مشرکین کے برتن بغیر دھوئے استعمال کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ غالباً ان کے برتن بظاہر ناپاک ہوتے ہیں بایں وجہ کہ وہ شراب پینا حلال جانتے اور مردار اور سور وغیرہ کھاتے ہیں اور اس مقصد کے لئے اپنے برتن استعمال کرتے ہیں لہذا انھیں دھوئے بغیر ان میں کھانا پینا مکروہ ہے۔ ظاہر

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ان اسم الصدقۃ یقع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۶
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء باب الخروج من المظالم دار صادر بیروت ۳/۳۴۶

فیھا قبل الغسل اعتبار للظاھر کما کرہ التوضی بسور الدجاجۃ المخلاۃ لانھا لاتتوقی عن النجاسۃ فی الغالب الاان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ وتشککنا فی النجاسۃ فلم تثبت النجاسۃ بالشک ھذا حاصل ماذکرعن الذخیرۃ۔[1]

حال کا اعتبار کرتے ہوئے جیسے اس مرغی کے جھوٹے سے وضو کرنا مکروہ ہے جو گلی کوچوں میں آزاد پھرنے والی ہے اس لئے کہ وہ گندگی سے محفوظ نہیں ہوتی البتہ اصل اشیاء میں طہارت ہوتی ہے اور ہمیں نجاست کا محض شک ہوجائے توشک سے نجاست ثابت نہیں ہوتی۔ خلاصہ از ذخیرہ مذکور ہوا۔ (ت)

نصاب الاحتساب میں ہے:

قال العبد اصلحہ اللہ تعالٰی وما ابتلینا من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائرالمائعات من الھنود علی ھذا الاحتمال تلویث اوانیھم وان نساءھم لاتتوقین عن السرقین وکذا یاکلون لحم ماقتلوہ وذلک میتۃ فالاباحۃ فتوی والتحرز تقوی[2] اھ ملخصا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

بندہ کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی اس کی اصلاح فرمائے اور ہم گھی، سرکہ، پنیر، دودھ اور دیگر تمام سیال چیزیں ہندوؤں سے خریدتے ہیں۔ انکی عورتیں گوبر وغیرہ سے پرہیز نہیں کرتیں، اور ہندو لوگ بغیر ذبح کے مار ڈالے جانے والے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں اس لئے انکے برتنوں کے ناپاک ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ ان کے برتنوں کے استعمال کی اباحت ہمارے لئے بربنائے فتوٰی ہے جبکہ ان سے پرہیز کرنا تقوٰی ہے ملخصا۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۲۸:** از سلی بھیت محلہ پکریا مرسلہ شیخ عبدالوہاب صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

حامیِ دین ومفتیِ شرع متین جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب انار اللہ برہانہ بعد سلام علیک ورحمۃ اللہ عرض ہے کہ مسئلہ حل طلب ارسال حضور ہے براہِ کرم جلد جواب سے مشرف فرمایئے۔ بعد ختم بیانِ ولادت جناب رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر پنج آیت پڑھ کر شیرینی تقسیم کیجائے توجائز ہے یا ناجائز؟ اعتراض یہ ہے کہ پنج آیت مخصوص محفلِ غم کے واسطے ہیں نہ کہ محفلِ شادی کے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الرابع مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ۲/ ۱۲

[2] نصاب الاحتساب

چنانچہ سوم میں بعد ختم کلام مجید پنج آیت پڑھ کے شیرینی تقسیم کرتے ہیں محفلِ میلاد میں پڑھنا موجبِ کراہت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

پنج آیت میں شادی و غمی کا تفرقہ اور اسے مجلسِ غم سے مخصوص ماننا محض باطل و بے اصل ہے صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی جب کسی مجلس میں جمع ہوتے کسی سے کچھ آیات کلام مجید پڑھ کر سنتے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لو قرأ طمعا فی الدنیا فی المجالس یکرہ وان قرأ لوجہ اللہ تعالٰی لایکرہ وقد کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ واصحابہ اذا اجتمعوا امروا احدھم ان یقرأ سورۃ من القراٰن کذا فی الغرائب[1]

اگر دنیوی لالچ اور طمع کی بنا پر مجلس میں قرآن مجید پڑھا جائے تو یہ مکروہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالٰی کی رضا جوئی کے لئے پڑھا جائے تو مکروہ نہیں اور بے شک اصحاب رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وسلم) جب کسی مجلس میں جمع ہوتے تو اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو فرمایا کرتے تھے کہ وہ قرآن مجید کی کوئی سورۃ تلاوت کرے۔ یونہی غرائب میں ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھذا القراٰن مأدبۃ اللہ فاقبلوا مأدبتہ ما استطعتم۔ رواہ الحاکم[2] وصححہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک یہ قرآن اللہ عزوجل کی طرف سے تمہاری دعوت ہے تو جہاں تک ہو سکے اس کی دعوت قبول کرو (حاکم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کرکے اسکی تصحیح فرمائی۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کل مؤدب یحب ان یؤتٰی ادبہ وادب اللہ القراٰن فلاتھجروہ (رواہ

ہر دعوت کرنے والا دوست رکھتا ہے کہ لوگ اسکی دعوت میں آئیں اور اللہ عزوجل کا خوانِ نعمت قرآن ہے تو اسے نہ چھوڑو (اس کو

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۶

[2] المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن القرآن مادبۃ اللہ دارالفکر بیروت ۱/۵۵۵

البیھقی عن سمرۃ بن جندب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

امام بیہقی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

کیا اللہ عزوجل کی دعوت قبول کرنا اور اس کے خوانِ نعمت سے بہرہ مند ہونا صرف غمی میں چاہئے شادی میں نہیں، لاجرم مجلس میلاد مبارک میں تلاوت قرآن عظیم ہمیشہ سے معمول علمائے کرام و بلادِ اسلام ہے، امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

اصل المولد الذی ھو اجتماع الناس و قرأۃ ماتیسر من القراٰن وروایۃ الاخبار الواردۃ فی مبدأ امر النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ما وقع فیہ من الاٰیات الخ[2]

میلاد شریف کی اصل لوگوں کا جمع ہونا، قرآن مجید کا تلاوت کیا جانا، اور ان آیات واحادیث و روایات کو بیان کرنا ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی شان میں وارد ہوئی ہیں الخ۔ (ت)

امام حافظ ابن حجر عسقلانی استخراج اصل عمل مولد مبارک میں فرماتے ہیں:

والشکر للّٰہ تعالٰی یحصل بانواع العبادۃ کالسجود والصیام والصدقۃ والتلاوۃ وای نعمۃ اعظم من النعمۃ ببروز ھذا النبی الکریم نبی الرحمۃ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی ذٰلک الیوم[3]

اللہ تعالٰی کا شکر کئی قسم کی عبادات مثلاً صیام، سجود، تلاوت، صدقہ خیرات وغیرہ کے ذریعے ادا ہوتا ہے اور نبی کریم جو رحمت والے نبی ہیں ان کے ظہور سے بڑی نعمت اور کون سی ہوسکتی ہے۔ (ت)

سیرت علامہ شامی میں ہے:

عمل المولد الذی استحسناہ فانہ لیس فیہ شیئ سوی قراءۃ القراٰن واطعام الطعام وذٰلک خیر وبر وقربۃ[4]

میلاد شریف منانا کہ جس کو ہم نے مستحسن قرار دیا ہے اس میں قرآن مجید کی تلاوت (ذکر خدا و ذکر رسول) اور کھانا کھلانے کے اہتمام کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ کام تو کارِ خیر ہے اور نیکی و قربتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدھب عن سمرۃ رضی اللہ عنہ حدیث ۲۲۸۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۵۱۴

[2] الحاوی للفتاوٰی حسن المقصد فی عمل المولد دار الفکر بیروت ۱/۱۸۹

[3] 〃 〃 بحوالہ ابن حجر 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۹۶

[4] 〃 〃 بحوالہ سیرت الشامی 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۹۵

غرض اس مجلس ملائک مانس کے مجلس شادی ہونے کے سبب اس میں قرأت پنج آیت پر انکار محض بے معنی ہے،

نعم حیث یکون القصد منہا اھداؤ ثوابھا للحضرۃ العلیۃ النبویۃ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ فہذا و ان کان مما نازع فیہ ابن تیمیۃ ووافقہ بعض لکن الحق الصحیح ما علیہ الجمہور من جواز ذٰلک منہم الامام الاجل تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی والامام البارزی والامام ابن عقیلی الحنبلی والامام الاجل العارف باللہ علی بن الموفق والامام ابو العباس محمد بن اسحٰق السراج النیشاپوری والامام سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام والامام ابن حجر المکی کما فی عقود الدریۃ والامام النویری والامام شہاب الدین احمد بن الشلبی الحنفی کما فی رد المحتار وشیخ الاسلام القایانی والامام شرف الدین المناوی والامام کمال الدین محمد بن الھمام المحقق المجتہد کما یستفاد منہ والامام العارف باللہ ابو المواھب سیدی محمد الشاذلی والامام العارف عبد الوھاب الشعرانی کما سیاتی وغیرھم من العلماء الاجلۃ المتقدمین والمتأخرین



ہاں البتہ جہاں آیات مبارکہ کا ثواب بطور ہدیہ بارگاہِ عالیہ نبویہ میں پہنچانا مقصود ہو، اس میں اگرچہ حافظ ابن تیمیہ اور ان کے بعض موافقین نے نزاع اور اختلاف کیا ہے مگر حق اور صحیح بات یہی ہے جس پر ائمہ جمہور قائم ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کلام پاک کا ثواب پہنچانا جائز ہے، جن بزرگوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے ان میں جلیل القدر امام تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی (شافعی) ہیں (۲) امام بارزی (۳) امام ابن عقیلی حنبلی (۴) امام کبیر عارف باللہ علی بن موفق (۵) ابو العباس امام محمد بن اسحٰق سراج نیشاپوری (۶) سلطان العلما، امام عزالدین بن عبدالسلام (۷) امام ابن حجر مکی جیسا کہ عقود الدریہ میں ہے (۸) امام نویری (۹) امام شہاب الدین احمد بن شلبی حنفی جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے (۱۰) شیخ الاسلام امام قایانی (۱۱) امام شرف الدین مناوی (۱۲) امام کمال الدین محمد ابن ہمام محقق ومجتہد جیسا کہ ان کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے (۱۳) عارف باللہ امام ابو المواہب سیدی محمد شاذلی (۱۴) امام عارف عبدالوہاب شعرانی جیسا کہ عنقریب ذکر ہوگا۔ انکے علاوہ دیگر جلیل القدر علماء کرام متقدمین و متاخرین

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔

ہیں۔ اللہ تعالٰی ان سب پر فرداً فرداً رحمت فرمائے۔ (ت)

فتاوٰی حدیثیہ امام ابن حجر مکی میں ہے:

ما یفعلہ الناس الاٰن من سوالھم من اللہ تعالٰی ان یوصل مثل ثواب مایقرؤن الی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام واٰلہ وصحبہ وتابعیھم حسن لااعتراض علیہ خلافا لمن زعمہ کما بینتہ فی افتاء طویل غیرھذا اقول وزیادۃ لفظ مثل علٰی مذھب الشافعیۃ اما عندنا فلا حاجۃ الیھا کما قد عرفت فی موضعہ[1]

اب جو کچھ لوگ کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی سے سوال کیا جاتا ہے کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں اللہ تعالٰی اس کی مثل کا ثواب نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم، ان کی سب اولاد، ان کے سب ساتھیوں اور ان کے تابعین کو پہنچا دے، تو یہ ایک اچھا طریقہ ہے پس اس پر کسی اعتراض اور اشکال کی گنجائش نہیں، البتہ اختلاف اس میں اس نے کیا ہے جس نے اس کو جائز نہیں سمجھا جیسا کہ اسکے علاوہ میں نے ایک طویل فتوٰی میں اس کو بیان کیا ہے ____ میں کہتا ہوں لفظ "مثل" کا اضافہ شوافع کے مذہب کے مطابق ہے ورنہ ہمارے نزدیک اس اضافہ کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ تم اپنی جگہ اس کو پہچان چکے ہو۔ (ت)



ردالمحتار میں ہے:

ذکر ابن حجر فی الفتاوی الفقھیۃ ان الحافظ ابن تیمیۃ زعم منع اھداء ثواب القراءۃ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان جنابہ الرفیع لایتجری علیہ الا بما اذن فیہ الا تری ان ابن عمر کان یعتمر عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرا بعد

علامہ ابن حجر نے اپنے فقہی فتاوٰی میں ذکر فرمایا حافظ ابن تیمیہ نے یہ گمان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو قرأت کے ثواب کا ہدیہ پیش کرنا منع ہے اس لئے کہ انکی بلند پایہ ذات پر وہی جرأت کی جاسکتی ہے جس کی ان کے بارے میں اجازت دی گئی ہے [لیکن یہ نظریہ باطل ہے] کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آپ کی

---

[1] الفتاوی الحدیثیۃ

موته من غير وصية، وحج ابن الموفق وهو فی طبقة الجنید عنه سبعین حجة وختم ابن السراج عنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اکثر من عشرة اٰلاف ختمة وضحی عنه مثل ذٰلك اھ قلت ورأیت نحو ذٰلك بخط مفتی الحنفیة الشهاب احمد بن الشلبی شیخ البحر نقلا عن شرح الطیبة للنویری ومن جملة ما نقله ان ابن عقیل من الحنابلة قال یستحب اهداؤها له صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قلت وقول علمائنا له ان یجعل ثواب عمله لغیرہ یدخل فیه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فانه احق بذٰلك حیث انقذنا من الضلالة ففی ذٰلك نوع شکر واهداء جمیل له والکامل قابل لزیادة الکمال[1] الخ۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت کے بغیر آپ کے وصال کے بعد آپ کی طرف سے کئی عمرے کئے، اور حضرت علی ابن موفق، جو طائفہ جنیدیہ میں سے ہیں، نے آپ کی طرف سے ستر حج ادا کئے۔ اور ابن سراج نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے دس ہزار سے زائد ختم قرآن مجید کئے، اور دس ہزار سے زائد حضور کی طرف سے قربانیاں کیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اسی طرح مفتی احناف شہاب احمد بن شلبی صاحب بحر الرائق کے استاذ کے اپنے خط سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو انھوں نے "طیبہ" کی شرح امام نوری سے نقل فرمائی ہے۔ جو کچھ انھوں نے نقل کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حنابلہ میں سے علامہ ابن عقیل نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تلاوتِ قرآن مجید کا ثواب بطور ہدیہ پیش کرنا مستحب ہے۔ میں کہتا ہوں ہمارے علمائے کرام کا یہ فرمانا کہ آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل صالح کا ثواب کسی دوسرے کو دے سکتا ہے [پس اس عموم میں] حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل ہیں کیونکہ آپ اسکے زیادہ لائق اور مستحق ہیں کہ آپ نے ہمیں ہر نوع کی گمراہی سے بچایا اور چھڑایا، اس میں ایک گونہ شکر بھی پایا جاتا ہے اور یہ آپ کے لئے خوبصورت ہدیہ ہے اور کامل زیادتِ کمال کو قبول کرتا ہے الخ (ت)

لواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ذکر سیدی ابو المواہب قدس سرہٗ میں ہے:

کان رضی اللہ تعالٰی عنه یقول

حضرت ابو المواہب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الجنائز دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵-۰۶

رأیت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال لی انت تشفع لمائة الف قلت له بم استوجبت ذٰلك یا رسول الله قال باعطائك لی ثواب الصلاة علیّ[1]

کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا، حضور اقدس نے مجھ سے فرمایا کہ قیامت کے دن تم ایک لاکھ بندوں کی شفاعت کروگے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کیسے اس قابل ہوا؟ ارشاد ہوا، تم مجھ پر جو درود پڑھتے ہو اس کا ثواب مجھے دے ڈالتے ہو (یہ شان اس نیک اور اعلٰی عمل کا نتیجہ ہے)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

کان رضی الله تعالٰی عنه یقول رأیت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقلت یارسول الله صلی الله تعالٰی علیك وسلم قد وهبت لك ثواب صلاتی علیك و ثواب کذا وکذا من اعمالی ان کان ذٰلك ما اردته بقولك للسائل الذی قال لك (افاجعل لك ثواب صلاتی کلها فقلت له اذا تکفی همك ویغفر لك ذنبك) فقال لی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم نعم ذٰلك اردت ولكن ابق لنفسك ثواب الکذا والکذا فانی غنی عنه[2]۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

وہ فرماتے تھے (اللہ تعالٰے ان سے راضی ہو) میں نے حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ پر جو درود پڑھتا ہوں میں نے اس کا ثواب آپ کو بخش دیا اور اپنے فلاں فلاں عمل کا ثواب بھی بخش دیا، اگر آپ نے یہی ارادہ کیا تھا اپنے قول سے اس سائل کیلئے جس نے آپ سے عرض کی تھی کیا میں اپنے پڑھے ہوئے تمام درود کا ثواب آپ کو دے ڈالوں؛ تو آپ نے اس سے فرمایا پھر تو تیرے غموں کیلئے کفایت کرے گا اور تیرے گناہ بخش دیے جائیں گے، حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں میں نے یہی ارادہ کیا تھا لیکن تو اپنی ذات کے لئے اتنا اتنا ثواب باقی رہنے دے کیونکہ میں اس سے بے نیاز ہوں۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب اچھی طرح جاننے والا ہے اور اس بڑی عزت والے کا علم نہایت درجہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ذکر الشیخ محمد ابو المواہب مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۲، ۷۵

**مسئلہ ۲۹ و ۳۰** از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں صاحب رامپوری ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) تین برس کے بچّے کی فاتحہ دُوجے کی ہونا چاہئے یا سوئم کی ہونا چاہئے ؟

(۲) اگر کسی کھانے پر یا شیرینی پر بچّے کی فاتحہ دے کر مسکینوں کو کھلا دے تب اُس کھانے کی فاتحہ یا شیرینی کا میت کو ثواب ملے گا یا نہیں ، جائز ہے یا ناجائز ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

(۱) شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن ، باقی یہ تعیین عُرفی ہیں ، جب چاہیں کریں ، انھیں دنوں کی گنتی شرعی جاننا جہالت ہے و بدعت[۱] ۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم ۔

(۲) ضرور جائز ہے اور بیشک ثواب پہنچتا ہے ، اہلسنت کا یہی مذہب ہے ،

والصبی لا شك انه من اھل الثواب ونصوص الحدیث وارشادات العلماء مطلقة لاتخصیص فیھا ۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچّہ اہل ثواب میں سے ہے (کیونکہ) حدیث شریف کی تصریحات اور علمائے کرام کے ارشادات اس بارے میں مطلق مذکور ہیں (کوئی قید مذکور نہیں ۔ مترجم) کہ جن میں کوئی تخصیص نہیں ۔ اور اللہ تعالٰی پاک ، برتر اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے (ت)



**مسئلہ ۳۱** مسئولہ حافظ محمود حسین ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ھ

نقالوں کو دینا جیسا کہ تقریب نکاح وغیرہ میں آتے اور گھیرتے ہیں اور مانگتے ہیں دینا اُن کو

---

[۱] ایک نجدی شخص رامپور سے آیا منافقانہ سُنّی بن کر بعض استفتا کئے جن کا جواب اسی جلد میں ہے ، دارالافتاء سے اسے یہ جلد دی گئی کہ جواب نقل کرلے ، اس نے یہ لفظ "و بدعت" اضافہ کیا ہے سطر میں جگہ نہ پائی تو نیچے اور بین السطور میں ۔ فتاوٰی گنگوہی حصہ اول میں یہ فتوٰی مع اضافہ مفتری نقل کیا اور عبارت "جہالت ہے و بدعت" غلط تھی جس سے ہر ذی عقل نے سمجھ لیا کہ یہ عبارت فتاوٰی رضویہ کی نہیں ، لہذا براہِ چالاکی کہ وہابیہ کا شعار ہے اُسے یوں بنالیا "جہالت و بدعت ہے" ۔ مسلمانو ! وہابیہ کے یہ شعبدے ہیں ۱۲ ۔

شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

اگر انھیں ممنوعاتِ شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امر ممنوع شرعی کی اُجرت کے احساناً دیا جائے تو جائز ہے، بلکہ اگر اس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان اس مالِ حلال کو پا کر اکلِ حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اس کی برکت سے اللہ تعالٰی ان کو توبہ نصیب فرمائے تو محمود و حسن و باعثِ اجر ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث:

اللھم لك الحمد علی زانیة اللھم لك الحمد علی سارق۔[1]

یا اللہ! تیرے لئے ہی تعریف و ثناء ہے کہ مال تو بدکار کے ہاتھ میں گیا، اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد و ستائش کہ مال تو چور کے ہاتھ لگ گیا۔ (ت)

اس پر شاہد عدل ہے، اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال و طیب ہے، عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اور اگر یہ صورت ہے کہ نہ دے گا تو اُسے مطعون کرتے پھریں گے اس کا مضحکہ اڑائیں گے نقل بنائیں گے جیسا کہ اُن کی عادت سے معروف و مشہور ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لئے دینا جائز و حلال ہے اگرچہ انھیں لینا حرام ہے، اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد کہ ایک شاعر نے بارگاہِ رسالت میں آکر سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

اقطع عنی لسانہ۔[2]

میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے۔

درمختار وغیرہا میں بھی اس کا جواز مصرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

### مسئلہ ۳۲

تخفیف حلوہ شب برات کی کیا تخصیص ہے؟

## الجواب

یہ تخصیص عُرفی ہے لازم شرعی نہیں، ہاں اگر کوئی جاہل اُسے شرعاً لازم جانے کہ بے حلوے کے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ثبوت اجر المتصدق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۹

[2] السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب ماجاء فی اعطاء الشعراء دار صادر بیروت ۱۰/۲۴۱

ثواب نہ پہنچے گا تو وہ خطا پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۳** از بنگالہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں ایک شخص نے کمال جد وجہد سے ایک مدرسہ اس طور پر قائم کیا کہ از راہ تسہیل امر اطراف کے لوگوں سے استدعا کی کہ جسے مرتبہ گھروں میں کھانا روزانہ پکایا جایا کرے وے مرتبہ ایک مٹھی ہر اجناس سے یعنی چاول وغیرہ علیحدہ ذخیرہ کر دیا کریں اور ختم ماہ پر مدرسہ کے مصارف میں دے دیا کریں، اسی طرح مدت سے یہ مدرسہ جاری ہے، اب یہ اعتراض پیدا ہوا ہے کہ یہ طریقہ ناجائز ہے بلکہ غیر اللہ یا شرک یا بدعۃ کے مشابہ ہے، پس دینے والوں اور تائید کرنے والوں کو گنہگار بتاتے ہیں آیا عمل مذکورہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دہندہ اور تائید کنندہ اس عمل کا مستحق عذاب ہوگا یا ثواب؟ اگر مستحق عذاب ہو تو اس امر نیک کے باز رکھنے والے اور کار خیر کے روکنے والے پر حسب شرع شریف کیا حکم ہے؟ کیا وہ صورت مذکورہ مشابہ غیر اللہ یا شرک یا بدعت کے ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر بدعۃ ہو تو کس قسم کی بدعۃ ہے؟ با دلائل قرآن اور احادیث اور اقوال علماء اور ائمہ مجتہدین مستنبطین کے بیان فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا عنداللہ (بیان فرماؤ تاکہ تم اللہ تعالٰی کے ہاں اجر و ثواب کے مستحق بن جاؤ۔ ت)



## الجواب

صورت مذکورہ بلاشبہہ جائز، مستحب و مندوب ہے۔ اور اس طرح اعانت مدرسہ کرنے والے اور جو لوگ اس اعانت پر مؤید ہوئے سب کے لئے اجر جزیل و ثواب جمیل ہے جبکہ وہ مدرسہ مدرسہ دینیہ اور دینے والوں تائید کرنے والوں کی نیت محمودہ ہو اسے بدعت کہنا گناہ بتانا سخت جہالت بلکہ امر محمود شرعی کی تحریم و مذمت ہے اور اسے ما اُھِلَّ بہ لغیر اللہ[1] ((اللہ تعالٰی نے تم پر حرام کردیا) وہ جانور جسے ذبح کرتے ہوئے اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ ت) سمجھنا جسے جاہلان بے خبر صرف لغیر اللہ کہا کرتے ہیں نرا جنون ہے، جب علم دین کی اعانت و تائید معاذ اللہ غیر اللہ کے لئے ٹھہرے تو وہ کون سی چیز ہے جو اللہ کے لئے ہوگی، ایسے جہال سے پوچھا جائے کہ عبادت تو اللہ کیلئے ہے یا اُسے بھی غیر اللہ کے لئے جانتے ہو، جب وہ اللہ کے لئے ہے تو علم دین تو اس سے بھی بہتر و افضل ہے وہ کیونکر غیر اللہ کے لئے ہو سکتا ہے۔ متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳

سے ہے کچھ برہنہ پا برہنہ بدن صرف ایک کملی کفنی کی طرح چیر کر گلے میں ڈالے خدمتِ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں حاضر ہوئے حضور پُرنور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی محتاجی دیکھی چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا۔ بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ کو اذان کا حکم دیا بعد نماز خطبہ فرمایا بعد تلاوتِ آیات ارشاد کیا:

تصدق رجل من دینارہ من درھمہ من ثوبہ من صاع برہ من صاع تمرۃ حتی قال ولوبشق تمرۃ۔

کوئی شخص اپنی اشرفی سے صدقہ کرے کوئی رُپے سے، کوئی کپڑے سے، کوئی اپنے قلیل گیہوں سے کوئی اپنے تھوڑے چھوہاروں سے۔ یہاں تک فرمایا، اگرچہ آدھا چھوہارا۔

اس ارشاد کو سُن کر ایک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ روپیوں کا تھیلا اُٹھا لائے جس کے اُٹھانے میں اُن کے ہاتھ تھک گئے پھر لوگ پے در پے صدقات لانے لگے یہاں تک کہ دو انبار کھانے اور کپڑے کے ہو گئے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی کے باعث کندن کی طرح دمکنے لگا اور ارشاد فرمایا:



من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیئ[1]

جو شخص اسلام میں کوئی اچھی راہ نکالے اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور اُس کے بعد جتنے لوگ اُس راہ پر عمل کریں گے سب کا ثواب اس کے لئے ہے بغیر اس کے کہ اُن کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

غزوۂ تبوک وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا مسلمانوں کو حکمِ صدقات دینا اور ہر ایک کا کثیر وقلیل حسبِ مقدرت حاضر لانا منافقین کا تھوڑا لانے والوں پر اعتراض کرنا کہ اللہ تعالٰے اس کے صدقہ سے غنی ہے زیادہ لانے والوں پر اعتراض کرنا کہ یہ ریاء کے لئے ہے اور اس پر آیۂ کریمہ:

ان الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین

بے شک جو لوگ ان ایمانداروں پر جو اپنے دل کے شوق اور خوشی سے خیرات کرتے ہیں الزام

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۷
سنن النسائی " باب التحریض علی الصدقۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۵۶-۳۵۵

لایجدون الاجھدھم[1] | لگاتے ہیں اور اُن لوگوں کو بھی نشانۂ طعن بناتے ہیں جو اپنی محنت و کوشش سے جو کچھ حاصل کرپاتے ہیں راہِ خدا میں خرچ کردیتے ہیں۔(ت)

کا نازل ہونا، ایک بار یونہی صدقات کا چندہ ہونا اُس کا انبار ہوجانا، ایک صحابی کا صرف ایک خوشہ لانا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُسے سب سے اُوپر رکھنا وغیرہ وغیرہ وقائع کثیرہ صحاح وغیرہا کتبِ احادیث میں مذکور و مشہور ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴ تا ۳۶    ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز پنجشنبہ فاتحہ اور کھانے کا ثواب میت کی رُوح کو بخش کر جو کچھ ممکن ہوسکے مساکینوں کو بھی دے دیا جائے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) میت کے سیم میں چنوں پر کلمہ شریف پڑھنا اور پھر ان کو اور بتاشوں کو تقسیم کرنا چاہئے یا نہیں؟



(۳) میت کے سیم کے چنے و بتاشے سوائے مساکین کے دوسرے کو لینا اور کھانا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا وتوجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

## الجواب

(۱) جائز اور مستحسن ہے اور باعثِ اجر وثواب ہے اس کے لئے بھی اور اس میت مسلمان کے لئے بھی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[2] | جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو اسے نفع پہنچائے(ت)

(۲ و ۳) جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ صرف مساکین کو دیئے جائیں، اغنیاء کا نہ لینا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۳۱۵
صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۳

**مسئلہ ۳۷** از سرونج مسئولہ جناب محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

زید کے پاس روپیہ کچھ روپیہ تو وجہ حلال کا ہے اور کچھ ناجائز طور کا روپیہ اکٹھا جمع ہے، زید یہ بات بھول گیا ہے کہ اس روپے میں جائز طور کا کتنا ہے اور ناجائز طور کا کتنا روپیہ ہے، اب اگر زید اس روپے سے خیرات کرنا چاہے تو کس طور سے کرے؟

## الجواب

تحری کرے زیادہ سے زیادہ جہاں تک ناجائز روپیہ ہوا سے اصل مالکوں یا وارثوں کو واپس دے اگر ان کا پتا نہ ہو تو اس قدر کل تصدق کردے باقی جتنا روپیہ اس کا رہ گیا ہے اس کا یہ مختار ہے تصدق وغیرہ جس صرف میں چاہے اٹھائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۸**

کراچی میں مسلمانوں کا ایک یتیم خانہ کھلنے والا ہے جس میں وہابی، نیچری، رافضی، لامذہب سب جمع ہیں، سنی مسلمانوں کو اس یتیم خانہ میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر فی سبیل اللہ زکوٰۃ وخیرات کی مد سے اس یتیم خانہ میں چندہ دیا تو زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ اور وہ چندہ باعثِ ثواب ہوا یا موجبِ عذاب؟ بینوا توجروا۔



## الجواب

اس میں احتمالاً دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یتیموں کی تعلیم وتربیت کا تمام انتظام صرف اہلسنت کے ہاتھوں میں رہے کسی بدمذہب کا اس میں دخل نہ ہو، نہ ان کی صحبت بچوں کو رہے کہ وہ انھیں اغوا کرسکیں صرف بالائی باتوں میں اُن کی شرکت ہو۔ دوسرے یہ کہ ان اُمور میں بھی انھیں مداخلت دی جائے یا کم از کم اُن کی صحبت بدرہے جس سے بچوں کی گمراہی مظنہ ہو۔ صورتِ ثانیہ تو مطلقاً قطعی حرام و بدخواہیِ اسلام ہے اور اس میں چندہ دینا موجبِ عذاب وآثام۔ اور صورتِ اولٰی شاید محض ایک خیالی ہو واقع کبھی نہ ہو کہ جب وہ برابر کے شریک ہیں ہر کام میں برابر کی شرکت چاہیں گے، کیا وجہ ہے کہ وہ نِرے غلام بن کر رہنے پر راضی ہوں اور بالفرضِ باطل اگر ایسا ہو بھی تو ان کی صحبتِ بد سے کیونکر مفر۔ اور علماء تصریح فرماتے ہیں:

ان الاحکام تبتنی علی الغالب ولا یعتبر النادر، فضلا عن الموھوم کما فی

احکام، غالب حالات پر مبنی ہُوا کرتے ہیں لہذا کسی نادر صورت کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ کسی رسمی اور فرضی صورت کا اعتبار ہو

فتح القدیر[1] وغیرہ۔ جیساکہ فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے۔(ت)

لہذا حکم وہی ہے کہ ایسی کمیٹی مطلقاً حرام ہے اور اس کی اعانت ہر طرح ناجائز، معہذا اگر فرض کرلیں کہ صورتِ اولیٰ واقع ہو تو اس میں اہلسنت کو اُن بے دینوں کی مجالست مصاحبت توقیر سے چارہ نہ ہوگا اور یہ خود حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ:

وامّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]۔ اگر تمھیں شیطان بُھلا دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔(ت)

اور حدیث میں ہے:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[3]۔ جس نے کسی بدعتی آدمی کی تعظیم کی اس نے بلاشبہہ اسلام کے گرانے (مٹانے) پر امداد کی۔(ت)

رہی زکوٰۃ اگر بطور چندہ دی گئی اور چندہ میں خلط کرلی گئی اور عام مصارف میں بلالحاظ تملیکِ فقیر اُٹھتی رہی جب تو ہرگز ادا نہ ہوگی اگرچہ کمیٹی خاص اہلسنت کا ہو،



لما صرحوا بہ ان رکنھا التملیك فلا تجوز فی بناء مسجد او تکفین میت وغیرذٰلك وصرحوا ان الخلط استھلاك فلا تتادّی بہ کما فی الفتاوی العٰلمگیریۃ وغیرھا۔ اس لئے کہ ائمہ فقہ نے اِس مسئلہ کی تصریح فرمائی کہ زکوٰۃ کا رکن تملیک ہے (یعنی زکوٰۃ لینے والے کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنا دینا) لہذا تعمیرِ مسجد اور تکفینِ میّت اور اس نوع کی دوسری صورتوں میں زکوٰۃ جائز نہ ہوگی (اس لئے کہ اُن میں تملیک نہیں پائی جاتی) اور یہ بھی انھوں نے تصریح فرمائی کہ ایک مال کو دوسرے مال میں خلط کرنا یعنی ملانا اُسے نیست و نابود کردینا ہے لہذا اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے۔(ت)

اور اگر بطور زکوٰۃ دی جائے اور جدا رکھی جائے اور یتیموں فقیروں کے قبضہ میں دے کر تملیک

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب مایفسد الصوم نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۷۰
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مجتبائی دہلی ص ۳۱
شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۶۱

کردی جائے پھر ان کے مصارف میں اٹھائی جائے تو ادا ہوجائے گی وان کان بعض المنتظمین من غیر اھل الدین (اگرچہ بعض انتظام کرنے والے دیندار نہ ہوں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۹** از مقام کیلاکھیڑا تحصیل بازپور ضلع نینی تال مسئولہ عبدالمجید خاں مدرسہ زنانہ بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

جمعرات کی فاتحہ یا بزرگوں کے عرس وغیرہ کا صحیح طور سے تحریر فرمائیں۔ زیادہ حد ادب۔

## الجواب

جمعرات کی فاتحہ جائز ہے۔ یونہی عرس اگر منکراتِ شرعیہ مثل مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ** مسئولہ ماجد حسین ناظم انجمن تہذیب الاسلام بہرائچ پنجشنبہ ۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ومفتیان اعلام اس مسئلہ میں کہ ماہِ شعبان کی چودھویں تاریخ کو عوام اہلسنت میں مدت مدید سے دستور چلا آرہا ہے کہ حلوا پکا کر اُس پر حضرت اویس قرنی وحضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اپنے دوسرے خاندانی لوگوں کا فاتحہ کرتے ہیں اور کچھ حصہ محتاجوں کو اور باقی اعزا واقارب میں تقسیم کیا کرتے ہیں اور اس رسم کو لوگ بطور اتباع سلف کرتے ہیں، بعض علماء نے اس رسم کو بے اصل اور ہنود کی رسوم کے مشابہ فرماکر روکتے ہیں اور بعض اس رواج کو بے ضرر جان کر منع نہیں فرماتے اور بعض کو اصرار ہے کہ یہ رواج قدیم بے سبب نہیں ہے لہذا تارک کو خاطی کہتے ہیں، جواب دندان شکن مفصل مدلل ارشاد فرمایا جائے، یہ رواج مسلمانوں میں کس زمانہ سے شروع ہوا ہے اور اس کی شریعتِ اسلامیہ میں کوئی اصلیت ہے یا نہیں فقط۔

## الجواب

شریعتِ اسلامیہ میں ایصالِ ثواب کی اصل ہے اور صدقاتِ مالیہ کا ثواب باجماعِ ائمہ اہلسنت پہنچتا ہے اور تخصیصاتِ عرفیہ کو حدیث نے جائز فرمایا کہ:

صوم یوم السبت لا لک ولا علیک[1] سنیچر کا روزہ نہ تجھے مفید ہے اور نہ تیرے لئے نقصان دہ ہے۔ (ت)

مانعین کی یہ جہالت ہے کہ جواز خصوص کے لئے دلیل خصوص مانگتے ہیں اور منع خصوص کیلئے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۳۶۸/۶

دلیل خصوص نہیں دیتے ان سے پُوچھئے تم جو منع کرتے ہو آیا اللہ و رسول نے منع کیا ہے یا اپنی طرف سے کہتے ہو، اگر اللہ و رسول نے منع فرمایا ہے تو دکھاؤ کہ کون سی آیت و حدیث میں ہے کہ حلوا ممنوع ہے یا حضرت سید الشہداء حمزہ یا حضرت خیر التابعین اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اس کا ثواب پہنچانا ممنوع ہے یا اعزہ و احبا میں اس کا تقسیم کرنا ممنوع ہے اور جب نہیں دکھا سکتے " تو جب اللہ و رسول نے منع نہیں فرمائی تم اس کے منع کرنے والے کون، آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[1] (کیا اللہ تعالٰی نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ تعالٰی کے ذمہ جھوٹ لگاتے ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۵۹

رسالہ

# رادالقحط والوباء بدعوۃ الجیران و مواساۃ الفقراء

۱۳۱۲ھ

(پڑوسیوں کی دعوت اور فقیروں کی غمخواری کے ذریعے قحط اور وبا، کولوٹا دینے والا)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**مسئلہ ۱۴۱** از کانپور مدرسہ فیض عام مرسلہ مولوی احمد اللہ تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیارع میں اس طرح کا رواج ہے کہ کوئی بلا دیں ہیضہ، چیچک وقحط سالی وغیرہ آجائے تو دفع بلا کے واسطے جمیع محلہ والے مل کر فی سبیل اللہ اپنی اپنی حسب استطاعت چاول، گیہوں وپیسہ وغیرہ اٹھا کر کھانا پکاتے ہیں اور مولویوں اور مُلاؤں کو بھی دعوت کرکے ان لوگوں کو بھی کھلاتے ہیں اور جمیع محلہ دار بھی کھاتے ہیں، آیا اس صورت میں محلہ دار کو طعام مطبوخہ کا کھانا جائز ہوگا یا نہ؟ طعام مطبوخہ کھانے کے لئے مانع وغیر مانع پر کیا حکم دیا جاتا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

---

ع لیعنی بنگالہ میں کہ یہ سوال کانپور میں وہیں سے آیا تھا کانپور سے بغرض تحریر جواب بھیجا گیا ۱۲

# الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی وضع البرکۃ فی جماعۃ الاخوان وقطع الھلکۃ بتواصل الاحباء والجیران والصلٰوۃ والسلام علٰی صاحب الشفاعۃ مجیب الدعوۃ ومحب الجماعۃ دافع البلاء والوباء والقحط والمجاعۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وجماعۃ المسلمین وعلینا فیھم یاارحم الراحمین اٰمین اٰمین اٰمین یاربنا اٰمین!

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے بھائیوں کے اجتماع میں برکت فرمائی اور اہل محبت اور پڑوسیوں کی ملاقات وصلہ میں مصیبت کو قطع فرمایا اور صلوٰۃ وسلام مالکِ شفاعت، دعوت کو قبول، جماعت سے محبت، مصیبت و وبا، اور بھوک اور قحط کو دفع کرنے والی ذات پر اور ان کی آل واصحاب، اور مسلمانوں کی جماعت اور ان کے ساتھ ہم پر یاارحم الراحمین، آمین آمین اے ہمارے رب آمین!



فعل مذکور لقصد مسطور اور اہلِ دعوت کردہ کھانا کھانا شرعاً جائز و روا، جس کی ممانعت شرع مطہر میں اصلاً نہیں، قال اللہ تعالٰی:

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا [1]

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ کھاؤ مل کر یا الگ الگ۔

تو بے منع شرعی از تکاب ممانعت جہالت وجرأت۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت) نظر کیجئے تو یہ عمل چند دواؤں کا نسخہ جامعہ ہے کہ اس سے مساکین وفقرا بھی کھائیں گے، علماء وصلحاء بھی عزیز و رشتہ دار بھی قریب و اہل جوار بھی تو اس میں بعددِ ابواب جنت آٹھ خوبیاں ہیں:

(۱) فضیلتِ صدقہ

(۲) خدمتِ صلحاء

(۳) صلۂ رحم

(۴) مواساۃِ جار

(۵) سلوکِ نیک سے مسلمانوں خصوصاً غرباء کا دل خوش کرنا۔

(۶) ان کی مرغوب چیزیں ان کے لئے مہیا کرنا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۶۱

(۷) مسلمان بھائیوں کو کھانا دینا۔ (۸) مسلمانوں کا کھانے پر مجتمع ہونا۔

اور ان سب امور کو جب بہ نیتِ صالحہ ہوں باذن اللہ تعالٰی رضائے خدا عفو و خطا و دفع بلا میں دخل تام ہے ظاہر ہے کہ قحط، وبا، ہر مصیبت و بلا گناہوں کے سبب آتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرمادیتا ہے۔ (ت)

تو اسبابِ مغفرت و رضا و رحمت بلاشبہ اس کے عمدہ علاج ہیں۔

اب بتوفیق اللہ تعالٰی احادیث سنئے:

**حدیث ۱:** حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الصدقۃ لتطفئ غضب الرب و تدفع میتۃ السوء۔ رواہ الترمذی[2] و حسنہ وابن حبان فی صحیحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک صدقہ رب عزّوجل کے غضب کو بجھاتا اور بُری موت کو دفع کرتا ہے (اسے ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، ترمذی نے اسکی تحسین کی۔ ت)



**حدیث ۲:** کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فانھا تقیم العوج وتدفع میتۃ السوء، الحدیث[3]، رواہ ابویعلی والبزار عن الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دوزخ سے بچو اگرچہ آدھا چھوہارا دے کر کہ وہ کجی کو سیدھا اور بُری موت کو دور کرتا ہے الحدیث (ابویعلٰی اور بزار نے اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۳۰

[2] جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۸۴
کنز العمال بحوالہ ت حب عن انس حدیث ۱۵۹۹۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۸ و ۳۷۱

[3] مسند ابی یعلی عن ابی بکر حدیث ۸۰ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/ ۷۵
کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۹۲۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۴۴۲

**حدیث ۳** : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ان صدقۃ المسلم تزید فی العمر وتمنع میتۃ السوء۔ رواہ الطبرانی[1] وابوبکر بن مقیم فی جزئہ عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بُری موت کو روکتا ہے (اسے طبرانی اور ابوبکر بن مقیم نے اپنی جزء میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۴ و ۵** : کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

الصدقۃ تطفئ الخطیئۃ وتقی میتۃ السوء۔ رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن رافع بن مکیث الجھنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صدقہ گناہ کو بُجھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے (اسے طبرانی نے کبیر میں رافع بن مکیث الجہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دوسری روایت میں ہے :

الصدقۃ تمنع میتۃ السوء۔ رواہ احمد[3] عنہ والقضاعی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

صدقہ بُری موت کو روکتا ہے (اسے احمد نے رافع بن مکیث سے اور قضاعی نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)



**حدیث ۶** : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ان اللہ لیدرؤ بالصدقۃ سبعین باباً من میتۃ السوء۔ رواہ الامام عبداللہ بن مبارک فی کتاب البر[4] عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک عزوجل صدقہ کے سبب سے ستّر دروازے بُری موت کے دفع فرماتا ہے (اسے امام عبداللہ بن مبارک نے کتاب البر میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۷** : کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

الصدقۃ تسد سبعین بابا من السوء۔

صدقہ ستّر دروازے بُرائی کے بند کرتا ہے۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۲ و ۲۳
[2] الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی فی الکبیر الترغیب فی الصدقۃ حدیث ۴۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۱
[3] کنز العمال بحوالہ القضاعی عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۹۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۵
[4] الترغیب والترھیب بحوالہ ابن البرقی کتاب البر الترغیب فی الصدقۃ حدیث ۲۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲

رواہ الطبرانی فی الکبیر[1] عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(اسے طبرانی نے کبیر میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۸**: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تمنع سبعین نوعا من انواع البلاء اھونہا الجذام والبرص۔ رواہ الخطیب[2] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صدقہ ستّر بلا کو روکتا ہے جن کی آسان تر بدن بگڑنا اور سپید داغ ہیں (والعیاذ باللہ تعالٰی) (اسے خطیب نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۹ و ۱۰**: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

باکروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطّاھا۔ رواہ الطبرانی[3] عن امیر المؤمنین علی و البیہقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

صبح تڑکے صدقہ دو کہ بلا صدقہ سے آگے قدم نہیں بڑھاتی (اسے طبرانی نے امیر المؤمنین حضرت علی اور بیہقی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)



**حدیث ۱۱**: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقات بالغدوات یذھبن بالعاھات۔ رواہ الدیلمی[4] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صبح کے صدقے آفتوں کو دفع کر دیتے ہیں۔ (اس کو دیلمی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۱۲**: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تمنع القضاء السوء۔

صدقہ بُری قضا کو ٹال دیتا ہے۔ (اس کو

---

[1] المعجم الکبیر عن رافع بن خدیج حدیث ۴۴۰۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۲۷۴

[2] تاریخ البغداد ترجمہ ۴۳۲۶ الحارث بن نعمان دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۲۰۸

[3] المعجم الاوسط حدیث ۵۶۳۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۲۹۹

السنن الکبرٰی کتاب الزکوٰۃ باب فضل من اصبح صائما الخ دار صادر بیروت ۴/ ۱۸۹

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۷۴۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۱۳

الجامع الصغیر بحوالہ الفردوس عن انس حدیث ۵۱۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۱۷

رواہ ابن عساکر[1] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(ابن عساکر نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۱۳:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلوا الذی بینکم وبین ربکم بکثرۃ ذکرکم لہ وکثرۃ الصدقۃ بالسر والعلانیۃ ترزقوا وتنصروا وتجبروا۔ رواہ ابن[2] ماجۃ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ عزوجل کے ساتھ اپنی نسبت درست کرو اس کی یاد کی کثرت اور خفیہ وظاہر صدقہ کی تکثیر سے کہ ایسا کروگے تو روزی اور مدد دیے جاؤ گے، تمہاری شکستگیاں درست کی جائیں گی (اسے ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۱۴ تا ۱۷:** کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تطفئ الخطیئۃ کما یطفئ الماء النار۔ رواہ الترمذی[3] وقال حسن صحیح عن معاذ بن جبل ونحوہ ابن حبان فی صحیحہ عن کعب بن عجرۃ وکابی یعلٰی بسند صحیح عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم وابن المبارک عن عکرمۃ مرسلًا بسند حسن۔

صدقہ گناہ کو بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو (روایت کیا اسے ترمذی نے اور حسن صحیح کہا، معاذ بن جبل سے، اور ایسے ہی ابن حبان نے اپنی صحیح میں کعب بن عجرہ سے، جیسے ابی یعلٰی نے بسند صحیح جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے، اور ابن مبارک نے عکرمہ سے مرسلًا بسند حسن۔ ت)

**حدیث ۱۸:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

مثل المؤمن ومثل الایمان کمثل الفرس فی اخیتہ یجول ثم

مسلمان اور ایمان کی کہاوت ایسی ہے جیسے چراگاہ میں گھوڑا اپنی رسی سے بندھا ہوا کہ

---

[1] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ الخضر البزاز دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۶۸

[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب فرض الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۷

[3] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی حرمۃ الصلوٰۃ امین کمپنی دہلی ۲/۸۶

موارد الظمآن حدیث ۱۵۶۹ المکتبۃ السلفیۃ مکۃ المکرمۃ ص ۲۷۸

یرجع الی اخیتہ وان المؤمن یسھو ثم یرجع الی الایمان فاطعموا طعامکم الاتقیاء وولوا معروفکم المؤمنین۔ رواہ البیہقی فی شعب[1] الایمان و ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

چاروں طرف چر کر پھر اپنی بندش کی طرف پلٹ آتا ہے، یوں ہی مسلمان سے بھول ہوجاتی ہے پھر ایمان کی طرف رجوع لاتا ہے تو اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور اپنا نیک سلوک سب مسلمانوں کو دو۔ (اسے بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابونعیم نے حلیہ میں ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس حدیث سے ظاہر کہ معالجۂ گناہ میں نیکوں کو کھانا کھلانا اور عام مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔

**حدیث ۱۹:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الصدقۃ وصلۃ الرحم یزید اللہ بھما فی العمر ویدفع بھما میتۃ السوء ویدفع بھما المکروہ والمحذور۔ رواہ ابویعلٰی[2] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک صدقہ اور صلۂ رحم ان دونوں سے اللہ تعالٰی عمر بڑھاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے اور مکروہ اور اندیشہ کو دور کرتا ہے۔ (اسے ابویعلٰی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۲۰:** فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔ رواہ البخاری[3] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت، مال میں برکت ہو، وہ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے (اسے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۰۹۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۵۲
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۹۷ عبد اللہ بن مبارک " " " ۸/ ۱۷۹

[2] مسند ابویعلٰی عن انس بن مالک حدیث ۴۰۹۰ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۱۲۷
مجمع الزوائد بحوالہ ابی یعلٰی باب صلۃ الرحم وقطعھا دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۵۱

[3] صحیح البخاری کتاب الادب باب من بسط لہ فی الرزق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۵

**حدیث ۲۱ و ۲۲:** فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من سرہ ان یمد لہ فی عمرہ ویوسع لہ فی رزقہ ویدفع عنہ میتۃ السوء فلیتق اللہ ولیصل رحمہ۔ رواہ عبداللہ ابن الامام فی زوائد المسند[1] والبزار بسند جید والحاکم فی المستدرک عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ والحاکم نحوہ فی حدیث عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جسے خوش آئے کہ اس کی عمر دراز، رزق وسیع اور بُری موت دفع ہو وہ اللہ سے ڈرے اور اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے (اسے عبداللہ ابن امام نے زوائد المسند میں اور بزار نے بسند جید اور حاکم نے مستدرک میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور یونہی حاکم نے حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۲۳:** فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلۃ القرابۃ مثراۃ فی المال محبۃ فی الاھل منسأۃ فی الاجل۔ رواہ الطبرانی[2] بسند صحیح عن عمرو بن سہل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قریبی رشتہ داروں سے سلوک، مال کا بہت بڑھانے والا، آپس میں بہت محبت دلانے والا، عمر کا زیادہ کرنے والا ہے (اسے طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ عمرو بن سہل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۲۴:** فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلۃ الرحم تزید فی العمر۔ رواہ القضاعی[3] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صلہ رحم سے عمر بڑھتی ہے (اسے قضاعی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۲۵:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ زوائد مسند والبزار والحاکم الترغیب فی صلۃ الرحم مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۳۵
المستدرک کتاب البر والصلۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۶۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۷۸۰۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۳۹۷

[3] کنز العمال بحوالہ القضاعی عن ابن مسعود حدیث ۶۹۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۵۶

ان اعجل البر ثوابا الصلة الرحم حتی ان اھل البیت لیکونون فجرۃ فتنمو اموالھم ویکثر عددھم اذا تواصلوا ۔ رواہ الطبرانی[1] عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

بے شک سب نیکیوں میں جلد تر ثواب میں صلہ رحم ہے یہاں تک کہ گھر والے فاسق بھی ہوں تو ان کے مال زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے شمار بڑھتے ہیں جب آپس میں صلہ رحم کریں ۔ (اسے طبرانی نے ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔ ت)

دوسری روایت میں اتنا اور ہے :

وما من اھل بیت یتواصلون فیحتاجون ۔ رواہ ابن حبان[2] فی صحیحہ ۔

کوئی گھر والے ایسے نہیں کہ آپس میں صلہ رحم کریں پھر محتاج ہوجائیں (اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ۔ ت)

**حدیث ۲۶ :** فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

صلۃ الرحم وحسن الخلق وحسن الجوار یعمرن الدیار ویزدن فی الاعمار ۔ رواہ الامام احمد والبیھقی[3] فی الشعب بسند صحیح علٰی اصولنا عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ۔

صلہ رحم اور نیک خوئی اور ہمسایہ سے نیک سلوک شہروں کو آباد اور عمروں کو زیادہ کرتے ہیں ، (اسے امام احمد اور بیہقی نے شعب میں بسند صحیح ہمارے اصول پر ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ۔ ت)



**حدیث ۲۷ :** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

صنائع المعروف تقی مصارع السوء والاٰفات المھلکات واھل المعروف فی

نیک سلوک کے کام بُری موتوں آفتوں ہلاکتوں سے بچاتے ہیں اور دنیا میں احسان والے

---

[1] مجمع الزوائد کتاب البر والصلۃ باب صلۃ الرحم وقطعہا دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۵۲
المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف ریاض ۲/ ۵۶
[2] موارد الظمآن باب صلۃ الرحم حدیث ۲۰۳۸ المطبعۃ السلفیۃ مکۃ المکرمۃ ص ۴۹۹
[3] شعب الایمان حدیث ۷۹۶۹ دار الکتب العربیۃ بیروت ۶/ ۲۲۶
کنز العمال بحوالہ حم ھب عن عائشہ حدیث ۶۹۱۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۵۶

الدنیا ھم اھل المعروف فی الاٰخرۃ۔ رواہ الحاکم فی المستدرک[1] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

وہی آخرت میں احسان والے ہوں گے (اسے حاکم نے مستدرک میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

**حدیث ۲۸:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صنائع المعروف تقی مصارع السوء و الصدقۃ خفیا تطفیٔ غضب الرب وصلۃ الرحم زیادۃ فی العمر وکل معروف صدقۃ واھل المعروف فی الدنیا ھم اھل المعروف فی الاٰخرۃ واھل المنکر فی الدنیا ھم اھل المنکر فی الاٰخرۃ و اول من یدخل الجنۃ اھل المعروف۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔

بھلائیوں کے کام بُری موتوں سے بچاتے ہیں اور پوشیدہ خیرات رب کا غضب بجھاتی ہے اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک عمر میں برکت ہے اور ہر نیک سلوک (کچھ ہو کسی کے ساتھ ہو) سب صدقہ ہے اور دنیا میں احسان والے ہی آخرت میں احسان پائیں گے اور دنیا میں بدی والے وہی عقبٰی میں بدی دیکھیں گے اور سب میں پہلے جو بہشت میں جائیں گے وہ نیک برتاؤ والے ہیں (اسے طبرانی نے اوسط میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت)

**حدیث ۲۹:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان من موجبات المغفرۃ ادخالک السرور علٰی اخیک المسلم۔ رواہ الطبرانی[3] فی الکبیر و الاوسط عن الامام سیدنا الحسن بن علی کرم اللہ تعالٰی وجوھما۔

بے شک مغفرت واجب کر دینے والی چیزوں میں ہے تیرا اپنے بھائی مسلمان کا جی خوش کرنا (اسے طبرانی نے کبیر میں اور اوسط میں امام سیدنا الحسن بن علی کرم اللہ وجوھما سے روایت کیا۔ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ک فی المستدرک حدیث ۱۵۹۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۳

[2] المعجم الاوسط حدیث ۶۰۸۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۵۰-۵۱

[3] المعجم الکبیر حدیث ۲۷۳۱ و ۲۷۳۸ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۸۳ و ۸۵
المعجم الاوسط حدیث ۸۲۴۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۱۱۶

**حدیث ۳۰:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

احب الاعمال الی اللہ تعالٰی بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم۔ رواہ فیھما[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ تعالٰی کے فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ پیارا عمل مسلمان کا جی خوش کرنا ہے (طبرانی نے دونوں میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۳۱ تا ۳۳:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

افضل الاعمال ادخال السرور علی المؤمن کسوت عورتہ او اشبعت جوعتہ او قضیت لہ حاجۃ۔ رواہ فی الاوسط[2] عن امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم و نحوہ ابو الشیخ فی الثواب و الاصبھانی فی حدیث عن ابنہ عبد اللہ و ابن ابی الدنیا عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سب سے افضل کام مسلمانوں کا جی خوش کرنا ہے کہ تو اس کا بدن ڈھانکے یا بھوک میں پیٹ بھرے یا اس کا کوئی کام پورا کرے۔ (اسے اوسط میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے اور ایسے ہی ابو الشیخ نے ثواب میں اور اصبہانی نے اپنے بیٹے عبد اللہ کی حدیث میں اور ابن ابی الدنیا نے بعض اصحابِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۳۴:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من وافق من اخیہ شھوۃ غفر لہ[3] رواہ العقیلی[5] والبزار والطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ و لہ

یعنی جس مسلمان کا جی کسی کھانے پینے یا کسی قسم حلال چیز کو چاہتا ہو اتفاق سے دوسرا اس کے لئے وہی شئی مہیا کر دے اللہ عزوجل اس کے لئے مغفرت فرمادے (اسے عقیلی، بزار

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب الادب الباب الثالث دار الفکر بیروت ۶/ ۲۹۳
المعجم الاوسط حدیث ۷۰۰۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۴۴۳

[2] الترغیب و الترہیب بحوالہ الطبرانی فی الاوسط الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین حدیث ۱۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۹۴

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ نصر بن نجیح الباہلی دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۹۶
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی و البزار کتاب الاطعمہ باب فیمن وافق من اخیہ شہوۃ دار الکتاب بیروت ۵/ ۱۸

شواهد فی اللآلی۔

اور طبرانی نے کبیر میں ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور لآلی میں اسکے شواہد ہیں۔ (ت)

**حدیث ۳۵:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اطعم اخاہ المسلم شھوتہ حرمہ اللہ علی النار۔ رواہ البیہقی فی شعب[1] الایمان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو اپنے بھائی مسلمان کو اس کی چاہت کی چیز کھلائے اللہ تعالٰی اسے دوزخ پر حرام کردے (اسے بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۳۶:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من موجبات الرحمۃ اطعام المسلم المسکین۔ رواہ الحاکم[2] وصححہ ونحوہ البیہقی وابوالشیخ فی الثواب عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

رحمتِ الٰہی واجب کردینے والی چیزوں میں سے غریب مسلمانوں کو کھانا کھلانا (روایت کیا اسے حاکم نے اور اس کی تصحیح کی، اور ایسے ہی بیہقی و ابوالشیخ نے ثواب میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)



**حدیث ۳۷ تا ۴۶:** فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلاۃ باللیل والناس نیام۔ قطعۃ من حدیث جلیل نفیس جمیل مشھور مستفیض مفید مفیض، رواہ امام الائمۃ ابوحنیفۃ والامام[3] احمد وعبدالرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس،

یعنی اللہ عزوجل کے یہاں درجہ بلند کرنے والے ہیں سلام کا پھیلانا اور ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو لوگوں کے سوتے میں نماز پڑھنا۔ (یہ حدیث جلیل نفیس جمیل مشہور مستفید مفید مفیض کا ایک ٹکڑا ہے۔ روایت کیا اسے امام الائمہ ابوحنیفہ اور امام احمد اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اور ترمذی اور طبرانی نے ابن عباس سے،

---

[1] شعب الایمان حدیث ۳۳۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۲۲

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر تحت سورۃ البلد دار الفکر بیروت ۲/ ۵۲۴

شعب الایمان حدیث ۳۳۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۱۷

الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم والبیہقی الترغیب فی اطعام الطعام حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۴

[3] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ ص امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۵۵ و مسند احمد بن حنبل ۱/ ۳۶۸

واحمد والترمذی[1] والطبرانی وابن مردویہ عن معاذ بن جبل وابن خزیمۃ والدارمی والبغوی وابن السکن وابونعیم وابن بسطۃ عن عبدالرحمٰن بن عایش واحمد[2] والطبرانی عنہ عن صحابی والبزار[3] عن ابن عمرو عن ثوبان والطبرانی[4] عن ابی امامۃ وابن قانع عن ابی عبیدۃ[5] بن الجراح والدارقطنی وابوبکر النیسابوری فی الزیادات عن انس[6] وابوالفرج فی العلل[7] تعلیقا عن ابی ھریرۃ وابن ابی شیبۃ مرسلاً عن عبد[8] الرحمٰن بن سابط رضی اللہ تعالٰی عنہم

اور احمد اور ترمذی اور طبرانی اور ابن مردویہ نے معاذ بن جبل سے، اور ابن خزیمہ اور دارمی اور بغوی اور ابن سکن اور ابونعیم اور ابن بسطہ نے عبدالرحمٰن بن عایش سے اور احمد اور طبرانی نے اس سے صحابی سے اور بزار نے ابن عمرو سے، ابن عمرو نے ثوبان سے۔ اور طبرانی نے ابوامامہ سے۔ اور ابن قانع نے ابوعبیدہ بن جراح اور دارقطنی اور ابوبکر نیساپوری نے زیادات میں حضرت انس سے اور ابوالفرج نے علل میں حضرت ابوھریرہ سے تعلیقاً اور ابن ابی شیبہ نے مرسلاً حضرت عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ تعالٰی عنہم۔



---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورہ ص امین کمپنی دہلی ٢/١٥٦
مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ٥/٢٤٣

[2] " " " عن عبدالرحمٰن عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " " ٤/٦٦

[3] مجمع الزوائد عن ثوبان وابن عمرو کتاب التعبیر باب ماجاء فیما راٰہ النبی فی المنام دارالکتاب بیروت ٧/٧٦-١٧٧

[4] المعجم الکبیر عن ابی امامہ حدیث ٨١١٧ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ٨/٣٤٩

[5] الدرالمنثور بحوالہ الخطیب عن ابی عبیدۃ سورۃ ص مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ٥/٣٢٠
العلل المتناہیۃ باب فی ذکر الصورۃ حدیث ١٠ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ١/١٦

[6] کنز العمال عن انس حدیث ٤٤٣٢١ موسسۃ الرسالہ بیروت ١٦/٢٤٥ و ٢٤٦

[7] العلل المتناہیۃ عن ابی ہریرۃ باب فی ذکر الصورۃ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ١/٢٠

[8] العلل المتناہیۃ باب فی ذکر الصورۃ " " " " " " ١/٢٠

فی رؤیۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربّ عزوجل ووضعہ تعالٰی کفہ کما یلیق بجلالہ العظیم بین کتفیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتجلّی لی کل شیئ وعرفت[۱] وفی روایۃ فعلمت مافی السموٰت والارض[۲] وفی اخرٰی مابین المشرق والمغرب[۳] وقد ذکرناہ مع تفاصیل طرقہ وتنوع الفاظہ فی کتابنا المبارک ان شاء اللہ تعالٰی سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی والحمد للہ ما اولٰی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اللہ تعالٰی کے دیدار والی روایت جس میں ہے" اور اللہ تعالٰی نے اپنی شایانِ شان کف مبارک کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے کندھوں کے درمیان رکھا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں تو میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی"۔ دوسری روایت میں ہے "میں نے معلوم کرلی جو چیز بھی زمین و آسمانوں میں ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے "مشرق ومغرب میں جو کچھ ہے"۔ اور ہم نے اس حدیث کو اس کے طُرق کی تفصیل اور اختلافِ الفاظ کو اپنی مبارک کتاب "سلطنت مصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" میں ذکر کردیا ہے الحمدللہ۔ (ت)

مرقاۃ شریف میں ہے:

اطعام الطعام ای اعطائہ للانام من الخاص والعام[۴]

کھانا کھلانا یعنی ہر خاص و عام کو کھانا دینا مراد ہے۔ (ت)

**حدیث ۷۴:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الکفارات اطعام الطعام وافشاء السلام والصلوۃ باللیل والناس نیام۔ رواہ الحاکم[۵] وصحح سندہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

گناہ مٹانے والے ہیں کھانا کھلانا اور سلام ظاہر کرنا اور شب کو لوگوں کے سوتے میں نماز پڑھنا (اسے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[۱] العلل المتناہیۃ باب فی ذکر حدیث ۱۳ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۰
[۲] مجمع الزوائد باب فیما رآہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام دار الکتاب بیروت ۷/۱۷۶
[۳] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ ص امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۶
[۴] مرقات المفاتیح کتاب الصلوۃ باب المساجد المکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۳۲، ۴۵۶
[۵] المستدرک للحاکم کتاب الاطعمۃ فضیلۃ اطعام الطعام دار الفکر بیروت ۴/۱۲۹

**حدیث ۴۸**: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من اطعم اخاہ حتی یشبعہ و سقاہ من الماء حتی یرویہ باعدہ اللہ من النار سبع خنادق مابین کل خندقین مسیرۃ خمس مائۃ عام۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر و ابو الشیخ فی الثواب والحاکم مصححا سندہ والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو اپنے مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے پیاس بھر پانی پلائے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے سات کھائیاں دُور کر دے ہر کھائی سے دوسری تک پانچسو برس کی راہ۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابو الشیخ نے ثواب میں اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۴۹**: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان اللہ عزوجل یباھی ملٰئکتہ بالذین یطعمون الطعام من عبیدہ۔ رواہ ابو الشیخ[2] عن الحسن البصری مرسلاً۔

اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اپنے فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے (کہ دیکھو فضیلت اسے کہتے ہیں) (اسے ابو الشیخ نے حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا۔ ت)



**حدیث ۵۰ و ۵۱**: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

الخیر اسرع الی البیت الذی یوکل فیہ من الشفرۃ الی سنام البعیر۔ رواہ ابن ماجۃ[3] عن ابن عباس وابن ابی الدنیا عن

خیر و برکت اس گھر کی طرف جس میں لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اس سے بھی زیادہ جلد پہنچتی ہے جتنی جلد چھری کوہانِ شتر کی طرف (کہ اونٹ ذبح کرکے سب سے پہلے اس کا کوہان تراشتے ہیں) (اسے

---

[1] الترغیب والترغیب الترغیب فی اطعام الطعام الخ حدیث ۱۴ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۵
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر باب فیمن اطعم مسلما اوسقاہ دار الکتاب بیروت ۳/ ۱۳۰
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ فضیلۃ اطعام الطعام دار الفکر بیروت ۴/ ۱۲۹
شعب الایمان حدیث ۳۳۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۱۸

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب مرسلاً مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب الضیافۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۸ و ۲۴۹
الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ماجہ وابن ابی الدنیا مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۶۲

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ابن ماجہ نے ابن عباس سے اور ابن ابی الدنیا نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ت)

**حدیث ۵۲:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الملائکۃ تصلی علی احدکم مادامت مائدتہ موضوعۃ۔ رواہ الاصبہانی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔[1]

جب تک تم میں سے کسی کا دسترخوان بچھا ہے اتنی دیر فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ (اسے اصبہانی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ت)

**حدیث ۵۳:** کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

الضیف یاتی برزقہ ویرتحل بذنوب القوم یمحص عنہم ذنوبہم۔ رواہ ابوالشیخ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[2]

مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے والوں کے گناہ لے کر جاتا ہے، ان کے گناہ مٹا دیتا ہے (اسے ابوالشیخ نے ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)



**حدیث ۵۴:** سیدنا امام حسن مجتبیٰ صلے اللہ تعالیٰ علی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کی حدیث میں ہے:

لان اطعم اخالی فی اللہ لقمۃ احب الی من ان تصدق علی مسکین بدرھم ولان اعطی اخالی فی اللہ درھما احب الی من ان اتصدق علی مسکین بمائۃ درھم، رواہ ابوالشیخ فی الثواب عنہ عن جدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[3]

بے شک میرا اپنے کسی دینی بھائی کو ایک نوالہ کھلانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ مسکین کو ایک روپیہ دوں، اور اپنے دینی بھائی کو ایک روپیہ دینا مجھے اس سے زیادہ پیارا ہے کہ مسکین پر سو روپیہ خیرات کروں۔ (اسے ابوالشیخ نے ثواب میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے اپنے نانا جان صلی اللہ تعالےٰ

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ اصبہانی حدیث ۱۳ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۰۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن ابی الدرداء حدیث ۲۵۸۲۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۴۲

[3] الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۲۴ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

ولعل الاظھر وقفہ کالذی یلیہ۔[عہ]

علیہ وسلم سے روایت کیا اور ظاہراً یہ حدیث موقوف ہے بعد والی حدیث کی طرح۔ (ت)

**حدیث ۵۵:** سیدنا امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی فرماتے ہیں:

لان اجمع نفرا من اخوانی علی صاع او صاعین من طعام احب الی من ادخل سوقکم فاشتری رقبۃ فاعتقھا[1]۔ رواہ منہ وقفا علیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں اپنے چند برادران دینی کو تین سیر چھ سیر کھانے پر اکٹھا کروں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تمھارے بازار میں جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کردوں۔ اسے ابوالشیخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفاً روایت کیا۔

**حدیث ۵۶:** کہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے، فرمایا: اکٹھے ہو کر کھاتے ہو یا الگ الگ؟ عرض کی: الگ الگ۔ فرمایا:

اجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللہ یبارک لکم فیہ۔ رواہ ابوداؤد[2] وابن ماجۃ وحبان عن وحشی بن حرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جمع ہو کر کھاؤ اور اللہ تعالٰی کا نام لو تمھارے لئے اسی میں برکت رکھی جائے گی (اسے ابوداؤد، ابن ماجہ اور حبان نے وحشی بن حرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۵۷:** فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کلوا جمیعا ولا تفرقوا فان البرکۃ مع الجماعۃ۔ رواہ ابن ماجۃ[3] والعسکری[4]

مل کر کھاؤ اور جدا نہ ہو کر برکت جماعت کے ساتھ ہے (اسے ابن ماجہ اور عسکری نے مواعظ

---

عہ اظہر یہ ہے کہ یہ حدیث آئندہ حدیث کی طرح حضرت حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ پر موقوف ہے یعنی انکا فرمان ہے ۱۲

---

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۲۳ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاطعمۃ باب فی الاجتماع علی الطعام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۷۲

سنن ابن ماجہ ابواب الطعام " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۴

[3] " " " " " " " " " " " "

[4] کنز العمال بحوالہ العسکری فی المواعظ حدیث ۴۰۷۲۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۴۵

فی المواعظ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی سے بسند حسن روایت کیا۔ (ت)

**حدیث ۵۸:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

البرکۃ فی ثلثۃ فی الجماعۃ والثرید والسحور۔[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

برکت تین چیزوں میں ہے مسلمانوں کے اجتماع اور طعامِ ثرید اور طعامِ سحری میں۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب میں سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**حدیث ۵۹:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الاربعۃ ویداللہ علی الجماعۃ۔ رواہ البزار[2] عن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ایک آدمی کی خوراک دو کو کفایت کرتی ہے اور دو کی خوراک چار کو، اللہ تعالٰی کا ہاتھ جماعت پر ہے (اسے بزار نے سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)



**حدیث ۶۰:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان احب الطعام الی اللہ تعالٰی ماکثرت علیہ الایدی۔ رواہ ابویعلی والطبرانی[3] وابوالشیخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک سب کھانوں میں زیادہ پیارا اللہ عزوجل کو وہ کھانا ہے جس پر بہت سے ہاتھ ہوں (یعنی جتنے آدمی مل کر کھائیں گے اتنا ہی اللہ تعالٰی کو زیادہ پسند ہوگا) (اسے ابویعلٰی اور طبرانی اور ابوالشیخ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

**ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جو مسلمان اس عمل میں نیک نیّت پاک مال سے**

---

[1] المعجم الکبیر عن سلمان حدیث ۶۱۲۷ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۶/ ۱۵۱
شعب الایمان حدیث ۷۵۲۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۶۸
[2] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الاطعمہ باب الاجتماع علی الطعام موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۳۳
[3] الترغیب والترہیب بحوالہ ابی یعلٰی والطبرانی وابی الشیخ عن جابر مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۳۴

شریک ہوں گے انھیں کرمِ الٰہی و انعامِ حضرت رسالت پناہی تعالٰے ربہٗ و تکرم و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے **۲۵ فائدے ملنے کی امید ہے:**

(۱) باذنہٖ تعالٰے بُری موت سے بچیں گے (حدیث ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۱۹-۲۱-۲۲-۲۷-۲۸ گیارہ حدیثیں) ستّر دروازے بُری موت کے بند ہونگے۔ حدیث ۶۔

(۲) عمریں زیادہ ہوں گی۔ حدیث ۳-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۶-۲۸، نو حدیثیں۔

(۳) ان کی گنتی بڑھے گی۔ حدیث ۲۵ یہ تین فائدے خاص دفعِ وبا سے متعلق ہیں۔

(۴) رزق کی وسعت مال کی کثرت ہوگی۔ حدیث ۱۳-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۵، چھ حدیثیں۔ اس کی عادت سے کبھی محتاج نہ ہوں گے۔ حدیث ۲۵۔

(۵) خیر و برکت پائیں گے۔ حدیث ۵۰-۵۱-۵۶-۵۷-۵۸، پانچ حدیثیں، یہ دونوں فائدے دفعِ قحط سے متعلق ہیں۔

(۶) آفتیں بلائیں دُور ہوں گی۔ حدیث ۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۲۷، سات حدیثیں۔ بُری قضا ٹلے گی حدیث ۲۔ ستّر دروازے بُرائی کے بند ہونگے حدیث ۷۔ ستّر قسم کی بلا دُور ہوگی حدیث ۸۔

(۷) اُن کے شہر آباد ہوں گے۔ حدیث ۲۶۔

(۸) شکستہ حالی دُور ہوگی۔ حدیث ۱۳۔

(۹) خوف اندیشہ زائل اور اطمینان خاطر حاصل ہوگا۔ حدیث ۱۹۔

(۱۰) مددِ الٰہی شاملِ حال ہوگی۔ حدیث ۱۳-۵۹، دو حدیثیں۔

(۱۱) رحمتِ الٰہی اُن کے لئے واجب ہوگی۔ حدیث ۳۶۔

(۱۲) ملائکہ ان پر درود بھیجیں گے۔ حدیث ۵۲۔

(۱۳) رضائے الٰہی کے کام کریں گے۔ حدیث ۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۶۰، پانچ حدیثیں۔

(۱۴) غضبِ الٰہی ان پر سے زائل ہوگا۔ حدیث ۱۔

(۱۵) اُن کے گناہ بخشے جائیں گے۔ حدیث ۴-۵-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۲۹-۳۴-۴۷-۵۳، گیارہ حدیثیں۔ مغفرت ان کے لئے واجب ہوگی۔ حدیث ۲۹۔ اُن کے گناہوں کی آگ بجھ جائے گی۔ حدیث ۴-۵-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷، چھ حدیثیں۔ یہ دس فائدے دفعِ قحط و وبا ہر گونہ امراض و بلا و قضائے حاجات و برکات و سعادات کو مفید ہیں۔

(۱۶) خدمتِ اہل دین میں صدقہ سے بڑھ کر ثواب پائیں گے۔ حدیث ۵۴۔
(۱۷) غلام آزاد کرنے سے زیادہ اجر لیں گے۔ حدیث ۵۵۔
(۱۸) اُن کے بگڑے کام درست ہوں گے۔ حدیث ۲۔
(۱۹) آپس میں محبتیں بڑھیں گی جو ہر خیر خوبی کی منبع ہیں۔ حدیث ۲۳۔
(۲۰) تھوڑے صرف میں بہت کا پیٹ بھرے گا کہ تنہا کھاتے تو دُونا اٹھتا۔ حدیث ۵۹۔

وفیہ احادیث لم نذکرھا (اس بارے میں اور بھی احادیث ہیں جن کو ہم نے ذکر نہیں کیا۔ت)

۲۱ اللہ عزّوجل کے حضور درجے بلند ہوں گے۔ حدیث ۲۷ تا ۴۶، دس حدیثیں۔
۲۲ مولٰی تبارک وتعالٰی ملائکہ سے ان کے ساتھ مباہات فرمائے گا۔ حدیث ۴۹۔
۲۳ روزِ قیامت دوزخ سے امان میں رہیں گے۔ حدیث ۲۔ ۳۵۔ ۴۸، تین حدیثیں۔
آتشِ دوزخ اُن پر حرام ہوگی۔ حدیث ۳۵۔
۲۴ آخرت میں احسانِ الٰہی سے بہرہ مند ہوں گے کہ نہایت مقاصد وغایت مرادات ہے۔ حدیث ۲۷۔ ۲۸۔



۲۵ خدا نے چاہا تو اس مبارک گروہ میں ہوں گے جو حضور پُرنور سیّدِ عالم سرورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعلِ اقدس کے تصدق میں سب سے پہلے داخلِ جنت ہوگا۔ حدیث ۲۸۔

اللہ اکبر، غور کیجئے بحمد اللہ کیسا نسخہ جلیلہ، جمیلہ، جامعہ، کافیہ، شافیہ، صافیہ، وافیہ ہے کہ ایک مفرد دوا اور اس قدر منافع جانفزا، وفضل اللہ اوسع واکبر واطیب واکثر (اللہ کا فضل بہت وسیع، بہت بڑا، بہت پاکیزہ اور بہت زیادہ ہے۔ت) علماء تو بغرضِ حصول شفاء ودفعِ بلا، متفرق اشیاء جمع فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو اس کا مہر کل یا بعض دے وہ اس میں سے کچھ بطیبِ خاطر اسے ہبہ کردے ان داموں کا شہد و روغنِ زیتون خریدے بعض آیاتِ قرآنیہ خصوصًا سورۂ فاتحہ اور آیاتِ شفا رکابی میں لکھ کر آبِ باراں اور وہ نہ ملے تو آبِ دریا سے دھوئے، قدرے وہ روغن وشہد ملا کر پئے، بعونہٖ تعالٰی ہر مرض سے شفا پائے کہ اس نے دو شفائیں قرآن وشہد، دو برکتیں باران وزیت، اور ہنی ومری زرِ موہوب مہر، پانچ چیزیں جمع کیں،

لقولہ تعالٰی تنزل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین[1]۔ وقولہ تعالٰی فیہ

یعنی ہم اتارتے ہیں قرآن سے وہ چیز کہ شفاء ورحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔ شہد میں

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۲

شفاءٌ للناس[1] ۔ وقوله تعالٰی ونزلنا من السماء ماء مبٰرکًا[2] ۔ وقوله تعالٰی شجرة مبارکة زیتونة[3] ۔ وقوله تعالٰی فان طبن لکم عن شیئ منه نفسا فکلوه هنیئًا مریئًا[4]۔

شفا ہے لوگوں کے لئے ۔ اور اتارا ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اور مبارک پیڑ زیتون کا ۔ پھر اگر عورتیں اپنے جی کی خوشی کے ساتھ تمھیں مہر میں سے کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

ان مبارک ترکیبوں کی طرف حضرت امیر المؤمنین مولی المسلمین علی مرتضٰی شیرِ خدا مشکلکشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی وحضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہدایت فرمائی ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں بسندِ حسن حضرت مولٰی علی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

اذا اشتکی احدکم فلیستوھب من امرأته من صداقھا درھما فلیشتر به عسلا ثم یأخذ ماء السماء فیجمع ھنیئا مریئا مبارکًا[5]۔

جب تم میں کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے اپنی عورت سے اس کے مہر میں سے ایک درہم ہبہ کرلے اس کا شہد مول لے پھر آسمان کا پانی لے کر رچتا پچتا برکت والا جمع کرے گا۔

ایک بار فرمایا:

اذا اراد احدکم الشفاء فلیکتب اٰیة من کتاب اللہ فی صحفة ولیغسلھا بماء السماء ولیاخذ من امرأته درھما عن طیب نفس منھا فلیشتر به عسلا فلیشربه فانه شفاء ۔ ذکرہ الامام القسطلانی فی المواھب اللدنیة[1]۔

جب تم میں سے کوئی شخص شفا چاہے تو قرآن عظیم کی کوئی آیت رکابی میں لکھے اور آبِ باراں سے دھوئے اور اپنی عورت سے ایک درہم اس کی خوشی سے لے اس کا شہد خرید کر پئے کہ بیشک شفا ہے۔ (امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اسے ذکر کیا ہے۔ ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

مرض عوف بن مالك الاشجعی الصحابی

عوف بن مالک اشجعی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۹ [2] القرآن الکریم ۵۰/ ۹
[3] ؎ ؎ ۲۴/ ۳۵ [4] ؎ ؎ ۴/ ۴
[5] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیۃ فکلوا ھنیئا مریئا مکتبہ نزار مصطفی البازمکۃ المکرمۃ ۳/ ۸۶۲
المواہب اللدنیہ بحوالہ ابن ابی حاتم فی التفسیر المقصد الثامن، الفصل الاول، النوع الثانی، المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۷۹
[6] ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ۳/ ۴۷۹

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال ائتونی بماء، فان اللہ تعالیٰ یقول و نزلنا من السماء ماء مبارکا، ثم قال ائتونی بعسل وتلا الآیۃ فیہ شفاء للناس، ثم قال ائتونی بزیت وتلا من شجرۃ مبرکۃ فخلط ذلک بعضہ ببعض و شربہ فشفاء[1]

علیل ہوئے، فرمایا پانی لاؤ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اتارا آسمان سے برکت والا پانی۔ پھر فرمایا: شہد لاؤ۔ اور آیت پڑھی کہ اس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ پھر فرمایا، روغن زیتون لاؤ، اور آیت پڑھی کہ برکت والے پیڑ سے، پھر ان سب کو ملا کر نوش فرمایا شفاء پائی۔

تو جب متفرقات کا جمع کرنا جائز و نافع ہے تو یہ تو ایک ہی دوا سب خوبیوں کی جامع ہے اس کی کامل نظیر نسخۂ امام اجل حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک شاگرد رشید حضرت امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نسخۂ جلیلہ رؤیائے حضور پُرنور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، علی بن حسین بن شقیق کہتے ہیں میرے سامنے ایک شخص نے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی: اے عبدالرحمٰن! سات برس سے میرے ایک زانو میں پھوڑا ہے قسم قسم کے علاج کئے طبیبوں سے رجوع کی کچھ نفع نہ ہوا۔ فرمایا:



اذھب فانظر موضعا یحتاج الناس الی الماء فاحفر ھناک بئرا فانی ارجوان تنبع لک ھناک عین و یمسک عنک الدم، ففعل الرجل فبرأ۔ رواہ الامام البیہقی[2] عن علی قال سمعت ابن المبارک وسئلہ الرجل فذکرہ۔

جا ایسی جگہ دیکھ جہاں لوگوں کو پانی کی حاجت ہو وہاں ایک کنواں کھود، اور (براہِ کرامت یہ بھی) ارشاد فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ وہاں تیرے لئے ایک چشمہ نکلے گا اور تیرا یہ خون بہنا تھم جائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اچھا ہوگیا (اسے امام بیہقی نے علی سے روایت کیا فرمایا میں نے ابن مبارک سے سُنا ان سے ایک شخص نے سوال کیا تو انھوں نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ (ت)

امام بیہقی فرماتے ہیں اسی قبیل سے ہمارے استاد ابو عبداللہ حاکم (صاحب مستدرک) کی حکایت ہے کہ ان کے مُنہ پر پھوڑے نکلے طرح طرح کے علاج کئے، نہ گئے، قریب ایک سال کے اسی حال میں گزرا انھوں نے ایک جمعہ کو امام استاذ ابو عثمان صابونی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی مجلس میں

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۱۲۳

[2] شعب الایمان حدیث ۳۳۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۲۱

دُعا کی درخواست کی، امام نے دُعا فرمائی اور حاضرین نے بکثرت آمین کہی، دوسرا جمعہ ہوا کسی بی بی نے ایک رقعہ مجلس میں ڈال دیا اس میں لکھا تھا کہ میں اپنے گھر پلٹ کر گئی اور شب کو ابوعبداللہ حاکم کے لئے دُعا میں کوشش کی میں خواب میں جمال جہاں آرائے حضور رحمت عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئی گویا مجھے ارشاد فرماتے ہیں: قولی لابی عبد اللہ یوسع الماء علی المسلمین ابوعبداللہ سے کہہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں میں وہ رقعہ اپنے استاد حاکم کے پاس لے گیا انہوں نے اپنے دروازے پر ایک سقایہ بنانے کا حکم دیا، جب بن چکا اس میں پانی بھروادیا اور برف ڈالی اور لوگوں نے پینا شروع کیا ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ شفاء ظاہر ہوئی پھوڑے جاتے رہے چہرہ اس اچھے سے اچھے حال پر ہوگیا جیسا کبھی نہ تھا، اس کے بعد برسوں زندہ رہے[1]۔

بالجملہ مسلمانوں کو چاہیے اس پاک مبارک عمل میں چند باتوں کا لحاظ واجب جانیں کہ ان منافع جلیلہ دُنیا و آخرت سے بہرہ مند ہوں:

(۱) تصحیح نیت کہ آدمی کی جیسی نیت ہوتی ہے ویسا ہی پھل پاتا ہے، نیک کام کیا اور نیت بُری تو وہ کچھ کام کا نہیں انما الاعمال بالنیات[2] (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ت) تو لازم کہ ریا یا ناموری وغیرہ اغراض فاسدہ کو اصلاً دخل نہ دیں ورنہ نفع درکنار نقصان کے سزاوار ہونگے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۲) صرف اپنے سر سے بلا ٹلنے کی نیت نہ کریں کہ جس نیک کام میں چند طرح کے اچھے مقاصد ہوں اور آدمی ان میں ایک ہی کی نیت کرے تو اسی لائق ثمرہ کا مستحق ہوگا انما لکل امرئ ما نوی[3] (ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے۔ ت) جب کام کچھ بڑھتا نہیں صرف نیت کرلینے میں ایک نیک کام کے دس ہوجاتے ہیں تو ایک ہی نیت کرنا کیسی حماقت اور بلاوجہ اپنا نقصان ہے۔ ہم اوپر اشارہ کرچکے ہیں کہ اس عمل میں کتنی نیکیوں کی نیت ہوسکتی ہے ان سب کا قصد کریں کہ سب کے منافع پائیں بلکہ حقیقتاً اس عمل سے بلا ٹلنا بھی انہی نیتوں کا پھل ہے جیسا کہ ہم نے احادیث سے روشن کردیا تو بغیر ان نیتوں اعنی صدقہ فقرا و خدمت صلحا و صلہ رحم و احسان جار

---

[1] شعب الایمان تحت حدیث ۳۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۲۲
[2] و [3] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

وغیرہ مذکورات کے بلا ٹنے کی خالی نیت پوست بے مغز ہے۔

(۳) اپنے مالوں کی پاکی میں حد درجہ کی کوشش بجا لائیں کہ اس کام میں پاک ہی مال لگایا جائے اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔

الشیخان والنسائی والترمذی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقبل اللہ الا الطیب[1] ھو قطعۃ حدیث وفی الباب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

شیخین، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالٰی قبول نہیں کرتا مگر پاک کو۔ یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور اس باب میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی حدیث مروی ہے۔ (ت)

ناپاک مال والوں کو یہ رونا کیا تھوڑا ہے کہ ان کا صدقہ خیرات، فاتحہ، نیاز کچھ قبول نہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔



(۴) زنہار زنہار ایسا نہ کریں کہ کھاتے پیتوں کو بلائیں محتاجوں کو چھوڑیں کہ زیادہ مستحق وہی ہیں اور انھیں اس کی حاجت ہے تو ان کا چھوڑنا انھیں ایذا دینا اور دل دکھانا ہے، مسلمانوں کی دل شکنی معاذ اللہ وہ بلائے عظیم ہے کہ سارے عمل کو خاک کردے گی، ایسے کھانے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سب سے بدتر کھانا فرمایا کہ پیٹ بھرے بلائے جائیں جنھیں پرواہ نہیں اور بھوکے چھوڑ دئے جائیں جو آنا چاہتے ہیں۔

مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ یمنعھا من یاتیھا ویدعی الیھا من یاباھا[2] وللطبرانی فی الکبیر

مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین کھانا اس دعوتِ ولیمہ کا کھانا ہے کہ جو اس میں آنا چاہتا ہے اسے روک دیا جاتا ہے اور جو نہیں آنا چاہتا اسے بلایا جاتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/۱۸۹ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۱/۳۲۶
جامع الترمذی 〃 ۱/۸۴ سنن ابن ماجہ 〃 ص ۱۳۳

[2] صحیح مسلم کتاب النکاح باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۳

10/10

والدیلمی فی مسند الفردوس بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ یدعی الیہ الشبعان ویحبس عنہ الجائع[1] وفی الباب غیرھما۔

طبرانی نے کبیر میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سندِ حسن کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے واسطہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی اس لفظ سے نقل کیا کہ سیر شدہ کو دعوت دی جائے اور بھوکے کو روکا جائے، اس باب میں دوسروں نے بھی احادیث روایت کی ہیں (ت)

(۵) فقراء کہ آئیں کہ اُن کی مدارات وخاطر داری میں سعی جمیل کریں، اپنا احسان ان پر نہ رکھیں بلکہ آنے میں اُن کا احسان اپنے اوپر جانیں کہ وُہ اپنا رزق کھاتے اور تمہارے گناہ مٹاتے ہیں، اٹھانے بٹھانے بُلانے کھلانے کسی بات میں برتاؤ ایسا نہ کریں جس سے ان کا دل دُکھے کہ احسان رکھنے ایذا دینے سے صدقہ بالکل اکارت جاتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لایتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۰ قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی واللہ غنی حلیم ۰ یایھا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس[2] الاٰیۃ۔

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال خدا کی راہ میں پھر اپنے دیے کے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ دل دکھانا اُن کے لئے ان کا ثواب ہے اپنے رب کے پاس، نہ اُن پر خوف اور نہ وہ غم کھائیں، اچھی بات (کہ ہاتھ نہ پہنچا تو میٹھی زبان سے سائل کو پھیر دیا) اور درگزرے (کہ فقیر نے ناحق ہٹ یا کوئی بے جا حرکت کی تو اس پر خیال نہ کیا اسے دُکھ نہ دیا) یہ اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دل ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ ہے (کہ تمہارے صدقہ وخیرات کی پرواہ نہیں رکھتا، احسان کس پر کرتے ہو) حلم والا ہے (کہ تمہیں بے شمار نعمتیں دے کر تمہاری سخت سخت نافرمانیوں سے درگزر فرماتا ہے تم ایک نوالہ محتاج کو دے کر وجہ بے وجہ اسے ایذا دیتے ہو) اے ایمان والو! اپنی خیرات اکارت نہ کرو احسان رکھنے اور



---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۷۵۴ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/۱۵۹
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۶۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۷۲
[2] القرآن الکریم ۲/۲۶۲ تا ۲۶۴

دل ستانے سے اس کی طرح جو مال خرچ کرتا ہے لوگوں کے دکھاوے کو ( کہ اس کا صدقہ سرے سے اکارت ہے والعیاذ باللہ رب العالمین )

ان سب باتوں کے لحاظ کے ساتھ اس عمل کو ایک ہی بار نہ کریں بار بار بجا لائیں کہ جتنی کثرت ہوگی اتنی ہی فقراء و غربا کی منفعت ہوگی اتنی اپنے لئے دینی و دنیوی و جسمی و جانی رحمت و برکت و نعمت و سعادت ہوگی خصوصاً ایامِ قحط میں تو جب تک عیاذاً باللہ قحط رہے روزانہ ایسا ہی کرنا مناسب کہ اس میں نہایت سہل طور پر غربا و مساکین کی خبر گیری ہو جائے گی اپنے کھانے میں اُن کا کھانا بھی نکل جائے گا دیتے ہوئے نفس کو معلوم بھی نہ ہوگا، اور جماعت کی وجہ سے سَو کا کھانا دو سو کو کفایت کرے گا۔ قحط عام الرمادہ میں حضرت سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کا قصد ظاہر فرمایا، وباللہ التوفیق وہدایۃ الطریق۔

الحمدللہ کہ یہ متفرد جواب نفیس ولاجواب عشرہ اوسط ماہِ فاخر ربیع الآخر کے تین جلسوں میں تسویداً و تبییضاً تمام اور بلحاظِ تاریخ "رادالقحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء" ۱۳۱۲ھ نام ہوا۔



وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

رسالہ

رادالقحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء

ختم ہوا

# ذِکر و دُعا

**مسئلہ ۴۲** از بمبئی مرسلہ مولوی محمد عمر الدین صاحب مع رسالہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ اس ہمارے ملک سندھ میں اور نیز بمبئی میں قدیم الایام سے یہ مروج ہے کہ جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چند آدمی میت کو قبرستان لے جاتے ہیں اور قبرستان پہنچ کر اس میت کو بخش دیتے ہیں اور جب واپس لوٹتے ہیں تو اسی طرح کلمہ طیبہ پڑھتے آتے ہیں اور اس کا ثواب میت کے مکان پر پہنچ کر اس کو بخش دیتے ہیں آیا اس کلمہ کا ذکر میت کے آگے اور واپسی کے وقت جہراً پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص اسے کفر وشرک یا حرام قطعی کہے اور مسلمانوں کو اُس کے باعث مستحقِ لعن وطعنہ جانے وہ خاطی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ ۔ ت)

## الجواب

### تحریر فقیر بر رسالہ مذکورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لک الحمد (اے اللہ! تیرے ہی لئے تعریف ہے ۔ ت) فی الواقع لوگوں کو ذکر مذکور سے منع نہ کیا جائے گا، مسئلہ جہر مختلف فیہا ہے اور اطلاقاتِ قرآن عظیم وارشادات احادیث کثیر

مثل حدیث قدسی:

وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منھم رواہ البخاری[1] ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ واحمد عن انس بسند صحیح[3] والطبرانی فی الکبیر والبزار فی المسند باسناد جید والبیھقی فی الشعب کلھم عن ابن عباس والطبرانی فیہ بسند حسن عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنھم ولفظ ھذا لایذکرنی فی ملأ الا ذکرتہ فی الرفیق الاعلٰی[2] وحدیث[5] اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا وما ریاض الجنۃ قال حلق الذکر اخرجہ احمد[3] والترمذی

اگر اس نے مجھے کسی مجلس میں یاد کیا تو میں اسے اس سے بہتر مجلس میں یاد کروں گا (یعنی فرشتوں کی محفل میں) بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ امام طبرانی نے الکبیر میں بزار نے عمدہ سند سے اپنی مسند میں، امام بیہقی نے شعب الایمان میں۔ پھر ان سب نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے اسے روایت کیا۔ طبرانی نے "الکبیر" میں سند حسن کے ساتھ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں لایذکرنی الخ وہ مجھے کسی محفل میں یاد نہیں کرے گا مگر میں رفیق اعلیٰ میں اسے یاد کروں گا۔ (حدیث ۵) لوگو! جب تم جنت کے باغیچوں سے گزرنے لگو تو چرچگ لیا کرو۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا، حضور! جنت کے باغیچے کیا ہیں؟

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر باب الحث علی ذکر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۳، ۳۴۱
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۰
سنن ابن ماجہ ابواب الدعوات باب فضل العمل ایچ ایم سعید کمپنی ص ۲۷۹
صحیح البخاری کتاب الرد علی الجہمیۃ باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱

[2] المعجم الکبیر حدیث ۳۹۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۱۸۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۵۰
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۸۹

وحسنه والبیهقی فی الشعب
عن انس وابن شاهین[۶]
فی الترغیب فی الذکر عنه
وعن ابی هریرة رضی الله
تعالیٰ عنهما وحدیث
یا ایها الناس ان لله سرایا
من الملئکة تحل وتقف
علی مجالس الذکر فی
الارض فارتعوا فی ریاض
الجنة قالوا واین ریاض
الجنة قال مجالس الذکر
الحدیث رواه ابن ابی الدنیا و
ابویعلیٰ والبزار والطبرانی فی
الاوسط والحکیم والحاکم والبیهقی
فی الشعب وابن شاهین وابن عساکر
عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ
عنهما صحح الحاکم سنده
و حدیث لا یقعد
قوم یذکرون الله الا حفتهم
الملئکة وغشیتهم الرحمة
ونزلت علیهم السکینة
وذکرهم الله تعالیٰ[۱]
فیمن عنده اخرجه

فرمایا، ذکر کے حلقے۔ امام احمد اور ترمذی نے
اس کی تخریج فرمائی اور اس کے ساتھ ہی اس کی
تحسین بھی فرمائی۔ امام بیہقی نے شعب الایمان
میں حضرت انس کے حوالے سے اسے روایت
کیا۔ ابن شاہین نے "ترغیب فی الذکر" میں
حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا
اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کا لشکر
ہیں جو زمین پر ذکر کی مجالس میں اُترتے ہیں لہذا
جنت کے باغیچوں سے کھا پی لیا کرو یعنی ذکر اذکار
میں حصہ لے لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کہ باغات
جنت کہاں ہیں؟ تو فرمایا کہ ذکر کی محفلیں باغات
جنت ہیں (الحدیث) ابن ابی الدنیا، ابویعلیٰ،
بزار، طبرانی نے الاوسط میں حکیم، حاکم اور امام
بیہقی نے شعب الایمان میں، ابن شاہین
اور ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ سے اسے
روایت کیا۔ حاکم نے اس کی سند کو صحیح قرار
دیا ہے۔ (حدیث ۸) جب بھی لوگ اللہ تعالیٰ
کا ذکر کرنے کے لئے کہیں بیٹھتے ہیں، تو ان کی
شان یہ ہوتی ہے کہ خدا کے فرشتے چاروں
طرف سے انھیں گھیر لیتے ہیں اور رحمتِ الٰہی
انھیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکون کا
نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں
ان کا تذکرہ فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں حاضر



---

[۱] الترغیب والترهیب بحوالہ ابن ابی الدنیا وابی یعلیٰ والبزار وغیرہ مصطفی البابی مصر ۲/۳۰۵

احمد[1] ومسلم والترمذی وابن ماجة
وابن حبان وابونعیم فی
الحلیة کلھم عن ابی ھریرة و
وعن ابی سعید الخدری جمیعا رضی اللہ
تعالٰی عنھما وحدیث[۱۰] اکثروا ذکر
اللہ تعالٰی حتی یقولوا مجنون رواہ
احمد[2] وابویعلی وابن حبان و
الحاکم والبیھقی فی الشعب عن ابی سعید
رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح
وحدیث[۱۱] اکثروا ذکر اللہ حتی
یقول المنافقون انکم مراؤن
اخرجه سعید بن منصور فی
سننه واحمد فی کتاب الزھد
الکبیر والبیھقی[3] فی الشعب
عن ابی الجوزاء اوس بن عبداللہ
الربعی مرسلا ووصله الطبرانی
فی الکبیر وابن شاھین فی ترغیب
الذکر عن ابن عباس رضی اللہ
تعالٰی عنھما بلفظ اذکروا اللہ ذکرا

رہنے والے ہوتے ہیں۔ امام احمد، مسلم، ترمذی،
ابن ماجہ، ابن حبان اور ابونعیم نے "الحلیہ"
میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ
تعالٰی عنہما کے حوالے سے تخریج فرمائی۔
(حدیث ۱۰) اللہ تعالٰی کا کثرت سے ذکر کیا کرو
یہاں تک کہ لوگ دیوانہ کہنے لگیں۔ امام احمد،
ابویعلٰی، ابن حبان، حاکم اور امام بیہقی نے
شعب الایمان میں اچھی سند سے حضرت
ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو
روایت کیا ہے (حدیث ۱۱) اللہ تعالٰی کا
بہت زیادہ ذکر کیا کرو یہاں تک کہ منافق کہنے
لگیں کہ تم ریاکار ہو۔ سعید بن منصور نے اپنی
سنن میں، امام احمد نے "الزہد الکبیر" میں، امام
بیہقی نے "شعب الایمان" میں۔ ابوالجوزاء
اوس بن عبداللہ ربعی کے حوالے سے اس کو
مرسل (یعنی منقطع سند) تخریج فرمایا۔ امام طبرانی
نے معجم کبیر میں، ابن شاہین نے ترغیب الذکر
میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما
سے ان الفاظ کے ساتھ "موصولاً" ذکر



---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۵
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۳
سنن ابن ماجہ " باب فضل الذکر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۷
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۶۸ و ۷۱
شعب الایمان حدیث ۵۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۹۶
[3] " " " ۵۲۷ " " ۱/۳۹۶

يقول المنافقون انكم تراؤن [1]
وحديث [12] غنيمة مجالس اهل
الذكر الجنة رواه احمد [2] و
الطبرانی فی الكبير عن عبد الله
بن عمرو بن العاص رضی الله
تعالٰی عنهما بسند حسن و
حديث [13] يقول الرب عز و جل
يوم القيٰمة سيعلم اهل الجمع
من اهل الكرم فقيل ومن اهل
الكرم يا رسول الله قال اهل
مجالس الذكر فی المساجد
اخرجه احمد [3] و ابو يعلٰی
وسعيد و ابن حبان و ابن
شاهين والبيهقی عن ابی سعيد
رضی الله تعالٰی عنه و حديث [14]
ان رسول الله صلی الله تعالٰی
عليه وسلم خرج علی حلقة
من اصحابه فقال ما اجلسكم
ههنا قالوا جلسنا نذكر
الله قال اتانی جبريل
فاخبرنی ان الله عز وجل

فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالٰی کا خوب ذکر کیا کرو کہ
منافق بول اٹھیں کہ تم دکھاوا کرتے ہو۔
(حدیث ۱۲) ذکر کرنیوالوں کی مجلسوں کا مالِ
غنیمت جنت ہے۔ امام احمد نے امام طبرانی
نے معجم کبیر میں اس کو سند حسن کے ساتھ عبد اللہ
بن عمرو بن عاص سے روایت کیا (اللہ تعالٰی
ان سے راضی ہو) (حدیث ۱۳) پروردگار عالم
جو غالب اور بڑا ہے قیامت کے دن ارشاد
فرمائیگا: یہاں جمع ہونیوالے لوگ جلد جان لیں گے
کہ اہلِ کرم کون لوگ ہیں، پوچھا گیا یا رسول اللہ!
اہلِ کرم سے مراد کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا
مساجد میں ذکر کی مجلسیں قائم کرنیوالے۔
امام احمد، ابویعلٰی، سعید بن منصور، ابن حبان،
ابن شاہین اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید
خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے
اس کی تخریج فرمائی۔ (حدیث ۱۴) حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کے حلقۂ ذکر
میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ یہاں
کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم
یہاں اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھے ہیں،
اس پر ارشاد فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل



---

۱؎ المعجم الکبیر حدیث ۱۲۷۸۶ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۲/۱۶۹
۲؎ مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص المکتب اسلامی بیروت ۲/۱۷۷ و ۱۹۰
۳؎ " " " " " عن ابی سعید الخدری ۳/۶۸

يباهي بكم الملئكة رواه مسلم[1] والترمذي والنسائي عن معٰوية بن ابي سفيٰن رضي الله تعالىٰ عنهما هذا مختصر وحديث[15] يرحم الله ابن رواحة انه يحب المجالس التي يتباهي بها الملئكة اخرجه احمد[2] بسند حسن عن انس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه و في الحديث قصة فيه التداعي الى مجالس الذكر واستحسان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذٰلك وحديث[16] عن يمين الرحمٰن وكلتا يديه يمين رجال ليسوا بانبياء ولا شهداء يغشي بياض وجوههم نظر الناظرين يغبطهم النبيون والشهداء بمقعدهم و قربهم من الله عز و جل قيل يا رسول الله من هم قال هم

علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ اللہ تعالٰی تم لوگوں کے ساتھ فرشتوں پر فخر کررہا ہے۔ امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے مختصراً روایت فرمایا (حدیث ۱۵) اللہ تعالٰی ابن رواحہ پر رحم فرمائے کہ وہ ان مجالس کو پسند کرتا ہے جنکے سبب فرشتوں پر فخر ظاہر کیا جاتا ہے، امام احمد نے سند حسن کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اسکی تخریج فرمائی۔ حدیث میں ایک قصہ مذکور ہے اور اس حدیث میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں، پہلی بات کہ یہ مجالس ذکر کی طرف دوسروں کو دعوت دینا اور دوسری بات حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا اس عمل کو مستحسن قرار دینا ہے۔ (حدیث ۱۶) اللہ تعالٰی کے دائیں ہاتھ کی طرف (جبکہ اسکے دونوں ہاتھ دائیں ہیں) کچھ ایسے مرد ہوں گے جو اگرچہ انبیاء وشہداء میں سے نہیں ہوں گے مگر اس قدر بلند شان کے مالک ہونگے کہ ان کے چہروں کی تابانی دیکھنے والوں کی نگاہوں پر چھا جائیگی ان کے اس تقرب اور شان کو دیکھ کر انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ آپ سے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۶
جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۶۵

جُمّاع من نوازع القبائل یجتمعون علی ذکر اللہ تعالٰی فینتقون اطائب الکلام کما ینتقی آکل التمر اطائبہ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر بسند لاباس بہ عن عمرو بن عبسۃ و نحوہ بسند حسن عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہما وحدیث[18] کل مجلس یذکر اسم اللہ تعالٰی فیہ تحف بہ الملٰئکۃ حتی ان الملٰئکۃ یقولون زیدوا زادکم اللہ والذکر یصعد بینہم وہم ناشروا اجنحتہم اخرجہ ابوالشیخ[2] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث[19] مامن قوم اجتمعوا یذکرون اللہ عزوجل لا یریدون بذلك الا وجہہ الا ناداہم مناد من السماء ان قوموا مغفورا لکم قد بدلت

دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ قبائل کے پڑوس والوں کا بڑا گروہ ہوگا جو ذکرِ الٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں ان سے پاکیزہ کلام جھڑتا ہے جس طرح کھجوریں کھانے والا عمدہ کھجوریں جھاڑتا ہے۔ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عمرو بن عبسہ کے حوالے سے ایسی سند کے ساتھ اس کو روایت فرمایا جس میں کوئی اشتباہ نہیں اور سند حسن کے ساتھ اسی طرح کی حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے۔ (حدیث ۱۸) ہر اس مجلس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں جس میں اللہ تعالٰی کا ذکر کیا جائے اور کہتے ہیں کہ خوب ذکر کرو اللہ تعالٰی تمھارے اجر میں اضافہ کرے اور ذکر ان کے درمیان بلند ہوتا ہے (یعنی اوپر چڑھتا ہے) اور وہ اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ابوالشیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی کی سند سے اس کی تخریج کی۔ (حدیث ۱۹) جو لوگ جمع ہو کر اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں اور مقصد صرف اللہ تعالٰی کی رضا ہوتا ہے انھیں آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اٹھو تمھاری بخشش ہوگئی ہے، میں نے

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی حضور مجالس الذکر حدیث ۱۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۰۶
کنز العمال بحوالہ طب عن عمرو بن عبسۃ حدیث ۲۹۳۲۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۲۴۸

[2] " بحوالہ ابی الشیخ عن ابی ہریرۃ " ۱۸۸۰ " " " ۱/ ۴۳۶

سیّاٰتکم حسنات رواہ احمد[1] بسند حسن وابویعلی وسعید بن منصور والطبرانی فی الاوسط والبزار وابن شاھین والضیاء فی المختارۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ والحسن[20] بن سفیٰن والطبرانی فی الکبیر والبیہقی[21] فی الشعب عن الحنظلیۃ بن الحنظلۃ والعسکری[22] وابوموسٰی کلاھما فی الصحابۃ عن حنظلۃ العشمی والبیہقی فی الشعب عن عبداللہ بن مغفل[23] رضی اللہ تعالٰی عنہم وحدیث طویل ملٰئکۃ سیاحین سیارۃ فضل رواہ الشیخان[2] وغیرھما عن ابی ھریرۃ والبزار[24] عن انس والطبرانی[25] فی الصغیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وغیر ذٰلک۔

تمھارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ امام احمد نے اس کو اچھی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور دیگر ائمہ ابویعلٰی، سعید بن منصور، امام طبرانی نے "الاوسط" میں۔ بزار، ابن شاہین اور ضیاء نے المختارہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی[20] طرح حسن بن سفیان، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام بیہقی[21] نے شعب الایمان میں حنظلیہ بن حنظلہ سے، عسکری[22] اور ابوموسٰی (یہ دونوں صحابہ ہیں) حنظلہ عشمی سے مروی ہے امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ ابن مغفل کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) لمبی حدیث[23] ہے: کچھ فرشتے فضل و شرف کو تلاش کرنے کے لئے (زمین میں) گھومتے اور چکر لگاتے ہیں بخاری، مسلم وغیرہما اور دوسرے ائمہ نے حضرت ابوہریرہ سے اس کی روایت فرمائی۔ بزار[24] نے حضرت انس سے اور طبرانی[25] نے معجم صغیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اسے روایت کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں۔ (ت)

جانب جواز و ندب ہونے کے علاوہ حق یہ ہے کہ نفس ذکرِ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حد ذاتہ اصلاً متعلق نہی و قبح نہیں، نہ وہ ہرگز غیر معقول کے معنٰی بلکہ ذکر اہم و اعظم مقاصد

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک المکتب اسلامی بیروت ۱۴۲/۳

[2] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ تعالٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۴۸/۲

صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل مجالس الذکر " " " ۳۴۴/۲

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۵۲/۲

شرعِ مطہر سے ہے بلکہ اپنے زعم پر وہی اہم و اعظم مقاصد بلکہ حقیقۃً وہی مراد و مقصود و مرجع و مآل جملہ مقاصد ہے نہی عارض بوجہ عارض راجع بعارض ہوگی، نہ عائد بذکر، جیسے محلِ ریاء و سُمعہ میں ذکرِ جہر یا بقید عارض تا عروض عارض مختص بافراد مختصہ بعارض جیسے کہ کنف وغیرہا مواضع نجاسات میں ذکرِ لسان یا ہنگام اغارت من المشرکین یا قصد اختفاء من المعاندین ذکر بالاعلان،

کما بین طرفا منہ المحقق العلامۃ خیر الملۃ والدین الرملی فی الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ اقول ولاین ھبن عنک انا لانقول بالمفھوم فالتمسک بمثل قولہ عزوجل واذکر ربک فی نفسک[1] لا اراہ یتم علی اصولنا و اما قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الذکر الخفی[2] فالخیر لاینفی الخیر بل ھو ظاھر فی الجواز کما تری و قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ........ انہ س ........ علی انفسکم فی ........ وقد حمل علی بعض ما ذکرنا کما بینہ فی الوجیز وغیرہ وبالجملۃ فا .... ذات ......... ان یصیر سفرا مجلدا۔

جیسا کہ اس کا کچھ حصہ محقق کبیر علامہ خیر الملۃ والدین رملی نے الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ (بھلائی پھیلانے والا فتاوی، مخلوق کے فائدے کیلئے۔ ت) میں بیان فرمایا، میں کہتا ہوں کہ تمھارا ذہن اس طرف نہ جائے کیونکہ ہم مفہومِ مخالف کے قائل نہیں کہ اس جیسے ارشادِ خداوندی سے دلیل پیش کی جائے۔ اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کیجئے۔ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ ہمارے اصول و قواعد کے مطابق ہو۔ رہا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد کہ "بہتر ذکر آہستگی والا ہے" میں "خیر" کسی خیر کی نفی نہیں بلکہ یہ جواز میں ظاہر ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو، حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ...... انہ س ...... علی انفسکم فی ...... بیشک وہ کسی بعض اس بات پر محمول کیا گیا جس کو ہم نے بیان کیا جیسا کہ "الوجیز" وغیرہ میں اس کو بیان فرمایا ..... وبالجملۃ .... فا ..... وہ ایک ضخیم اور بڑی جلد ہو جاتی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/۲۰۵

[2] مسند احمد بن حنبل عن سعد المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۷۲ و ۱۸۰ و ۱۸۷

پھر جہاں عوارض ظاہرہ ہوں مجرد عوارض خفیہ قلبیہ کی بنا پر مادہ خاصہ میں حکم دینا اسارت ظن بالمسلمین ہے جس کی طرف سبیل نہیں۔ قال تعالٰی:

ولا تقف مالیس لك به علم[1]

اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے کچھ علم نہ ہو (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ...... عن قلبہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔

اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ...... اس کے دل سے۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگو! بدگمانی سے بچو، بے شک بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے، الحدیث۔ (ت)

عجب کہ کراہت مختلف فیہا پر احتساب اور حرمت مجمع علیہا کا ارتکاب، ان ھذا لشیئ عجاب[3] (بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ ت) مقاصد شرعیہ پر مطلع کہ جو امر فی نفسہ شرعًا خیر و مندوب اور کراہت مجاورہ مختلف فیہا یا مشکوک ہو اور تجربۃً اس کا ترک منجر بہ منہیات اجماعیہ ہو تو ہرگز اس سے منع نصیحت نہیں بلکہ مقصد شرع سے بعد بعید ہے۔ ولہٰذا علمائے کرام فرماتے ہیں عوام کو صلٰوۃ عند الطلوع سے منع نہ کریں، درمختار میں ہے:

الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولٰی من الترك کما فی القنیۃ وغیرھا۔[4]

عوام کو طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اسے بالکل چھوڑ دیں گے اور جو ادا بعض اہل علم کے نزدیک جائز ہے وہ نماز چھوڑ دینے سے بہتر ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں مذکور ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا ۱/ ۳۸۴ وکتاب الادب ۲/ ۸۹۶ قدیمی کتب خانہ کراچی

[3] القرآن الکریم ۳۸/ ۵

[4] درمختار کتاب الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۱

وعزاہ صاحب المصفّٰی الی الامام حمید الدین عن شیخه الامام المحبوبی والی شمس الائمة الحلوانی والنسفی[1] الخ۔

صاحبِ مصفّٰی نے اس کو امام حمید الدین، انھوں نے اپنے شیخ امام محبوبی کی طرف منسوب کیا ہے نیز انھوں نے شمس الائمہ حلوانی اور امام نسفی کی طرف نسبت کی ہے الخ (ت)

اور تجارب متطاولہ شاہد کہ عوام اگر مشتغل بذکرِ الٰہی نہیں ہوتے مشتغل بفضول کلام ہزل و لغو ہوتے ہیں کہ اجماعاً مکروہ وممنوع، اور ذکرِ الٰہی سے روکنا ہرگز مصلحتِ شرعیہ نہیں، خصوصاً یہاں تو حکمائے شریعت علمائے اُمت نے عدمِ منع کو ابتلا بمکروہ اجماعی پر بھی موقوف نہ رکھا بلکہ اس میں ذکرِ خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فی نفسہٖ خیریت خیر کی طرف عوام کی قلت رغبت پر بنائے کار رکھی اور باوصف بیان حکم مسئلہ انھیں منع نہ کرنے کی تصریح کی۔ امام شمس الائمہ کردری وجیز میں فتاوٰی سے نقل فرماتے ہیں:

ان الذکر بالجھر فی المسجد لایمنع احترازا عن الدخول تحت قوله تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمه[2] الخ۔

مسجد میں بآوازِ بلند ذکر کرنے سے نہ روکا جائے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے باعث کہ اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے لوگوں کو منع کرے الخ (ت)

تبیین الحقائق وفتح القدیر و درر الحکام وبحر الرائق ومجمع الانہر وغیرہا کتبِ کثیرہ میں ہے:

قال الفقیه ابوجعفر لاینبغی ان یمنع العامة عن ذٰلك لقلة رغبتھم فی الخیرات[3]۔

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا عوام کو بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے نہ روکا جائے اس لئے کہ نیک کاموں کی طرف (پہلے ہی) ان کی رغبت کم ہوتی ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۴۸

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الاستحسان نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۷۸

[3] تبیین الحقائق باب صلٰوۃ العیدین ۱/۲۲۴ و الدرر الحکام باب صلٰوۃ العیدین ۱/۱۴۲ وفتح القدیر باب " " ۲/۴۱ و بحر الرائق " " " ۲/۱۶۰ ومجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب صلٰوۃ العیدین ۱/۱۷۱

محیط پھر ہندیہ میں ہے :

قال الفقیہ ابوجعفر سمعت شیخی ابا بکر یقول سئل ابراھیم عن تکبیر ایام التشریق علی الاسواق والجھر بھا قال ذٰلك تکبیر الحوکۃ وقال ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ یجوز قال الفقیہ وانا لا امنعھم عن ذٰلك[1] کذا فی المحیط۔

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا میں نے اپنے شیخ ابوبکر سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے امام ابراہیم سے بازاروں میں بلند آواز سے تکبیراتِ ایامِ تشریق کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ جولاہوں کی تکبیر ہے ــــ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جائز ہے' اور فقیہ نے کہا کہ میں لوگوں کو اس سے منع نہیں کرتا۔ محیط میں یوں ہی ہے۔ (ت)

بحر و دُر میں ہے :

ھذا کلہ انما ھو بحسب حال الانسان واما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا التنفل قبلھا[2] مختصرًا۔

یہ تمام طریقے انسان کے حال پر مبنی ہیں۔ رہے عوام تو وہ تکبیر کہنے سے نہ روکے جائیں' اسی طرح نمازِ عید سے قبل نفل پڑھنے سے بھی نہ روکے جائیں' مختصرًا۔ (ت)

طحطاوی و شامی میں زیرِ قول دُر ہذا للخواص لکھا :

الظاھر ان المراد الذین لا یؤثر عندھم الزجر غلا ولا کسلا حتی یفضی بھم الی الترك اصلا[3]۔

ظاہر یہ ہے کہ خواص سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جن کے نزدیک ممانعت' کھوٹ اور سُستی کو نہیں لاتی یہاں تک کہ وہ ان کو بالکل چھوڑنے کی طرف لے جائے۔ (ت)

غنیہ میں ہے :

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۹
[2] بحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب العیدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۰
[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۵۸
الطحطاوی علی الدر المختار " " دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۵۳

قال الفقیہ ابو جعفر الذی عندنا انہ لاینبغی ان یمنع العامۃ من ذلک لقلۃ رغبتھم الی الخیرات و بہ ناخذ یعنی انھم اذا منعوا عن الجھریۃ لا یفعلونہ سرا فینقطعون عن الخیر بخلاف العالم الذی یعلم ان الاسرار ھو الافضل[1]

فقیہ ابوجعفر نے فرمایا ہمارے نزدیک مناسب نہیں کہ عوام کو تکبیر کہنے سے روک دیا جائے اس لئے کہ بھلائی کے کاموں میں وہ کم رغبت رکھتے ہیں لہذا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یعنی مراد یہ ہے کہ جب وہ ذکر بالجہر سے روک دئے گئے تو وہ آہستہ ذکر بھی نہ کرینگے بخلاف اس عالم کے جو یہ جانتا ہے کہ آہستہ ذکر کرنا افضل ہے۔ (ت)

رحمانیہ میں ذخیرہ سے ہے:

بہ اخذ الفقیہ ابو اللیث۔[2]

فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے (ت)

ان عباراتِ علماء سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جہر میں کراہت بھی ہے تو نہ اس قدر کہ خوبی ذکر کی مقاومت کرسکے، ولہذا جب منع جہر میں ترک ذکر کا مظنہ ہو خوبی ذکر کو ترجیح دیں گے اور کراہت جہر کا لحاظ نہ کریں گے انصافاً یہ شان صرف کراہتِ تنزیہیہ میں ہوسکتی ہے جس کا حاصل خلافِ اولٰی ہے نہ کہ ممنوع و ناجائز،

کیف وقد علم و نصوا علیہ ان ترک ذرۃ مما نھی اللہ تعالٰی عنہ افضل من عبادۃ الثقلین[3]

حالانکہ یہ معلوم ہوگیا ہے اور اہل علم نے اسکی تصریح فرما دی کہ کسی معمولی سی چیز کو چھوڑ دینا کہ جس سے اللہ تعالٰی نے منع فرمایا: جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔ (ت)

بالجملہ اس سے منع کرنا ہی خلاف مصالح شرعیہ ہے فان افسادہ اکثر من اصلاحہ (اس لئے کہ اس کا بگاڑ اس کی اصلاح سے زیادہ ہے۔ ت) نہ کہ معاذ اللہ وہ جبروتی احکام کفر و شرک و ضلال و حرام کہ نجدیت واضحہ و جہالت فاضحہ ہیں حکم بحرمت قطعیہ کا بھی محل نہیں چہ جائے ضلالت و کفر، والعیاذ باللہ تعالٰی، بفرض باطل اگر ذکر مذکور بالاتفاق مکروہ ہی ہوتا تاہم ایسے احکام باطلہ کی شناعت اس سے ہزار درجہ سخت و بدتر تھی یہ دقائق تدلیس و تلبیس ابلیس لعین سے ہے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب العیدین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۰

[2] رحمانیہ [3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۵

آدمی کو نیکی کے پردے میں منکراشد وانکرکا مرتکب کردیتا ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالٰی اعظیم و برتر کی توفیق میسر ہو۔ ت)۔ تحفہ اثنا عشریہ میں ہے:

ہرکہ باوجود ایں ہمہ قول جازم نماید بے باک و بے احتیاط ست وہمین ست شان محتاطین از علمائے راسخین کہ دراجتہادیات مختلف فیہا جزم باحد الطرفین نمی کنند[1]

جو کوئی ان تمام باتوں کے باوجود کسی ایک طرف پختہ یقین دکھائے تو وہ بیباک، نڈر اور بے احتیاط ہے، پس راسخ علماء اور محتاط حضرات کی یہی پہچان ہے کہ وہ مختلف اجتہادی مسائل میں کسی ایک طرف یقین نہیں رکھتے (ت)

علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

المسئلۃ متی امکن تخریجہا علی قول من الاقوال فلیست بمنکر یجب انکارہ والنھی عنہ وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنھی عنہ[2] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کسی مسئلہ کو چند اقوال میں سے کسی ایک قول پر محمول کیا جاسکے تو وہ ایسا جرم اور گناہ نہیں کہ جس سے روکنا اور جس کا انکار کرنا ضروری ہو، لیکن منکر یعنی گناہ وہ ہے کہ جس کی حرمت پر اجماع اور نہی واقع ہو اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)



## مسئلہ ۴۳: ۱۳ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ وقت پھیلنے وبا و بلیات و آندھی و طوفان شدید وغیرہ کے اذان کہتے ہیں، یہ امر شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ بادلہ شافیہ مع حوالہ کتب معتبرہ کے بیان فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

جائز ہے اور جواز کے لئے حدیث صحیح:

ماامن شئ انجی من عذاب اللہ

ذکر الٰہی سے زیادہ کوئی شے اللہ تعالٰی کے

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ القسم الثانی النوع الثالث الثلاثون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۳۰۹

من ذکر اللّٰہ فاذا رأیتم ذلك فافزعوا الٰی ذکر اللّٰہ۔[1] عذاب سے چھڑانے والی نہیں۔ پھر جب تم عذاب دیکھو تو اس (گھبراہٹ کی) حالت میں اللہ تعالٰی کے ذکر کے ذریعے پناہ حاصل کرو۔ (ت)

اور آیہ کریمہ:

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔[2] سُن لو! اللہ تعالٰی کے ذکر ہی سے دلوں کو چین واطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۴۴** ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص نے مل کر پانچ شخصوں کو مجلس میلاد شریف سے روکا یعنی نہ آنے دیا، ذکرِ الٰہی سُننے سے روکنے والا کون ہے اور ذکرِ الٰہی خاص ہے یا عام لوگوں کے واسطے ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

**الجواب**

ذکرِ الٰہی سب مسلمانوں کے لئے ہے اور مجلس میلاد مبارک جو مطابق رواجِ حرمین شریفین معتبر روایتوں سے پڑھی جائے اور منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو اس سے روکنا ذکرِ خدا سے روکنا ہے ایسا شخص اگر بے عذر صحیح مقبول قابل قبول روکے تو وہ مناع للخیر معتد اثیم ہے یعنی خیر سے روکنے والا خدا کی باندھی ہوئی حدوں سے بڑھنے والا گناہ میں بالقصد پڑنے والا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں بضرورت شرعیہ مستحب سے کسی اور امر اہم کے لئے روکے تو الزام نہیں مثلاً باپ یا ماں علیل ہے بیٹے کے ذمے تیمارداری ہے وہ مجلس شریف سُننے جائے تو یہ تکلیف میں رہیں یا اسی قسم کی اور صورتیں، تو یہاں روکنے کا اختیار ہے۔ یونہی مولٰی اپنے خادم اور آقا اپنے ملازم کو کام کی غرض سے روک سکتا ہے فقد نصوا ان اجیرالواحد علی ما ھو اکبر من ھذا وھی الصلٰوۃ النافلۃ فما ظنك بالعین۔ واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ اجرت پر کام کرنے والا آدمی یعنی مزدور اوقاتِ مزدوری میں نفلی نماز نہ ادا کرے، جب مزدور کے بارے

---

[1] جامع الترمذی کتاب ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الذکر امین کمپنی دہلی ۱۷۳/۲

[2] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۸

[3] ؍؍ ؍؍ ۶۸/ ۱۲

اعلم۔ میں یہ حکم ہے جبکہ وہ زرخرید اور مملوک بھی نہیں تو زرخرید غلام اور مملوک آدمی کے بارے میں آپ کیا خیال کرتے اور سمجھتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی پاک و برتر اور سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۴۵** از صاحب گنج گیا مسئولہ چراغ علی صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

مولانا صاحب دام مجدہٗ السلام علیکم!

مسلمان شخص جب دشمن کسی مسلمان کا ہو تو اس کے کہنے پر بغیر تعین و تشخص کے خواہ مسلمان کا ہو یا کافر کا اس کے لئے اللھم خیرلنا و شرلا عدائنا (اے اللہ! یہ ہمارے لئے بھلائی کا ذریعہ ہو اور ہمارے دشمنوں کے لئے موجب شر ہو۔ ت) پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ و نیز واطمس علی وجوہ اعدائنا (اے اللہ! ہمارے دشمنوں کے چہروں کو مٹادے۔ ت) و نیز اللھم نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرورھم (اے اللہ! ہم تیرا اور ان کے سینوں میں پیوست کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ ت) وغیرہ وغیرہ۔

## الجواب



اللھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرورھم [1] اے اللہ تعالٰی! ہم تیرا اور ان کے سینوں میں کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں (ت)

اپنے تحفظ کی دعا ہے، یہ ہر مخالف کے مقابل روا ہے، باقی دعائے شر کافر و بدمذہب پر کی جائے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان [2] جس نے اللہ تعالٰے کے لئے (کسی سے) محبت کی اور اللہ تعالٰے کے لئے کسی سے بغض رکھا اور اللہ ہی کے لئے کچھ دیا اور اللہ ہی کے لئے کچھ روکا تو یقیناً اس نے ایمان مکمل کرلیا۔ (ت)

---

[1] الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار باب مایقول اذاخاف قوماً دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۱۴
〃 〃 〃 〃 باب مایدعو بہ اذاخاف ناساوغیرھم 〃 〃 ص ۲۰۲

[2] سنن ابی داود کتاب السنۃ باب فی رد الارجاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۸۶
المعجم الکبیر حدیث ۷۶۱۴ و ۷۷۳۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۱۵۹ و ۲۰۸

سُنّی صحیح العقیدہ پر نہ کی جائے اگرچہ اپنا کتنا ہی مخالف ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتباغضوا ولا تحاسدوا ولاتدابروا کونوا عباد اللہ اخوانا[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

(لوگو!) ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایکدوسرے سے پیٹھ پھیرو بلکہ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

**مسئلہ ۴۶:** از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی متصل بڑی مسجد مرسلہ بجو خاں فوجدار یعنی باقی والہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رکعت نماز قاضی الحاجات کے جواہر خمسہ میں مرقوم ہے طریقہ پڑھنے کا یہ ہے کہ اول ایک رکعت کے نیت کرکے اول اُس رکعت میں بیس بار الحمد شریف پڑھے ایک بار قل ھو اللہ شریف پڑھے، بعد سلام کے بیالیس ۴۲ بار یہ پڑھے الٰہی بحرمت وہ وقت کہ تو تھا دوسرا کوئی نہ تھا اور سر کے ٹوپی دہنی طرف رکھ دے اور بیالیس ۴۲ بار یہ اسم اعظم پڑھے گا آگے بائیں طرف ٹوپی سر کے رکھ دے پھر یہ پڑھے الٰہی بحرمت وہ وقت کہ تو ہوئے دوسرا کوئی نہ ہوئے، پھر دُعا اور مناجات کرے، کہتے ہیں مقبولِ بارگاہ ہو، یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ حدیث شریف سے ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر حدیث شریف سے ثبوت نہ ہو اور کوئی طریق سے یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہوتا جواہر خمسہ میں کیوں لکھتا، جواہر خمسہ قابلِ دید کتاب نہیں ہے؟

## الجواب

ایک رکعت تنہا پڑھنی ہمارے مذہب حنفی میں ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن البتیراء[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

جواہر خمسہ بہت عمدہ و مستند کتاب ہے مگر اس میں جو کچھ اعمال ارشاد ہوئے ہیں عام

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینہی عن التحاسد الخ ص ۸۹۶ و باب الھجرۃ ص ۸۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم التحاسد الخ و باب تحریم الظن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۶-۳۱۵

[2] المقاصد الحسنۃ حدیث ۲۸۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۴۲

مسلمانوں کی منفعت کے لئے ہیں نہ کہ کسی خاص گروہ کے واسطے۔ یہ نماز اگر ہمارے یہاں ناجائز ہے توشافعیہ کے نزدیک جائز ہے وہ اس سے فائدہ لے سکتے ہیں۔ ان کتابوں کی نظیر بلا تشبیہ قرابادینِ اطباء کی طرح ہے کہ وہ ایک مرض کے متعدد نسخے لکھتے ہیں جو نسخہ جس مریض کے مزاج و حالات کے مطابق ہو وہ اسے استعمال کرے، کسی مریض کا یہ کہنا کہ اس میں فلاں جزو میرے خلاف ہے یا میرے مذہب میں روا نہیں یہ نسخہ کیوں لکھا محض بے جا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۴** مسئولہ محمد رئیس الدین صاحب از رہتک ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

ضلع رہتک کے ایک گاؤں میں جس کا نام لونہی ہے ایک مسجد میں سب لوگ بعد نماز کلمہ شریف بآوازِ بلند چار پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا کیا اس کا حکم ہے اور جو شخص یا امام منع کرے اس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

ذکرِ الٰہی افضل الاعمال بلکہ اصل جملہ اعمال حسنہ صالحہ ہے یہاں تک کہ بعد ایمان اعظم ارکانِ اسلام نماز سے بھی وہی مقصود ہے،

قال اللہ تعالٰی اقم الصلوٰۃ لذکری[1]۔ میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ (ت)

اور کلمہ طیبہ کہ اصل الاصول ہے افضل الاذکار ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ[2]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھا ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ذکر کا مطلق حکم فرمایا اور تعمیم احوال فرمائی؛

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبھم[3]۔ (اللہ تعالٰی کے مقبول بندے) وہ ہیں جو اللہ تعالٰی کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں یعنی ہر حال میں خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ اس کی تکثیر کا حکم فرمایا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۴

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب الحامدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۸

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۱

قال اللہ تعالیٰ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون[2]

(رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں یہ تو دیوانہ ہے۔

جس چیز کی تکثیر شارع کو مطلوب ہو اس کی تقلیل نہ چاہے گا مگر وہ جسے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ضد ہے۔ رہا خوف ریا، وہ متعلق بہ قلب ہے، ریا سے اگر نماز ہو تو وہ بھی ناجائز ہے مگر عقل و دین والا ریا سے منع کرے گا نماز سے نہ روکے گا۔ حضرت سیدی شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ کے حضور کسی طالب خدا نے عرضی لکھی کہ:

یاسیدی ان عملت داخلنی الریا وان ترکت اخلات الی ارض البطالۃ۔

اے میرے سردار! میں عمل کرتا ہوں جب تو ریا آجاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہوں تو بیکاری کی زمین پر گر پڑتا ہوں۔



جواب ارشاد فرمایا:

اعمل وتب الی اللہ۔[3]

کام کئے جاؤ اور ریا سے اللہ کی طرف توبہ کرو۔

ہاں دوسرے مسلمانوں کی ایذا نہ ہونے کا لحاظ لازم ہے، سوتوں کی نیند میں خلل نہ ہو، نمازیوں کی نماز میں تشویش نہ ہو، کما نص علیہ فی البحر الرائق ورد المحتار وغیرھا (جیسا کہ بحرالرائق اور ردالمحتار میں اس پر نص ہے۔ ت) جب وقت لوگوں کی نیند کا ہو یا کچھ نماز پڑھ رہے ہوں تو ذکر کرو جس طرح مگر نہ اتنی آواز سے کہ ان کو ایذا ہو، اور جب اس سے خالی ہو تو مختار مطلق ہو کر و اور اتنی کثرت سے کرو کہ منافق مجنون کہیں اور وہابی بدعت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/۱۰

[2] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب اکثروا ذکر اللہ الخ دارالفکر بیروت ۱/۴۹۹

[3]

مسئلہ ۴۸: مسئولہ عبدالحمید ساکن لوشدی تدی پاڑہ ضلع تپرہ ڈاکخانہ سیف اللہ کندی بروز دوشنبہ تاریخ ۱۹ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی سوالات مرقومہ ذیل اول جہر مفرط کے ساتھ ذکر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور جہر مفرط کا حد کیا ہے؟ اور اگر چند لوگ جمع ہو کر ایسے زور سے ذکر کریں کہ نماز و تلاوت و نیند وغیرہ میں خلل واقع ہو جائے تو اس طرح کا ذکر کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس دیار میں بعض لوگ اس طرح ذکر کیا کرتے ہیں کہ ان کے ذکر میں اکثر لا الٰہ الا الٰ ھلق کا تلفظ سنا جاتا ہے تو یہ بحسب شرع روا ہے یا نہیں؟ اور اجتماع ہو کر ذکر کرنا کیسا ہے؟

## الجواب

اجتماع ہو کر ذکر حسن ہے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہ[1] — اگر کسی شخص نے مجھے کسی مجلس میں یاد کیا (یعنی میرا ذکر کیا) تو میں اس سے بہتر اور اعلٰی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (ت)



ذکر بالجہر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا وما ریاض الجنۃ، قال حلق الذکر[2] — (لوگو!) جب تم جنت سے باغیچوں سے گزرنے لگو تو اچھی طرح کھاپی لیا کرو، لوگوں نے عرض کی: (اے اللہ تعالٰی کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام!) جنت کے باغیچے کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: ذکر کے حلقے۔ (ت)

مگر ایسا جہر جس سے کسی کی نماز یا تلاوت یا نیند میں خلل آئے یا مریض کو ایذا پہنچے ناجائز ہے، اور یہ بھی ممنوع ہے کہ طاقت سے زیادہ جہر کرے جس سے اپنے دل و دماغ کو صدمہ پہنچے اسی کا نام جہر مفرط ہے اور وہ الفاظ بے معنی کہ سائل نے لکھے اگر وہ کہتے ہی یہ ہیں تو جہل ہے اور اگر کہتے صحیح الفاظ ہیں اور جہر کے غل سے سننے میں ایسا آتا ہے تو الزام نہیں۔ فقط

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرد علی الجہمیۃ باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب الحث علی ذکر اللہ تعالٰی 〃 〃 〃 ۲/ ۳۴۱
[2] جامع الترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی عقد التسبیح الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۸۹

**مسئلہ ۴۹** از شہر محلہ گندہ نالہ مکان مرزا غلام حیدر بیگ صاحب مرحوم مرسلہ احمد بخش
۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نعت شریف اور حمد جس کی بابت حدیث شریف میں صاف پاک مکان اور جس کے یہاں کلام پاک پڑھا جائے عقیدت درست ہونا شرط ہے اب بجائے اس کے عام راستوں پر جہاں پاکی اور ناپاکی تصدیق نہیں ایسی صورت میں نعت وحمد پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

## الجواب

اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے:

فاذا قضیت الصلٰوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[1]

جب جمعہ کی نماز ہوچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت ذکرِ الٰہی کرو کہ تم فلاح پاؤ۔

جمعہ کے نمازیوں کو حکم ہے کہ جمعہ پڑھ کر باہر نکلو تو زمین میں اپنے اپنے کاموں کو پھیل جاؤ اور ذکرِ الٰہی بکثرت کرو، راستوں میں بھی ذکرِ الٰہی کا یہاں سے صریح حکم نکلا اور جس جگہ کی پاکی ناپاکی کی تحقیق نہیں وہ پاک ہی ہے یہاں تک کہ اس پر نماز جائز ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلٰوۃ فلیصل[2]

میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی بنائی گئی تو میرے امتی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آئے نماز پڑھے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۵۰** از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز کے اکثر آدمی ایک جگہ بیٹھ کر ذکر جلی کرتے ہیں اور سب پر حالت وجد طاری ہوگئی اپنے جسم تک کا خیال باقی نہیں رہا، ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں، کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر ذکر جائز ہو تو کس طرح جائز ہو؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

[2] صحیح البخاری کتاب التیمم قول اللہ عزوجل فلم تجدوا ماءً الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸

## الجواب

اگر بناوٹ ہے حرام اور سخت حرام ہے، اور واقعی بے اختیاری ہے تو مواخذہ نہیں۔ ذکر اس طرح ہو کہ نہ ریا ہو نہ کسی کو ایذا۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۵۱** از اجمیر شریف ڈاکخانہ گریج علاقہ نمبر ۳۰ مرسلہ کمال محمد ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

بد دعا کرنا گناہگاروں کے واسطے جائز ہے یا حرام؟

## الجواب

سُنّی مسلمان اگر کسی پر ظالم نہیں تو اس کے لئے بد دُعا نہ چاہیے بلکہ دعائے ہدایت کی جائے کہ جو گناہ کرتا ہے چھوڑ دے، اور اگر ظالم ہے اور مسلمانوں کو اس سے ایذا ہے تو اس پر بد دعا میں حرج نہیں۔ وھو تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۵۲**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے یا نہیں، اور آواز کس قدر بلند کرسکتا ہے کوئی حد معین ہے یا نہیں؟ حلقہ باندھ کر ذکر کرتے وقت ذکر کرتے کرتے کھڑے ہوجانا اور سینہ پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لپٹ جانا، رونا، زاری کی دھوم مچانا کیسا ہے؟



## الجواب

ذکر جلی جائز ہے، حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہوجانا وغیرہا افعالِ مذکورہ اگر بحالتِ وجد صحیح ہیں تو کوئی حرج نہیں، اور معاذ اللہ ریا کے لئے بناوٹ ہیں تو حرام، وما بینھما اوسط لاینذکر للعوام (اور ان دونوں کے درمیان کچھ درمیانی درجات ہیں جو عوام کے لئے ذکر نہیں کئے جاسکتے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

# نکاح وطلاق

## محرمات، مہر، عدت، کفو، ولایت

**مسئلہ ۵۳**



کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا خاوند مرگیا اور اس عورت نے دُوسرا خاوند کرلیا ہو تو وُہ عورت جنت میں کون سے خاوند کے پاس ہوگی؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

## الجواب

عورت اپنے آخر ازواج کے لئے ہے۔

**مسئلہ ۵۴** ازشاہجہانپور مرسلہ مولوی ریاست علی خان صاحب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر زید دس بارہ سال سے برہما کو چلا گیا' زوجہ کی کچھ خبرگیری نہیں کرتا' نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ کبھی آتا ہے، چند آدمی مسلم غیر ثقہ اُس کے پاس سے ہوکر آئے تو وُہ یہ بیان کرتے ہیں کہ زید مرتد ہوگیا یعنی دین اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کیا، تو اس صورت میں کیا ایک یا دو آدمی غیر ثقہ مسلم کی خبر سے عورت مذکورہ اپنا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور دوسرے شخص کو بنا بر قول ہندہ کے کہ میں نے فلاں شخص سے سنا ہے کہ میرا شوہر مرتد ہوگیا ہے یا بنا بر قول اس شخص کے جو زید کے پاس سے ہوکر آیا اور کہتا ہے کہ زید نصرانی ہوگیا ہے

نکاح ہندہ مذکورہ سے بلاظنِ غالب یا بہ ظنِ غالب کرسکتا ہے یا نہیں ؟ اور اگر ظنِ غالب کی خبر مذکور میں ضرورت ہے تو صرف ظنِ غالب ہندہ مذکورہ کا خبر مذکور میں اُس شخص کے لئے جو نکاح ہندہ سے کرتا ہے کافی ہوگا یا اُس شخص کو بھی غلبۂ ظن کی اس خبر ارتداد میں ضرورت پڑے گی ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ نکاح پر فساد طاری کی خبر جبکہ اس کا کوئی معارض و منکر ظاہر نہ ہو دو شرطوں میں ایک کے ساتھ مقبول ہے، یا تو مخبر ثقہ عادل ہو یا صاحبِ معاملہ جسے خبر دی گئی تحری کرے اور اس کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو اور اگر نہ مخبر ثقہ نہ اس کے دل میں اس کا صدق آتا ہے تو ایسی خبر پر عمل ناروا ہے، اور اس احد الشرطین کی ضرورت جس طرح عورت کو ہے جو اس خبر کی بنا پر اپنا نکاحِ ثانی کیا چاہتی ہے یونہی دوسرے ناکح کو بھی، اور اس کے سامنے بھی نفس واقعہ سے اخبار چاہئے خواہ وہ مخبر بیان کریں خواہ عورت تاکہ مخبر عن الواقعہ یا تحری قلب کو مساغ ہو مجرد اخبار عن الاخبار کوئی شے نہیں، اور تحری قلب باب احتیاط سے ہے ایک کا ظن دوسرے کے حق میں کافی نہیں جو دل اپنے دل کی شہادت چاہئے، فتاوٰی ہندیہ میں ہے :



لو ان رجلا تزوج امرأۃ فلم یدخل بھا حتی غاب عنھا واخبر مخبر انھا قد ارتدت فان کان المخبر عندہ ثقۃ وھو حر او مملوك او محدود فی قذف وسعہ ان یصدق المخبر ویتزوج اربعا سواھا وان لم یکن المخبر ثقۃ وفی اکبر رأیہ انہ صادق فکذلك وان کان فی اکبر رأیہ انہ کاذب لم یتزوج اکثر من ثلاث ولو ان مخبرا اخبر

اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور ہمبستری کے بغیر کہیں چلا جائے اور اسے یہ اطلاع ملے کہ اس کی بیوی مرتد ہوگئی ہے اور اطلاع دینے والا اس کے خیال میں ثقہ یعنی معتبر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام، تو وہ شخص بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کیونکہ وہ عورت بوجہ مرتدہ ہونے کے اس کی بیوی ہی متصور نہیں ہوگی ہاں اگر اطلاعِ ارتداد دینے والا قابلِ اعتماد آدمی نہ ہو، لیکن اگر مخبر معتبر آدمی نہ ہو

المرأة ان زوجها قد ارتد ذكر في الاستحسان من الاصل ان لها ان تتزوج بزوج آخر وسوى بين الرجل والمرأة، وذكر في السير ليس لها ان تتزوج بزوج آخر حتى يشهد عندها رجلان او رجل وامرأتان، وذكر شمس الائمة السرخسي رحمه الله تعالى الصحيح ان لها ان تتزوج لان المقصود من هذا الخبر وقوع الفرقة بين الزوجين وفي هذا لافرق بين ردة المرأة والزوج وكذا لو كانت المرأة صغيرة فاخبره انسان انها ارضعت من امه او اخته صح هذا الخبر ولو اخبره انسان انه تزوجها وهي مرتدة يوم تزوجها او كانت اخته من الرضاعة. و

مگر اس کی غالب رائے میں وہ سچا ہو تو پھر بھی وہی حکم لاگو ہوگا۔ اور اگر وہ اس کی غالب رائے میں جھوٹا ہو تو اس صورت میں یہ شخص تین عورتوں سے زائد کے ساتھ بیک وقت نکاح نہیں کر سکتا اسی طرح اگر بتانے والے نے کسی عورت کو یہ اطلاع دی کہ اس کا شوہر مرتد ہو گیا ہے (یعنی دینِ اسلام سے پھر گیا ہے) تو اصل کی بحث استحسان میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلے، ایسی صورتِ حال میں مرد اور عورت کے درمیان مساوات رکھی گئی ہے، اور "سیر" میں مذکور ہے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے پاس دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ برائے توثیق موجود نہ ہوں۔ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ عورت مذکورہ اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے کیونکہ اس خبر سے مقصود میاں اور بیوی دونوں میں وقوع فرقت (جدائی) ہے اور اس صورت میں مرد عورت دونوں میں سے کسی ایک کے مرتد ہونے میں کوئی فرق نہیں، یونہی اگر عورت چھوٹی ہو اور خاوند کو کوئی آدمی یہ بتائے کہ اس بیوی نے تیری والدہ یا بہن کا دودھ پی رکھا ہے تو اس خبر کو صحیح اور درست تسلیم کیا جائے گا اور اگر مرد کو کسی نے یہ اطلاع دی

المخبر ثقة لا ينبغي له ان يتزوج
اربعا سواها ما لم يشهد بذلك
عنده شاهدا عدل لانه
اخبر بفساد عقد كان محكوما
بصحته ظاهرا فلا يبطل
ذٰلك بخبر الواحد بخلاف
الاول فان شهد عنده
شاهدا عدل بذلك وسعه
ان يتزوج اربعا سواها
ولو اتاها رجل فاخبرها
ان اصل نكاحها كان فاسدا
او ان زوجها كان اخاها
من الرضاعة او كان
مرتدا لم يسعها ان تتزوج
بقوله وان كان ثقة
كذا في فتاوٰی قاضی خان
اذا كانت الزوجة مشتهاة
فاخبره رجل ان
ابا الزوج او ابنه قبلها
بشهوة ووقع في قلبه
انه صادق له
ان يتزوج باختها
او اربع سواها بخلاف
ما لو اخبره بسبق
الرضاع والمصاهرة على

کہ جس عورت سے اس نے نکاح کیا ہے بوقت
نکاح وہ عورت مرتدہ تھی یا وہ اس کی رضاعی
بہن ہے اور اطلاع دینے والا قابلِ اعتبار آدمی
ہو تو ایسی صورت میں مرد کے لئے دو عادل مرد
گواہوں سے تصدیق حاصل کرنا ضروری ہے
اس لئے کہ ایک آدمی نے فسادِ عقد کی اطلاع
دی جو بظاہر محکوم بصحت ہے (یعنی صحتِ عقد
ظاہر ہے) لہذا یہ محض ایک شخص کے کہنے سے
باطل نہیں ہوگا بخلاف پہلی صورت کے۔ لہذا
اگر اس کے پاس دو عادل آدمی گواہی دیں
تو پھر اس کے لئے گنجائش ہے کہ عورت مذکورہ
کے علاوہ بیک وقت چار عورتیں عقد میں رکھے۔
اگر عورت کو کوئی شخص یہ آکر بتائے کہ اس کا
اصل نکاح فاسد تھا یا اس کا شوہر در اصل
اس کا رضاعی بھائی ہے یا وہ مرتدہ ہے تو عورت
کو محض اس شخص کے کہنے سے دوسری شادی
کر لینے کی اجازت نہیں خواہ اطلاع دینے والا
ثقہ (معتبر) ہی کیوں نہ ہو۔ فتاوٰی قاضی خان
میں اسی طرح مذکور ہے۔ جب زوجہ
مشتہاۃ (قابلِ شہوت) ہو اور اس کے
شوہر کو کوئی یہ اطلاع پہنچائے کہ اس کے
باپ یا بیٹے نے شہوت سے اس کا بوسہ
لیا ہے اور شوہر کے دل میں یہ خیال پیدا ہو
کہ خبر دینے والا سچا آدمی ہے تو اس صورت
میں وہ اس عورت کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے

النکاح لان الزوج ثمه ینازعه
وفی العارض لا ینازعه
لعدم العلم فان وقع
عنده صدقه وجب قبوله
هکذا فی الوجیز للکردری
امرأۃ غاب زوجها
فاتاها مسلم غیر ثقة
بکتاب الطلاق من
زوجها ولا تدری انه
کتابه ام لا الا ان
اکبر رأیها انه حق
فلا باس ان تعتد
ثم تتزوج کذا فی
محیط السرخسی، اذا غاب
الرجل عن امرأته
فاتاها مسلم عدل فاخبرها
ان زوجها طلقها ثلثا
او مات عنها فلها ان
تعتد و تتزوج بزوج اخر
وان کان المخبر فاسقا
تتحری، ثم اذا اخبرها
عدل مسلم انه مات زوجها
انما تعتمد علی خبره اذا قال
عاینته میتا او قال شهدت
جنازته اما اذا قال اخبرنی

اور وہ بیک وقت اس کے علاوہ چار عورتوں کو
عقد میں رکھ سکتا ہے (کیونکہ اس کی بیوی کا عقد
باقی نہیں رہا) بخلاف اس صورت کے کہ اگر کوئی آ کر
یہ بتائے کہ نکاح سے پہلے ہی رضاعت (شیر نوشی)
یا مصاہرت (حرمتِ دامادی) موجود تھی اس لئے
کہ اس جگہ زوج (شوہر) کو اس معاملہ میں
صورتِ نزاع ہے اور پیدا ہونے والی صورت میں
شکلِ نزاع نہیں پائی جاتی اس لئے کہ اس کا
علم ہی نہیں۔ پھر اگر اس کے نزدیک (اس صورت
میں) وقوعِ صدق ہے تو اس کی بات کو قبول
کرنا واجب ہے۔ امام کردری کی "وجیز" میں
یونہی مذکور ہے۔ ایک عورت کا شوہر مفقود ہو گیا
پھر ایک غیر معتبر مسلمان نے اسے شوہر کی طرف
سے طلاق نامہ لا کر دیا لیکن اسے علم نہیں کہ
طلاق نامہ اس کے شوہر کا اپنا تحریر کردہ ہے یا
کسی اور کا، مگر اس کا غالب خیال یہ ہے
کہ حقیقت پر مبنی ہے اس صورت میں کوئی حرج
نہیں کہ عورت عدت گزار کر نکاح ثانی کر لے۔
امام سرخسی کی محیط میں اسی طرح مذکور ہے۔ جب
شوہر اپنی بیوی سے غائب ہو جائے اور کوئی
عادل مسلمان اس عورت کو یہ اطلاع پہنچائے
کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں دے ڈالی
ہیں یا وہ وفات پا گیا ہے تو اس عورت کیلئے
جائز ہے کہ عدت گزار کر کسی سے نکاح ثانی
کر لے۔ اور اگر خبر دینے والا فاسق اور غیر معتبر

مخبر لا تعتمد على خبره كذا في المحيط، واذا شهد عدلان للمرأة ان زوجها طلقها ثلثا وهو يجحد ثم غاب او مات قبل الشهادة عند القاضي لم يسع المرأة ان تقيم معه وان تدعه ان يقربها ولا يسعها ان تتزوج كذا في المحيط السرخسي واذا شهد شاهدان عند المرأة بالطلاق فان كان الزوج غائبا وسعها ان تعتد وتتزوج بزوج اخر وان كان حاضرا ليس لها ذلك ولكن ليس لها ان تمكن من زوجها كذا في المحيط، ولو ان امرأة قالت لرجل ان زوجي طلقني ثلثا انقضت عدتي فان كانت عدلة وسعه ان يتزوجها وان كانت فاسقة تحرى وعمل بما وقع تحريه

آدمی ہو تو عورت غور و خوض کرے اور انتظار کرے پھر جب اسے کسی عادل اور معتبر مسلمان کی طرف سے خاوند کے وفات پا جانے کی اطلاع میسر ہو جائے تو اس کی خبر پر اعتماد کیا جائے مگر وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہ یوں اطلاع دے کہ میں نے خود اس کے شوہر کو مرا ہوا دیکھا ہے یا اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی ہے لیکن اگر وہ اس طرح اطلاع نہیں دیتا بلکہ یوں کہتا ہے کہ مجھے بتانے والے نے بتایا تو اس صورت میں اس کی خبر ناقابل اعتماد خیال کی جائے گی، محیط میں یونہی مذکور ہے، اور اگر دو عادل شخص عورت کے رُوبرو گواہی دیں کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاق دے دی ہیں لیکن شوہر انکاری ہو اور قاضی کے رُوبرو گواہ شہادت دینے سے پہلے ہی کہیں غائب ہو جائیں یا وفات پا جائیں تو عورت کے لئے اس مرد کے ہاں ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں وہ اس سے علیحدگی اختیار کرلے تاکہ مرد اس سے قربت نہ کرنے پائے۔ لیکن اس عورت کیلئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ کہیں اور نکاح کرلے۔ محیط میں امام سرخسی سے اسی طرح مذکور ہے۔ جب دو گواہ عورت کے روبرو طلاق کی گواہی دیں اگر مرد غیر حاضر ہو تو عورت کے لئے گنجائش ہے کہ عدت گزارے اور کسی اور مرد سے نکاح کرلے لیکن اگر شوہر موجود ہو تو پھر اسے یہ اجازت نہیں لیکن عورت کو یہ اجازت حاصل ہے

علیہ کذا فی الذخیرۃ المرأۃ الحرۃ اذا تزوجت رجلا ثم قالت لرجل ان نکاحی کان فاسدا لما ان زوجہا علی غیر الاسلام لایسع لہذا ان یقبل قولہا ولا ان یتزوجہا لانہا اخبرت بامر مستنکر وان قالت طلقنی بعد النکاح اوارتد عن الاسلام وسعہ ان یعتمد علی خبرہا و یتزوجہا لانہا اخبرت بخبر محتمل و اذا اخبرت ببطلان النکاح الاول لایقبل قولہا وان اخبرت بالحرمۃ بامر عارض بعد النکاح من رضاع طارئ او غیر ذٰلک فان کانت ثقۃ عندہ اولم تکن ثقۃ ووقع فی قلبہ انہا صادقۃ فلا باس بان یتزوجہا کذا فی فتاوٰی قاضی خان اھ مختصرًا۔[1]

کہ وہ شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ پانے دے۔ محیط میں یونہی مذکور ہے۔ اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں اور میری عدت بھی گزر گئی ہے تو وہ مرد اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے بشرطیکہ عورت عادلہ ہو۔ اور اگر عورت فاسقہ ہو نا قابل اعتبار ہو تو شخص مذکور غور وفکر سے کام لے اور بعد از غور وفکر اس کے دل میں جوبات آئے (عقد کرلینے یا نہ کرنے کی) تو اس پر عمل کرلے۔ ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ جب کوئی آزاد عورت کسی مرد سے شادی کرے اور پھر کسی اور آدمی سے کہے کہ میرا نکاح فاسد تھا یا یہ کہ میرا شوہر مسلمان نہیں، تو اس شخص کیلئے گنجائش نہیں کہ عورت مذکورہ کی بات قبول کرے (مانے) اور نہ یہ گنجائش ہے کہ اس سے نکاح کرلے، کیونکہ اس عورت نے ایک منکر بات کی خبر دی ہے اور اگر کہے کہ شوہر نے نکاح کرنے کے بعد طلاق دے دی تھی یا وہ دین اسلام سے پھر گیا تھا (یعنی مرتد ہوگیا) تو اس صورت میں اس کی خبر پر اعتماد کرنے کی گنجائش ہے اور وہ اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے کیونکہ اس صورت میں عورت نے ایک محتمل خبر دی (جس میں دونوں پہلوؤں کی گنجائش ہے) لیکن جب وہ پہلے نکاح کے بطلان کی خبر دے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا لیکن اگر نکاح ہونے کے بعد کسی عارضی حرمت (نوپیدا شدہ حرمت) کی خبر دے جیسے طاری رضاعت یا اس طرح کے کسی دوسرے امر کی، تو اگر اس کے خیال میں قابل اعتماد ہو یا نہ ہو مگر مرد کے دل میں یہ بات آجائے کہ وہ عورت سچی ہے تو پھر ایسی صورت میں اس سے نکاح کرلینے میں کوئی حرج نہیں، یونہی فتاوٰی قاضی خان میں مذکور ہے اھ مختصرًا (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۳-۳۱۲

تبیین الحقائق میں اکثر صور مذکورہ اور فساد طاری ومقارن کا تفرقہ مسطورہ بیان کر کے فرمایا:

وعلی ھذا الاصل یدور الفرق[1] — اور اسی اصل پر فرق گھومتا ہے (یعنی اس کا دارومدار ہے)۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

المعتبر اکبر رأی المبتلٰی بہ[2] — جو کوئی جس حادثہ میں مبتلا ہے اس کی اپنی غالب رائے معتبر سمجھی جاتی ہے۔ (ت)

فتح القدیر و بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے:

وھو لایلزم غیرہ بل یختلف باختلاف مایقع فی قلب کل[3] — اور وہ دوسرے پر لازم نہیں بلکہ ہر شخص کے دل میں جو کچھ واقع ہوتا ہے (طبیعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے) اس میں اختلاف ہوا کرتا ہے (ت)

ان عبارات سے کل مقاصد واصول کہ فقیر نے ذکر کئے واضح ہوگئے، پس صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ اُن لوگوں کا بیان سچا جانتی ہے اس کا قلب اُن کے صدق پر جمتا ہے تو اسے نکاح ثانی روا ہے ناکح دوم سے اگر ہندہ نے کہا کہ اس کا شوہر مرتد ہوگیا یا اُن لوگوں نے بیان کیا اور ہندہ منکر نہیں اور اس کے قلب میں ہندہ یا اُن مخبروں کا صدق واقع ہوا تو اسے بھی ہندہ سے نکاح روا، اور اگر ہندہ نے کہا میں نے سُنا کہ وہ مرتد ہوگیا تو صرف اس قدر پر اسے روا نہیں کہ ہندہ سے نکاح پر اقدام کرے۔ یونہی اگر ہندہ یا اُن مخبروں نے اسے ارتداد زید کی خبر دی اور اس کا دل اُن کے صدق پر نہیں جمتا تو اسے ہندہ سے نکاح روا نہیں اگرچہ ہندہ کے نزدیک وہ لوگ صادق ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۵۵:** از موضع سرنیاں مسئولہ امیر علی صاحب ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نکاح حرام سے پیدا

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الکراھیۃ فصل فی البیع المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۶/۲۶

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الطہارۃ باب المیاہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۸

ہوا تھا باپ زید کا فوت ہو گیا اور والدہ زندہ موجود ہے اب اس لڑکے کی شادی ہے تو اب اس شادی میں اہل برادری کا شامل ہونا اور سائل کا شامل ہونا اور بکر کا لڑکی نکاح میں دینا زید کو امامت کرنا اور پیشتر جو شخص زید کے باپ کے نکاح میں شریک ہوتے تھے اُن سب کے لئے کیا حکم ہے؟

## الجواب

اُس کی شادی میں شامل ہونا کچھ جرم نہیں، باپ اگر مصلحت جانے اپنی لڑکی کا نکاح بھی اُس سے کر سکتا ہے، زید کی امامت بلا کراہت جائز ہے جبکہ سب موجودین جماعت میں اُسی کو نماز و طہارت کے مسائل کا علم ہو ورنہ دوسرے کی امامت اولٰی ہے۔ زید کے باپ کے اُس حرام نکاح کرانے میں جو دانستہ شریک ہوئے تھے سخت گنہگار ہیں ورنہ اگر اُس کا فسق علانیہ تھا جب بھی اُسے بچنا اولٰی تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

## مسئلہ ۵۶

ایک شخص نے اپنی لڑکی اپنے بھانجے کو دی تھی محض منگنی ہوئی تھی، جب اُس شخص کو معلوم ہوا کہ اس کا بھانجا ایک غیر مقلد سرکا راسخ الاعتقاد مرید ہے اور خود بھی غیر مقلد ہے اب اس نے اپنی لڑکی دینے سے انکار کر دیا اور کہتا ہے کہ شرعاً نکاح نہ ہوگا۔ اس پر جماعت نے اُسے اپنی جماعت سے خارج کر دیا ہے کہ یا تو لڑکی اسے ہی دے یا تو جماعت سے خارج رہے۔ اس صورت میں جماعت کا کیا حکم ہے اور نکاح شرعاً ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)



## الجواب

غیر مقلد سے نکاح محض ناجائز ہے کما حققناہ فی ازالۃ العار (جیسا کہ ہم نے "ازالۃ العار" میں اس کی تحقیق کر دی۔ ت) اس صورت میں جماعت سخت ظالم اور زنا کی ساعی، اور خود دنیا میں جماعت سے خارج، اور آخرت میں نار میں داخل کرنے کی مستحق ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

## مسئلہ ۵۷

از بیتا پور ضلع بریلی مرسلہ مولوی امیر عالم حسن عرف نوشہ میاں

زید نے نکاح اپنا کسی عورت سے کر لیا، بعد چند مدت کے پھر اس کی بہن حقیقی سے کر لیا، دونوں بہنیں اُس کے نکاح میں حیات ہیں، اب نہیں معلوم کہ نکاح دونوں کا درست ہے یا حرام؟ قاضی نے بطمع و لالچ نکاح پڑھا دیا، اور وہی نماز بھی پڑھاتا ہے اور کہتا ہے میں نے عالموں سے دریافت کر کے نکاح پڑھایا ہے ایسا نکاح درست ہے۔ اب اس کا پورا ثبوت خادماں کو کیونکہ

دیا جائے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا نکاح پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟ اور حاضرانِ مجلس جو اس میں شریک تھے مع وکیل و شاہد وغیرہ اُن کے ذمہ کیا الزام آسکتا ہے؟

## الجواب

یہ نکاح بنصِ صریح قرآن مجید حرام قطعی حرام قطعی حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالٰی ان تجمعوا بین الاختین[1] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع نہ کرو۔ (ت)

اس نکاح کو درست کہنا صریح کلمۂ کفر ہے، اُس قاضی پر لازم ہے کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنے اُس قولِ نجس سے توبہ کرے اگر عورت رکھتا ہے تو بعد تجدیدِ اسلام اُس سے از سرِ نو نکاح کرے، اس لفظ کے بعد جتنی نمازیں اُس کے پیچھے پڑھی ہیں سب باطل ہوئیں جس جس نے جو نماز پڑھی اُس کا پھیرنا اُس پر لازم ہے اور اب جب تک تجدیدِ اسلام نہ کرے اُس کے پیچھے نماز باطل محض ہے کہ پڑھنا حرام اور پڑھ لی ہو تو پھیرنا فرض، اور اس سے نکاح ہرگز نہ پڑھوایا جائے۔ تبیین امام زیلعی میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[2] — اس لئے کہ فاسق کو (نماز کے لئے) آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے۔ (ت)

وکیل و شاہد حاضرین سے جسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی بہن اس کے نکاح میں ہے اس پر الزام نہیں، اور جسے معلوم تھا حرام جان کر شریک ہوا وہ سخت گناہ کا مرتکب اور شدید عذاب کا مستوجب ہوا، اور جس نے اُسے حلال ٹھہرایا اس کا حکم اُس قاضی کے مثل ہے اس پر بھی تجدیدِ اسلام لازم، اور اس کے بعد خود اپنے نکاح کی تجدید کرے، اُس مرد پر فرض ہے کہ فوراً اُس دوسری بہن کو جُدا کردے اور اگر اس سے قربت کرچکا تو اب وہ پہلی بھی اس پر حرام ہوگئی جب تک اُس دوسری کو چھوڑ کر اُس کی عدت نہ گزر جائے پہلی کو بھی ہاتھ لگانا حرام ہے جب اس کی عدت گزر جائیگی اس وقت وہ پہلی اس کے لئے حلال ہوگی۔ بحر الرائق وحلبی علی الدر و ردالمحتار میں ہے:

الثانی باطل ولہ وطئ — (الگ الگ عقد نکاح سے دو بہنوں کو جمع کرنا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ الحدث فی الصلٰوۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

۲۳ الاولی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر پہلی سے نکاح کرنا یاد ہو تو دوسری سے نکاح باطل ہے، لہٰذا پہلی سے مرد ہمبستری کرسکتا ہے لیکن اگر مرد نے دوسری سے ہمبستری کرلی تو پھر دوسری کی عدت گزرنے تک اس پر پہلی حرام ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۵۸:** از قصبہ بالکہ ضلع بلند شہر مرسلہ صالح محمد خان صاحب مورخہ ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ اگر قاضی شہر کے علاوہ دوسرا کوئی شخص مطابق شرع شریف نکاح پڑھادے لیکن اندراج اس کا رجسٹر قاضی شہر مذکور میں نہ ہو تو وہ نکاح جائز و صحیح ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

قاضی کا رجسٹر شرعاً کوئی شرط نکاح نہیں، رجسٹر آج سے نکلے ہیں، پہلے نکاح کیونکر ہوتے تھے، ہاں یادداشت کے لئے درج ہونا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۵۹:** مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہان پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ ماہِ محرم اور خصوصاً ۹ تاریخ ماہ مذکورہ کی شب میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۶۰:** مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہان پرگنہ نواب گنج ضلع بریلی ۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں کہ عورتوں کے محارم کون کون ہیں اور رضاعی محارم کون کون اور محارم صہری کون کون ہیں؟ اور ہنسی اور مذاق بھی عورتوں کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس کس سے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۶

## الجواب

فروع یعنی اپنی اولاد و اولادِ اولاد، اور اصول جس کی اولاد میں خود ہے اگرچہ وہ کتنے ہی دُور ہوں اور اپنے ماں باپ کی اولاد کتنے ہی دور فاصلہ پر ہو اور اپنے دادا، نانا، پرنانا، دادی، پردادی، نانی، پرنانی کی خاص صلبی یا بطنی اولاد یہ سب محارم ہیں، اور یہی رشتے دُودھ سے بھی مرضعہ ماں ہے اور اس کا شوہر جس کے نطفہ سے دودھ تھا باپ ہے اور جسے دُودھ پلایا وہ اولاد ہے تو اپنی یہ اولاد اور اس کی نسبی و رضاعی کتنی ہی دور ہو اور اپنے ان ماں باپ کے اصول نسبی و رضاعی کی بلاواسطہ اولاد نسبی و رضاعی یہ سب رضاعی محرم ہیں۔ اور صہری محرم شوہر کے اصول و فروع نسبی و رضاعی اور اپنے اصول مثلاً ماں، دادی، نانی، پردادی، پرنانی کے شوہر اور اپنی فروع مثلاً بیٹی، پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی کے شوہر۔ جائز ہنسی جس میں نہ فحش ہو نہ ایذائے مسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بدلحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع، نہ اس کی کثرت اپنی ہمسر عورتوں سے جائز ہے، اور شوہر کے ساتھ موجب اجر اور یہاں کثرت میں بھی حرج نہیں، اگر اس کے خلاف مرضی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۶۱** از کچھا علاقہ خام ضلع نینی تال مسئولہ محمد الیاس صاحب ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر نے اپنی عورت منکوحہ کو طلاق دے دی اور ایام عدت بھی گزر گئے اب بکر کا باپ سوتیلا اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور وہ عورت بھی اپنے خسر سوتیلے سے رضامند ہے۔ موافق شریعت کے اُن کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

ہاں درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۶۲** از ناتھدوارہ ریاست اودے پور ملک میواڑ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ایک شخص علم فقہ و حدیث کے جاننے والے اور وعظ و پند کرنیوالے انھوں نے بسبب ناراضگی کے اپنی زوجہ کو ایک جلسہ میں تین طلاق معہ گواہان کے رُوبرو اس کو گھر سے علیحدہ علیحدہ کر دیا عورت مذکورہ دیگر جگہ سکونت اختیار کر کے ایک سال کامل مدت گزارنا بعد ایک سال کے پھر اُسی عورت کو انھیں عالم بالا مذکور نے رضیت حاصل کر کے پھر اپنے مکان میں لے آنا اور پھر اس سے اولاد ہونا، یہ امر شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو جو اولاد کہ پیدا ہوئی وہ ولد الزنا ہے یا حلال ہے؟ اگر ولدالزنا ہے تو ایسا شخص ایسے امر کرنے سے مرتکب گناہ کا ہوتا ہے یا نہیں؟ اور

شرع شریف میں ایسے شخص کو کیا کہنا لازم اور کونسی سزا کا سزاوار ہے، مسلمان کو ایسے شخص کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے یا لازم آتا ہے؟ اس کا جواب باصواب مع حدیث وفقہ وآیت کلام اللہ سے تحریر فرمادیں، اللہ تعالٰی آپ کو اجرعظیم عطا فرمائے۔

## الجواب

تین طلاق کے بعد بے حلالہ اُسے پھر رکھنا حرام ہے اور اُس سے وطی زنا اور اولاد ولدالزنا، اور وہ مرد عورت دونوں فاسق، اور اُن کی سزا بہت سخت ہے جو یہاں بیان نہیں ہوسکتی، اور اللہ عزوجل کا عذاب شدید ہے، اُن مرد عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں ورنہ مسلمان اُن سے میل جول چھوڑ دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

# نسب

**مسئلہ ۶۳:** مرسلہ عبدالعزیز تاجر چرم مقام قصبہ ٹکاری محلہ شاہ گنج ضلع گیا بروز دوشنبہ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ



ایک شخص مجہول النسب کہ جس کے حسب ونسب سے وہاں کے باشندے پوری آگاہی رکھتے ہیں اور وہ شخص مولوی ہو اور غیر جگہ اپنے کو سیّد کہتا ہو اور اپنے مکان پر خط اپنے قلم سے سیّد کرکے اپنا نام لکھتا ہو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے!

## الجواب

سائل نے اول تو مجہول النسب کہا، پھر یہ کہ اس کے نسب سے وہاں کے باشندے پوری آگاہی رکھتے ہیں، یہ دونوں باتیں متناقض ہیں شاید یہ مطلب ہو کہ وہاں کے سب باشندوں پر اُس کا نسب مخفی ہے لہذا سب اُسے مجہول النسب کہتے ہیں اس تقدیر پر اُس کا اپنے آپ کو سیّد بنانا، کہنا، لکھنا ہمارے علم میں جرم کی حد پر نہیں بلکہ وہ کہتا ہے اور ہمیں اس کا خلاف معلوم وثابت و متحقق نہیں تو ہم اُسے سچا ہی خیال کریں گے کہ الناس علی انسابھم (لوگ اپنے نسبوں پر قائم ہیں۔ ت) اور ارشاد ہوتا ہے:

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون و ... ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے وہ افواہ سُنی

المؤمنٰت بانفسھم خیرًا۔[1] | تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں کے بارے میں اچھا گمان کیا ہوتا (ت)

ہاں جو واقع میں سید نہ ہو اور دیدہ و دانستہ سید بنتا ہو وہ ملعون ہے نہ اس کا فرض قبول ہو نہ نفل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ادعی الی غیر ابیہ او انتمی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ و الملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا۔[2]

جو کوئی اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کا دعوٰی کرے یا کسی غیر والی کی طرف اپنے آپ کو پہنچائے تو اس پر اللہ تعالٰی، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے، اور اللہ تعالٰی اس کے فرائض اور نوافل قبول نہ فرمائے گا۔ (ت)

مگر یہ اس کا معاملہ اللہ عزوجل کے یہاں ہے ہم بلادلیل تکذیب نہیں کرسکتے، البتہ ہمارے علم تحقیق طور پر معلوم ہے کہ یہ سید نہ تھا اور اب سید بن بیٹھا تو اُسے ہم بھی فاسق و مرتکب کبیرہ و مستحق لعنت جانیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے، اور اس کا علم کہ جس کی شان بڑی ہے زیادہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔ ت)

**مسئلہ ۶۴:** بروز شنبہ تاریخ ۵ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مولوی عنایت احمد صاحب نے اپنی کتاب جنان الفردوس کے چودہ صفحہ میں تحریر کیا ہے: بیان جھوٹی نسب کا۔ ف: جھوٹ ظاہر کرنا نسب کا بھی بڑا گناہ ہے۔ مثلاً شیخ سے سید بن جانا۔ صحیحین میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جان بُوجھ کر اپنے باپ کے سوا دوسرے کو باپ کرے اس پر جنت حرام ہے۔[3] اور چودہ صفحہ کے حاشیہ پر یہ تحریر ہے: بیان جھوٹی نسب کا۔ ۱۳ ح

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
المعجم الکبیر حدیث ۶۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۴

[3] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب من ادعی الی غیر ابیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ " " " ۱/ ۵۷

مشارق ۳۲ ح اعتصام ف سوال ۔ جولاہے کو شیخ نہ کہے تو جولاہا کہنا چاہیے، اگر جولاہا نہ کہے تو کیا کہنا چاہیے؟ فقط۔

## الجواب

یہ حدیث بیشک صحیح ہے، اور دوسری حدیث اس سے سخت تر ہے کہ "جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنا نسب منسوب کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل[1]" یہ حکم شامل ہے ہر اس شخص کو کہ سید نہیں اور سید بن بیٹھے۔ شیخ قرشی یا انصاری نہیں اور اپنے آپ کو ایسا شیخ کہے مگر لفظ شیخ کا استعمال متعدد معنی پر ہے، پیر[1] اور بزرگ[2] اور استاد[3] اور چار شریف اقوام مشہورہ ہند سے ایک قوم اور سید[5] مغل پٹھان کے سوا ہر مسلمان، اس پانچویں معنے پر جولاہے، دُھنیے ہر قوم کے مسلمان شیخ کہلاتے ہیں اسی معنی پر وہ اپنے آپ کو شیخ کہے تو اس حکم کے نیچے داخل نہیں، ہاں اگر جولاہا اور اپنے آپ کو چوتھے معنی پر شیخ کہے کہ ان چار شریف قوموں میں سے میری قوم ہے تو وہ ضرور اس حدیث کے نیچ میں داخل ہوگا اگر واقع میں وُہ ایسا نہیں اور اگر واقع میں وہ انھیں شریف اقوام میں سے ہے مثلاً شیخ انصاری یا علوی یا عباسی یا عثمانی یا فاروقی یا صدیقی ہے اور کپڑا بننے کا پیشہ کرتا ہے تو وہ ضرور سچا ہے اور اس پر کچھ الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۵: از جھونا مارکیٹ کراچی بندر مرسلہ حضرت پیر سید ابراہیم صاحب گیلانی قادری بغدادی مدظلہ الاقدس ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص ذات کا فقیر ہے اور کسی خانقاہ میں مجاور ہے بغداد شریف میں جاکر ایک پیر صاحب جو کہ عرصہ دراز سے مفقود الخبر معلوم کرنا اور ہندوستان میں آکر اپنے اصلی باپ کا نام بدل کر اس پیر مرحوم کا فرزند بنا نیز سیادت و طریقت کے دم مارتا تاکہ اس دھوکے و فریب سے اپنے مرید بنائے اور زر و عزت دنیاوی حاصل کرتا ایسے شخص سے جو کہ بلاثبوت اپنے آپ کو سید کہتا ہو اور اپنی نسب کو چھوڑ کر غوث الاعظم کے نسب میں داخل ہو از روئے شریعت اسلامیہ مرید بنانا اور نماز پڑھانا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] صحیح مسلم | کتاب الحج | باب فضائل مدینہ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۴۴۲
المعجم الکبیر | حدیث ۶۴ | المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت | ۱۷/ ۳۴

## الجواب

اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتانے کے لئے حدیث صحیح میں فرمایا ہے کہ اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل، من انتمی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ صرفا ولا عدلا[1] اور جو مسلمانوں کو دھوکا دے اسے فرمایا ہمارے گروہ سے نہیں من غشنا فلیس منا[2]۔ ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت ناجائز اور اس کی امامت مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل مدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲

[2] ؍؍ کتاب الایمان باب من غشنا فلیس منا ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۷۰

رسالہ

# اراءۃ الادب لفاضل النسب

۱۳۲۹ھ

## (نسبی فضیلت والے کو ادب کی راہ دکھانا)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## مسئلہ ۶۶

افضل الفضلاء اکمل الکملاء مولانا مفتی صاحب! تسلیم۔

این کہ استفتاء ترسیل خدمتِ عالی مے شود از دستخط ومہر خویش واز دیگر علماء مزین نمودہ برمنت نہ نہند، چونکہ مسلمان ایں زماں بسبب جہالت از اکثر حرفہ وپیشہ انحراف مے دارند، وصاحب پیشہ را حقیر می شمارند، وروز بروز بدائرہ ادبار پامی کشند بربناء علیہ برائے اصلاحِ قوم مصلحۃً ایں استفتاء نوشتہ شد، زیادہ والسلام۔

یہ استفتاء جو کہ خدمتِ عالی میں بھیجا جارہا ہے اپنے اور دوسرے علماء کے دستخط ومُہر سے مزین کرکے مجھ پر احسان کریں، چونکہ اس زمانہ کے مسلمان جہالت کے سبب سے اکثر ہنروپیشہ سے گریز کرتے ہیں اور صاحب پیشہ کو حقیر جانتے ہیں اور روزانہ دائرہ پستی میں پاؤں رکھتے ہیں، اسی بناء پر اصلاحِ قوم کے لئے مصلحتاً یہ استفتا لکھا گیا، والسلام۔ (محمد لطف الرحمٰن البُردوانی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر جدِّ اعلٰی کسی کا کاشت کار یا نور باف یا ماہی فروش ہو بعدہٗ اس کی نسل میں یہ پیشہ معمول رہا ہو یا متروک ہوگیا ہو تو اس صورت میں ان کی اولاد کو ماشا یا جولاہا یا شکاری یا اطراف کہہ کر پکارنا جس سے ان کی دل شکنی ہوتی ہے درست ہے نہیں؟ اور علاوہ صحابی النسل کے دوسری قوم کو شیخ کہنا روا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

بداں کہ قولہ تعالٰی جعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[1] وقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ابطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ[2] وقولِ دیگر اعملی یا فاطمۃ ولا تقولی انی بنت الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3] باعلٰی صوت ندا کند کہ شرافتِ نسب کہ اکثر جہّال بہ سبب جہالت وحماقت واز عدمِ واقفیت حالات بزرگانِ دین وسلف صالحین وصحابۂ کاملین وانبیاء مرسلین، بداں مباہات میکنند نزد حق سبحانہٗ تعالٰی بہ ہیچ نمی ارزد وبہ منزلہ ہباء منثور باشد کما قال اللہ تعالٰی والذین اوتوا العلم درجات[4]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وُہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے شریعت کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیا اس کا نسب کام نہ دے گا۔ دوسرا قول ہے کہ شریعت پر عمل کرو اے فاطمہ! اور یہ نہ کہو کہ رسول اللہ کی بیٹی ہوں۔ بلند آواز سے اعلان کرتا ہے کہ شرافتِ نسب کہ اکثر جاہل لوگ جہالت وحماقت اور حالاتِ بزرگانِ دین اور سلف صالحین اور صحابۂ کاملین اور انبیاء و مرسلین کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے اس پر فخر کرتے ہیں اللہ تعالٰی کے نزدیک بے وقعت ہے مثلِ ہباء منثورا ہے، البتہ مرد کی شرافت علم سے ہوتی ہے اور جنھیں علم دیا گیا وُہ درجوں میں ہیں۔



---

[1] القرآن الکریم ٤٩/ ١٣

[2] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فی فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ٢/ ١٥٧
موارد الظمأن " حدیث ٧٨ المطبعۃ السلفیہ ص ٤٨

[3] اتحاف السادۃ المتقین دار الفکر بیروت ٧/ ٧٧ و ٢٨١
صحیح مسلم کتاب الایمان ١/ ١١٤ و کنز العمال حدیث ٣٤٧٥٣ ١٢/ ١٩

[4] القرآن الکریم ٥٨/ ١١

وانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء[1]

(۲) وقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما العلماء ورثۃ الانبیاء[2] وان فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم[3] (۳) بلکہ شرافتِ علم فوق شرافت نسب مے باشد کما فی الدر المختار لان شرفۃ العلم فوق شرف النسب والمال، کما جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال[4] وغیرہ اگر کسے عالم صالح ماہر را بالفاظ مذکورۃ الصدر طعناً وتحقیراً مخاطب سازد بدائرہ کفر پا نہادہ باشد۔

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں، اور حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنٰی پر، بلکہ علم کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: اس لئے کہ علم کی شرافت نسب و مال کی شرافت سے اولٰی ہے، جیسا کہ اس پر بزازی نے جزم فرمایا ہے اگر کوئی شخص عالم صالح ماہر کو الفاظِ مندرجہ بالا سے طعن وتحقیر کے طور پر مخاطب کرے تو دائرۂ کفر میں پاؤں رکھے گا۔

حررہ العاجز الفاقر الجانی محمد لطف الرحمٰن البردوانی المخاطب شمس العلماء مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ (بنگال)



# نسب میں افضل کون؟

(از اعلٰحضرت مجددِ دین وملت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ)

اللّٰھم لک الحمد یا من خلق الانسان، فجعلہ نسبا وصھرا وکنت قدیرا، صل علٰی من ارسلتہ من خیر فریقین، من خیر شعوب، من خیر

یا اللہ تیرے لئے حمد ہے اے وہ ذات جس نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کا نسب اور رشتہ دار بنایا اور تیری ذات قادر ہے، اور رحمتیں نازل فرما اس ذات پر جس کو تُو نے دو فریقوں میں بہتر

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۲۸

[2] سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰

[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۳

[4] الدر المختار کتاب النکاح باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۵

قبائل، من خیر بیوت، بشیرا و نذیرا، وملکته نفع عترته وقرابته وخدمه وامته وکل من یلوذ بحضرته دنیا واخری، وعلٰی اٰلہ خیر اٰل وصحبه خیر صحب وبارك وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

بنا کر بھیجا اور بہتر شعب اور بہتر قبائل اور بہتر گھروں میں بشیر و نذیر بنایا، اور اس کی اولاد، قرابت، خادموں، اُمّت اور دُنیا و آخرت میں ان کے حضور پر پناہ لینے والے کے نفع کے لئے تُو نے اس کو مالک بنایا اور ان کی بہترین آل پاک اور بہترین صحابہ کرام پر اور برکتیں اور سلامتی کثیر در کثیر نازل فرما۔ (ت)

کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بلاحاجتِ شرعیہ ایسے الفاظ سے پکارنا یا تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو، اسے ایذا پہنچے، شرعاً ناجائز و حرام ہے، اگرچہ بات فی نفسہٖ سچّی ہو، فان کل حق صدق ولیس کل صدق حقا (ہر حق سچ ہے مگر ہر سچ حق نہیں)۔

ابن السنی عمیر بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بغیر اسمه لعنته الملٰئکة۔[1] فی التیسیر ای بلقب یکرھه لا بنحو یا عبد اللّٰہ[2]

جو شخص کسی کو اس کا نام بدل کر پکارے فرشتے اس پر لعنت کریں۔ تیسیر میں ہے یعنی کسی بد لقب سے جو اسے بُرا لگے نہ کہ اے بندۂ خدا وغیرہ سے۔

طبرانی معجم اوسط میں بسند حسن حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی، ومن اٰذانی فقد اٰذی اللّٰہ[3]

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

سنن ابی داوٗد میں متعدد اصحابِ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] عمل الیوم واللیلة باب الوعید فی ان یدعی الرجل بغیر اسمه حدیث ۳۹۶ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۱۳۷

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من دعا رجلا بغیر اسمه مکتبة الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۱۶

[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبة المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

من ظلم معاهداً فانا حجیجه یوم القیٰمة[1] | جو کسی ذمی پر زیادتی کرے تو روزِ قیامت میں اس سے جھگڑا کروں گا۔

بحرالرائق و درمختار میں ہے:

فی القنیة قال لیھودی او مجوسی یا کافر یأثم ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکابہ الاثم[2] | جس نے کسی ذمی یہودی یا مجوسی سے کہا اے کافر، اور یہ بات اسے گراں گزری تو کہنے والا گنہگار ہوگا، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے تعزیر کی جائے، قنیہ۔

تحقیقِ مقام و مقال بکمال اجمال یہ ہے کہ مدارِ نجات تقوٰی پر ہے علٰی تباین مراتبہا و ثمراتہا (فرقِ مراتب اور اس کے نتائج کے لحاظ سے) نہ کہ محض نسب، ومایضاھیہ من الفضائل موھوباتہا ومکسوباتہا (جو فضائل کے مشابہ ہوان کے وہبی اور کسبی چیزوں میں) لہذا محض تقوٰی بس ہے، اگرچہ شرفِ نسب و تکمیل علوم سمیہ نہ ہو اور مجرد شریف القوم یا ملّا صاحب کہلانا کافی نہیں جبکہ تقوٰی اصلاً نہ ہو۔

ان الزبانیة اسرع الی فسقة القراء منھم الی عبدة الاوثان[3]۔ | بیشک عذاب کے سپاہی فاسق علماء کی طرف سبقت کریں گے (اور یا جیسے) بتوں کے پجاری کی طرف جو عمل میں سُست ہوگا فضلِ نسب میں آگے نہ ہوگا۔

حدیث من ابطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ[4] کے یہی معنی ہیں نہ یہ کہ فضل نسب شرعاً محض باطل ومہجور وہباء منثور، یا شرافت وسیادت، نہ دنیاوی احکامِ شرعیہ میں وجہ امتیاز، نہ آخرت میں اصلاً نافع و باعثِ اعزاز ــــ حاشا ایسا نہیں بلکہ شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرقِ نسب کو معتبر رکھا ہے، اور سلسلۂ طاہرہ ذریت عاطرہ میں انسلاک وانتساب ضرور آخرت میں بھی نفع

---

[1] سنن ابی داود کتاب الامارة باب تعشیر اہل الذمة اذا اختلفوا بالتجارة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۷۷

[2] الدرالمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۹

[3] کنز العمال برمز طب حل حدیث ۲۹۰۰۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۹۱

[4] سنن ابی داود کتاب العلم باب فی فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۵۷

موارد الظمأن " حدیث ۷۸ المطبعة السلفیہ ص ۴۸

دینے والا ہے۔ کتاب النکاح میں سارا باب کفائت تو خاص اسی اعتبار تفرقہ ومزیت پر مبنی ہے۔ سیّد زادی اگر کسی مغل پٹھان یا شیخ انصاری سے بے رضائے ولی نکاح کرے گی نکاح ہی نہیں ہوگا جب تک بسبب فضل علم دین مکافات ہو کر کفائت نہ ہوگئی ہو، یونہی اگر غیراب وجد بشرائط معلومہ نابالغہ کا ایسا نکاح کردیں وُہ بھی باطل و مردود محض ہے۔ اسی طرح اگر مغلانی، پٹھانی نابالغہ کسی جولاہے یا دھُنیے سے نکاح کرلے، یا ولی غیر ملزم نابالغہ کا نکاح کردے یہ سب باطل و نا منعقد ہیں والمسائل مصرح بہا متونا وشروحا وفتاوٰی (یہ مسائل دیگر متداول کتب متون وشروح اورکتب فتاوٰی میں تفصیل سے درج ہیں) یوں ہی امامتِ صغرٰی کی ترتیب میں شرف نسب بھی وجہِ ترجیح ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

الاحق بالامامۃ الاعلم الی قولہ ثم الاشرف نسبا ثم الانظف ثوبا۔[1]

سب سے زیادہ مستحق امامت وہ ہے جو زیادہ علم رکھتا ہو (مصنف کے اس قول تک) پھر وُہ جو باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں۔

درمختار میں ہے:

الاشرف نسبا ثم الاحسن صوتا۔[2]

وہ جو باعتبار نسب کے زیادہ شریف، پھر جس کی آواز بہتر ہو۔

## قریش کی خلافت

اور امامتِ کبرٰی میں تو شرع مطہر نے اس درجہ کا لحاظ فرمایا ہے کہ اسے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمادیا، غیر قریش اگرچہ عالمِ اجل ہو امام و خلیفہ نہیں ہوسکتا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الائمۃ من قریش۔[3] رواہ

تمام خلفاء قریش ہوں گے۔ اس کو روایت

[1] و [2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۸۳

المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/۷۶

السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب من قال یؤمھم ذو نسب الخ دار صادر بیروت ۳/۱۲۱

کتاب قتال اہل البغی، باب الائمۃ من قریش ۸/۱۴۳

المعجم الکبیر حدیث ۷۲۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۵۲

احمد وابن ابی شیبة والنسائی و ابن جریر والحاکم والبیہقی والضیاء فی المختارة عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ وابوبکر بن ابی شیبة ونعیم بن حماد و ابن السنی فی کتاب الاخوة والبیہقی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مختارہ میں اور طبرانی کبیر میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور نعیم بن حماد اور ابن السنی نے کتاب الاخوة میں اور بیہقی نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان ھذا الامر فی قریش لایعادیھم احد الا اکبہ اللہ علی وجھہ فی النار۔ رواہ الائمة احمد[1] و بخاری ومسلم عن امیر معٰویة وصدرہ ابوبکر ابن ابی شیبة عن ابی موسٰی الاشعری وابن جریر عن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک خلافت قریش میں ہے جو ان میں سے بیر رکھے گا اللہ تعالٰی اُسے منہ کے بل جہنم میں اُوندھا دے گا۔ اسے روایت کیا ہے امام احمد اور بخاری اور مسلم نے امیر معاویہ سے، حدیث کے ابتدائی حصہ کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابی موسٰی اشعری سے اور ابن جریر نے کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الا ان الامراء من قریش۔ رواہ ابویعلٰی[2] عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم، واحمد والحاکم والطبرانی بلفظ الامراء من قریش

سن لو، امراء و حکام اسلام قریش ہیں، اس کو روایت کیا ابویعلٰی نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے، احمد، حاکم اور طبرانی نے اس لفظ کے ساتھ کہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۷
صحیح البخاری کتاب الاحکام باب الامراء من قریش " " " ۲/ ۱۰۵۷
مسند احمد بن حنبل عن معٰویة رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۹۴
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۱۲۴۳۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/ ۱۷۰

[2] مسند ابو یعلٰی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۵۶۰ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/ ۲۸۴

الامراء من قریش عن[1] ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

"امراء قریش ہیں" اس کو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔

## اہل قریش کی فضیلت اور مقام و مرتبہ

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش ولاۃ ھذا الامر، رواہ احمد[2] عن ابی بکر الصدیق وعن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اسلامی حکومت کے والی قریش ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے احمد نے حضرت ابوبکر صدیق سے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

قدموا قریشا و لا تقدموھا[3]۔ رواہ الامام الشافعی والامام احمد عن عبد اللہ بن خطب والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن السائب والبزار عن امیر المؤمنین علی وابن عدی عن ابی ھریرۃ وابن جریر عن الحارث بن عبد اللہ وسیأتی فی حدیث عن انس و الشافعی والبیھقی فی معرفۃ الصحابۃ عن الزھری مرسلا، رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

قریش کو تقدیم دو، اور قریش پر تقدیم نہ کرو۔ اس کو روایت کیا ہے امام شافعی اور امام احمد نے عبد اللہ بن خطب سے اور طبرانی نے کبیر میں عبد اللہ بن سائب سے اور بزار نے امیر المومنین علی سے اور ابن عدی نے ابوہریرہ سے اور ابن جریر نے حارث بن عبد اللہ سے ـــ اور عنقریب آئے گا حضرت انس کی حدیث میں، اور شافعی اور بیہقی نے معرفۃ صحابہ میں زہری سے مرسلاً روایت کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابوبرزہ اسلمی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۲۴
المستدرک للحاکم کتاب الفتن و الملاحم دار الفکر بیروت ۵/ ۵۰۱
کنز العمال بحوالہ (ک) حم، طب عن ابی موسٰی اشعری حدیث ۳۳۸۲۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۸

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵

[3] کنز العمال بحوالہ الشافعی البیھقی فی معرفۃ الصحابۃ البزار عن علی الخ (حدیث ۹۱-۹۰-۳۳۷۸۹) ۱۲/ ۲۲

۲۳

يايها الناس لاتقدموا قريشا فتهلكوا۔

اے لوگو! قریش پر سبقت نہ کرو کہ ہلاک ہوجاؤ گے۔

14 رواه البيهقي[1] عن جبير بن مطعم رضی الله تعالیٰ عنه۔

اسے روایت کیا ہے بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

دوسری روایت میں ہے:

فتغلبوا[2]، رواه ابن ابی طالب عن الامام الباقر رضی الله تعالیٰ عنه مرسلا وهو عنده باللفظ الاول عن سهل بن ابی خيثمة رضی الله تعالیٰ عنه۔

یعنی قریش پر سبقت نہ کرو کہ گمراہ ہوجاؤ گے۔ اسے روایت کیا ہے ابن ابی طالب نے امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً، اور ان کے نزدیک پہلے الفاظ کے ساتھ سہل بن ابی خیثمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الناس تبع لقريش فی هذا الشان۔ رواه الشيخان[3] عن ابی هريرة واحمد ومسلم عن جابر والطبرانی فی الاوسط والضياء عن سهل بن سعد وعبد الله بن احمد واحمد وابن ابی شيبة عن معوية رضی الله تعالیٰ عنهم وهذا عن سعيد بن ابراهيم بلاغا۔

سب لوگ اس کام میں قریش کے تابع ہیں۔ اسے روایت کیا ہے امام بخاری ومسلم نے ابوہریرہ سے اور احمد ومسلم نے جابر سے، اور طبرانی نے اوسط میں اور ضیاء نے سہل بن سعد سے اور عبداللہ بن احمد اور احمد وابن ابی شیبہ نے معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے، اور یہ سعید بن ابراہیم سے بلاغاً روایت کی گئی ہے۔

حدیث ۲۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1]

[2]

[3] صحیح البخاری — باب المناقب — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۶
صحیح مسلم — کتاب الامارۃ — باب الناس تبع لقریش الخ — " " ۲/۱۱۹
مسند احمد بن حنبل — عن انس — المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۳۱ و ۳۷۹
المعجم الاوسط — حدیث ۵۵۹۲ — مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۷۷

قریش صلاح الناس ولا یصلح الناس الابھم۔ رواہ ابن عدی[1] عن ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

قریش آدمیوں کی سنوار ہیں لوگ نہ سنوریں گے مگر قریش سے۔ روایت کیا ہے ابن عدی نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

حدیث ۲۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش خالصۃ اللہ تعالٰی۔ رواہ ابن عساکر[2] عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قریش برگزیدہ خدا ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۲۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من یرد ھوان قریش اھانہ اللہ[3]۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والترمذی والعدنی والطبرانی وابویعلی والحاکم وابونعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص وتمام وابونعیم والضیاء عن ابن عباس

جو قریش کی ذلت چاہے اللہ اسے ذلیل کرے۔ اسے روایت کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، ترمذی، عدنی، طبرانی، ابویعلٰی، حاکم اور ابونعیم نے معرفۃ میں سعد بن ابی وقاص سے، اور تمام وابونعیم اور ضیاء نے ابن عباس سے، اور طبرانی نے



---

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ عمر بن حبیب العدوی دار الفکر بیروت ۵/۱۶۹۶
کنز العمال بحوالہ عد عن عائشہ حدیث ۳۳۷۹۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۲

[2] تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ اسحاق بن یعقوب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۹
" " " سلمہ بن العیار " " " " ۶/۲۳۵
کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عمرو بن العاص حدیث ۳۳۸۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۶

[3] جامع الترمذی ابواب المناقب فضل الانصار وقریش امین کمپنی دہلی ۲/۲۳۰
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/۷۴
مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۷۱ و ۱۷۶ و ۱۸۳
تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ اسحاق بن یعقوب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۹
کنز العمال بحوالہ حم، ش والعدنی ت، طب ع، ک وابی نعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص تمام وابی نعیم، ض عن ابن عباس، کر عن عمرو بن ابی العاص موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۶

والطبرانی فی الکبیر عن انس وابن عساکر عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

کبیر میں انس سے، اور ابن عساکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

حدیث ۲۹ تا ۳۵ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قوۃ الرجل من قریش قوۃ رجلین[1]۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والطیالسی وابویعلٰی وابن ابی عاصم والماوردی والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی المعرفۃ والضیاء فی المختارۃ وابونعیم فی الحلیۃ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ وھذا فیھا عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ والطبرانی عن ابن ابی خیثمۃ وابن النجار فی حدیث طویل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھما اولہ یایھا الناس قدموا قریشا ولا تقدموھا وھو ایضا قطعۃ من حدیث ابی بکر المار عن سھل۔

ایک مرد قریش کو قوت دو مردوں کے برابر ہے۔ اس کو روایت کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، طیالسی، ابویعلٰی، ابن ابی عاصم، ماوردی اور طبرانی نے کبیر میں، اور حاکم نے مستدرک میں، اور بیہقی نے معرفۃ میں، اور ضیاء نے مختارہ میں، اور ابونعیم نے حلیہ میں جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، یہی الفاظ حلیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور طبرانی نے ابن ابی خیثمہ سے اور ابن نجار نے طویل حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ اس کے اوّل میں ہے لوگو! قریش کو مقدم کرو اور خود مقدم نہ بنو، یہ بھی مذکور ابوبکر عن سہل والی حدیث کا حصہ ہے۔



حدیث ۳۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا تؤموا قریشا وائتموھا ولا تعلموا قریشا

قریش کو اپنا پیرو نہ بناؤ اور ان کی پیروی کرو۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جبیر بن مطعم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۸۱ و ۸۳
[2] المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۱۲۴۳۵ ۱۲/ ۱۶۸ و مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۹۵۱ الجزء الرابع ۱۳۶
حلیۃ الاولیاء ترجمہ الامام الشافعی ۴۱۵ دار الکتاب العربی بیروت ۹/ ۶۴
المعجم الکبیر حدیث ۱۴۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۱۴
کنز العمال بحوالہ طحم، وابی نعیم وابن ابی عاصم والماوردی حب ک طب ق فی المعرفۃ عن جبیر بن مطعم
حدیث ۳۳۸۶۴ و ۳۳۸۶۵ و ۳۳۸۶۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۴

وتعلموا منها فان امانة الامين من قریش تعدل امانة امینین[1] رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وھو ایضا بمعناہ قطعۃ من حدیث انس۔

قریش پر دعوٰی استادی نہ رکھو اور انکی شاگردی کرو کہ قریش میں ایک امین کی امانت دو امینوں کے برابر ہے۔ اسے روایت کیا ابن عساکر نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے، یہ بھی اپنے معنٰی کے اعتبار سے حدیثِ انس کا حصہ ہے۔

حدیث ۳۷ و ۳۸ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعطیت قریش مالم یعط الناس[2]۔ رواہ الحسن بن سفیان فی مسندہ وابونعیم فی معرفۃ الصحابۃ عن الحلیس رضی اللہ تعالٰی عنہ ونعیم بن حماد عن ابی الزاھریۃ مرسلا ووصلہ الدیلمی عنہ عن خنیس رضی اللہ تعالٰی عنہ ھکذا فیما نقلت عنہ بمعجمۃ فنون رواہ مصحفا عن حلیس بمھلۃ فلام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قریش کو وہ عطا ہوا جو کسی کو نہ ہوا۔ اس کو روایت کیا حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں، ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں حلیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور نعیم بن حماد نے ابی زاہریہ سے مرسلاً، اور اس کو دیلمی نے عن حلیس عن خنیس رضی اللہ عنہما کہہ کر متصل بنایا ہے، "خ" کے بعد "ن" منقول ہے انھوں نے "ح" کے بعد لام سے "حلیس" کہہ کر روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

حدیث ۳۹ و ۴۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

فضل اللہ قریشا بسبع خصال لم یعطھا احد قبلھم ولا یعطاھا احد بعدھم۔

اللہ تعالٰی نے قریش کو ایسی سات باتوں سے فضیلت دی جو نہ ان سے پہلے کسی کو ملیں نہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔

انّی منھم ایک تو یہ کہ میں قریش ہوں (یہ تمام فضائل سے ارفع واعلٰی ہے) ـــ وفیھم الخلافۃ والحجابۃ والسقایۃ اور انھیں میں خلافت اور کعبہ معظمہ کی دربانی اور حاجیوں کا سقایہ ـــ ونصرھم علی الفیل اور انھیں اصحابِ فیل پر نصرت بخشی ـــ وعبدوا اللہ عشر سنین لا یعبدہ غیرھم اور انھوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی کہ ان کے سوا رُوئے زمین پر کسی اور

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۳۳۸۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۱
[2] کنز العمال بحوالہ حسن بن سفیان وابونعیم فی المعرفۃ حدیث ۳۳۸۰۵ " " ۱۲/ ۲۴

خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے (یہی تھے یا ان کے عبید و موالی) ـــ وانزل اللہ فیھم سورۃ من القراٰن لم یذکر فیھا احد غیرھم لایلف قریش اور اللہ تعالٰی نے ان میں ایک سورۃ قرآن عظیم کی اُتاری کہ اس میں صرف انھیں کا ذکر فرمایا، اور وہ سورۃ لایلٰف قریش ہے۔

رواہ البخاری فی التاریخ[۱] والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی الخلافیات عن ام ھانی و فی الاوسط عن سیدنا الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما ولفظھا ھذا ملفق منھما۔

اس کو روایت کیا ہے بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے ام ہانی سے خلافیات میں اور اوسط میں سیدنا زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، اور اس کے الفاظ ان دونوں سے مختلف ہیں۔

حدیث ۴۱ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یا معشر الناس احبوا قریشا فان من احب قریشا فقد احبنی و من ابغض قریشا فقد ابغضنی وان اللہ تعالٰی حبب الیّ قومی فلا اتعجل لھم نقمۃ ولا استکثر لھم نعمۃ[۲]

اے گروہِ مردم! قریش سے محبت رکھو کہ قریش کا دوست میرا دوست ہے اور قریش کا دشمن میرا دشمن ہے، اور بیشک اللہ تعالٰی نے میری قوم کی محبت میرے دل میں ڈالی کہ ان پر کسی انتقام کی جلدی نہیں کرتا نہ ان کے لئے کسی نعمت کو بہت سمجھوں۔

## قریش برکت کے درخت

الا ان اللہ تعالٰی علم ما فی قلبی من حبی لقومی فسرنی فیھم قال اللہ تعالٰی " وانہ لذکر لک

سُن لو بیشک اللہ تعالٰی نے جانا جیسی میرے دل میں میری قوم کی محبت ہے، تو اس نے مجھے ان کے بارے میں شاد کیا کہ ارشاد فرمایا "بیشک

---

[۱] کنز العمال بحوالہ تخ طب ک البیہقی فی الخلافیات حدیث ۳۳۸۱۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۷
" بحوالہ المعجم الاوسط حدیث ۳۳۸۲۰ " " " ۱۲/ ۲۷
المستدرک للحاکم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ قریش دار الفکر بیروت ۲/ ۵۳۶
[۲] کنز العمال حدیث ۳۳۸۰۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۵

ولقومك" فجعل الذكر والشرف لقومی فی کتابه فالحمد لله الذی جعل الصديق من
فالحمد لله الذی جعل الصديق من قومی والشهيد من قومی والائمة من قومی ان الله تعالٰی قلب العباد ظهرا لبطن فکان خير العرب قريشا وهی الشجرة المبارکة التی قال الله عزوجل فی کتابه "مثل کلمة کشجرة طيبة" يعنی بها قريش "اصلها ثابت" يقول اصلها کرم "وفرعها فی السماء" الشرف الذی شرفهم الله بالاسلام الذی هداهم وجعلهم اهله۔ رواه الطبرانی فی الکبير وابن مردويه فی التفسير عن عدی بن حاتم رضی الله تعالٰی عنه وهذا مختصرا۔

یہ قرآن ناموری ہے تیری اور تیری قوم کی" تو اسے اپنی کتاب کریم میں میری قوم کے لئے ذکر و شرف رکھا اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میری قوم میں سے صدیق کیا اور میری قوم سے شہید اور میری قوم سے امام، بیشک اللہ تعالٰی نے تمام بندوں کے ظاہر و باطن پر نظر فرمائی تو سب عرب سے بہتر قریش نکلے اور وہی برکت والے درخت ہیں، جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے کہ پاکیزہ بات کی کہاوت ایسی ہے جیسے ستھرا درخت یعنی قریش کہ اس کی جڑ پائدار ہے یعنی ان کی اصل کرم ہے جسکی شاخیں آسمان میں ہیں یعنی وہ جو اللہ نے ان کو اسلام کا شرف بخشا اور انھیں اس کا اہل کیا۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویہ نے تفسیر میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور یہ مختصراً ہے۔[1]



## عزّت دار اور بہتر قریش ہیں

حدیث ۴۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کنانة عزّ العرب، رواه الدیلمی[2] وابن عساکر عن ابی ذر رضی الله تعالٰی عنه۔

بنی کنانہ سارے عرب کی عزّت ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب و ابن مردویہ عن عدی بن حاتم حدیث ۳۳۸۰۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۵

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۹۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۰۲

کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ذر حدیث ۳۳۹۷۱ و ۳۴۰۳۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۵، ۶۹

حدیث ۴۳ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش سادۃ العرب۔ رواہ الرامھرمزی[1] فی کتاب الامثال عن الوضین بن مسلم مرسلاً۔

قریش سارے عرب کے سردار ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے رامہرمزی نے کتاب الامثال میں وضین بن مسلم سے مرسلاً۔

حدیث ۴۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

عبد مناف عز قریش وقریش تبع لولد قصی والناس تبع لقریش[2]۔ رواہ ایضاً کذٰلک عن بن الضحاک ھذا مختصر۔

بنی عبد مناف سارے قریش کی عزت ہیں اور قریش اولادِ قصی کے تابع ہیں، اور تمام آدمی قریش کے تابع ہیں، اسے بھی رامہرمزی نے کتاب الامثال میں عثمان بن الضحاک سے مرسلاً روایت کیا، یہ مختصر ہے۔

حدیث ۴۵ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یا ابا الدرداء اذا فاخرت ففاخر بقریش، رواہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تمام[3] فی فوائدہ وابن عساکر۔

اے ابو درداء! جب تو فخر کرے تو قریش سے فخر کر۔ اس کو روایت کیا ہے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے تمام نے فوائد میں اور ابن عساکر نے۔

حدیث ۴۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خیر الناس العرب وخیر العرب قریش وخیر قریش بنو ھاشم۔ رواہ الدیلمی[4] عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سب آدمیوں سے بہتر عرب ہیں، اور سب عرب سے بہتر قریش، اور سب قریش سے بہتر بنی ہاشم۔ اس کو دیلمی نے امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرامھرمزی فی الامثال حدیث ۳۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۸۸

[2] کنز العمال " " " " " " ۳۳۸۱۲ " " " ۱۲/ ۸۸

[3] " بحوالہ تمام وابن عساکر حدیث ۳۳۸۲۰ " " " " ۱۲/ ۸۹

تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العباس بن عبداللہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۲۸

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۷۸

# اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اُس کی پسند

حدیث ۴۷ و ۴۸ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

ان اللہ اختار من ادم العرب، واختار من العرب مضر، ومن مضر قریشا، واختار من قریش بنی ھاشم، واختارنی من بنی ھاشم[1]۔ رواہ البیھقی وابن عدی عن ابن عمر والحکیم الترمذی والطبرانی فی الکبیر وابن عساکر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے عرب کو چُنا، اور عرب سے مضر، اور مضر سے قریش، اور قریش سے بنی ہاشم، اور بنی ہاشم سے مجھ کو۔ اس کو روایت کیا ہے بیہقی اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور حکیم ترمذی نے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

حدیث ۴۹ تا ۵۱ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

ان اللہ تعالیٰ خلق خلقہ فجعلھم فریقین فجعلنی فی خیر الفریقین ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیر قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا فانا خیرکم قبیلۃ وخیرکم بیتا۔ رواہ احمد والترمذی[2] عن المطلب بن ابی وداعۃ والترمذی



اللہ عزوجل نے خلق بناکر دو فریق کی، مجھے بہتر فریق میں رکھا، پھر ان کے قبیلے قبیلے جدا کئے، مجھے سب سے بہتر قبیلے میں رکھا، پھر قبیلوں میں خاندان بنائے، مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا، پس میرا قبیلہ تمہارے قبیلوں سے بہتر اور میرا گھر تمہارے گھروں سے بہتر۔ اسے روایت کیا ہے احمد اور ترمذی نے مطلب بن ابی وداعہ سے اور ترمذی

---

[1] نوادر الاصول الاصل السابع والستون دار صادر بیروت ص ۹۶
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۳
کنز العمال بحوالہ ک عن ابن عمر حدیث ۳۳۹۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۳

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
مسند احمد بن حنبل عن المطلب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۰ و ۴/ ۱۶۶
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۴۷

عن العباس بن عبد المطلب والحاکم عن ربیعۃ بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

نے عباس بن عبدالمطلب سے اور حاکم نے ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

حدیث ۵۲ و ۵۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ اختار العرب فاختار منہم کنانۃ واختار قریشا من کنانۃ واختار بنی ھاشم من قریش واختارنی من بنی ھاشم، وفی لفظ ثم اختار بنی عبد المطلب من بنی ھاشم ثم اختارنی من بنی عبد المطلب[1]۔ رواہ ابن سعد عن عبد اللہ بن عمیر مرسلا وھو والبیھقی وحسنہ عن الامام الباقر وھو باللفظ الاخیر ابن سعد عن جعفر عن ابیہ۔

بے شک اللہ عزوجل نے عرب کو پسند فرمایا، پھر عرب سے کنانہ، اور کنانہ سے قریش، اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے پسند کیا۔

بالفاظِ دیگر پھر بنی ہاشم میں سے بنی عبدالمطلب کو چُنا پھر عبدالمطلب سے مجھے چُنا۔ اس کو روایت کیا ہے ابن سعد نے عبداللہ بن عمیر سے مرسلاً، اور اس نے اور بیہقی نے امام باقر سے اس کی تحسین کی اور یہ آخری الفاظ ابن سعد نے جعفر سے انھوں نے اپنے باپ سے۔



حدیث ۵۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ عزوجل اصطفٰی کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفٰی قریشا من کنانۃ واصطفا من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم[2]۔ رواہ مسلم والترمذی

بے شک اللہ عزوجل نے اولادِ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کنانہ کو چُنا اور کنانہ سے قریش کو چُنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چُنا، بنی ہاشم سے مجھ کو چُن لیا۔ اسے مسلم اور ترمذی نے

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عبداللہ بن عبید حدیث ۳۲۱۱۹، ۳۲۱۲۰، ۳۲۱۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۵۰
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من انتمی الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۲۰ و ۲۱
السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب اعتبار النسب فی الکفاءۃ " " " ۷/ ۱۳۴

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۵
جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱

عن واثلة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

## حضور افضل ترین قبیلہ میں پیدا ہوئے

حدیث ۵۵ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت فی القرن الذی کنت فیہ۔ رواہ البخاری[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں ہر قرن وطبقہ میں بنی آدم کے بہترین طبقات میں بھیجا گیا یہاں تک کہ اس طبقے میں آیا جس میں پیدا ہوا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اسے بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۵۶ کہ فرمایا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

خرجت من افضل حیین من العرب ھاشم وزھرۃ[2]۔ رواہ ابن عساکر عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں عرب کے دو سب سے افضل قبیلوں بنی ہاشم وبنی زہرہ سے پیدا ہوا۔ اس کو روایت کیا ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۵۷ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

جب معد بن عدنان کی اولاد میں چالیس مرد ہوگئے ایک بار انھوں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر پر حملہ کرکے مال لے لیا، موسیٰ علیہ السلام نے ان کے ضرر کی دعا فرمائی۔ رب عزوجل نے وحی بھیجی اے موسیٰ! انھیں بد دعا نہ کرو کہ انھیں میں سے وہ نبی امی بشیر ونذیر ہوگا جو میرا پیارا ہے اور انھیں میں سے امت مرحومہ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوگی جو مجھ سے تھوڑے رزق پر راضی اور میں ان سے تھوڑے عمل پر راضی ہوں گا، فقط ایمان پر انھیں جنت دوں گا کہ ان میں ان کے نبی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں گے (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) جو باوصف کمال رعب داب ہونے کے متواضع ہوں گے۔

اخرجتہ من خیر جیل من امتہ

میں نے ان کو سب سے بہتر گروہ قریش سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۰۳

[2] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر طہارۃ مولدہ وطیب اصلہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۲۶

قريشا ثم اخرجته من بني هاشم صفوة قريش فهم خير من خير رواه الطبراني في الكبير عن ابي امامة رضي الله تعالىٰ عنه ۔

پیدا کیا، پھر قریش میں ان کے برگزیدہ بنی ہاشم سے، وہ بہتر سے بہتر ہیں ۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۔

## نفس میں سب سے بہتر جانِ حضور

حدیث ۵۸، ۵۹ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اتاني جبريل فقال يا محمد ان الله بعثني فطفت شرق الارض وغربها وسهلها وجبلها فلم اجد حيا خيرا من العرب ثم امرني فطفت في العرب فلم اجد حيا خيرا من مضر ثم امرني فطفت في مضر فلم اجد حيا خيرا من كنانة ثم امرني فطفت في كنانة فلم اجد حيا خيرا من قريش ثم امرني فطفت في قريش فلم اجد حيا خيرا من بني هاشم ثم امرني ان اختار من انفسهم فلم اجد فيها نفسا خيرا من نفسك ۔ رواه الامام الحكيم[2] عن الامام الصادق عن الامام الباقر وصدره الى مضر الديلمي عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه ۔

جبریل (علیہ السلام) نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کی کہ اللہ عزوجل نے مجھے بھیجا میں زمین کے پورب پچھم، نرم وکوہ ہر حصے میں پھرا، کوئی قبیلہ عرب سے بہتر نہ پایا، پھر اس نے مجھے حکم دیا کہ میں نے تمام عرب کا دورہ کیا تو کوئی قبیلہ مضر سے بہتر نہ پایا۔ پھر حکم فرمایا، میں نے مضر میں تفتیش کی کوئی قبیلہ کنانہ سے بہتر نہ پایا۔ پھر حکم دیا میں نے کنانہ میں گشت کیا، کوئی قبیلہ قریش سے بہتر نہ پایا، پھر حکم دیا میں قریش میں پھرا کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر نہ پایا۔ پھر حکم دیا کہ سب میں بہتر نفس تلاش کروں تو کوئی جان حضور کی جان سے بہتر نہ پائی، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اسے روایت کیا ہے امام حکیم نے امام صادق سے انھوں نے امام باقر سے، اور اس کی ابتدار سے مضر تک دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ۔



---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب علامات نبوت باب فی کرامۃ النبی دار الکتاب بیروت ۸/۲۱۸

[2] نوادر الاصول الاصل السابع والستون دار صادر بیروت ص ۹۶

حدیث ۶۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قال لی جبریل قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم اجد افضل من محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم اجد بنی اب افضل من بنی ھاشم۔ رواہ الحاکم فی الکنی وابن عساکر[1] عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

(مجھ سے جبریل نے کہا) میں نے زمین کے پورب پچھم سے تلپٹ کئے کوئی شخص محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل نہ پایا، نہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے کنی میں اور ابن عساکر نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے صحیح سند کے ساتھ۔

حدیث ۶۱ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الخلافۃ فی قریش[2]۔ رواہ احمد و الطبرانی فی الکبیر عن عتبۃ بن عبدان رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

خلافت قریش میں ہے۔ اس کو روایت کیا ہے احمد اور طبرانی نے کبیر میں عتبہ بن عبدان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ۔

ہم نے احادیث کو اسی مضمون سے شروع کیا تھا اور اسی پر ختم کیا کہ اول باآخر نسبتے دارد (کہ اول آخر کے ساتھ نسبت رکھتا ہے)

# احکامات اور نکات

اور اب بعض دیگر احکام میں فرق دکھا کر اخلاق فاضلہ پھر نفع اخروی کی طرف توجہ کریں، تین حکم تو یہ تھے:

(۱) نکاح

(۲) امامتِ صغرٰی

(۳) امامتِ کبرٰی

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنی وابن عساکر عن عائشہ حدیث ۳۲۱۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۵۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن عتبہ بن عبدان المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۸۵

المعجم الکبیر " " " حدیث ۲۹۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۱۲۱

(۴) حکم چہارم، عرب کبھی بحالِ کفر بھی غلام نہ بنائے جائیں گے۔

(۵) حکم پنجم، ان کے مشرکوں پر جزیہ نہ رکھا جائے گا کہ ان میں جو غلام نہ بن سکے اس پر جزیہ بھی نہیں۔

(۶) حکم ششم، ان کی زمین سے کبھی خراج بھی نہ لیا جائے گا وہ بہرحال عشری ہے۔

درمختار میں ہے:

قتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقھم او ترکھم احرارا ذمۃ لنا الامشرکی العرب[1]۔

مشرکین عرب کے علاوہ دیگر عرب نژاد اگر اسلام نہ لائیں تو ان کے بارے میں اختیار ہے کہ قتل کریں یا آزاد یا انھیں غلام بنائے، ہمارے ذمے چھوڑ دے۔

اسی کی فصل فی الجزیہ میں ہے:

توضع علی کتابی و مجوسی و وثنی عجمی لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ لاعلی وثنی عربی[2]۔

جزیہ مقرر کیا جائے گا کتابی، مجوسی اور بُت پرست پر، کیونکہ ان کا غلام بنانا جائز ہے، تو ان پر جزیہ مقرر کرنا جائز ہے، نہ کہ عربی بُت پرست پر۔



اسی کے باب العشر میں ہے:

ارض العرب عشریۃ[3]۔

عرب کی زمین عشری ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

لان کما لارق علیھم لاخراج علی اراضیھم نھر وتمامہ فی الفتح[4]۔

اس لئے کہ جیسا کہ ان پر غلامی نہیں ہے ان کی زمینوں پر خراج بھی نہیں، نہر۔ اسکی کامل بحث فتح میں ہے۔

حدیث ۶۲ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ اوطاس میں فرمایا:

لوکان ثابتا علی احد من العرب رق کان الیوم[5]۔

اگر کوئی عرب غلام بن سکتا تو آج بنایا جاتا۔

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۲

[2] " " فصل فی الجزیۃ " ۱/ ۳۵۱

[3] " " باب العشر والخراج والجزیۃ " ۱/ ۳۴۷، ۳۴۸

[4] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۵۴

[5] کنز العمال بحوالہ طب عن معاذ حدیث ۳۳۹۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۷

(۷) حکمِ ہفتم، نہایہ وتبیین وشافی وفتح ودرر وغیرہا میں ہے،

تعزیر اشراف الاشراف وھم العلماء والعلویة بالاعلام بان یقول لہ القاضی بلغنی انك تفعل کذا فینزجر[1]

یعنی علماء وسادات سب سے اعلیٰ درجہ کے اشراف ہیں، ان سے اگر کوئی تقصیر موجبِ تعزیر واقع ہو کہ اراذل کرتے تو ضرب وحبس کے مستحق ہوتے، ان کے لئے اس قدر بس ہے کہ قاضی کہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایسا کام کرتے ہیں اسی قدر ان کے زجر کو بس ہے۔

## لغزشیں

حدیث ۶۳ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقیلوا الکرام عثراتھم۔ رواہ ابن عساکر[2] عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعة من حدیث۔

کریموں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

حدیث ۶۴ تا ۶۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

تجافوا عقوبة ذی المروءة الا فی حد من حدود اللہ تعالیٰ[3]۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن زید بن ثابت ووصلہ لہ فی کتاب مکارم الاخلاق

اصحابِ مروّت کی سزا سے درگزر کرو مگر حدود الہیہ سے کسی میں۔ اسے روایت کیا ہے طبرانی نے اوسط میں زید بن ثابت سے، اور اس کا ابتدائی حصہ ان کی کتاب مکارم الاخلاق میں ہے اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الحدود باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۷۸
تبیین الحقائق بحوالہ نہایہ کتاب الحدود " المطبعۃ الکبریٰ بولاق مصر ۳/۲۰۸
فتح القدیر کتاب الحدود " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۱۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ۱۵۰۵۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۰

[3] " " طس عن زید بن ثابت حدیث ۱۲۹۸۰ " " " ۵/۳۱۰
" بحوالہ طب فی مکارم الاخلاق وابی بکر بن المرزبان ۱۲۹۸۱ " " ۵/۳۱۱

۲۳ ولابی بکر بن المرزبان فی کتاب المروءۃ عن ابن عمرو لمعناہ مع زیادۃ لھذا عن الامام جعفر الصادق رضی اللہ تعالٰی عنھم وفی الباب غیرھم۔

ابوبکر بن مرزبان کی کتاب "المروۃ" میں ابن عمر سے اور اسی معنی کے ساتھ کچھ زیادہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے اور اس باب میں ان کے غیر سے روایت ہے۔

حدیث ۶۷ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم الا الحدود۔ رواہ احمد[1] والبخاری فی الادب المفرد و ابو داؤد عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

عزت داروں کی لغزشیں معاف کرو مگر حدود۔ اس کو احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور ابوداؤد نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

# تذییل: تعظیم



حدیث ۶۸ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایقوم الرجل من مجلسہ الالبنی ھاشم۔ رواہ الخطیب[2] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

آدمی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی کے لئے نہ اٹھے سوائے بنی ہاشم کے۔ اسے روایت کیا ہے خطیب نے ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

دوسری روایت میں ہے:

یقوم الرجل من مجلسہ لاخیہ ا[لا بنی] ھاشم لایقومون لاحد۔ رواہ

ہر شخص اپنے بھائی کے لئے اپنی مجلس سے اٹھے مگر بنی ہاشم کسی کے لئے نہ اٹھیں۔ اس کو

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۸۱
الادب المفرد حدیث ۴۶۵ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۳۳
سنن ابوداؤد کتاب الحدود باب فی الحد یشفع فیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۵
کنز العمال بحوالہ حم خد عن عائشہ حدیث ۱۲۹۷۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۳۰۹
[2] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن علی ۱۰۷۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۸۸

الطبرانی فی الکبیر والخطیب۔ [1]
طبرانی نے کبیر میں اور خطیب نے روایت کیا۔

## اخلاقِ فاضلہ

مشاہدہ شاہد اور تجربہ گواہ ہے کہ شریف قومیں بحیثیت مجموعی دیگر اقوام سے حیا، حمیّت، تہذیب، مروّت، سخاوت، شجاعت، سیرچشمی، فتوت، حوصلہ، ہمت، صفائے قریحت وغیرہا بکثرت اخلاقِ حمیدہ، موہوبہ، مکسوبہ میں زائد ہوتی ہیں اور سب کا آدم وحوا علیہما الصلوٰۃ والسلام ایک ماں باپ سے ہونا جس طرح تفاوت افراد کا نافی نہیں ایک آدمی لاکھ کے برابر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس شیئ خیرا من الف مثلہ الا الانسان۔ اخرجہ الطبرانی [2] فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

انسان کے سوا کوئی چیز اس کی ہم جنس ہزار کے برابر نہیں ہوسکتی۔ اس کو بیان کیا ہے طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

یوں ہی تفاوت اصناف واقوام کا منافی نہیں۔ قریش کی جرأت، شجاعت، سماحت، فتوت، قوت، شہامت، اسلام وجاہلیت دونوں میں شہرۂ آفاق رہی ہے، اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم یوں ہی جاہلیت میں بنی باہلہ خست ودناءت سے معروف تھے۔ حتی قال قائلھم (ان میں سے ایک نے کہا۔ ت):

وما ینفع الاصل من ھاشم اذا کانت النفس من باھلہ
ولو قیل للکلب یا باھلی عوی الکلب من لؤم ھذا النسب [3]

(بنی ہاشم سے اصل کا ہونا نافع نہیں جب وہ بنی باہلہ کا فرد ہو۔
جب کُتّے کو "یا باہلی" کہا جائے تو وہ اس نسب کی شرمساری سے ماند ہوجاتا ہے۔ ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۶۹۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۸۹
کنز العمال بحوالہ طب والخطیب عن ابی امامہ حدیث ۳۴۹۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۰۹۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۳۸
کنز العمال بحوالہ طب والضیاء عن سلمان حدیث ۳۴۶۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۹۱

[3] سیر اعلام النبلاء ترجمہ قتیبہ بن مسلم ۱۶۰ ۴/ ۴۱۱-۴۱۰

اسی تفاوت ہمت کے باعث ہے کہ دنیا و دین دونوں کی سلطنتیں یعنی سلطنتِ ملک و سلطنتِ علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی، دوسری قوموں کا اس میں حصہ معدوم یا کالمعدوم ہے۔ عجم میں جو شریف قومیں تھیں، اور ہیں خصوصاً اہل فارس ــــ حدیث ۴۶ کے تتمہ میں ہے:

وخیر العجم فارس[1] (عجمیوں میں بہتر فارس ہیں) تو مصداقِ حدیثِ صحیح:

لوکان العلم معلق بالثریا لیناله رجل من اھل فارس۔ اصل الحدیث فی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه و لفظ مسلم لوکان الدین عند الثریا لذھب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناوله[2]۔ اعنی امام الائمة، مالك الازمة، کاشف الغمة، سراج الامة، سیدنا امام ابوحنیفة ورواہ الطبرانی فی الکبیر[3] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما

علم اگر ثریا پر (کہ آٹھویں آسمان کے ستاروں سے ہے) آویزاں ہوتا تو ایک مردِ فارسی وہاں سے لے آتا۔ اصل حدیث بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے ہے، اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں، اگر دین ثریا پر ہوتا تب بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا۔ یا فرمایا: فارس کی اولاد میں سے اس کو حاصل کر لیتا۔ وہ شخص امام الائمہ، مالک الازمہ، کاشف الغمہ، سراج الامہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں اور اس کو طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔



سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فارسی ہونا کیا مضر، خصوصاً اولادِ کسرٰی کہ فارس کی اعلٰی نسل شمار ہوتی ہے جو ہزارہا سال صاحبِ تاج و تخت رہی اور ان کی مجوسیت شریف قوم گنے جانے کے منافی نہیں، جیسے قریش کہ زمانۂ جاہلیت میں بت پرست تھے اور بلاشبہہ وہ تمام جہان کی اقوام سے افضل قوم ہے۔ انھیں فارسیوں میں امام بخاری بھی ہیں (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ)، یونہی خراسانی کہ وہ بھی فارسی ہیں، بلکہ تیسیر میں زیرِ حدیث:

لوکان الایمان عند الثریا لتناوله رجال[4] اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اس کے علاقے

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۷۸
کنز العمال حدیث ۳۴۱۰۹ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۲/۸۷
[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۲
[3] المعجم الکبیر عن عبد اللہ ابن عباس حدیث ۱۰۴۷۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۵۱

من فارس۔ (یعنی فارس) کے لوگ اس کو حاصل کر لیتے۔

قیل اراد بفارس ھنا اھل خراسان[1] (کہا جاتا ہے فارس سے مراد یہاں اہلِ خراسان ہیں۔ت) اور نسب بلاد مثل خراسان و بلخ و مرو و ترمذ کا ذکر خارج از بحث ہے۔

شرافت و دنارت کسی شہر کی سکونت پر نہیں، نہ بعض اکابر کا کوئی پیشہ کرنا اس کے جواز سے زائد دلیل نادر پر حکم۔ فرق ہے اس میں کہ فلاں امام نے قناجی کی اور فلاں نسّاج کہ قومِ نساجین سے تھا امام ہوگیا، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بکریاں چرائیں، اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں گڈریا نبی ہوگیا، اور سوبات کی ایک بات وُہ ہے جس کی طرف ہم نے صدرِ کلام میں اشارہ کیا کہ موازنہ بحیثیت مجموعی ہے نہ کہ فرداً فرداً، اور حکم کے لئے غالب بلکہ اغلب کافی، اور شک نہیں کہ یُوں اخلاقِ فاضلہ میں شریف قوموں کا حصّہ غالب ہے اور احادیثِ کثیرہ اس پر ناطق، متعدد احادیث سے گزرا کہ:

ایک قریش کی قوت دو مردوں کے برابر ہوتی ہے، اور ایک قریش کی امانت دو آدمیوں کے مثل۔

حدیث ۶۹ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اختلف الناس فالعدل فی مضر۔ رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن ابن عباس۔

جب لوگ مختلف ہوں تو عدل قوم مضر میں ہے (جن میں سے قریش ہیں)۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے۔

حدیث ۷۰ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قسم الحیاء عشرۃ اجزاء فتسعۃ فی العرب وجزء فی سائر الناس۔ رواہ الخطیب[3] فی البخلاء عن محمد بن مسلم۔

حیا کے دس حصّے کئے گئے ان میں سے نو حصّے عرب میں ہیں اور ایک باقی تمام لوگوں میں۔ اس کو روایت کیا ہے خطیب نے بخلاء میں محمد بن مسلم سے۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لوکان الایمان عند الثریا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۰۹

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۱۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۱۷۸

[3] کنز العمال بحوالہ الخطیب فی کتاب البخلاء حدیث ۳۴۱۱۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۸۸

حدیث ۱، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان فلانا اھدی الیّ ناقۃ فعوضتہ منھا ست بکرات فظل ساخطا لقد ھممت ان لا اقبل ھدیۃ الا من قرشی او انصاری او ثقفی او دوسی۔ الحدیث، رواہ احمد والترمذی[1] والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

بے شک فلاں شخص نے ایک ناقہ نذر دیا تھا میں نے اس کے بدلے چھ جوان ناقے عطا فرمائے اور وہ ناراض ہی رہا، بے شک میرا ارادہ ہوا کہ ہدیہ قبول نہ کروں مگر قرشی یا انصاری یا ثقفی یا دوسی کا، الحدیث، اس کو روایت کیا ہے احمد اور ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ۔

قال المناوی فی التیسیر لانھم لمکارم اخلاقھم وشرف نفوسھم وطیب عنصرھم لا تطمح نفوسھم الی ما ینتظر الیہ السفلۃ والرعاع من استکثار العوض علی الھدیۃ[2]

مناوی نے تیسیر میں کہا کہ وہ اپنے کرم اخلاق اور شرافت کے باعث کمینوں کی طرح ہدیہ پر زیادہ معاوضے کے نگران نہیں رہتے۔



## امانت دار

حدیث ۲، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یملی مصاحفنا الا غلمان قریش وغلمان ثقیف۔ رواہ ابونعیم[3] عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہمارے مصحف نہ لکھیں مگر قریش و ثقیف کے لڑکے (یہ باب امانت سے ہوا) اسے ابونعیم نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۳، و ۴، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب فی ثقیف وبنی حنیفہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۳۳
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۹۲
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان فلانا اہدی لی ناقۃ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۲۴
[3] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن جابر حدیث ۳۷۹۸۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۷۷

ان قریشا اھل صدق وامانۃ فمن بغی لھم العواثر کبہ اللہ علی وجھہ۔ رواہ الامام الشافعی وابوبکر بن ابی شیبۃ والامام احمد والبخاری فی الادب المفرد وابن جریر والشاشی و الطبرانی والضیاء عن رفاعۃ بن رافع الزرقی وابن النجار عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک قریش راستی و امانت والے ہیں تو جو اُن کی لغزشیں چاہے اللہ اسے منہ کے بل اوندھا کردے۔ اسے روایت کیا ہے امام شافعی اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور امام احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور ابن جریر اور شاشی اور طبرانی اور ضیاء نے رفاعہ بن رافع الزرقی سے اور ابن النجار نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

## چار خصلتیں

حدیث ۵، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان فیھم لخصالا اربعا انھم اصلح الناس عند فتنۃ واسرعھم اقامۃ بعد مصیبۃ واوشکھم کرۃ بعد فرۃ وخیرھم لمسکین ویتیم وامنعھم من ظلم المملوک۔ رواہ ابونعیم فی الحلیۃ عن المستورد الفھری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی قریش یا بنی ہاشم میں چار خصلتیں ہیں، فتنہ کے وقت وہ سب سے زائد صلاح پر ہوتے اور مصیبت کے بعد سب سے پہلے ٹھیک ہوجاتے اور لڑائی میں پسپا بھی ہوں تو سب سے جلد تر دشمن پر پلٹ پڑتے ہیں اور مسکین و یتیم و مملوک کے حق میں سب سے بہتر ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابونعیم نے حلیہ میں المستورد الفہری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

---

[۱] مسند احمد بن حنبل حدیث رفاعہ بن رافع المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۴۰
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۱۲۴۳۳ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/۱۶۸
المعجم الکبیر حدیث ۴۵۴۴ و ۴۵۴۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/۴۵ و ۴۶
[۲] حلیۃ الاولیاء ترجمہ عبد اللہ بن وہب ۴۲۵ دار الکتاب العربی بیروت ۸/۳۲۹
کنز العمال بحوالہ حل عن المستورد الفہری حدیث ۳۳۸۸۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۸
〃 〃 〃 〃 ۳۳۹۰۳ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۲/۴۰ و ۴۱

## نیک عورتیں

حدیث ۷، تا ۸، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خیر الناس رکبن الابل صالح نساء قریش احناہ علی ولد فی صغرہ وارعاہ علی زوج فی ذات یدہ۔ رواہ احمد[1] والبخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ و ابوبکر بن ابی شیبۃ عن مکحول مرسلاً وابن سعد فی طبقاتہ عن ابن ابی نوفل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عرب کی سب عورتوں میں بہتر قریش کی نیک بیویاں ہیں، اپنے چھوٹے بچے پر سب سے زیادہ مہربان اور اپنے شوہر کے مال کی سب سے بڑھ کر نگہبان۔ اسے روایت کیا ہے احمد اور بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے مکحول سے مرسلاً اور ابن سعد نے اپنے طبقات میں ابن ابی نوفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۹، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ والعرق دساس وادب السوء کعرق السوء۔ رواہ البیھقی[2] فی شعب الایمان والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یونہی آدمیوں کی ہیں، اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

یہیں سے کہتے ہیں کہ: اصل بد از خطا، خطا نہ کند (بد اصل غلطی کا مرتکب رہتا ہے۔ ت)

## کفو میں شادی

حدیث ۱۰ تا ۱۲ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] صحیح البخاری کتاب النفقات باب حفظ المرأۃ زوجہا فی ذات یدہ الخ قدیمی کتبخانہ کراچی ۲/۸۰۸
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل نساء قریش " " " ۲/۸-۳۰۷
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۶۹، ۳۱۹، ۳۹۳، ۵۰۲

[2] شعب الایمان حدیث ۱۰۹۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۴۵۵
تاریخ بغداد ترجمہ احمد بن اسحاق بن صالح الخ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۰

تخیروا لنطفکم فانکحوا الاکفاء، وانکحوا الیھم[1] وفی لفظ فان النساء یلدن اشباہ اخوانھن واخواتھن۔ رواہ ابن ماجۃ[2] والحاکم والبیھقی والحاکم فی السنن وباللفظ الاٰخر ابن عدی وابن عساکر کلھم عن اُم المؤمنین الصدیقۃ صدرہ عند تمام والضیاء وابی نعیم فی الحلیۃ عن انس، وعند ابی عدی والدیلمی عن ابن عمر۔

اپنے نطفہ کے لئے اچھی جگہ تلاش کرو، کُفو میں بیاہ ہو، اور کُفو سے بیاہ کر لاؤ کہ عورتیں اپنے ہی کنبے کے مشابہ جنتی ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی نے اور حاکم نے سنن میں، اور دوسرے الفاظ میں ابن عدی وابن عساکر سب نے ام المومنین صدیقہ سے، حدیث کا ابتدائی حصہ تمام، ضیاء اور ابونعیم کی حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن عدی و دیلمی کے ہاں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

تزوجوا فی الحجز الصالح فان العرق دسّاس۔ رواہ ابن عدی[3] والدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگِ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عدی اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاکم وخضراء الدمن المرأۃ الحسناء فی المنبت السوء۔ رواہ

گھوڑے کی ہریالی سے بچو، بری نسل میں خوب صورت عورت ــــ اس کو روایت

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح، باب الاکفاء ص ۱۴۲ السنن الکبرٰی، کتاب النکاح، باب اعتبار الکفاءۃ ۱۳۳/۷
المستدرک للحاکم کتاب النکاح باب تخیروا لنطفکم الخ دار الفکر بیروت ۱۶۳/۲

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ عیسٰی بن عبد اللہ الخ دار الفکر بیروت ۱۸۸۳/۵
کنز العمال بحوالہ عد وابن عساکر عن عائشہ حدیث ۴۴۵۵۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲۹۵/۱۶

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ ولید بن محمد الموقری دار الفکر بیروت ۲۵۳۵/۷
کنز العمال بحوالہ عد عن انس حدیث ۴۴۵۵۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲۹۶/۱۶

الرامهرمزی[1] فی الامثال والدارقطنی فی الافراد والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کیا ہے رامہرمزی نے امثال میں اور دارقطنی نے افراد میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابن سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۸۵ و ۸۶ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

العرب للعرب اکفاء والموالی للموالی اکفاء الاحائك او حجام۔ رواہ البیہقی[2] عن ام المومنین وعن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

عرب عرب کے کفو ہیں اور موالی موالی کے، مگر جولاہا یا حجام۔ اس کو روایت کیا ہے بیہقی نے ام المومنین وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

## نفع آخرت

ظاہر ہے کہ اخلاقِ فاضلہ باعثِ اعمالِ صالحہ ہیں، اور اعمالِ صالحہ نفعِ آخرت، اور اس خصوص میں نصوص بکثرت۔

حدیث ۸۷ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:



قریش علی مقدمۃ الناس یوم القیٰمۃ ولولا ان تبطر قریش لاخبرتها بما لمحسنها من الثواب عند اللہ۔ رواہ ابن عدی[3] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قریش روزِ قیامت سب لوگوں سے آگے ہونگے اور اگر قریش کے اترا جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں انھیں بتا دیتا کہ ان کے نیک کے لئے اللہ کے یہاں کیا ثواب ہے۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عدی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۵۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۸۲
کنز العمال بحوالہ الرامہرمزی فی الامثال حدیث ۳۴۴۸۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۰۰

[2] السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب اعتبار الصنعۃ فی الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/۱۳۴ و ۱۳۵

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ اسمٰعیل بن یحیٰی مدنی دار الفکر بیروت ۱/۲۹۹
کنز العمال بحوالہ عد عن جابر حدیث ۳۳۸۱۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۵

## روزِ قیامت حضور سے قریب تر قریش ہوں گے

حدیث ۸۸ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

ان لواء الحمد یوم القیامة بیدی وان اقرب الخلق من لوائی یومئذ العرب۔ رواه الامام الترمذی الحکیم والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه۔

بے شک روزِ قیامت لوار الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، اور بے شک اس دن تمام مخلوق میں عرب میرے نشان سے زیادہ قریب ہوں گے۔ اسے روایت کیا ہے امام ترمذی حکیم نے اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۸۹ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

اول من اشفع له یوم القیٰمة من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من اٰمن بی واتبعنی من الیمن ثم من سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع له اولا افضل۔ رواه الطبرانی فی الکبیر والدارقطنی فی الافراد والمخلص فی الفوائد عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

روزِ قیامت میں سب سے پہلے اہل بیت کی شفاعت فرماؤں گا، پھر درجہ بدرجہ زیادہ نزدیک ہیں قریش تک، پھر انصار، پھر وہ اہل یمن جوکہ مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی، پھر باقی عرب، پھر اہل عجم، اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں وہ افضل ہے۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں اور دارقطنی نے افراد میں اور مخلص نے فوائد میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے۔

---

ل شعب الایمان حدیث ۱۶۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۳۲
کنز العمال بحوالہ الحکیم طب ہب حدیث ۳۳۹۲۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۴۶
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل العرب دار الکتاب بیروت ۱۰/۵۲
ل المعجم الکبیر عن ابن عمر حدیث ۱۳۵۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/۴۲۱
کنز العمال بحوالہ طب ک حدیث ۳۴۱۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۹۴

## ترجیح قریش کی ہوگی

حدیث ۹۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لو انی اخذت بحلقۃ باب الجنۃ ما بدأت الا بکم یا بنی ہاشم۔ رواہ الخطیب[1] عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں دروازۂ بہشت کی زنجیر ہاتھ میں لوں، تو اے بنی ہاشم! پہلے میں تمھیں سے شروع کروں۔ اسے روایت کیا ہے خطیب نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۹۱ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اترون انی اذا تعلقت بحلق ابواب الجنۃ اوثر علی بنی عبد المطلب احدا۔ رواہ ابن النجار[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کیا یہ خیال کرتے ہو کہ جب میں دریائے جنت کی زنجیر ہاتھ میں لوں اُس وقت اولادِ عبد المطلب پر کسی اور کو ترجیح دُوں گا۔ اس کو روایت کیا ہے ابن النجار نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔



## حضور سے قرابت

حدیث ۹۲ تا ۹۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کل سبب ونسب منقطع یوم القیٰمۃ الا سببی ونسبی۔ رواہ البزار[3] والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک

ہر علاقہ اور رشتہ روزِ قیامت قطع ہو جائیگا مگر میرا علاقہ اور رشتہ۔ اسے روایت کیا ہے بزار اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ عبد اللہ بن الحسن ۵۰۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۹/۴۳۹

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن ابن عباس حدیث ۳۳۹۰۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۴۱

[3] المعجم الکبیر حدیث ۲۶۳۳ تا ۲۶۳۵ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/۴۵ و حدیث ۱۱۶۲۱ ۱۱/۲۴۳
السنن الکبرٰی کتاب النکاح بیروت ۷/۱۱۴ و المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳/۱۴۲
کنز العمال حدیث ۳۱۹۱۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۹

وصححه وقال الذهبی اسناده صالح والدارقطنی والبیہقی فی السنن والضیاء فی المختارۃ عن امیر المومنین عمر، والطبرانی عن ابن عباس وعن المسور بن مخرمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم، وھو عند احمد والحاکم والبیہقی عن المسعر فی حدیث اولہ فاطمۃ بضعۃ منی[1] وحدیث الفاروق مع قصۃ تزوجہ سیدتنا ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہم رواہ سعید بن منصور فی سننہ وابن سعد فی الطبقات وابونعیم فی المعرفۃ وابن عساکر بطرق وابن راھویۃ مختصرًا۔

میں اور اسے صحیح کہا اور ذہبی نے کہا اس کی سند صالح ہے، اور دارقطنی اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں امیر المومنین عمر سے، اور طبرانی نے ابن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔ اور یہ حدیث احمد، حاکم اور بیہقی کے ہاں مسعر سے مروی ہے اس حدیث کے اول میں ہے فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میرے گوشت کا قطعہ ہے، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مع قصہ حضرت سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا اپنے ساتھ نکاح، مروی ہے سعید بن منصور سے سنن میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور ابن عساکر نے متعدد طرق سے اور ابن راہویہ نے مختصرًا روایت کیا ہے۔

حدیث ۵۹ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کل نسب وصہر ینقطع یوم القیمۃ الا نسبی وصہری۔ رواہ ابن[2] عساکر عن عبد اللہ بن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ٹوپی اور پانچے کے سب رشتے قیامت میں منقطع ہوجائیں گے مگر میرے رشتے۔ اس کو روایت کیا ابن عساکر نے عبد اللہ بن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا،

مابال اقوام یزعمون ان قرابتی

کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب النکاح ۷/۶۴ و المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳/۱۵۸
کنز العمال بحوالہ حم ک حدیث ۳۴۲۲۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۰۸
[2] " " ابن عساکر " ۳۱۹۱۵ " " " ۱۱/۴۰۹

لاتنفع کل سبب ونسب منقطع یوم القیمۃ الا نسبی وسببی فانھا موصولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ رواہ البزّار۔

قرابت نفع نہ دے گی، ہر علاقہ و رشتہ قیامت میں منقطع ہوجائے گا مگر میرا رشتہ اور علاقہ کہ دنیا و آخرت میں جُڑا ہُوا ہے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث صحیح میں یُوں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بر سرِ منبر فرمایا:

مابال رجال یقولون ان رحم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتنفع قومہ یوم القیمۃ بلٰی واللہ ان رحمی موصولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ رواہ الحاکم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ وصححہ ابن حجر فی غیر ما مقام۔

کیا خیال ہے ان شخصوں کا کہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قرابت روزِ قیامت ان کی قوم کو نفع نہ دے گی، خدا کی قسم میری قرابت دنیا و آخرت میں پیوستہ ہے۔ اسے روایت کیا ہے حاکم نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اس کو ابن حجر نے کئی مقام پر صحیح قرار دیا ہے۔



حدیث ۹۷ تا ۱۰۱: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا:

مابال اقوام یزعمون ان رحمی لاتنفع بل حتی حاء وحکم۔ رواہ الحاکم و ابن عساکر عن ابی بردۃ ومعناہ عند الطبرانی وابن مندۃ والدیلمی عن ابی ھریرۃ وابن عمر وعمار معاً رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین وبوجہ اٰخر عند الطبرانی فی الکبیر عن ام ھانی رضی اللہ تعالٰی عنہ وسیاْتی۔

کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی، ہاں نفع دے گی یہاں تک کہ قبائل حاء وحکم دو قبیلہ یمن کو۔ اسے روایت کیا ہے ابن عساکر نے ابی بردہ سے۔ اسی معنٰی کو طبرانی، ابن مندہ اور دیلمی نے حضرت ابوہریرہ، ابن عمر اور عمار سے اجتماعی طور پر روایت کیا ہے رضی اللہ عنہم۔ اور ایک اور طریق سے طبرانی نے کبیر میں ام ہانی رضی اللہ عنہا سے، اور ابھی یہ روایت آئے گی۔

---

۱؎ مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامتہ صلے اللہ علیہ وسلم دارالکتاب بیروت ۸/ ۲۱۶

۲؎ المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ من اہان قریشا اہانہ اللہ دارالفکر بیروت ۴/ ۷۴

مجمع الزوائد باب ماجاء فی حوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتاب بیروت ۱۰/ ۳۶۴

۳؎ 〃 کتاب المناقب باب مناقب ام ہانی رضی اللہ عنہ 〃 〃 〃 ۹/ ۲۵۷

## جنّت میں بلند درجے والا کون!

حدیث ۱۰۲ و ۱۰۳ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

رأیت کانی دخلت الجنۃ فرأیت لجعفر درجۃ فوق درجۃ زید فقلت ماکنت اظن ان زیدا دون جعفر فقال جبریل ان زیدا لیس بدون جعفر ولکنا فضلنا جعفرا لقرابتہ منك۔ رواہ الحاکم[1] عن ابن عباس وابن سعد فی الطبقات عن محمد بن عمر بن علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم مرسلا، وھذا اللفظ ملفق بینھما

میں جنت میں گیا تو ملاحظہ فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب کا درجہ زید بن ثابت کے درجے سے اوپر ہے' میں نے کہا مجھے گمان نہ تھا کہ زید جعفر سے کم ہے، جبریل نے عرض کی زید جعفر سے کم تو نہیں مگر ہم نے جعفر کا درجہ اس لئے زیادہ کیا ہے کہ انھیں حضور سے قرابت ہے۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے ابن عباس سے اور ابن سعد نے طبقات میں محمد بن عمر بن علی المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مرسلاً، اور یہ لفظ دونوں میں مختلف ہے۔



حدیث ۱۰۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من قرأ القراٰن فاستظھرہ فاحل حلالہ وحرم حرامہ ادخلہ اللہ بہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ کلھم قد وجبت لہ النار۔ رواہ ابن ماجۃ[2] والترمذی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ۔

جس نے قرآن حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا اللہ تعالٰی اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے اہل خانہ کے دس افراد کے متعلق اس کی سفارش قبول ہوگی جن پر جہنم واجب ہوچکی تھی۔ اس کو روایت کیا ہے ابن ماجہ اور ترمذی نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۳۸
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۱۰
[2] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی فضل قاری القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۴
سنن ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹

## شفاعت اور مغفرت

حدیث ۱۰۵: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

الحاج یشفع فی اربع مائة من اھل بیت او قال من اھل بیته ویخرج من ذنوبه کیوم ولدته امه۔ رواہ البزار[1] عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه۔

چارسو عزیزوں قریبوں کے حق میں حاجی کی شفاعت قبول ہوگی۔ حاجی گناہ سے ایسے نکل جاتا ہے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اس کو روایت کیا ہے بزار نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے۔

حدیث ۱۰۶: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

الشهید یشفع فی سبعین من اھل بیته۔ رواہ ابوداؤد[2] وابن حبان فی صحیحه عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنه۔

شہید کی شفاعت اس کے ستر اقارب کے بارے میں مقبول ہوگی۔ اس کو ابوداؤد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔



حدیث ۱۰۷: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

الشهید یغفرله اول دفقة من دمه ویزوج حوراوین ویشفع فی سبعین من اھل بیته رواہ الطبرانی[3] فی الاوسط بسند حسن عن ابی ھریرة

شہید کے بدن سے پہلی بار جو خون نکلتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کی مغفرت فرمادی جاتی ہے، اور دم نکلتے ہی دو حوریں اس کی خدمت کو آجاتی ہیں، اور اپنے گھر والوں سے ستر اشخاص کی شفاعت کا اسے اختیار دیا جاتا ہے۔ اسے

---

[1] کنز العمال بحوالہ البزار عن ابی موسٰی حدیث ۱۱۸۴۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۱۴
الترغیب والترھیب بحوالہ البزار کتاب الحج حدیث ۱۵ مصطفٰے البابی مصر ۲/۱۶۶
مجمع الزوائد " " باب دعاء الحجاج والعمار دار الکتاب بیروت ۳/۲۱۱

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الشہید یشفع آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۱
موارد الظمآن حدیث ۱۶۱۲ المطبعۃ السلفیۃ ص ۲۸۸

[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۳۲۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۱۸۱

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

طبرانی نے اوسط میں بسندِ حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۱۰۸ و ۱۰۹ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

للشهيد عند الله سبع خصال (الى ان قال) ويشفع فى سبعين انسانا من اقاربه۔ رواه احمد[1] بسند حسن والطبرانى فى الكبير عن عبادة بن الصامت والترمذى وصححه وابن ماجة عن المقدام بن معديكرب رضى الله عنهما۔

شہید کے لئے اللہ کے یہاں سات کرامتیں ہیں، ہفتم یہ کہ اس کے اقربا سے ستر شخصوں کے حق میں اسے شفیع بنایا گیا۔

اس کو احمد نے بسندِ حسن اور طبرانی نے کبیر میں عبادہ بن صامت سے اور ترمذی نے اور اسے صحیح کہا اور ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

حدیث ۱۱۰ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

يصف الناس يوم القيمة صفوفا فيمر الرجل من اهل النار على الرجل فيقول يا فلان اما تذكر يوم استسقيت فسقيتك شربة فيشفع له، ويمر الرجل على الرجل فيقول اما تذكر يوم ناولتك طهورا فيشفع له ويقول يا فلان اما تذكر يوم بعثتنى فى حاجة كذا فذهبت لك فيشفع له۔ رواه ابن[2] ماجة عن انس

لوگ روزِ قیامت پرے باندھے ہوں گے، ایک دوزخی ایک جنتی پر گزرے گا اس سے کہے گا کیا آپ کو یاد نہیں آپ نے ایک دن مجھ سے پانی پینے کو مانگا میں نے پلایا تھا، اتنی سی بات پر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا۔ ایک دوسرے پر گزرے گا کہے گا آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کو پانی دیا تھا، اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہوجائے گا۔ ایک کہے گا آپ کو یاد نہیں کہ فلاں دن آپ نے مجھے فلاں

---

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ احمد والطبرانی کتاب الجہاد حدیث ۲۷ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۲۰
جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۹، ۲۰۰
سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۶

[2] " " کتاب الادب باب فضل صدقۃ الماء ص ۲۷۰

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ کام کو بھیجا میں چلا گیا تھا اسی قدر پر یہ اسکی شفاعت کریگا۔ اسکو ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا

ایک روایت میں ہے کہ "جنتی جھانک کر دوزخی کو دیکھے گا ایک دوزخی اس سے کہے گا "آپ مجھے نہیں جانتے" وہ کہے گا "واللہ! میں تو تجھے نہیں پہچانتا، افسوس تجھ پر تو کون ہے" وہ کہے گا "میں وہ ہوں کہ آپ ایک دن میری طرف سے ہو کر گزرے اور مجھ سے پانی مانگا اور میں نے پلا دیا تھا اس کے صلہ میں اپنے رب کے حضور میری شفاعت کیجئے" وہ جنتی اللہ عزوجل کے زائروں میں اسکے حضور حاضر ہو کر یہ حال عرض کریگا، کہے گا "یارب شفعنی اے میرے رب! تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما" فیشفعہ اللہ مولیٰ عزوجل اس کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائیگا" رواہ ابو یعلیٰ[1] عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"

## دو یتیموں کی دیوار اور اصلاحِ اعمال

جب مقبولانِ خدا سے اتنا سا علاقہ کہ کبھی ان کو پانی پلا دیا یا وضو کو پانی دے دیا، عمر میں اس کا کوئی کام کر دیا، آخرت میں ایسا نفع دے گا تو خود ان کا جزء ہونا کس درجہ نافع ہونا چاہیئے بلکہ دنیا و آخرت میں صالحین سے علاقہ نسب کا ہونا قرآن عظیم سے ثابت ہے،

واما الجدار فکان لغلمین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنزلھما وکان ابوھما صالحا فاراد ربك ان یبلغا اشدھما و یستخرج کنزھما رحمۃ من ربك[2]

وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا، اور ان کا باپ نیک تھا، تو میرے رب نے اپنی رحمت سے چاہا کہ یہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں۔

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ایک دیوار گرتے دیکھی اور ہاتھ لگا کر اسے قائم کر دیا اور وہاں والوں نے ان کو اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مہمانی دینے سے انکار کر دیا تھا اور ان کو کھانے کی حاجت تھی اس پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ "آپ چاہتے تو اس پر اجرت لیتے" خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا یہ جواب دیا کہ:

---

[1] مسند ابو یعلیٰ حدیث ۳۹۹۳ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۱۱۶

[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۸۲

"یہ دیوار دو یتیموں کی ہے جو ایک مرد صالح کی اولاد میں ہیں اور اس میں نیچے ان کا خزانہ ہے، دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا، لوگ لے جاتے، لہذا آپ کے رب عزوجل نے اپنی رحمت سے چاہا کہ دیوار قائم اور خزانہ محفوظ رہے کہ وہ جوان ہو کر نکالیں، ان کے صالح باپ کے صدقہ میں ان پر یہ رحمت ہوئی۔"

علماء فرماتے ہیں، وہ ان بچوں کا آٹھواں یا دسواں باپ تھا۔

حدیث ۱۱۱: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں،

حفظ الصلاح لابیھما وما ذکر عنھما صلاحا۔

ان کے باپ کی صلاح کا لحاظ فرمایا گیا، ان کی اپنی صلاح کا کوئی ذکر نہ فرمایا۔

یعنی وہ اگرچہ خود بھی صالح ہوں اور کیوں نہ ہوں گے کہ ان کے لئے خزانہ لازوال محفوظ رکھا تھا سونے کی تختی پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا، اور کچھ نصائح و مواعظ۔

کما رواہ ابنا ابی حاتم[1] و مردویۃ فی تفاسیرھما عن ابی ذر وھذا عن علی رضی اللہ تعالٰی عنھما کلاھما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والشیرازی فی الالقاب والخرائطی فی قمع الحرص وابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ۔

جیسا کہ اسے روایت کیا ہے ابن حاتم و مردویہ نے اپنی تفاسیر میں ابی ذر سے اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، دونوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ اور شیرازی نے القاب میں اور خرائطی نے قمع الحرص میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول سے۔

مگر یہ صلاح کا سبب تھا نہ کہ نتیجہ، نتیجہ ان کے باپ کی صلاح کا تھا،

رواہ الامام عبد اللہ بن المبارک و

اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن مبارک اور

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا المطبعۃ المیمنۃ مصر ۱۶/۶
الدر المنثور بحوالہ ابن مبارک وسعید بن منصور واحمد فی الزہد وابن المنذر وابن ابی حاتم الخ ۴/۲۳۵
" " بحوالہ حاتم وابن مردویہ والبزار عن ابی ذر رضی اللہ عنہ مکتبۃ آیۃ اللہ قم ایران ۴/۲۳۴
" " بحوالہ الخرائطی فی قمع الحرص وابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس ۴/۲۳۵
تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۷/۲۳۷۵

الامام احمد[1] فی الزھد وسعید ابن منصور فی سننہ وابنا المنذر و ابی حاتم فی تفاسیرھما والحاکم فی المستدرک۔

امام احمد نے زہد میں اور سعید ابن منصور نے اپنی سنن میں اور ابن منذر و ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیروں میں اور حاکم نے مستدرک میں۔

حدیث ۱۱۲ تا ۱۱۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ یصلح بصلاح الرجل ولدہ وولد ولدہ ویحفظہ فی ذریتہ والدویرات حولہ فمایزالون فی ستر من اللہ و عافیۃ۔ رواہ ابن مردویۃ[2] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما مرفوعا وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما من قولہ وھذا اللفظ والمرفوع بمعناہ ونحوہ لابن المبارک و ابن ابی شیبۃ عن محمد بن المنکدر موقوفاً۔

بے شک اللہ تعالٰی آدمی کی صلاح سے اس کی اولاد اور اولادِ اولاد کی صلاح فرما دیتا ہے، اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرما دیتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے پردہ پوشی و امان میں رہتے ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعاً اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان کا قول روایت کیا یہ اس کے الفاظ ہیں اور مرفوع حدیث اسی کے معنی میں ہے اور اسی کی مثل ابن مبارک اور ابن ابی شیبہ نے محمد بن منکدر سے موقوفاً روایت کیا۔

## اولاد کا ثواب اور اس کا اجر

حدیث ۱۱۵ کعب احبار نے فرمایا:

ان اللہ یخلف العبد المومن فی ولدہ ثمانین عاما۔ رواہ احمد[3] فی الزھد۔

اللہ تعالٰی بندۂ مومن کی اولاد میں اسّی برس تک اس کی رعایت کرتا ہے۔ اس کو احمد نے زہد میں روایت کیا ہے۔

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت آیۃ و کان ابوھما صالحا مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۴/ ۲۳۵

[2] تفسیر ابن ابی حاتم " " " " " " " " مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۷/ ۲۳۷۵

الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس و ابن مردویہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما ۴/ ۲۳۵

" " بحوالہ ابن مبارک و ابن ابی شیبہ عن محمد بن المنکدر موقوفاً ۴/ ۲۳۵

[3] " " بحوالہ احمد فی الزھد تحت آیۃ و کان ابوھما صالحا ۴/ ۲۳۵

حدیث ۱۱۶ سیدنا عیسٰی ابن مریم علیہما الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا:

طوبٰی لذریۃ المومن ثم طوبٰی لھم کیف یحفظون من بعدہ[1]۔

مومن کی ذریت کے لئے خوبی وخوشی ہے، پھر خوبی وخوشی ہے کیسی، اس کے بعد ان کی حفاظت ہوتی ہے۔

اس پر خیثمہ نے وہی آیت تلاوت کی فکان ابوھما صالحا۔

اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد فی الزھد و ابن ابی حاتم عن خیثمۃ۔

اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ اور احمد نے زہد میں، اور ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے۔

وقال اللہ عزوجل (اور اللہ عزوجل نے فرمایا):

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنٰھم من عملھم من شیئ[2]۔

اور وہ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان میں ان کی تابع ہوئی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا۔

حدیث ۱۱۷ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ یرفع ذریۃ المومن الیہ فی درجتہ وان کانوا دونہ فی العمل لتقربھم عینیہ۔

بیشک اللہ تعالٰی مومن کی ذریت کو اس کے درجہ میں اس کے پاس اٹھالے گا اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہوں تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

پھر یہی آیت کریمہ من شیئ تک تلاوت کی، اور اس کی تفسیر میں فرمایا:

مانقصنا الاٰباء بما اعطینا البنین۔

رواہ البزار وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو عند سعید بن منصور وھناد وابناء جریر والمنذر وابی حاتم والحاکم

ہم نے جو اولاد کو عطا کیا اسکے سبب والدین کو کچھ اجر کم نہ فرمایا۔ اسے روایت کیا بزار اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور اسکو سعید بن منصور، ھناد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم،

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد فی الزہد وابن ابی حاتم تحت آیہ وکان ابوھما صالحا ۴/ ۲۳۸
الزہد لامام احمد بن حنبل من مواعظ عیسٰی علیہ السلام دار الدیان للتراث قاہرہ ص ۷۲

[2] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۱

[3] الدر المنثور بحوالہ البزار وابن مردویہ عن ابن عباس تحت آیۃ والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم الخ ۶/ ۱۱۹
" " " سعید بن منصور وابناء جریر والمنذر وابی حاتم والحاکم والبیہقی " " ۶/ ۱۱۹

والبیھقی فی سننه عنه رضی الله تعالٰی عنه من قوله۔

حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۱۰: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

اذا دخل الرجل الجنة سأل عن ابویه وذریته وولده فیقال انھم لم یبلغوا درجتك وعملك فیقول یارب قد علمت لی ولھم فیؤمر بالحاقھم به۔ رواه عنه الطبرانی[1] وابن مردویه۔

جب آدمی جنّت میں جائے گا اپنے ماں باپ اور اولاد کو پوچھے گا۔ ارشاد ہوگا کہ وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے۔ عرض کرے گا اے رب میرے! میں نے اپنے اور ان کے سب کے نفع کے لئے اعمال کئے تھے۔ اس پر حکم ہوگا کہ وہ اس سے ملادئے جائیں۔ اسے طبرانی نے وابن مردویہ نے اس سے روایت کیا۔

اس کی تصدیق میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کریمہ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هم ذریة المؤمن یموتون علی الاسلام فان کانت منازل اٰبائھم ارفع من منازلھم لحقوا اٰبائھم ولم ینقصوا من اعمالھم التی عملوا شیئا۔ رواه عنه ابن ابی[2] حاتم۔

یہ ذریت مومن کا حال ہے جو اسلام پر مریں، اگر ان کے باپ دادا کے درجے ان منزلوں سے بلند تر ہوئے تو یہ اپنے باپ دادا سے ملادئے جائیں گے اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسے روایت کیا ابن عباس سے ابن ابی حاتم نے۔

## صحابہ اور اہل بیت کی اولاد کے درجات

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق و فاروق و عثمان و علی و جعفر و عباس و انصار کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کی صلاح کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی و فاروقی و عثمانی و علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں، یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات عُلیہ سادات کرام،

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ الطبرانی وابن مردویہ تحت آیۃ والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریاتھم الخ ۶/ ۱۱۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ابن ابی حاتم ۶/ ۱۱۹

وعدنی ربی فی اھل بیتی من اقر منھم بالتوحید ولی بالبلاغ ان لا یعذبھم۔ رواہ الحاکم[1] عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصححہ ھو ثم ابن حجر فی صواعقہ۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہلِ بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا اسے عذاب نہ فرمائے گا۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اور اسے صحیح کہا، پھر ابن حجر نے اپنی صواعق میں۔ اور اللہ ہی کے لئے خوبیاں ہیں جو دونوں جہان کا رب ہے۔

حدیث ۱۲۶ و ۱۲۷ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

یا علی ان اول اربعۃ ید خلون الجنۃ انا وانت والحسن والحسین و ذراریںا خلف ظھورنا۔ رواہ ابن عساکر[2] عن علی والطبرانی فی الکبیر عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

اے علی! سب میں پہلے وہ چار کہ جنت میں داخل ہوں گے، میں ہوں اور تم، حسن اور حسین، اور ہماری ذریتیں ہمارے پس پشت ہوں گی۔ اسے روایت کیا ہے ابن عساکر نے علی سے اور طبرانی نے کبیر میں ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

حدیث ۱۲۸ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

اول من یرد علیّ الحوض اھل بیتی ومن احبنی من امتی۔ رواہ الدیلمی[3] عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

سب سے پہلے میرے پاس حوضِ کوثر پر آنیوالے میرے اہلِ بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔ اسے روایت کیا ہے دیلمی نے علی کرم اللہ وجہہ سے۔

حدیث ۱۲۹ کہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا کی:

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/۱۵۰

[2] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۲۱
کنز العمال بحوالہ طب عن محمد بن عبید اللہ حدیث ۳۴۲۰۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۰۴

[3] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن علی حدیث ۳۴۱۷۸ " " " ۱۲/۱۰۰

اللھم انھم عترۃ رسولك فھب مسیئھم لمحسنھم وھبھم لی۔

الٰہی! وہ تیرے رسول کی آل ہیں تو ان کے بدکار ان کے نکوکاروں کو دے ڈال، اور ان سب کو مجھے ہبہ فرمادے۔

پھر فرمایا: ففعلؔ مولیٰ تعالےٰ نے ایسا ہی کیا۔ امیر المومنین نے عرض کی: ما فعل کیا کیا؟ فرمایا:

فعلہ ربکم بکم ویفعلہ بمن بعدکم۔ رواہ الحافظ المحب الطبرانی[1] عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ۔

یہ تمہارے ساتھ تمہارے رب نے کیا جو تمہارے بعد آنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا۔ اسکو روایت کیا حافظ محب طبرانی نے امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ سے۔

## تنبیہ نبیہ اور نتیجہ

**اقول:** ان نصوص جلیلۂ قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ و التسلیم سے روشن ہوا کہ:

(۱) حدیث مسلم:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من ابطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو عمل میں پیچھے ہوا اسکا نسب نفع بخش نہ ہوگا۔

میں نفی نفع مطلق ہے نہ کہ نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ کریمۂ الحقنا بھم ذریتھم[3] (ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملادیا) کے صریح معارض ہوگی۔

(۲) نہ کہ کریمہ فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساء لون[4] (توجب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے) کہ ایک وقت مخصوص کے لئے ہے۔

---

[1] طبرانی

[2] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۵

[3] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۱ [4] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۰۱

الا تری قولہ تعالٰی (کیا آپ دیکھ نہیں رہے اللہ تعالٰی کے ارشاد کی طرف۔ت): ولا یتساء لون (اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔ت) مع قولہ عزوجل، واقبل بعضھم علی بعض یتساء لون[1] (اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ت)

روی سعید بن منصور فی سننہ وابناء حمید والمنذر وابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما، قال انھا مواقف فاما الموقف الذی لا انساب بینھم ولا یتساءلون عند الصعقۃ الاولی لا انساب بینھم فیھا اذا صعقوا فاذا کانت النفخۃ الآخرۃ فاذا ھم قیام یتساء لون[2]

سعید ابن منصور نے اپنی سنن میں، پسران حمید و منذر، اور ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: مواقف (منازل حضوری) چند ہیں، لیکن وہ موقف جس میں نہ رشتے کام آئیں نہ انکے ذریعہ سفارش، وہ صعقۂ اولٰی (پہلی کڑک) ہے اس میں رشتے کام نہ آئیں گے جب لوگ گھبرائے ہُوئے اٹھیں گے، اور جب صعقۂ ثانیہ ہوگا تو سب کھڑے ہوکر رشتوں سے سوال کریں گے۔



(۳) جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرقِ احکام و نفعِ آخرت بلاشبہ ثابت، تو امثال حدیث: الا لا فضل لعربی علٰی عجمی ولا لاحمر علٰی اسود[3] (نہ عربی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی سفید کی کالے پر) وحدیث: انظر فانك لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوی[4] (بے شک تم سفید اور کالے سے بہتر نہیں ہو مگر تم کو صرف تقوٰی سے فضیلت حاصل ہے) میں مثل کریمہ: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم[5] (بے شک تم میں اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو پرہیزگار رہے) سلب فضل کلی ہے نہ کہ سلب کلی فضل۔

(۴) حدیث: لا اغنی عنکم من اللہ شیئا[6] (میں تم کو اللہ سے کچھ بھی بے نیاز

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۵
[2] الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور وابناء حمید والمنذر وابی حاتم، تحت آیۃ فلا انساب بینہم ۵/ ۱۵
[3] الترغیب والترھیب الترھیب من احتقار المسلم الخ حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲
[4] " " " " " " " ۸ " " " ۳/ ۶۱۲
[5] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳
[6] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۴

نہیں کروں گا) میں نفی اغنائے ذاتی ہے نہ کہ معاذ اللہ سلب اغنائے عطائی، کہ حدیث متواترہ شفاعت، واجماعِ اہل سنّت کے خلاف ہے، جیساکہ وہ طاغی باغی سرکش اپنی تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے:

"پیغمبر نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سُنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہوسکتا ہے کہ اپنے اختیار کی ہو، سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں، اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے' وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا، سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے[1]۔"

انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون، اس کا رَدِّ بلیغ تو فقیر کی کتاب "الامن والعلیٰ لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء" میں دیکھئے اور یہاں خاص اس لفظ پر بعض حدیثیں سُنئے۔ اس میں حدیث پوری یُوں ہے کہ:

امیر المومنین مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بہن حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بالیاں ایک بار ظاہر ہوگئیں اس پر ان سے کہا گیا:

ان محمد الایغنی عنك من اللہ شیئا۔ محمد صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمھیں نہ بچائیں گے۔

وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بال اقوام یزعمون ان شفاعتی لاتنال اھل بیتی ان شفاعتی تنال حاء وحکم۔ رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن اُمّ ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

کیا حال ہے ان لوگوں کا جو زعم کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو نہ پہنچے گی۔ بے شک میری شفاعت ضرور قبیلہ حاء وحکم کو بھی شامل ہے۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔

(۵) حدیث ۹۵ کے بعد جو ایک روایت بزّار سے گزری اس کے قصّے میں اس کی نظیر حضرت صفیہ

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر ردالاشراک فی التصرف مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۵

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۴/ ۴۳۳

بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے مروی ہے کہ وہ اپنے ایک پسر کی وفات پر باآواز روئیں، ان سے وہی کہا گیا :

ان قرابتك من محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تغنی عنك من اللہ شیئا[1]

محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت اللہ کے یہاں کچھ کام نہ دے گی۔

## حضور سے رشتہ وعلاقہ مضبوط تر ہے

ایک موقع پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرماکر برسرِ منبر ان کا وہ رَدِّ جلیل ارشاد فرمایا کہ :

"کیا ہوا انھیں جو میری قرابت نافع نہیں بتاتے، ہر رشتہ وعلاقہ قیامت سے قطع ہوجائے گا مگر میرا رشتہ وعلاقہ کہ دنیا وآخرت میں پیوستہ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔"

رواہ کما تقدم البزار[2]۔

امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں :



قال المحب الطبری وغیرہ من العلماء انه صلی اللہ تعالیٰ علیه لا یملك لاحد شیئا لا نفعا ولا ضرا لکن عز وجل یملکه نفع اقاربه بل وجمیع امته بالشفاعة العامة والخاصة فهو لا یملك الا ما یملکه له مولاہ کما اشار الیه بقوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم غیر ان لکم رحما سابلها ببلالها وکذا معنی قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم

محب طبری وغیرہ علماء نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بنفسہٖ) کسی چیز کے مالک نہیں نہ نفع کے نہ نقصان کے، ہاں اللہ عز وجل نے ان کو مالک بنایا ہے اپنے اقارب بلکہ اپنی تمام اُمت کے نفع کا، شفاعتِ عامہ وخاصہ کے ذریعہ۔ تو وہ بذاتِ خود مالک نہیں ہیں، ہاں انکے مولیٰ نے ان کو مالک بنایا ہے، جیسا کہ اس طرف اشارہ فرمایا اپنے اس ارشادِ گرامی میں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مگر یہ کہ تمھارے لئے ایک تعلق ہے ——— اور یہی معنی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] و [2] مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامۃ اصلہ دار الکتاب بیروت ۸/۲۱۶

لا اغنی عنکم من اللہ شیئا ای بمجرد نفسی من غیر ما یکرمنی بہ اللہ تعالیٰ من نحو شفاعۃ او مغفرۃ وخاطبھم بذالک رعایۃ لمقام التخویف والحث علی العمل والحرص علی ان یکونوا اولی الناس حظا فی تقوی اللہ تعالیٰ وخشیتہ ثم اوما الی حق رحمہ اشارۃ الی ادخال نوع طمانیۃ علیھم وقیل ھذا قبل علمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بان الانتساب الیہ ینفع وبانہ یشفع فی ادخال قوم الجنۃ بغیر حساب ورفع درجات اٰخرین واخراج قوم من النار[1]

علیہ وسلم کے اس قول کے کہ میں اللہ کے نزدیک تمہیں کسی کام نہ آؤں گا یعنی بطورِ خود ماسوائے اس کے جس کی اللہ تعالیٰ مجھے کرامت بخشے گا، جیسے شفاعت یا مغفرت۔ اور ان سے خطاب فرمایا اس کے ساتھ (تمہیں نفع نہ دوں گا) مقام تخویف کی رعایت کرتے ہوئے اور عمل پر ابھارنے اور اس بات پر حرص دلانے کے لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کی خشیت میں لوگوں میں بہتر نصیبے والے ہوں۔ پھر اشارہ فرمایا اپنے حقِ تعلق کی جانب، اشارہ فرمایا اس قول تک کہ فرمایا انھیں اطمینان دلا دیا اور کہا گیا کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس بات کے جاننے سے پہلے کی بات ہے کہ آپ کی طرف انتساب نفع دیتا ہے، اور اس بات کے جاننے سے پہلے کہ وہ اُمت کو جنت میں بغیر حساب داخل کرے گا، اور درجوں پر درجہ بلند کرنے، اور اُمت کو دوزخ سے نکالنے میں شفیع ہوں گے۔ (م)



اسی میں بعض احادیث نفع نسب کریم ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ولا ینافی ھٰذہ الاحادیث ما فی الصحیحین وغیرھما انہ لما نزل قولہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین فجمع قومہ ثم عم وخص بقولہ لا اغنی عنکم من اللہ شیئا حتی قال یا فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھما وسلم اما لان

اور یہ احادیث منافی نہیں ہے ان احادیث کے جو صحیحین وغیرہ میں ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو آپ نے اپنی قوم کو جمع فرمایا پھر اپنے قول لا اغنی عنکم من اللہ شیئا کو عام و خاص دونوں طریقے سے بیان فرمایا کہ اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہما وسلم) یا تو اس لئے کہ

---

[1] الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۵۸۱

هذه الروایة محمولة علی من مات کافرا او انها اخرجت مخرج التغلیظ والتنفیر او انها قبل علمه بانه یشفع عموما و خصوصا۔[1]

یہ روایت محمول ہے اس شخص پر جو کافر مرا، یا یہ کہ روایت تغلیظ و تنفیر کے طور پر بیان ہوئی یا یہ کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس بات کے علم سے پہلے کی بات ہے کہ وہ شفاعتِ عامّہ و خاصّہ فرمائیں گے۔ (م)

علامہ مناوی تیسیر میں زیرِ حدیث "کل سبب ونسب" فرماتے ہیں:

لا یعارضه قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاهل بیته لا اغنی عنکم من اللہ شیئا لان معناه انه لا یملك لهم نفعا لکن اللہ یملکه نفعهم بالشفاعة فهو لا یملك الا ما ملکه ربه۔[2]

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے اہلبیت سے لا اغنی عنکم فرمانا اس حدیث کے معارض نہیں اس لئے کہ معنی یہ ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے نفع کے مالک نہیں لیکن اللہ تعالٰی نے شفاعت کے ذریعہ ان کے نفع کا مالک بنائیگا، پس وہ نہیں ہیں مالک مگر اس کے جس کا ان کو ان کے رب نے مالک بنایا۔



حضرت شیخ محقق قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

غایت و انذار و مبالغہ در آنست و لافضل بعضے ازیں مذکورین و در آمدن ایشاں بہشت را وشفاعت آں سرور عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم مرعصاۃ امت را چہ جائے اقربائے خویشاں وے باحادیثِ صحیحہ ثابت شدہ است و باوجود آں خوف لاابالی باقیست وایں مقام تقاضائے ایں حال کردو تواند کہ احادیثِ فضل و شفاعت بعد ازاں ورود یافتہ باشند و بالجملہ مامور شد از جانب پروردگار تعالٰے بانذار

اس میں غایت اور انذار اور مبالغہ ہے اور ان مذکور حضرات کی دیگر بعض سے فضیلت نہیں اور آنا ان کا بہشت میں اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہم گنہگار امت کی شفاعت کرنا چہ جائے کہ اپنے اقرباء کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوئی ہے اور باوجود خوف لاابالی باقی ہے اور یہ مقام اس حال کا متقاضی ہے اور معلوم ہونا چاہئے کہ فضیلت و شفاعت والی احادیث اس کے بعد وارد ہوئی ہیں، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰی کی طرف

---

[1] الصواعق المحرقہ باب الحث علی حب و القیام لواجب حقہم مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۳۰

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث کل سبب ونسب الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۱۳

پس امتثال کرد ایں امرا[1] | سے آپ اس انذار کو بیان کرنے پر مامور تھے، پس آپ نے اس امر کو واضح طور پر پورا کیا۔

## تفاضلِ انساب

بالجملہ تفاضلِ انساب بھی یقیناً ثابت، اور شرعاً اس کا اعتبار بھی ثابت، اور انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزماً ثابت، اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر و ضائع و برباد جاننا سخت مردود و باطل، خصوصاً اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب بلکہ قریش، بلکہ بنی ہاشم، بلکہ سادات کرام کو بھی شامل، اب یہ قول اشد غضب و ہلاک دیوار سے ہائل اور اسی پر نظر فقیر غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب نہ کہ قریش، نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل۔

## تعظیم نہ کرنے والے پر لعنت اور وعید

حدیث ۱۳۰ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

من لم یعرف عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلٰث اما منافق واما لزنیۃ و اما لغیر فھو حملتہ امہ علی غیر طھر رواہ الباوردی[2] وابن عدی والبیھقی فی الشعب واٰخرون عن علی کرم اللہ وجھہ۔

جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔ اسے روایت کیا ہے باوردی اور ابن عدی اور بیہقی نے شعب میں اور انکے علاوہ دوسروں نے علی کرم اللہ وجہہ سے۔

حدیث ۱۳۱ تا ۱۳۳ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

ستۃ لعنتھم لعنھم اللہ وکل نبی مجاب: الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمتسلط بالجبروت لیعز بذٰلک من اذل اللہ و

چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ انھیں لعنت فرمائے، اور ہر نبی کی دعا قبول ہے، کتاب اللہ میں بڑھانے والا (جیسے رافضی کچھ آیتیں سورتیں جُدا بتاتے ہیں) اور تقدیر الٰہی کا

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الرقاق باب در لواحق و متمات الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۷۲

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶۲۶

يذل من اعز الله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتى ما حرم الله و التارك سنتى ۔ رواہ الترمذی[1] و الحاکم عن ام المومنين والحاکم عن علی والطبرانی عن عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالٰی عنہم اولہ سبعۃ لعنتہم وزاد المستأثر بالفئ و سندہ[2] حسن۔

جھٹلانے والا، اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے خدا نے ذلیل بنایا اسے عزت دے، اور جسے خدا نے معزز کیا اسے ذلیل کرے، اور اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال جاننے والا، اور میری عترت کی ایذا و بے تعظیمی روا رکھنے والا اور جو میری سنّت کو برا ٹھہرا کر چھوڑ دے۔ اسے روایت کیا ہے ترمذی اور حاکم نے ام المومنین سے اور حاکم نے علی سے اور طبرانی نے عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جس کا آغاز یوں ہے سبعۃ لعنتہم اس میں والمستأثر بالفئ کا اضافہ ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (ت)

حدیث ۱۳۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من احب ان يبارك له فی اجله و ان يمتعه الله بما خوله فليخلفنی فی اهلی خلافة حسنة ومن لم يخلفنی فيهم بتك عمره و ورد علیّ يوم القيمة مسودا وجهه۔ رواه ابو الشیخ[3] فی تفسيره وابو نعيم عن عبد الله بن بدر الخطمی۔

جسے پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو خدا اسے اپنی دی ہوئی نعمت سے بہرہ مند کرے تو اسے لازم ہے کہ میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھا سلوک کرے۔ جو ایسا نہ کرے اس کی عمر کی برکت اڑ جائے اور قیامت میں میرے سامنے کالا منہ لے کر آئے۔ اس کو روایت کیا ابو الشیخ نے اپنی تفسیر میں اور ابو نعیم نے عبداللہ بن بدر خطمی سے۔

حدیث ۱۳۵: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان لله عز وجل ثلث حرمات فمن حفظهن حفظه الله دينه ودنياه

بے شک اللہ عزوجل کی تین حرمتیں ہیں، جو ان کی حفاظت کرے اللہ تعالٰی اس کے دین و دنیا

---

[1] سنن الترمذی کتاب القدر باب ۱۷ حدیث ۲۱۶۱ دارالفکر بیروت ۴/ ۶۱
المستدرک للحاکم کتاب الایمان ۱/ ۳۶ و کتاب التفسیر ۲/ ۵۲۵ و کتاب الاحکام ۴/ ۹۰
[2] المعجم الکبیر حدیث ۸۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۴۳
[3] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ وابی نعیم حدیث ۳۴۱۷۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹۹

۲۳ ومن لم يحفظهن لم يحفظ الله دينه ولا دنياه حرمة الاسلام وحرمتی وحرمة رحمی۔ رواہ ابو الشیخ[1] و ابن حبان والطبرانی۔

جو ان کو محفوظ رکھے، اور جو ان کی حفاظت نہ کرے اللہ اس کے دین کی حفاظت فرمائے نہ دنیا کی، ایک اسلام کی حرمت، دوسری میری حرمت، تیسری میری قرابت کی حرمت۔ اسے روایت کیا ہے ابو الشیخ، ابن حبان اور طبرانی نے۔

## نسب پر فخر کرنا جائز نہیں

- ہاں نسب پر فخر جائز نہیں۔
- نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا، تکبر کرنا جائز نہیں۔
- دوسروں کے نسب پر طعن جائز نہیں۔
- انھیں کم نسبی کے سبب حقیر جاننا جائز نہیں۔
- نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں۔
- اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دُکھانا جائز نہیں۔



احادیث جو اس باب میں آئیں انھیں معانی کی طرف ناظر ہیں و باللہ التوفیق۔ خدمت گاری اہلبیت مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے یہ بیان ایک رسالہ ہوگیا لہذا بلحاظِ تاریخ اس کا نام اِرَاءَةُ الْاَدَبْ لِفَاضِلِ النَّسَبْ رکھنا انسب، واللہ تعالٰی اعلم۔

شیخ بنظرِ عمر ہر بوڑھا ہے اور بنظرِ فضل ہر عالم وصالح اگرچہ جوان ہو، اور بنظرِ نسب ہندوستان میں دو محاورے ہیں، ایک یہ کہ سید مغل پٹھان کے سوا باقی ہر قوم کا مسلمان شیخ ہے، یوں اس کا اطلاق عام ہے، جیسے ابتدائً ہند میں ہر مسلمان کو ترک کہتے تھے۔ اسی محاورے پر مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ؎

گفت من آئینہ ام مصقول دوست ۔۔۔ ترک وہندو درمن آں بیند کہ اوست[2]

(اس نے کہا اے دوست! میں صاف شیشہ ہوں کہ ترک اور ہندوستان کے لوگ مجھ میں اسے دیکھتے ہیں۔ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب وابی نعیم عن ابی سعید حدیث ۳۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۴۷
المعجم الکبیر حدیث ۲۸۸۱ ۳/ ۱۲۶ و المعجم الاوسط حدیث ۲۰۵ ۱/ ۱۹۲

[2] مثنوی معنوی دربیان آنکہ جنیدن ہر کسے از آنجاست کہ ویست ہر کسے نورانی کتب خانہ پشاور، دفتر اول ص ۹۳

دوسرے چار شریف قوموں سے ایک اس طرح البتہ جوان میں کا نہ ہو اور اپنے آپ کو شیخ بتائے وہ وعید شدید :

من ادعی الی غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام۔ رواہ احمد[1] والبخاری و مسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن سعد وعن ابی بکرۃ معًا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بنائے اس پر جنت حرام ہے۔ اس کو روایت کیا ہے احمد اور بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے سعد سے اور ابی بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے معًا۔

میں داخل ہے ___ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیٰمۃ صرفا ولاعدلا۔ رواہ الستۃ الا ابن[2] ماجۃ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وصل رواہ احمد وابن ماجۃ وابن جبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو دوسروں کو اپنا باپ بنائے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت۔ اللہ روز قیامت نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔ اس کو ابن ماجہ کے علاوہ صحاح ستہ نے روایت کیا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور اس کا ابتدائی حصہ امام احمد ابن ماجہ اور ابن جبان نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ عبدہ المذنب عبدالمصطفٰی احمد رضا عفی عنہ بمحمد ن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ اراءۃ الادب لفاضل النسب ختم ہوا

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۱۹ و کتاب الفرائض باب من ادعی الی غیر ابیہ ۲/ ۱۰۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب حال من رغب عن ابیہ وھو یعلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۱
سنن ابن ماجہ کتاب الحدود ص ۱۹۱ و مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص ۱/ ۱۶۹، ۱۷۴، ۱۷۹
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ ۱/ ۴۴۲ و کتاب العتق باب تحریم تولی العتیق غیر موالیہ ۱/ ۴۹۵
سنن ابن ماجہ کتاب الحدود باب من ادعی الی غیر ابیہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۲۸

# رسم و رواج

## ریاء و تفاخر و بدعت و اسراف وغیرہ



**مسئلہ ۶۷:** از اوجین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی خاں ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

چہ می فرمایند علمائے اکمل الکاملین شریعت و مفتیان افضل الفضلاء طریقت دریں مسئلہ کہ در ماہِ رمضان المبارک کہ شب بست وہفتم مساجد را بقنادیل و بہ تقریب جلسہ مولد شریف مکان را منقش و آلات بلاتصویر و فانوس وغیرہ منور سازند سوائے مال وقف و بر اعراس خانقاہِ بزرگانِ دین و مزارِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروشنی روشن نمایند درست ست یا حرام، بیان فرمایند بسندِ عبارتِ کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں علماء کاملین علماء شریعت اور فاضلین مفتیان طریقت اس مسئلہ میں کہ لوگوں کا ستائیسویں شبِ رمضان کے موقع پر مساجد کو آراستہ کرنا روشنیوں کا خصوصی اہتمام کرنا میلاد شریف کی تقریبات کے لئے مکانات کو سجانا، فانوس اور پھول وغیرہ لگانا، بزرگانِ دین کے سالانہ عرسوں میں خانقاہوں پر اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے مزارِ پُرانوار پر اس قسم کا بندوبست کرنا سوائے مال وقف کے درست ہے یا حرام؟ بحوالہ کتب مدلل جواب مرحمت فرمایا جائے اللہ تعالٰی سب پر رحمت فرمائے۔ (ت)

## الجواب

تزیین مذکور شرعاً جائزست قال تعالیٰ قل من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ[1]، ہمچناں روشنی بقدر حاجت و مصلحت نیز و حاجت باختلاف ضیق وسعت مکان وقلت وکثرت مردمان و وحدت و تعدد منازل وغیرہ ذلک مختلف گردد در منزلے تنگ ومجمع قلیل دو سہ چراغ باہمیں یکے بسندست و در دار وسیع ومجمع کثیر و منازل عدیدہ حاجت تابدہ وبست و بیشتر می رسد امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بماہِ رمضان شب بمسجد درآمد چراغاں دید کہ مسجد درخشاں و نور افشاں شدہ است امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ را بدعا یاد کرد و گفت نورت مساجدنا نور الله قبرك یا ابن الخطاب[2] ای ابن خطاب مساجد ما را نور آگیں کردی خدائے گورت پرنور کناد و مسئلہ شمع در مقابر و مزارات اقدس وخنق را فقیر در رسالہ مستقلہ مسمّٰی بہ طوالع النور فی حکم السرج علی القبور ہرچہ

مذکورہ زیب وزینت شرعاً جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، فرما دیجئے کہ اس زینت وزیبائش کو کس نے حرام ٹھہرا دیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی ہے۔ اسی طرح ضرورت اور مصلحت کے مطابق روشنی کا انتظام کرنا بھی جائز ہے (مختلف حالات کے لحاظ سے ضرورت بدلتی رہتی ہے) مثلاً مکان کی تنگی اور کشادگی، لوگوں کی قلت وکثرت، منازل کی وحدت وتعدد وغیرہ ان صورتوں میں ضرورت اور حاجت میں تبدیلی آجاتی ہے۔ تنگ منزل اور تھوڑے مجمع میں دو تین چراغ بلکہ ایک بھی کافی ہوتا ہے۔ کشادہ اور بڑے گھر زیادہ لوگوں اور متعدد منزلوں کیلئے دس بیس بلکہ ان سے بھی زیادہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ رمضان شریف میں رات کے وقت مسجد نبوی میں تشریف لائے تو مسجد کو چراغوں سے منور اور جگمگاتے ہوئے دیکھا کہ ہر سمت روشنی پھیل رہی تھی آپ نے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بذریعہ دعا یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے فرزندِ خطاب! تم نے ہماری مساجد کو منور و روشن کیا اللہ تعالیٰ تمہاری قبر کو منور



---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

[2] تاریخ الخلفاء فصل فی اولیاتِ عمر رضی اللہ عنہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۷

تمامتر روشن و پُرنور کردہ ام و نیز آنجا تحقیق نمودہ کہ حدیث و المتخذین علیہا السرج[1] کہ مخالفان دریں باب باو چنگ زنند بقطع نظر از آنکہ در سندش باذام ضعیف درایۃ نیز مخالف را غیر نافع ست آرے روشنی لغو و فضول را چنانکہ بعضے مردمان شب ختم قرآن یا در بعض اعراس بزرگان کنند کہ صدہا چراغ بترتیب عجیب و وضع غریب زیر و بالا و برابر نہند در کتب فقہیہ ہمچو غمز العیون وغیرہ بنظر اسراف منع فرمودہ اند و شک نیست کہ جائیکہ اسراف صادق ست اجتناب قطعًا لازم و لائق است، واللہ سبحانہٗ و تعالٰی اعلم۔

فرمائے۔ قبرستان اور مزارات پر شمع جلانے کے مسئلہ کو فقیر نے اپنے ایک مستقل رسالہ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے رسالے کا نام ہے طوالع النور فی حکم السرج علی القبور (نور کے نورانی مطالع قبروں پر چراغاں کرنے کے حکم کے بیان میں۔ ت) میں نے اس میں یہ تحقیق بھی پیش کی ہے کہ حدیث میں قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی جانے والی روایت سے مخالفین جو استدلال اور سہارا لیتے ہیں اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس حدیث کی سند میں باذام نامی راوی ضعیف ہے۔ از روئے عقل بھی مخالفین کے لئے مفید نہیں، البتہ روشنی کا بے فائدہ اور فضول استعمال جیسا کہ بعض لوگ ختم قرآن والی رات یا بزرگوں کے عرسوں کے مواقع پر کرتے ہیں سیکڑوں چراغ عجیب وغریب وضع و ترتیب کے ساتھ اوپر نیچے اور باہم برابر طریقوں سے رکھتے ہیں محل نظر ہے اور اسراف کے زمرے میں آتا ہے چنانچہ فقہائے کرام نے کتب فقہ مثلاً غمز العیون وغیرہ میں اسراف (فضول خرچی) کی بنا پر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں اسراف صادق آئے گا وہاں پرہیز ضروری ہے۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۶۸:** از جالندھر محلہ راستہ بھگواڑہ دروازہ مرسلہ شیخ محمد شمس الدین صاحب ۲۲ رجب ۱۳۱۰ھ

بعض لوگ جناب پیرانِ پیر کا پیوند دیتے ہیں کیفیت اس کی اس طرح ہے کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس کا نام پیوندی رکھتے ہیں اور جب سال کا ہوا اس کے گلے میں ہنسلی ڈال دیتے ہیں اور اسی طرح دوسرے برس ۱۴ یا ۱۵ سال تک جب وہ لڑکا اس عمر تک پہنچا دے وہ ہنسلیاں اور لڑکے

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس دار الفکر بیروت ۱/ ۲۲۹
جامع الترمذی باب کراہیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدًا امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۳

کی قیمت کرواکے اس کا دسواں حصہ جناب پیرانِ پیر کے نام سے دیتے ہیں اور اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا رہتا ہے، اور ایسا ہی جانوروں اگر بیل ہے یا بھینسا ہے تو اسے ہل جوتنے کے وقت اور اگر مادہ ہے تو اس کے بیاہنے کے وقت قیمت کا دسواں حصہ دیتے ہیں اور نیز درختوں کو پیر صاحب کا کرکے اس کا جلانا اور دیگر استعمال میں لانا حرام سمجھتے ہیں حتی کہ وہ بودا ہو کر گر پڑے اور پڑا پڑا بودا ہوجائے، اور کھیتوں سے بھی حصہ پیر صاحب کے نام دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے حق میں کیا حکم ہے؟ اور نیز بودی یعنی چوٹی مثلاً قوم ہنود بچوں کے سروں پر رکھتے ہیں اگر پوچھا جائے یہ کیا ہے تو پیر صاحب کی بودی بتلاتے ہیں، اور ایسے ہی مدار پیر کی چٹا پھر مدت معہود کے بعد اسے پیر صاحب کی منت دے کر نہایت ادب کے ساتھ اپنی رسمیں پوری کرکے منڈواتے ہیں اور جو شخص اس دسوندھی بچہ وغیرہ کی قیمت پاتا ہے اس قیمت اور ہنسلیاں کے دسویں حصہ سے نیاز لیتا ہے آیا ایسے شخص کی امامت اور بیعت درست ہے یا نہیں؟

## الجواب



(۱) دسوندی نام کفار ہنود سے ماخوذ ہے اور مسلمان کو ممانعت ہے کہ کافروں کے نام رکھے کما صرحوا بہ فی التسمی بیوحنا وغیرہ (جیسا کہ یوحنا نام رکھنے کے متعلق فقہائے تصریح فرمائی ہے) اور لڑکے کو ہنسلی وغیرہ زیور پہنانا حرام ہے فان ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[1] (کیونکہ جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ت) اور لڑکے کی قیمت کرنی جہالت ہے اور یہ اعتقاد کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا ہے اگر اس معنی پر سمجھے ہیں کہ یوں کرینگے تو جئے گا ورنہ مرجائے گا تو سخت جہل بے ہبود اعتقاد مردود مشابہ خرافات ہنود وغیرہم کفار عنود ہے ہاں اگر ان بیہودہ باتوں کو چھوڑ کر صرف اس قدر کرتے کہ مولیٰ عزوجل کے نام پر محتاجین کو صدقہ دیتے اور اس کا ثواب نذر روح پر فتوح حضور پر نور غوث الثقلین غیث الکونین صلی اللہ تعالٰی علٰی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کرتے اور نیت یہ ہوتی کہ رب تبارک و تعالٰی صدقہ کے سبب بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور بوجہ ایصال ثواب سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برکات رضا و دعا و توجہ شامل حال ہوں گے اور ان پر محبوب کریم رضوان اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ میں عقیدت و نیازمندی کے اظہار سے اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوش ہوگا اور اس کی خوشی جالب رحمت وسالب زحمت ہوگی اور حیات نہ ہوگی مگر وقت معہود تک اور موت نہ رُکے گی مگر اجل معلوم تک تو یہ اعتقاد و عمل

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

صحیح و بے خلل ہوتے، واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم (اللہ تعالٰی جسے چاہتا سیدھا راستہ دکھاتا ہے یعنی ہدایت نصیب فرماتا ہے۔ ت)

(۲) یونہیں جانوروں کی قیمت کا دسواں حصہ اگر ان خیالات باطلہ کے طور ہے تو مذموم، اور صرف اس طریق صحیح پر ہو تو ایک تصدق ہے جس سے دفع بلا مقصود اور بیشک صدقہ رد بلا کرتا اور باذنہ تعالٰی موت سے بچاتا ہے اگرچہ قضائے الٰہی کا کوئی پھیرنے والا نہیں نطقت بذلك احاديث جمة تغنيك عن سردها شهرتها في الامة (ان باتوں پر جملہ احادیث ناطق ہیں کہ جن کا امت میں مشہور ہونا ہی تمھیں ان کی تفصیل پیش کرنے کی ضرورت سے بے نیاز کردے گا۔ ت) رہی ہل جوتنے اور بیاہنے کے وقت کی خصوصیت وہ اگر کسی اعتقاد عمل باطل کے ساتھ نہیں نہ اُسے تخصیص شرعی وضروری سمجھا جائے تو لاینفع ولا یضر (نہ وہ مفید ہے نہ مضر۔ ت) ہے کسائر التخصیصات العرفية التي لاحاجز عليها من الشرع (باقی تخصیصات عرفیہ کی طرح کہ شریعت میں جن کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ ت)

(۳) درختوں کو رب خواہ عبد کسی کے نام کا ٹھہرا کر اُن کا جلانا اور صرف میں لانا حرام سمجھنا اپنی طرف سے شریعت جدیدہ نکالنا اور بحیرہ وسائبہ مشرکین کی پیروی کرنا ہے جس پر ردّ و انکارِ شدید خود قرآن مجید میں موجود، وقال تعالٰی وقالوا هذه انعام وحرث حجر لا يطعمها الا من نشاء بزعمهم الٰى قوله تعالٰى سيجزيهم بما كانوا يفترون[1] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور مشرک اپنے خیال میں کہنے لگے یہ چوپائے اور کھیتی جن کی بندش کردی گئی ہے ان کو وہی کھائے گا یا کھا سکے گا جسے ہم چاہیں گے، اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک: عنقریب اللہ تعالٰی انھیں سزا دے گا اس جھوٹ کی جو وہ بناتے رہتے ہیں۔ (ت)

مسلمانوں پر ایسی بدعت شنیعہ باطلہ سے احتراز فرض ہے اللہ تعالٰی سے ڈریں اور جلد توبہ کریں۔

(۴) کھیت میں سے حضور پُرنور رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام پاک پر حصہ دینا اگر یوں ہے کہ حضور کو اس حصہ کا مالک سمجھا جاتا ہے یا اس دینے سے تصدق لوجہ اللہ منظور نہیں بلکہ حضور کی طرف تقرب بالذات مقصود یا یہ سمجھتے ہیں کہ یُوں نہ کریں گے تو حضور معاذ اللہ ناراض ہوکر مضرت دیں گے کوئی بلا پہنچے گی تو یہ سب اعتقادات باطلہ و فاسدہ و بدعات سیئہ ہیں اور اگر یُوں نہیں بلکہ اللہ عزّوجل کے لئے تصدق منظور، تو کھیتوں میں سے ایسا حصہ دینا خود قرآن عظیم میں مطلوب،

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۸

قال تعالیٰ واٰتوا حقہٗ یوم حصادہٖ [1] — (لوگو!) کھیتی سے (حقداروں کا) حق اس کی کٹائی والے دن ادا کر دیا کرو (ت)

اور اس کے روکنے کی مذمت قصۂ اصحاب الجنّۃ میں مذکور،

قال تعالیٰ فتنادوا مصبحین ٭ ان اغدوا علیٰ حرثکم ان کنتم صارمین ٭ فانطلقوا وھم یتخافتون ٭ ان لا یدخلنھا الیوم علیکم مسکین [2] الاٰیات۔ — اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ باغ والے صبح ہوتے ہی سویرے سویرے ایک دوسرے کو بلانے لگے کہ سویرے اپنی کھیتی کی طرف چلو اگر تم اسے کاٹنے کا ارادہ رکھتے ہو پھر وہ چلنے لگے جبکہ وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ آج تمہارے پاس کوئی محتاج نہیں آنا چاہئے (یعنی کسی محتاج کو اپنے قریب نہ آنا دیا جائے) (ت)

اور اس کا ثواب نذر روحِ اقدس کرنا اُس عملِ طیب میں طیب وخوبی ہی بڑھائے گا جبکہ کسی عقیدۂ باطلہ کے ساتھ نہ ہو اس صورت میں اسے:

وجعلوا للّٰہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیبًا فقالوا ھذا للّٰہ بزعمھم وھذا لشرکائنا [3] الاٰیۃ۔ — جو کھیتی اور جانور اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ان میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ایک حصہ مقرر کیا ہے، پھر وہ اپنے خیال میں باطل کی بناء پر کہنے لگے یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اور ہمارے شریکوں کا، الآیۃ (ت)

میں داخل سمجھنا محض جہالت وزبان زوری ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

(۵) لڑکوں کے سر پر چوٹی رکھنی ناجائز اور فعلِ مذکور رسوم ملعونۂ کفار سے تشبّہ ہے جس سے احتراز لازم۔

(۶) جو شخص احوال مذکورہ بروجوہ مذمومہ سے صدقہ لیتا ہے اگر اُن اعتقاداتِ باطلہ میں اُن کا شریک تو خود بھی فاسق ومبتدع ہے جس کی امامت مکروہ اور اس کے ہاتھ پر بیعت جہالت ورنہ اُن کے لینے سے احتراز چاہئے مگر اُن کے فسق وبدعت کا وبال اس کے سر نہ ہوگا۔

قال تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی [4] — اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱
[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۲۱ تا ۲۴
[3] " " ۶/ ۱۳۶
[4] " " ۶/ ۱۶۴

اور اگر وہ صدقات اُن شرعی طریقوں پر ہیں جو ہم ذکر کر آئے اور یہ شخص محلِ صدقہ لینے میں اصلاً حرج نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۶۹** ازبریلی مرسلہ میلاد خواں یکشنبہ ۱۷ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ اکثر برادری میں جو کھانے ہوتے ہیں ان کا قاعدہ یہ ہے کہ بسا اوقات نیت اس کے اندر ریاء وتفاخر کی ہوتی ہے اور اس رسم کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص برادری والا ناداری کی وجہ سے نہ کھلا سکے تو اس کو طعنہ دیتے ہیں اور اس کو ایسا لازمی امر خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر نہ کھلائیں گے تو برادری میں ہماری ناک کٹی ہو جائے گی، اور اگر پاس نہیں ہوتا تو اس کام کے لئے سُودی روپیہ قرض لیتے ہیں، پس عرض ہے کہ اس کھلانے کا طعنہ دینے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

یہ کھلانا اگر ریاء وتفاخر کی نیت سے ہے تو حرام ہے، اگر طعنہ بے جا سے بچنے کو ہے تو اسے مباح اور طعنہ دینے والوں مجبور کرنے والوں کو حرام،



لحدیث اقطع عنی لسانہ وصرح العلماء باستثنائہ من قاعدۃ ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[2]۔

بوجہ حدیث مجھ سے اس کی زبان کاٹ دیجئے یعنی اس کا منہ بند کر دیجئے۔ اور علمائے کرام نے اس قاعدہ (کہ جس کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے) سے مستثنٰی قرار دیا ہے۔ (ت)

اگر اُن وجوہ سے پاک بطور صلہ رحم وسلوک حسن وشکر نعمت ومواسات جیران واحبا مواقع فرحت وسرور جائز شرعی میں ہو تو حسن ومستحب۔

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اعمال کا مدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ** ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

نیا مکان جب بنایا جائے تو ارتفاع اس کا ساٹھ گز سے زیادہ بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر ممنوع ہو تو بحوالہ کتاب جواب مرحمت فرمایا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۹

## الجواب

عمارات خیر میں جب کہ نیت خیر ہو وجہ خیر محمود ہے اور اپنے سکونت وغیرہا کے مکانات میں اگر بحاجت ہو تو مباح اور بہ نیت تفاخر بالدنیا ہو تو حرام، تطاول فی البنیان (عمارتوں کی بلندی اور درازی۔ ت) علاماتِ قیامت سے ہے۔ یہی محمل ہے اُس حدیث کا کہ جب کوئی شخص سات گز سے زیادہ دیوار اٹھاتا ہے فرشتہ کہتا ہے اے منافق! کہاں تک بلند کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱** ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ مسئولہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب البیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ناواقف جاہل لوگ بنام نہاد طاق شہید طاق پرستی کرتے ہیں منتیں مانتے ہیں۔ ریوڑی، گُنّا، پھول، ہار طاق پر چڑھاتے ہیں۔ جُھک جُھک کر سلام کرتے ہیں۔ اپنی حاجت روائی طاق سے چاہتے ہیں۔ اس میں اور بُت پرستی میں کیا فرق ہے؟ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُن کے لئے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

یہ سب رسوم جہالت وحماقت وممنوعات بیہودہ ہیں مگر بُت پرستی میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے، یہ جہال پرستش بمعنی حقیقی نہیں کرتے کہ کافر ہو جائیں ہاں گنہگار و بتدع ہیں، والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲** ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پختہ مکان بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

پختہ مکان اگر نیک کاموں کے لئے ہو جیسے مسجد و مدرسہ و خانقاہ و سرا تو ثواب ہے اور اپنی ضرورت وحاجت کے لئے ہو تو مباح، اور تفاخر و تکبر کی نیت سے ہو تو حرام۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۳** مسئولہ زین العابدین از بنگالہ ضلع پابنا قصبہ سراج گنج ۴ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں رسوم کہ در ملک بنگال چنانست کہ مردمان برائے تولد فرزندان خانہ دیگر از خانہ بود و باش جداگانہ بنا می کنند و زادن فرزند درخانہ بود و باش بدفالی شمارند

علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس رسم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ بنگال میں یہ رواج ہے کہ نومولود کی ولادت کے لئے اسکی ولادت سے قبل الگ کمرہ تعمیر کیا جاتا ہے اور پہلے سے تعمیر شدہ مکان جہاں وہ رہائش پذیر

چنیں قسم خانہ مخصوص در ہر بار بنا نمودن شرعاً درست است یا نہ؟ و در زمانہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بود یا نہ؟

ہوتے ہیں اس میں نئے بچّے کی ولادت منحوس خیال کی جاتی ہے، کیا ان کا یہ اقدام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسے ہوتا تھا یا نہیں؟ (ت)

## الجواب

ایں رسمِ شنیع در آں زمان پاک اصلاً نہ بود بلکہ بعد آں نیز تا قرون متطاولہ بلکہ ہنوز ہم در عامہ ولایت اسلام ازاں نشانے نیست، ایں رسم مشرکین وہنود ماند بلکہ ازاں ہم بالاتر رفتہ است ہندوان نیز ایں چنیں نہ کنند ایں کار اگر بخیال ضلال بدفال نبودی اسراف بودے واللہ تعالٰی یقول ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین[1] اسراف نکنید کہ خدائے دوست ندارد اسراف کنندگاں را بلکہ بوجوہ خلو از فائدہ تبذیر بودے واللہ تعالٰی یقول ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین[2] مال بے سود برباد دہندگاں برادران شیاطین اند حالانکہ مبتنی براں وہم شیطانی ست ضلالی دگر براں افزود سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

یہ قبیح رسم اس پاک زمانے میں بالکل نہ تھی بلکہ اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک بلکہ اب تک عام اسلامی ممالک میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا، یہ ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم کے مشابہ بلکہ ان سے بھی بدتر ہے کیونکہ ہندو بھی ایسا نہیں کرتے، اگر یہ عمل بدفالی اور گمراہی کے خیال سے نہ ہو تب بھی بوجہ اسراف معیوب ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ لوگو! بے جا خرچ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالٰی کو فضول خرچ کرنے والے لوگ پسند نہیں تم اسراف نہ کیا کرو اللہ تعالٰی اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں بناتا، یہ اقدام متعدد وجوہ کی بنا پر فائدے اور بھلائی سے خالی ہے اور تبذیر کے زمرے میں آتا ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہ "مال کو بے مقصد برباد کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"۔ اس وہم کی بنیاد شیطانی ہے مزید یہ کہ اس میں بدفالی



---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۱

[2] " " ۱۷/ ۲۷

فرمؤ الطیرۃ من الشرک[1] بد فال گرفتن و براں کار بند شدن شیوہ مشرکان ست رواہ الائمۃ احمد فی المسند والبخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والترمذی[2] والنسائی وابن ماجۃ والحاکم فی صحاحھم کلھم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح[3] ومعنی الحدیث علی ما فسرنا کما افصحت عنہ الاحادیث وحققہ العقول۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

وبدشگونی والی گمراہی بھی شامل ہے۔ آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بُری فال نکالنا اور اس پر کاربند ہونا مشرکین کا طریقہ اور دستور ہے، چنانچہ ائمۂ کرام مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے اپنی صحاح میں بحوالہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ نے سند صحیح کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے بیان کردئے ہیں جیسا کہ احادیث سے واضح اور عیاں ہے اور "عقول" نے اس کی تحقیق کی ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

**مسئلہ ۴** از اترولی ضلع اعظم گڑھ محلہ مغلاں مرسلہ اکرام اعظم صاحب ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ملت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جو مسلمان جوابات شرعیہ کو نہ مانے اور اپنے رواجہائے قدیم پر اڑا رہے وہ گنہگار ہے یا کیا ہے؟

## الجواب

جو احکام شرع کے مقابل اپنے رواج پر اڑے وہ سخت گنہگار ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

**مسئلہ ۵** مرسلہ ولی محمد ابونوی والہ از مقام دھوراجی متصل اسکول ملک کاٹھیاواڑ سہ شنبہ ۲۲ شعبان ۳۳ ۱۳ھ

(۱) حضرت مولانا مقتدانا جناب مولانا مفتی احمد رضا خان صاحب شمس العلماء دام افضالہ۔ بعد ادائے آداب دست بستہ ملتمس می دارم کہ یہاں عام طور سے تمام شہر متفق ہے کہ درخت پیپیتہ جس کو

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۳۸
[2] جامع الترمذی ابواب السیر امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۴
[3] کنز العمال بحوالہ ط، حم، و، ھ، ک حدیث ۲۸۵۶۸ و ۲۸۵۶۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۳

ارنڈ خربزہ کہتے ہیں مکان مسکونہ میں لگانا منحوس ہے اور منع ہے چونکہ یہاں یہ بکثرت اور نہایت لذیذ ہیں لہذا التماس ہے کہ اس بارے میں احکام شرعی سے مع حوالہ کتب بالتشریح خبردار کیجئے۔

(۲) دیگر اگر خواب میں کوئی ریل میں سفر کرتا ہوا خود کو دیکھے اس کی کیا تعبیر ہے؟

## الجواب

(۱) شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، شرع نے نہ اُسے منحوس ٹھہرایا نہ مبارک۔ ہاں جسے عام لوگ نحس سمجھ رہے ہیں اس سے بچنا مناسب ہے کہ اگر حسبِ تقدیر اُسے کوئی آفت پہنچے اُن کا باطل عقیدہ اور مستحکم ہوگا کہ دیکھو یہ کام کیا تھا اُس کا یہ نتیجہ ہوا اور ممکن کہ شیطان اس کے دل میں بھی وسوسہ ڈالے۔ ردالمحتار میں ہے:

اما الدبسی والصلصل والعقعق واللقلق واللحام فلایستحب اکلھا وان کانت فی الاصل حلالا لتعارف الناس باصابۃ آفۃ لاکلھا فینبغی ان یتحرز عنہ[1] الخ نقلہ عن غرر الافکار۔

الدبسی (کبوتر کی مانند ایک چھوٹا سا پرندہ ہے۔ درحقیقت یہ جنگلی کبوتر کی ایک قسم ہے)، الصلصل (امام جوہری نے کہا کہ یہ فاختہ ہے)، العقعق (کہتے شکل پر، کبوتر کے برابر ایک پرندہ ہے لیکن اس کی دُم کبوتر کی دُم سے دراز ہوتی ہے اور پر بھی اس سے بڑے ہوتے ہیں، اس کا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے)، اللقلق (عجمی نام والا ایک پرندہ ہے جو سانپ کھاتا ہے، اس کی حلت اور حرمت میں اختلاف ہے چنانچہ بعض کے نزدیک حلال ہے اور بعض کے نزدیک حرام)، اللحم (ایک قسم کی بڑی مچھلی ہے جو سونڈ سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے) (ماخوذ از حیات الحیوان اول و دوم)، ———————— ان سب کا کھانا بہتر نہیں اگرچہ درحقیقت یہ حلال ہیں اس لئے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ ان کے کھانے سے مصیبت آتی ہے لہذا ان کے کھانے سے پرہیز کیا جائے (اگر کھالیا اور تقدیر سے مصیبت آگئی تو عام لوگوں کا عقیدہ خراب ہوجائے گا) علامہ شامی نے غرر الافکار سے اُسے نقل فرمایا (ت)

(۲) خواب میں سفر اگر مذموم بات کے لئے نہ ہو دلیل ظفر اور مرض سے صحت ہے لحدیث سافروا تصحوا[2] (سفر کرو تاکہ تندرست رہو۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح تحت قول الماتن قیل الخفاش دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۴

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۸۰

**مسئلہ** ازشہر محلہ ملوکپور مسئولہ واحدیار خاں ۴ صفر المظفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم میں یہ دستور ہے کہ وقت شادی یا غمی کے دس بیس روپے اپنے پاس ہوتے ہیں تو سو پچاس روپے سُودی لے کر واسطے برادری کے کھانے پینے کا سامان کرتے ہیں اور جب لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر جاتی ہے لڑکی کا باپ اپنے ہمراہ سَو دو سَو آدمی لیجاتا ہے وُہ سب لوگ لڑکی کے شوہر کے مکان پر کھانا کھاتے ہیں بعد کھانا کھانے کے لڑکی کا باپ اپنا نیوتہ وصول کرتا ہے پس جس قدر آدمی زیادہ ہوں گے نیوتہ کا روپیہ زیادہ آئے گا، اگر قرضدار رہا یا برباد ہوا تو اس سے کچھ غرض نہیں، لڑکا، باپ یا برادر جب تک چار بار روٹی نہ کھائیں نیوتہ نہ دیں گے یعنی مندھا اور اور برات اور دِرلَودا یہ وقت کھانوں کے مقرر ہیں برادری زور دے کر یہ کھانے لیتی ہے، خیر جب لڑکے کا باپ شادی سے فارغ ہوکر قرض ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوا تو یہ بات ظاہر ہے کہ گھر والوں کو غریب آدمی کے مکان پر پیٹ بھر کر روٹی اور تن بھر کپڑا جب تک قرض ادا نہ ہوجائے درمیان میں یہ فساد پیدا ہوجاتا ہے کہ لڑکی اپنے ماں باپ کے مکان پر جابیٹھتی ہے کہ روٹی کپڑا تو ہے نہیں ایسے شوہر کے مکان پر جاکر کیا کروں اور بڑے سے بڑے فساد پیدا ہوجاتے ہیں کہ جن کو بیان نہ کرنا بہتر ہے، یہ رسم شرعًا یا جہالت کی، زید کہتا ہے سُودی روپیہ جو دے اُس پر خدا کی لعنت اور جو کوئی واسطے ان دشوت کے لے اس پر بھی خدا کی لعنت، اور جو برادر کہ جانتے ہیں کہ یہ کھانا پینا سُودی روپیہ لے کر ہمارے واسطے کیا گیا ہے پھر جان کر کھائیں تو ان کھانے والوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور جو اس قوم کا آدمی بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کی نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر یہ قوم توبہ نہ کرے تو داخل اُمتِ محمدی میں ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

## الجواب

بلاشبہ سُود کھانے والے پر حدیث میں لعنت فرمائی ہے، اور بے ضرورت ومجبوری شرعی جو سُود دے سُودی قرض لے اس پر بھی لعنت فرمائی، اور غم میں تو برادری کا کھانا دینا گناہ ہے اور شادی میں اگرچہ جائز ہے مگر سُودی قرض اُس کے لئے لینا حرام وباعثِ لعنت ہے۔ اہلِ برادری کو معلوم ہو تو انہیں اس کھانے میں شرکت نہ چاہئے کہ انہیں کے لئے وہ اس گناہ کا مرتکب ہُوا۔ اگر لوگ جانیں کہ سُودی قرض لے کر جو کھانا کیا جائے برادری اسے نہ کھائے گی تو ہرگز ایسی حرکت نہ کریں۔ پھر بھی یہ باتیں معاذ اللہ کفر نہیں کہ توبہ نہ کریں تو امت میں نہ رہیں یا اسکی جنازہ کی نماز نہ ہو، یہ سب غلط خیال ہیں۔ نیوتہ وصول کرنا شرعًا جائز ہے اور دینا ضروری ہے کہ وہ قرض ہے۔ اور سَو دو سَو آدمی دعوت کے لئے ہمراہ لینا بھی جائز ہے جب تک دعوت دینے والے کی مرضی سے ہو، ہاں اگر اُس کے خلافِ مرضی ہو اور مجبوری کیلئے شرما شرمی دے

تو وہ کھانا حرام ہے اور اتنے آدمی لے جانا حرام ہے جانے والے چور بن کر جائیں گے اور لٹیرے بن کر نکلیں گے یہ حدیث کا ارشاد ہے نہ کہ جب دبا کر لیں کہ اس کے صریح حرام ہونے میں کیا کلام ہے اور چار وقت کے کھانے کا بوجھ بلا مرضی ڈالنا اور بغیر اس کے نیوتہ نہ دینا یہ بھی حرام ہے۔ ایسی ناپاک رسموں کا ترک فرض ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم جس کی بزرگی بڑی ہے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ ت)

**مسئلہ** از ضلع برسیال ملک بنگال پوسٹ آفس سامر ہاٹھ کاؤ گوریدی مسئولہ رکن الدین احمد روز پنجشنبہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد ولادت مولود ناری چھید کرنا آیا دائی جو گاؤں میں مقرر رہتی ہیں یا جنائی جو ہر گھر کی عورتیں ہوتی ہیں انھوں کے ساتھ کچھ خصوصیت ہے یا جوں توں کر سکتا ہے بر تقدیر ثانی وثالث منکرین پر شرعًا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر اہل محلہ دائی کے ساتھ خصوصیت جان کر اس فعل قبیحہ خاص کے لئے ایمان دار بھائیوں کو اہانت اور بے عزت کریں مثلاً اُن لوگوں کے ساتھ اُٹھک بیٹھک کھانا پینا نہ کریں بلکہ کہیں کہ اگر شرع میں بھی ہے تو بھی نہ کرنا کیونکہ رواج کے خلاف ہے اور خاص کر کے اس فعل خاص پر رواج کے پابند ہونا ضرور ہے تو شرع میں ان لوگوں پر کیا حکم ہے؟

(۳) شریعت کے خلاف جو رواج ہو اپنے نام و ناموس کی رعایت سے اسی رواج کی پاسداری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اولی کیوں جائز اور اس کی کیا دلیل؟ بر تقدیر ثانی بنیانِ رواج مذمومہ پر شرعًا کیا حکم ہے؟ بینوا احکم الکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب کا حکم بیان کرو تاکہ روزِ حساب اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

## الجواب

(۱) بچہ کی ناری چھیدنا سنت ہے اور اس کی خصوصیت کوئی نہیں کہ یہ کام دائی جنائی کرے یا باپ بھائی جو کرے، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دائی جنائی کے ساتھ خاص ہے اوروں کو جائز نہیں وہ دل سے مسئلہ نکالتے ہیں اور شریعت پر افتراء کے گنہگار ہوتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ۔ اِنَّ

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تمہاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالٰی پر

الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جھوٹ باندھو۔ بیشک جولوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وُہ کبھی کامیاب نہیں۔ اور اللہ تعالٰے بڑے علم والا ہے (ت)

(۲) یہ بلاوجہ اپنے بھائیوں سے انقطاع اور مسلمانوں کی ایذا، اور کئی وجہ سے حرام ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔[2]

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالٰے کو ایذا دی (ت)

دوسرے فریق کو بھی چاہئے جب لوگ اس قدر اُس سے پریشان ہوتے اور نفرت کرتے ہیں تو کیوں ایسی بات کریں جس سے ایک مباح کے پیچھے باہم تفرقہ وفتنہ ہو، ہاں اُن میں جو اہل علم ومقتدا و صاحبِ اثر ہوں وہ کریں تاکہ لوگوں کے قلوب سے یہ غلط بات رفع ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم



(۳) یہ رواج کہ خود نہیں کرتے بجائے خود کچھ خلافِ شرع نہیں کہ شریعت نے یہ کام خود کرنا واجب نہ کیا ہاں یہ سمجھنا کہ خود کرنا جائز نہیں اعتقاد باطل ہے اور اگر جائز تو جانتے ہیں مگر بلحاظ عوام بدنامی ومطعونی سے بچنے کو اس پر اصرار کرتے ہیں تو ایک وجہ رکھتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۸۱:** از محلہ کٹھیرا مراد آباد مسئولہ حافظ محمود حسن روز دوشنبہ بتاریخ ۲۶ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ صفر کے اخیر چہارشنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی بنا بر اُس کے اس روز کھانا و شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علٰی ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں کہیں اس روز کو نحس ونامبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گلی تڑوا لیتے ہیں اور تعویذ وچھلّہ چاندی کے اُس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں یہ جملہ امور بربنائے صحت یابی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم عمل میں لائے جاتے ہیں لہٰذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں؟ اور فاعل عامل اس کا بربنائے ثبوت یا عدم ثبوت گرفتارِ معصیت ہوگا یا قابلِ ملامت وتادیب؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

## الجواب

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت یابی حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اُس کی ابتداء اُسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیثِ مرفوع میں آیا ہے:

آخر اربعاء فی الشھر یوم نحس مستمر[1] ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ دائمی نحوست والا دن ہے۔ (ت)

اور مروی ہُوا کہ ابتدا ابتلائے سیّدنا ایوب علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والتسلیم اسی دن تھی اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعتِ مال ہے۔ بہرحال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنٰی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۸۲** مسئولہ طوطیِ ہند اسرار الحق خاں و سہیلِ ہند غلام قطب الدین صاحب از جبلپور چہار شنبہ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

ماہِ صفر کے اخیر چہار شنبہ کو ساتوں سلام یعنی سلامٌ قولاً من رب رحیم[2] وغیرہ جلسہ میں پڑھ کر اور آم کے سات پتوں پر لکھ کر ایک نئے گھڑے میں پانی منگا کر اس میں پتے دھو کر بطور تبرک سب کو پلانا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

قرآن عظیم کی ہر آیت ہمیشہ نور و ہدٰی و برکت و شفا ہے اور اس چہار شنبہ کی تخصیص محض بے معنٰی، بہرحال نفسِ فعل میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۸۳** از کیلا کھیڑا ڈاکخانہ باز پور ضلع نینی تال مرسلہ محمد عبدالمجید خاں صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

یہ جو بعض جہلاء عرض ڈورے کیا کرتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاتونِ جنت ہر کسی گھر ماہِ ساون بھادوں میں جایا کرتی اور ایک ایک ڈورا اُن کے کان میں باندھ کر یہ کہا کرتیں کہ پوریاں پکا کر فاتحہ دلا کر لانا اس کی کچھ سند ہے یا واہیات ہے؟

## الجواب

یہ ڈوروں کی رسم محض بے اصل و مردود ہے اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کی طرف

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۲۹۳۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۲

[2] القرآن الکریم ۳۶/۵۸

اس کی نسبت محض جھوٹ بُرا افترا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۸۴** ازکمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدابخش زردوز مالک فلورمل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اکثر لوگ ۳، ۱۳ یا ۲۳، ۸، ۱۸، ۲۸ وغیرہ تواریخ اور پنجشنبہ ویکشنبہ وچہارشنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے، اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا، ان کا کیا حکم؟

## الجواب

یہ سب باطل وبے اصل ہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

**مسئلہ ۸۵** ازمقام رام باغ ڈاکخانہ خاص ضلع ڈیرہ دون مرسلہ حکیم محمد فضل الرحمٰن صاحب مورخہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جیسے یہ مثال یا مثلہ اہل اسلام میں رائج عملدرآمد کے ساتھ ہے کہ بہن کے گھر بھائی کُتّا اور خوشدامن کے گھر داماد کُتّا، جہاں تک دریافت ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مثال ہنود کے یہاں قطعی طور پر رائج ہے مگر اہل اسلام میں نہایت سرگرمی کے ساتھ شامل کرلیا ہے اور اس پر عملدرآمد کیا جاتا ہے، وہ لوگ جو بہن کے گھر یا خوشدامن کے گھر رہتے ہیں نہایت بُری نظر اور بے عزتی کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں، آیا ازروئے شریعت بہن کے گھر بھائی کا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور خوشدامن کے گھر داماد کا رہنا جائز ہے نہیں؟ کن وجوہات سے اس کا رواج اسلام میں یا اتفاق سے ہندوستان کے ہر طبقہ میں پھیلا ہوا ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟ امید کہ بواپسی مطلع فرمایا جائے فقط۔

## الجواب

رسم مردود ہنود یہ ہے کہ بہن بیٹی کے گھر کا پانی پینا بُرا جانتے ہیں کھانا تو بڑی چیز ہے، یہ رسم ضرور ناپاک ومردود ہے، مولٰی سبحٰنہ وتعالٰے قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لیس علی الاعمٰی حرج ولا علی الاعرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اٰبائکم او بیوت امھاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت

نہ اندھے پر تنگی نہ لنگڑے پر نہ بیمار پر نہ آپ تم پر کہ اپنی اولاد کے گھر کھانا کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر یا ماں کے گھر یا بھائیوں کے گھر یا بہنوں کے گھر یا چچا کے گھر یا پھوپی کے گھر یا ماموں کے گھر یا خالہ کے گھر یا جس کی کنجیاں تمہارے

اعمامکم او بیوت عمّٰتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خالٰتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم[1] | اختیار میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔

اس اجازت میں جیسے ایک وقت کا کھانا داخل ہے یوں ہی بشرطِ رضا و عدم بار چند وقت کا خصوصًا جبکہ بہن یا ساس یا ان لوگوں کا مکان دوسرے شہر میں ہو اور یہ بعد مدت ملنے کو جائے جب تک یہ نہ جانے کہ ان پر بار و ناگوار نہ ہوگا جہاں تک ایسے تعلقات میں ایسے بُعد سے اتنے دنوں بعد مہمان داری معروف ہے بلاشُبہہ رہ سکتا ہے، ہاں اتنا رہنا کہ اکتا جائے اور ناگوار ہو ناجائز اور وہ کھانا بھی ناجائز اگرچہ ماں باپ ہی کا گھر ہو، ہاں ماں باپ جبکہ محتاج ہوں مالدار اولاد کے یہاں جتنے دن چاہیں رہ سکتے ہیں اگرچہ اسے ناگوار ہو کہ اس کے مال میں اتنا ان کا حق ہے اس کی بے مرضی بھی لے سکتے ہیں، یہ سب عارضی طور پر رہنے میں کلام تھا، اب جو لوگ معیوب جانتے ہوں ان کا زعم بالکل مردود و اتباعِ کفار ہنود ہے۔ رہا دوسرے کے یہاں سکونت اختیار کرنا یہ سوا محتاج ماں باپ کے کسی کے گھر بے اس کی رضا کے اصلاً حلال نہیں اگرچہ بھائی یا باپ کے یہاں ہو اگرچہ فقط سکونت ہو کھائے اپنا مگر وہ کسب سے عاجز و محتاج جس کا نفقہ شرع نے اس صاحبِ مکان پر واجب کیا ہو رہ سکے گا اور کھانا بھی اسی کے سر کھائیگا اسے گوارہ ہو خواہ ناگوار، بھائی ہو خواہ بہن، ساس اس میں داخل نہیں کہ اس کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہوسکتا ہاں عاجز محتاج کا نفقہ جس پر شرعًا لازم ہے، اگر نہ وہ اس کی اولاد میں ہے نہ یہ اس کی اولاد میں تو بے اس کی رضا کے جبرًا اس کا بار اس پر ڈالنا بحکم حاکم ہوگا خود یہ اس کا اختیار نہیں رکھتا، ردالمحتار میں ہے:

نفقۃ قرابۃ غیر الولاد وجوبھا لایثبت الا بالقضاء او الرضاء[2] | ایسے رشتے دار کا خرچہ جو اولاد میں شامل نہ ہو اس کے خرچے کا وجوب فیصلۂ قاضی یا خرچہ دینے والے کی رضامندی کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتا (ت)

حکمِ شرع یہ ہے اس کے خلاف جو کچھ ہو باطل ہے ظاہرًا یہ تخصیص اس خیال سے ہو کہ بہن کا اپنا گھر اور مال غالبًا نہیں ہوتا بلکہ اُس کے شوہر کا، اور وہ اگر ناگواری نہ ظاہر کرے تو غالبًا مروت اور اپنی

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱

زوجہ کی رعایت سے اور ساس جو کچھ کرے گی اپنی بیٹی کے دباؤ سے، اور یہ جائز نہیں، لہذا اس سے احتراز چاہئے اگرچہ ناگواری ظاہر نہ ہو کہ ظاہر ناگواری ہے اور بہن فقط مثال ہے بیٹی بھتیجی بھانجی کا بھی یہی حال ہے جبکہ مال و مکان اُن کے شوہروں کا ہو شرعًا بھائی بھتیجے بھانجے کا بھی یہی حکم ہے جبکہ مروت وخاطر مع ناگواری باطن ہو مگر یہاں مروت خود اس کی ذات کے باعث ہے اور وہاں دی ہوئی بیٹی کے ذریعہ سے، لہذا اُسے زیادہ معیوب سمجھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۸۸** از شہر کوٹہ راجپوتانہ محلہ لاڈپورہ معرفت گانس بہرو کے مسئولہ الٰہی بخش لوہار ۲۸ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) شادی میں ہندوؤں کی رسم کے موافق گانے اور باجے کے ساتھ کمہار کے گھر سے برتن لانے کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) شادی میں کپڑا پہناتے وقت ہندوؤں کی طرح پیشانی میں ہلدی کا ٹیکا لگانا کیسا ہے؟

(۳) لڑکے کی سالگرہ کے روز لچھے میں عمر کی گرہ لگانا کیسا ہے؟



## الجواب

(۱) ناجائز وگناہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ناجائز وگناہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۳) ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۸۹** از دیوگڑھ میواڑ راجپوتانہ مرسلہ عبدالعزیز صاحب ۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں دونوں عیدوں پر مسلمان بڑے تزک و احتشام سے اسلام کی شان و شوکت ظاہر کرتے ہیں یعنی نماز کے لئے جاتے وقت توپوں کے فیر ہوتے ہیں اور نشان گھوڑا و تاشے بجتے ہوئے عیدگاہ کو جاتے ہیں اور قاضی صاحب شاہی جامہ پہنتے ہیں بعد فراغت نماز دوسرے دروازہ سے شہر میں داخل ہوتے ہیں یہ محض اسلامی شان و شوکت بمقابلہ کفار کی جاتی ہے اور تمام لوازمہ منجانب رئیس ریاست یہاں کے آتا ہے اگر تاشے وغیرہ موقوف کئے جائیں تو فتنہ و فساد برپا ہونے کی صورت ہے اس میں کوئی خرابی تو لازم نہیں آتی ہے؟

## الجواب

عید کے لئے نشان لے جانا اور عمدہ لباس پہننا تو سنت ہے اور گھوڑے کی سواری بھی فی نفسہ

مسنون ہے اگرچہ عیدگاہ جانے کے لئے وارد نہیں اور مصلحت کے لئے وہاں ہاتھی کی سواری یا کوتل ہاتھی گھوڑے اور توپوں کے فیر میں بھی حرج نہیں، ایسے شہر میں ایسی رسم کو بند کرنا سراسر خلافِ مصلحت ہے اس میں صرف غازیوں کا ساطبل ہو جسے دہل کہتے ہیں تاشے نہ ہوں،

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1] کاموں کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت)

اظہار شوکت کی اصل حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رمل و اضطباع اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اس کا حکم فرمانا ہے اور شک نہیں کہ وہاں اس طریقہ کے بند کرنے میں مشرکین کی فرحت و شادی اور ان کی نگاہوں میں معاذ اللہ اسلام کی سُبکی کا باعث ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---



---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الٰی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

رسالہ

# هادِی النّاسِ فی رُسُومِ الاَعْرَاسِ

## ۱۳۱۲ھ

## (شادیوں کی رسومات کے بارے میں لوگوں کے لئے راہنما)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

**مسئلہ ۹۰** از کانپور مدرسۂ فیض عام مرسلہ مولوی احمد حسن صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار میں اس طرح کا رواج ہے کہ شادی کے دن طرح بطرح کا تماشا کرتے ہیں یعنی آتشبازی و بندوق اور گانا بجانا، اور لکڑی کھیلنا وغیرہ۔ ان سب سامان کے ساتھ نوشاہ کو پالکی پر سوار کرکے تماشا کرتے ہوئے دُلہن کے مکان میں جاتے ہیں، آیا یہ سب امورِ مذکورہ بحسبِ شرع شریف جائز ہیں یا نہیں؟ فقط۔

## الجواب

نوشہ کو پالکی میں سوار کرنا مباح وجائز ہے لان من الرسوم العامۃ التی لامضر فیھا من الشرع (اس لئے کہ یہ اُن عادی رسموں میں سے ہے شریعت میں جن پر کوئی طعن نہیں۔ ت) اور لکڑی پھینکنا، بندوقیں چھوڑنا اور اس قسم کے سب کھیل جائز ہیں جبکہ اپنے اور دوسرے کی مضرت کا اندیشہ نہ ہو، اور ان سے مقصود کوئی غرض محمود جیسے فنِ سپہگری کی مہارت ہو، نہ مجرد لہو ولعب لانھما من جنس النضال المستثنٰی فی الحدیث (کیونکہ یہ وہ کھیل ہیں جن کو حدیث میں مستثنٰی قرار دیا گیا ہے۔ ت) اور اگر

صرف کھیل کود مقصود ہو تو مکروہ۔

فی الدر المختار کرہ کل لھو، لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الا ثلاثۃ ملاعبتہ باھلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ[1] اھ، وفی ردالمحتار فی الجواھر قد جاء الاثر فی رخصۃ المصارعۃ لتحصیل القدرۃ علی المقاتلۃ دون التلھی فانہ مکروہ اھ والظاھر انہ یقال مثل ذٰلک فی تادیب الفرس والمناضلۃ بالقوس[2] اھ وفیہ عن القھستانی عن الملتقط من لعب بالصولجان یرید الفروسیۃ یجوز[3] اھ وفی الدر المصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلھی فتکرہ، برجندی[4] اھ وفیہ وکذا یحل کل لعب خطر لحاذق تغلب سلامتہ

درمختار میں ہے ہر کھیل مکروہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ مسلمان کیلئے ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کے (یعنی مسلمان کے لئے سوائے تین کے باقی ہر کھیل حرام اور ممنوع ہے اور جو تین کھیل مباح ہیں وہ یہ ہیں) (۱) خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (دل لگی کرنا)۔ (۲) اپنے گھوڑے سے کھیلنا (اس کی تربیت اور سکھلائی کرنا) اور (۳) اپنی کمان سے تیراندازی کرنا اھ، فتاوی شامی میں الجواہر کے حوالہ سے ہے کہ حدیث میں باہم کشتی کرنے کی اجازت موجود ہے یعنی جنگ وجہاد کے لئے قوت حاصل کرنے کے لئے، نہ کہ کھیل کود کے لئے، کیونکہ محض کھیل کود تو مکروہ ہے اھ، اور ظاہر یہ ہے کہ اس طرح کا اطلاق گھوڑے کو سکھانے اور کمان سے تیراندازی کرنے پر کیا جاتا ہے اھ، اسی میں قہستانی سے بحوالہ الملتقط مرقوم ہے جس کسی نے صولجان یعنی گھڑدوڑ کا کھیل کیا تو یہ جائز ہے اھ، درمختار میں ہے کہ باہم کشتی کرنا بدعت نہیں مگر یہ کہ محض کھیل کود کیلئے نہ ہو برجندی اھ، اور اسی میں ہے کہ ہر ایسا



---

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸
[2] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳ و
[3] " " " " " ۵/۲۵۸
[4] الدر المختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

کرمی الرام وصید لحیۃ . ویحل التفرج علیھم حینئذ[1] اھ وفیہ عند عد المباحات والسباحۃ والصولجان والبندق ورمی الحجر واشالۃ الحجر والشباک والوقوف علی رجل[2] الخ فی الشامیۃ البندق ای المتخذ من الطین[3] ومثلہ المتخذ من الرصاص[3]

کھیل جو کسی ماہر کو کھٹکے میں ڈال دے مگر اس میں سلامتی غالب ہو وہ جائز ہے جیسے کسی تیرانداز کے لئے تیراندازی کرنا اور کسی قبیلہ کے لئے شکار کرنا۔ پھر ان پر اس وقت خوشی کرنا جائز ہے اھ انہی مباح کاموں کو شمار کرنے کے سلسلہ میں ہے تیرنا، گھڑدوڑ کرنا، ڈھیلے پھینکنا، تیر مارنا (الشباک آپس میں ایک دوسرے کی بند مٹھیاں کھولنا اور ایک پاؤں پر کھڑا ہونا وغیرہ الخ (یہ سب کھیل جائز اور مباح ہیں)، فتاوٰی شامی میں ہے "البندق" جو گارے سے تیار کیا جائے اور اسی کی مانند وہ ہے جو سیسہ سے بنایا جائے۔ (ت)

آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا۔

قال اللہ تعالٰی لاتبذر تبذیرا ○ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین ○ وکان الشیطان لربہ کفورا[4]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کسی طرح بے جا نہ خرچ کیا کرو کیونکہ بے جا خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت بڑا ناشکر گزار ہے (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی کرہ لکم ثلثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال، رواہ البخاری[5] عن المغیرۃ بن

بے شک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے تین کاموں کو ناپسند فرمایا: (۱) فضول باتیں کرنا (۲) مال کو ضائع کرنا (۳) بہت زیادہ سوال کرنا اور

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

[2] " " " " " "

[3] ردالمختار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۹

[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ و ۲۷

[5] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالٰی لایسئلون الناس الحافا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۰ و ۲/ ۸۸۴
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل " " ۲/ ۷۵ و ۷۶

شعبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مانگنا۔ امام بخاری نے اس کو حضرت مغیرہ بن بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

شیخ محقق مولنا عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں:

من البدع الشنیعۃ ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الهند من اجتماعهم للتهو واللعب بالنار، واحراق الکبریت[1] اھ مختصرا۔

بُری بدعات میں سے یہ اعمال ہیں جو ہندوستان کے زیادہ تر شہروں میں متعارف اور رائج ہیں جیسے آگ کے ساتھ کھیلنا اور تماشہ کرنے کے لئے جمع ہونا، گندھک جلانا وغیرہ اھ مختصراً۔ (ت)

اسی طرح یہ گانے بجانے کہ ان بلاد میں معمول و رائج ہیں بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں خصوصاً وہ ناپاک وملعون رسم کہ بہت خوانِ بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود و ملاعین بے بہبود سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین و حاضرات کو لچھے دار سنانا سمدھیانہ کی عفیف و پاکدامن عورتوں کو الفاظِ زنا سے تعبیر کرانا خصوصاً اس ملعون بے حیا رسم کا مجمع زناں میں ہونا، اُن کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا، قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سُنا کر بدلحاظیاں سکھانا، بے حیا، بے غیرت، خبیث، بے حمیت مردوں کا اس شُہدہ پن کو جائز رکھنا۔ کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا، مگر بندوبست قطعی نہ کرنا، یہ وہ شنیع، گندی اور مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اُترتی ہیں، اس کے کرنے والے، اس پر راضی ہونے والے، اپنے یہاں اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاسق فاجر، مرتکب کبائر، مستحق غضب جبّار و عذابِ نار ہیں، والعیاذ باللہ تبارک وتعالٰی۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں، اور اگر نادانستہ شریک ہوگئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا اُن لوگوں کا ارادہ معلوم ہو تو سب مسلمان مردوں عورتوں پر لازم ہے کہ فوراً اسی وقت اُٹھ جائیں اور اپنی جورو، بیٹی، ماں، بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں ورنہ یہ بھی اُن ناپاکیوں میں شریک ہونگے اور غضبِ الٰہی سے حصہ لیں گے والعیاذ باللہ رب العالمین، زنہار زنہار اس معاملہ میں حقیقی بہن بھائی

---

[1] ماثبت بالسنۃ ذکر شہر شعبان المقالۃ الثالثۃ ادارہ نعیمیہ رضویہ موچی گیٹ لاہور ص ۲۸۲

بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت ومروّت روا نہ رکھیں کہ،

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔[1] اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں (ت)

ہاں شرع مطہر نے شادی میں بغرضِ اعلان نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جبکہ مقصودِ شرع سے تجاوز کرکے لہوِ مکروہ وتحصیل لذت شیطانی کی حد تک نہ پہنچے۔ ولہذا علماء شرط لگاتے ہیں کہ قواعدِ موسیقی پر نہ بجایا جائے، تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب وناجائز ہیں۔ پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے، نہ شرف والی بیبیوں کے مناسب بلکہ نابالغہ چھوٹی چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں جن میں اصلاً نہ فحش ہو نہ کسی بے حیائی کا ذکر، نہ فسق وفجور کی باتیں، نہ مجمع زنان یا فاسقان میں عشقیات کے چرچے، نہ نامحرم مردوں کو نغمۂ عورات کی آواز پہنچے۔ غرض ہر طرح منکراتِ شرعیہ ومظانِ فتنہ سے پاک ہوں، تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، جیسے انصارِ کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جاکر یہ شعر پڑھا جاتا تھا

اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم[2]



یعنی ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے، اللہ ہمیں زندہ رکھے تمہیں بھی جلائے یعنی زندہ رکھے۔

پس اس قسم کے پاک وصاف مضمون ہوں، اصل حکم میں تو اسی قدر کی رخصت ہے مگر حالِ زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ مطلق بندش کی جائے کہ جہالِ حال خصوصاً زنانِ زماں سے کسی طرح امید نہیں کہ انھیں جو حد باندھ کر اجازت دی جائے اس کی پابند رہیں اور حدِ مکروہ وممنوع تک تجاوز نہ کریں، لہذا سرے سے فتنہ کا دروازہ ہی بند کیا جائے، نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گی نہ آگے پاؤں پھیلائیں گی، خصوصاً بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں، رنڈیوں، ڈومنیوں کو تو ہرگز ہرگز قدم نہ رکھنے دیں کہ اُن سے حدِ شرعی کی پابندی محال عادی ہے۔ وہ بے حیائیوں فحش سرائیوں کی خوگر ہوتی ہیں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث حکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۶، ۶۷
المعجم الکبیر حدیث ۳۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۲۰۸
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۲۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

منع کرتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی بلکہ شریف زادیوں کا ان آوارہ بد وضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بیہودہ و بیجا ہے۔ صحبتِ بد زہرِ قاتل ہے، اور عورتیں نازک شیشیاں ہیں جن کے ٹوٹ جانے کے لئے ایک ادنیٰ سی ٹھیس بھی بہت ہوتی ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا انجشة رویدًا بالقواریر[1] (اے انجشہ! ٹھہر جاؤ کہیں کانچ کی شیشیاں ٹوٹ نہ جائیں۔ ت) فرمایا۔

هذا كله ظاهر بين عند من نور الله تعالٰى بصيرته وجميع ما نهينا عنه فان عليه دلائل ساطعة من القرآن العظيم والحديث الكريم والفقه القويم بيدان وضوح الحكم اغنانا عن سردها فلنذكر بعض دلائل على ما ذكرنا اباحته فانا نرى ناسًا يشدد دون الامر يطلقون القول بالتحريم ومنهم من يبيح ضرب الدف بشرط ان لايكون معه شیئ من الشعر وانما يكون محض دف مع ان الاحاديث ترد ذلك كما ستعلم مما هنالك، اخرج الامام البخاري في صحيحه من الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النبي صلى الله تعالٰى عليه واٰله وسلم

یہ سب کچھ اچھی طرح واضح ہے ہر اس بندے پر جس کو اللہ تعالٰی نے دل کی روشنی بخشی ہے اور تمام وہ باتیں جن سے ہم نے منع کیا ہے کیونکہ اس پر قرآن عظیم حدیث مبارکہ اور فقہ قویم کے روشن دلائل موجود ہیں۔ لہٰذا واضح حکم نے ہمیں اس کی تفصیل سے بے نیاز کردیا ہے، پھر ہم بعض دلائل بیان کرتے ہیں اس مسئلہ پر جس کی اباحت (پہلے) ہم نے ذکر کردی، کیونکہ کچھ لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ معاملہ میں سختی کرتے ہیں اور مطلق تحریم کا قول ذکر کرتے ہیں (قول بالتحریم مطلق بیان کرتے ہیں) اور کچھ وہ لوگ ہیں جو دف بجانا مباح کہتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اشعار نہ پڑھے جائیں بلکہ صرف دف بجائی جائے، حالانکہ احادیث میں اس کی تردید آئی ہے اور جو کچھ یہاں مذکور ہوگا عنقریب تم جان لوگے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ربیع بنت معوذ بن عفراء کے حوالہ سے تخریج فرمائی کہ اس بی بی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ہاں

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰-۹۰۸
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم النساء " " " ۲/ ۲۵۵
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۴

فدخل حسين بن علی فجلس علی فراشی كمجلسك منی فجعلت جويريات لنا يضربن بالدف ويندبن من قتل من اٰبائی يوم بدر[1] الحديث۔

واخرج ايضا عن ام المومنين الصديقة رضی الله تعالٰی عنها انها زفت امرأة الٰی رجل من الانصار فقال نبی الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم ما كان معكم لهو فان الانصار يعجبهم اللهو[2]، واخرج القاضی المحاملی عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالٰی عنهما فی هٰذا الحديث انه صلی الله تعالٰی عليه وسلم قال ادركيها يا زينب امرأة كانت تغنّی بالمدينة[3]، واخرج ابن ماجة عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال انكحت عائشة رضی الله تعالٰی عنها ذات قرابة لها من الانصار فجاء رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم

تشریف لائے تو حضرت حسین بن علی حاضر خدمت ہوئے اور میرے بچھونے پر اس طرح تشریف فرما ہوئے جیسے تمہارا میرے پاس بیٹھنا ہے اور ہماری کچھ بچیاں دف بجا بجا کر ہمارے اکابر شہداء بدر کے مرثیے پڑھتی رہیں الحدیث۔

اور یہ بھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سند سے تخریج فرمائی کہ ایک دلہن اپنے انصاری شوہر کے گھر رخصت کی گئی تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی کھیل (گانے بجانے) کا سامان نہ تھا کیونکہ انصار اس سے جوش میں آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ قاضی محاملی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے اس حدیث کی تخریج فرمائی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے زینب! کسی ایسی عورت سے رسائی حاصل کرو جو مدینہ منورہ میں گانے والی ہو۔ محدث ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس کے حوالہ سے تخریج فرمائی (اللہ تعالٰی دونوں سے راضی ہو) انھوں نے فرمایا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے قبیلہ انصار میں اپنی ایک قرابتدار کا نکاح کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم



---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف بالنکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۳
[2] " " باب النسوۃ اللاتی یہدین المرأۃ الخ " " ۲/ ۷۷۵
[3] فتح الباری بحوالہ المحاملی کتاب النکاح " " مصطفی البابی مصر ۱۱/ ۱۴۳
عمدۃ القاری " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰/ ۱۴۹

فقال أهديتم الفتاة قالوا نعم قال الا ارسلتم معها من تغني قالت لا، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الانصار قوم فيهم غزل فلو بعثتم معها من يقول اتيناكم اتيناكم فحيانا وحياكم[1] فاخرج الطبراني عن السائب بن يزيد رضي الله تعالى عنه قال لقي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جواري يتغنين يقلن تحيونا نحييكم فقال لا تقولوا هكذا ولكن قولوا حيانا وايياكم فقال رجل يارسول الله أترخص للناس في هذا قال نعم انه نكاح لاسفاح[2] واخرج احمد والترمذي والنسائي وابن ماجة عن محمد بن حاطب الجمحي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال فصل ما بين الحلال والحرام الصوت

تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کیا تم نے اس نوجوان لڑکی کو کوئی ہدیہ (تحفہ) دیا ہے؟ گھر والوں نے عرض کی: جی ہاں۔ پھر فرمایا: کیا تم نے اس کے ساتھ کوئی گانے والی بھیجی ہے؟ سیدہ نے عرض کی: جی نہیں۔ حضور صلے اللہ تعالے علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جن میں غزلیات پڑھنے کا رواج ہے لہٰذا اگر تم لوگ اس دلہن کے ساتھ کوئی ایسا شخص بھیجتے جو کہتا اتیناکم اتیناکم الخ یعنی ہم تمہارے پاس آگئے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمہیں بھی زندہ رکھے۔ امام طبرانی نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حوالہ سے تخریج فرمائی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ملاقات چند بچیوں سے ہوئی جو گا رہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں کہ ہم تمہیں اپنی زندگی بخشتی ہیں تم ہمیں بخشو۔ آپ نے فرمایا: یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو حیانا وایاکم اللہ تعالےٰ ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمہیں بھی زندہ رکھے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم! کیا آپ لوگوں کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں اے برادر! یہ نکاح ہے کوئی بدکاری تو نہیں ہے،

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۶۶۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/۱۵۲

والدف فی النکاح[1]، واخرج النسائی عن عامر بن سعد قال دخلت علی قرظة بن کعب وابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما فی عرس واذا جوار یغنین فقلت انتما صاحبا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن اہل بدر یفعل ہذا عندکم فقالا اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت فاذہب قد رخص لنا فی اللہو عند العرس[2] قال الامام البدر محمود العینی فی عمدة القاری، تحت الحدیث الاول فی الحدیث فوائد (الٰی ان قال) منہا الضرب بالدف بحضرة شارع الملة ومبین الحل

امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے محمد بن طالب جمحی کے حوالہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تخریج فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح میں اعلان اور دف بجانے کا ہے۔ امام نسائی نے عامر بن سعد کے حوالہ سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا کہ میں قرظہ بن کعب اور ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے پاس ایک تقریب شادی میں گیا، میں نے دیکھا کہ چند لڑکیاں گا رہی تھیں میں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے اے دو ساتھیو! اور غزوہ بدر میں شریک ہونے والو! تمہارے ہاں یہ کچھ کیا جا رہا ہے؟ انھوں نے فرمایا اگر پسند کرتا ہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر سن اور اگر نہیں پسند کرتا اور نہیں چاہتا تو واپس چلا جا کیونکہ شادیوں میں ہمیں اس کی رخصت دی گئی ہے۔ امام بدرالدین محمود عینی نے عمدة القاری شرح صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں فرمایا حدیث میں بہت سے فوائد ہیں (وہ سب شمار کرتے ہوئے) یہاں تک فرمایا ان میں سے



---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/۱۲۹
سنن النسائی کتاب النکاح اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۹۰
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح اعلان النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۱۸ و ۴/۲۵۹
[2] سنن النسائی کتاب النکاح اللہو والغناء عند العرس نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۹۲

من الحرمۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعلان النکاح بالدف والغناء المباح فرقا بینہ وبین ما یستتر بہ من السفاح[1] اھ وفی المرقاۃ قیل تلك البنات لم یکن بالغات حد الشھوۃ وکان دفھن غیر مصحوب بالجلاجل قال اکمل الدین الدف بضم الدال اشھر وافصح ویروی بالفتح ایضاً وفیہ دلیل علی جواز ضرب الدف عند النکاح والزفاف للاعلان، والحق بعضھم الختان والعیدین والقدوم من السفر ومجتمع الاحباب للسرور، وقال المراد بہ الدف الذی کان فی زمن المتقدمین واما ما علیہ الجلاجل فینبغی ان تکون مکروھا بالاتفاق[2] اھ وفی العینی تحت الحدیث الثانی فی التوضیح اتفق العلماء علی جواز اللھو فی ولیمۃ

ایک فائدہ یہ ہے کہ شارع ملت کی موجودگی میں دف بجائی گئی اور حلت وحرمت ظاہر کرنے والے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسا کیا گیا' اور دف بجاکر اور مباح گانا گاکر نکاح کا اعلان کرو تاکہ نکاح اور خفیہ بدکاری (حلال وحرام) کا فرق واضح ہو جائے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہا گیا کہ وہ بچیاں نابالغ تھیں حدِ بلوغت کو پہنچی ہوئی نہ تھیں اور ان کی دفیں بھی جھانج والی نہ تھیں۔ امام اکمل الدین نے فرمایا اَلدُّف حرکت پیش کے ساتھ زیادہ مشہور ہے اور دال پر زبر کی حرکت کی روایت بھی ہے اور یہ دلیل ہے کہ نکاح کرنے اور دلہن کو رخصت کرنے کے وقت اعلان کے لئے دف بجانا جائز ہے، اور بعض نے تقریبِ ختنہ، عیدین، سفر سے واپسی اور دوستوں کے اجتماع کو بھی تقریبِ شادی سے ملحق کیا ہے یعنی ان تمام مواقع پر بھی دف بجانے کی اجازت ہے، اور فرمایا کہ اس سے وہ دف مراد ہے جو گزشتہ زمانے میں مروّج تھی، اور جھانج والی دف بجانا بالاتفاق مکروہ ہے۔ علامہ عینی دوسری حدیث کی وضاحت فرماتے ہیں ولیمہ و نکاح کے موقع پر کھیل کود کو اہلِ علم بالاتفاق



[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۰/۱۳۶

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۰۱

النکاح کضرب الدف و شبھہ[1] الخ و فی
المرقاۃ تحت الحدیث الثانی "ماکان معکم لھو"
ای الم یکن معکم ضرب دف وقراءۃ
شعر لیس فیہ اثم وھذا رخصۃ
عند العرس کذا قیل والاظھر ماقال
الطیبی فیہ معنی التحضیض کما فی
حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا
الا ارسلتم معھم من یقول اتیناکم
الحدیث[2] اھ ملخصا، وفیھا تحت
الحدیث السابع ای وان اللہ یحب ان
تؤتی رخصۃ کما یحب ان تؤتی
عزائمہ[3] اھ قلت فالتحضیض
کالتحضیض علی الرخصۃ لا لانہ الافضل
فافھم وفی اشعۃ اللمعات
تحت الحدیث السادس تغنی
مباح است در نکاح مثل دف[4] اھ
وفی حظر رد المحتار قبیل
فصل اللبس عن الحسن
لا بأس بالدف فی العرس
لیشتھر وفی السراجیۃ

مباح اور جائز قرار دیتے ہیں جیسے دف بجانا یا اس
کے مشابہ کسی آلۂ لہو کو استعمال کرنا الخ، مرقاۃ میں
ان الفاظ (ماکان معکم لہو) کے ذیل میں ہے
کیا تمہارے پاس کوئی دف بجانے والا نہیں
اور نہ ایسا کوئی اشعار پڑھنے والا ہے کہ جن میں
کوئی گناہ نہیں، شادیوں میں اس کی اجازت
ہے یونہی کہا گیا، اور زیادہ ظاہر وہ بات ہے جو
علامہ طیبی نے ارشاد فرمائی کہ حدیث میں تحضیض
یعنی ابھارنے اور اکسانے کا مفہوم پایا جاتا ہے
جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا
کی روایت میں "الا ارسلتم الخ" کے الفاظ ہیں
یعنی تم نے اس لڑکی کے ساتھ اس کو نہ بھیجا
جو یوں کہتا (اتیناکم الحدیث) ملخص پورا ہوگیا۔
اور اسی میں ساتویں حدیث کے ذیل میں ہے
یعنی اللہ تعالٰی پسند کرتا ہے کہ رخصت پر عمل کیا جائے
جیسا کہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی عزیمتوں
کو ادا کیا جائے (عبارت مکمل) میں کہتا ہوں
یہ تحضیض اسی طرح ہے جیسے رخصت پر تحضیض،
یہ نہیں کہ وہ افضل ہو اسے سمجھ لیا جائے۔
اشعۃ اللمعات میں چھٹی حدیث کے ذیل میں ہے



---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی یھدین الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ٢٠/ ١٤٩
[2] مرقات المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ٦/ ٣٠٢
[3] " " " " الفصل الثالث " " ٦/ ٣١٩
[4] اشعۃ اللمعات " " الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ٣/ ١٢٠

هذا اذا لم یکن لہ جلاجل ولم یضرب علی هیأة التطرب[1] اھ وفی الهندیة سئل ابو یوسف عن الدف اتکرهه فی غیر العرس بان تضرب المرأة فی غیر فسق للصبی قال لا اکرهه واما الذی یجئ منه اللعب الفاحش للغناء فانی اکرهه کذا فی محیط السرخسی ولا باس بضرب الدف یوم العید کما فی خزانة المفتیین[2] اھ وفی شهادات رد المحتار جواز ضرب الدف فیه (ای فی العرس) خاص بالنساء کما فی البحر عن المعراج بعد ذکرہ انه مباح فی النکاح وما فی معناہ من حادث سرور قال وهو مکروہ للرجال علی کل حال للتشبه بالنساء[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ نکاح میں گانا بجانا مباح ہے جیسے دف بجانا اھ ـــــــــ فتاوٰی شامی کی بحث حظر میں ہے جو فصل اللبس سے کچھ پہلے حضرت حسن سے روایت ہے کہ تشہیر کے لئے تقریب میں دف بجائی جاسکتی ہے اور دف کے بجانے میں کوئی حرج نہیں۔ سراجیہ میں ہے کہ یہ اجازت اس صورت میں ہے کہ دف باآوازِ جھار نہ ہو، اور وہ گانے کی طرز پر نہ بجائی جائے (عبارت مکمل)

اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دف کے بجانے کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آپ تقریب شادی کے بغیر اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ عورت بغیر حالت فسق کے صرف بچہ کے لئے بجائے۔ فرمایا میں اس کو ناپسند نہیں کرتا لیکن وہ جو گانے کے لئے فحش کھیل کے طور پر بجائے تو وہ ناپسندیدہ ہے۔ محیط سرخسی میں یونہی مذکور ہے۔ عید کے دن دف بجانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح خزانۃ المفتیین میں ہے اھ۔ رد المحتار کی بحث شہادت میں ہے کہ شادی میں دف بجانا عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس وجہ سے جو بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے بعد اس ذکر کرنے کے کہ وہ تقریبِ نکاح اور خوشی کے موقع سے جو مناسبت رکھتا ہو اس میں دف بجانا مباح ہے۔ اور فرمایا، مردوں کے لئے وہ ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے، اور اللہ تعالٰی بڑا علم والا ہے۔ (ت)

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۲

[3] رد المحتار کتاب الشہادات باب قبول الشہادت دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۸۲

مسئلہ ۹۱ و ۹۲ ازموضع ہرنسنگل ضلع کمرلا علاقہ بنگالہ مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۲ ربیع الاول

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

**سوال اول :** کیا شادی وغیرہ میں آتشبازی چھوڑنا جائز ہے یانہیں ؟

**سوال دوم :** اعلان کے لئے شادی میں بندوق چھوڑنا جائز ہے یانہیں ؟

## الجواب

**جواب سوال اول :** ناجائز ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

ولا تبذر تبذیرا ○ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا ○[1]

بے جا خرچ نہ کیا کرو کیونکہ بے جا اور فضول خرچ کرنیوالے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں :

ان اللہ تعالٰی حرم علیکم عقوق الامھات ووأد البنات ومنعا وھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال۔ رواہ الشیخان[2] عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک اللہ تعالٰی نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کردی اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا اور بخل کرنا اور گداگری کرنا اور اِدھر اُدھر کی فضول باتیں کرنا تم پر حرام کردیا ہے، اور فرمایا زیادہ سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا بھی حرام کردیا گیا ہے بخاری ومسلم نے اس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

**جواب سوال دوم :** جائز ہے۔

اخرج الترمذی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

امام ترمذی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے تخریج فرمائی کہ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ و ۲۷

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۴
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی من کثرۃ المسائل الخ " " " " ۲/ ۷۵، ۷۶

اِعْلِنُوْا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف[1]، وروی احمد بسند صحیح وابن حبان فی صحیحہ و الطبرانی فی الکبیر وابونعیم فی الحلیۃ والحاکم فی المستدرک عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم قال اِعْلِنُوا النکاح[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

لوگو! نکاح کا اعلان کیا کرو (یعنی اسکی تشہیر کیا کرو) اور مسجدوں میں نکاح کیا کرو اور اس کی تشہیر کے لئے دف بجایا کرو۔ امام احمد نے سند صحیح سے ابن حبان نے اپنی صحیح میں، طبرانی نے الکبیر میں اور ابونعیم نے الحلیہ میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو۔ اللہ تعالٰی تو بخوبی واقف اور آگاہ ہے (ت)

**مسئلہ ۹۳:** مسئولہ سید محمود الحسن صاحب نبیرہ ڈپٹی اشفاق حسین صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آتشبازی بنانا اور چھوڑنا حرام ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب



ممنوع وگناہ ہے،

لقولہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا[3] ولقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل لھو المسلم حرام الا ثلث[4]۔

کیونکہ اللہ تعالٰی کا قول ہے بے جا خرچ نہ کیا کرو۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے مسلمان کا ہر لہو حرام ہے سوائے تین کے (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب النکاح الامر باعلان النکاح دار الفکر بیروت ۲/ ۱۸۳

مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵

حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۲۸ عبداللہ بن وہب دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۳۲۸

مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب النکاح باب اعلان النکاح دار الکتاب بیروت ۴/ ۲۸۹

موارد الظمآن حدیث ۱۲۸۵ ۱/ ۳۱۳ و کنز العمال حدیث ۴۴۵۳۴ ۱۶/ ۲۹۱

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶

[4] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸

جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد ۱/ ۱۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۷

مگر جو صورت خاصہ لہو ولعب و تبذیر و اسراف سے خالی ہو، جیسے اعلانِ ہلال، یا جنگل میں یا وقتِ حاجت شہر میں بھی دفعِ جانورانِ موذی یا کھیت یا میوے کے درختوں سے جانوروں کے بھگانے اُڑانے کو ناڑیاں پٹاخے تومڑیاں چھوڑنا،

فان الامور بمقاصدھا وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1] واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ امور اپنے مقاصد پر مبنی ہوا کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کی بنیاد ارادوں اور نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۹۴** از موضع بیشکنالی ضلع کمرلا ملک بنگالہ مرسلہ مولوی محمد الٰہی بخش ۲۴ شوال ۱۳۱۴ھ

قبلۂ شفقت ومرحمت وکعبۂ عاطفت وراحت، واسطۂ حصولِ عزتِ دوجہانی، وسیلۂ وصولِ سعادت جاودانی ایداللہ افضالہم وعم نوالہٗ وامت شموس عنایاتہم بارغۂ ناصیہ فدویت وارادت را بغازۂ مفاخرت وسعادت مانندِ گلِ رنگین ساختہ بگزارشِ مدعا پرداختہ کہ ایں احقر را برائے چند مسائل بغایت ضرورت افتاد، لہذا بسیار حیران وسرگردان ست، ونیز کسے راچنداں غربا نوازے بیند کہ بخوب ترین جواب از کتبِ معتبرہ ارزانی داشتہ خاطر ایں فدوی را تسکین دہد، وہم تشفی خاطر باشد، لہذا بجاد شانِ کیوان ایوان معروض دارد کہ از رُوئے بندہ نوازی جواب مسائلِ ذیل را بطریق فتاوے عطا فرمایند۔

قبلۂ شفقت ورحمت، کعبۂ عاطفت وراحت دونوں جہان کی عزت کے حصول کا واسطہ، ہمیشگی سعادت کی رسائی کا وسیلہ۔ اللہ تعالٰی ان کے جود وکرم کو دوام بخشے، ان کی عنایات کا سورج چمکتا رہے۔ ارادت وغلامی کی پیشانی فخر وسعادت کے پوڈر سے رنگین پھول کی طرح ہوجائے وہ اپنے مدعا کی گزارش کرتا ہے کہ اس عاجز کو چند مسائل کی انتہائی ضرورت پیش آگئی لہذا بہت حیران اور پریشان ہے نیز اس قدر کسی کو غربا پرور نہیں سمجھتا کہ بہت عمدہ جواب معتبر کتابوں سے نکال کر مفت پیش فرمادیں، جو اس غلام کے دل کو تسکین دے اور قلبی تشفی کا باعث ہو۔ لہذا غلامانہ حیثیت سے بلند وبالا آسمان ہفتم کی سی بارگاہ میں عرض کناں ہوں کہ بندہ پروری کرتے ہوئے مسائل ذیل کا جواب بصورتِ فتوٰی عنایت فرمائیں (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

شخصے اکثر اوقات بعض طائفہ می بیند
و در مجلسِ ایشاں نشیند، و نیز در لہو ولعب
غیر مشروعہ کہ در مذہب حنفیہ حرمتش ثابت شدہ
مستغرق است، مرتکب ایں محرمات فاسق
است یا نہ، فاسقیت را بخوب ترین دلائل ثابت
فرمایند، و نیز آں شخص تنباک کشی مے کند و کراہتِ
تنباک کشی ثابت کردہ باشند، و در صلوٰۃ اقتدا
بایں شخص کراہیت است یا نہ، زیادہ آفتابِ
بندہ نوازی از افقِ مرحمت گستری درخشاں باد۔
عرضداشت فدوی محمد الٰہی بخش عفی عنہ

سوال: ایک شخص اکثر اوقات ناچنے والے
گروہ کا ناچ دیکھتا اور ان کی محفل میں شرکت
کرتا ہے نیز ناجائز کھیل وتماشہ جن کی حرمت
حنفی مذہب میں ثابت شدہ ہے، ان میں مستغرق
رہتا ہے، کیا ایسا شخص شرعاً فاسق کے زمرے
میں آتا ہے یا نہیں؟ اگر فاسق قرار پاتا ہے تو
اس کے فسق کو قوی دلائل سے ثابت فرمایا جائے
اور وہ شخص تمباکو نوش بھی ہے لہذا تمباکو پینے والے
کے عمل کی کراہت ثابت فرمائی جائے۔ کیا ایسے
شخص کی اقتدا نماز میں مکروہ ہے یا نہیں؟
بندہ پروری کا آفتاب رحمت نثار کرنیوالے افق سے
ہمیشہ چمکتا رہے۔ عرضداشت فدوی محمد الٰہی بخش عفی عنہ (ت)



## الجواب

اللّٰھم اغفر لنا، در فاسق وفاجر ومرتکبِ کبائر
بودنِ ایں کس چہ جائے سخن ومجالِ دم زدن۔
قال اللہ تعالٰی فرمان ایزدی ست، قل للمؤمنین
یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم
ذٰلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون[1] اے نبی!
مسلماناں را فرمائے تا چشمانِ خود بپوشند، و شرمگاہ
خود را نگاہ دارند۔ ایں پاکیزہ تراست مر ایشاں را۔
ہر آئینہ خدائے آگاہ است بہر کارے کہ می کنند۔
وقال تعالٰی ومن الناس من یشتری لھو الحدیث
لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا

یا اللہ بخش دیجئے، اس شخص کے فاسق وفاجر سمجھنے
میں بوجہ کبائر کے مرتکب ہونے کے کیا شک باقی رہ جاتا
ہے، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد: اے محبوب
نبی! مسلمانوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو
نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی حفاظت کریں یہ ان
کے لئے زیادہ بہتر اور پاکیزہ طریقہ ہے یقیناً اللہ تعالٰی
پوری طرح باخبر ہے اُن کاموں سے جو وہ کیا کرتے
ہیں۔ نیز اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں
کوئی ایسا شخص بھی ہے جو باقاعدہ کھیل کود کی
باتیں خریدتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو بربنائے جہالت

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۰

ھزوا اولٰئک لھم عذاب مھین[1] از مردمان
کسے است کہ مے خرد سخن لاغ و بازی تا براندازد
از راہِ خدائے نادانستہ وسخرہ گیرد آں را۔ مر ایں
کساں کیفرے است خوار کنندہ۔ حضرت عبداللہ
بن مسعود وعبداللہ بن عباس و امام حسن
بصری وسعید بن جبیر وعکرمہ ومجاہد ومکحول وغیرہم
ائمہ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین
دریں آیۂ کریمہ سخن لاغ و بازی را بہ غنا وسرود
تفسیر فرمودہ اند۔

ابو الصہبا گوید: ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی
عنہما را ازیں آیت پرسیدم، گفت ھو الغناء
واللہ الذی لا الٰہ الا ھو[2] او سرود است
سوگند بخدائے کہ ہیچ خدائے نیست جز او۔ یردّدھا
ثلث مرات[3] سہ بار ہمیں سخن وسوگند را تکرار فرمود
بلکہ خود در حدیث آمدہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم فرمود لا یحل تعلیم المغنیات
ولا بیعھن واثمانھن حرام، وفی مثل ھذا
نزلت ومن الناس من یشتری لھو الحدیث
لیضل عن سبیل اللہ[4] الحدیث (ترجمہ) روا
نیست زنانِ سرائندہ را آموختن ونہ آنہا را خریدن

راہِ خدا سے بہکا دے اور اس کو یعنی اللہ تعالٰی کے
راستے کو ہنسی مذاق بنادے، ان لوگوں کے لئے
ذلیل کرنے والی سزا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ
بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، خواجہ
حسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، مکحول
اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ، صحابہ کرام اور
تابعین عظام (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو)
اس آیت کریمہ میں بیہودگی اور کھیل کی بات سے
گانا بجانا مراد لیتے ہیں اور اسکی یہی تفسیر فرماتے ہیں۔

ابو الصہباء فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود
رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آیت مذکورہ کے متعلق
پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے گانا مراد ہے
اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔
چنانچہ اس بات اور قسم کا تین مرتبہ تکرار فرمایا،
بلکہ خود حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ
تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گویا عورتوں
کو تعلیم دینا جائز نہیں اور نہ ہی ان کا خرید وفروخت
کرنا جائز ہے بلکہ ان کی قیمت وصول کرنا بھی حرام
ہے، اسی سلسلہ میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی
کہ لوگوں میں کوئی وہ شخص ہے جو یاوہ گوئی والی



[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

وفروختن، وبہائے آنہا حرام است و در ہمچنیں کار ایں آیت فرود آمدہ است کہ برخے از مردم سخنِ لاغ مے خرند تا مردماں را از راہِ خدا دور برند، رواہ الامام البغوی[1] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

باتیں خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ تعالٰی کے راستے سے دور کردے۔ چنانچہ امام بغوی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

وقال اللہ تعالٰی: قال اذھب فمن تبعك منهم فان جهنم جزاؤكم جزاءً موفورا ○ واستفزز من استطعت منهم بصوتك واجلب عليهم بخيلك ورجلك وشاركهم في الاموال والاولاد وعدهم وما يعدهم الشيطان الا غرورا ○ ان عبادي ليس لك عليهم سلطان[2] حق جل وعلا مر ابلیس لعین را فرمود دور شو، پس ہر کہ از فرزندان عالم ترا پیروی کند، پس ہر آئینہ دوزخ پاداشِ ہمہ شما است پاداشِ کامل، و سبک سار کن و بلغزاں ہر کہ برو دست یابی از ایشاں بآوازِ خود، الآیۃ۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ابلیس لعین کو مخاطب کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ یہاں سے چلا جا پھر اولادِ آدم میں جو کوئی تیرے پیچھے جائیگا یقیناً دوزخ ان سب کے لئے پوری اور کامل سزا ہے، پھر ان میں سے جس پر تو قابو پائے اپنی آواز سے اسے ہلکا پھلکا کرتے ہوئے پھسلادے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا، اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں، اور انھیں وعدہ دے اور شیطان انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے، بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

امام مجاہد کہ از اجلّۂ تلامذہ سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس است رضی اللہ تعالٰی عنہم دریں آیۂ کریمہ آوازِ شیطان را بغنا و مزامیر تفسیر کردہ است۔

امام مجاہد، جو مفسرین کے بادشاہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) وہ اس آیت کریمہ میں مذکور شیطان کی آواز سے گانا بجانا اور اسکے آلات وغیرہ مراد لیتے ہیں۔

وقال تعالٰی: وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن الا

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اے نبی مکرم! مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنے دوپٹے

[1] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۳۱/۶ مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۱۳-۱۴

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۳ تا ۶۵

لبعولتھن او اٰبائھن[1] الآیۃ ۔ یعنی اے نبی! زنانِ مومنات را فرمائے کہ بزنند سرانداز ہائے خود را برگریبان ہائے خود (تاسر و مُو و سینہ و گلو ہمہ نہاں ماند) و نہ نمایند آرائش خود را مگر بشوہران یا محارم۔

اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھا کریں تاکہ سر، بال، سینہ اور گلا سب باپردہ ہوجائیں اور اپنی زیبائش کو نمایاں نہ کیا کریں بجز ان کے جوان کے شوہر یا دیگر محارم ہیں۔

وقال اللہ تعالٰی فی اٰخر الکریمۃ ولا یضربن بارجلھن لیعلم مایخفین من زینتھن ط و توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون○[2] (ترجمہ) و زنان نزنند پا ہائے خویش را تا دانستہ شود آنچہ نہاں مے دارند از آرائشِ خود وہمہ بازگردید بسوئے خدائے تعالٰی اے مسلمانان تا بکام رسید (نجات یابید)

اور اللہ تعالٰی نے آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد فرمایا عورتیں اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں جس سے ان کی مخفی زینت ظاہر ہونے لگے۔ اور اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالٰی کی طرف لوٹ جاؤ تاکہ مراد پالو۔



وقال تعالٰی: ولا تقربوا الفواحش ماظھر منھا وما بطن[3] (ترجمہ) و نزدیک مشوید کارہائے بے حیائی را ہرچہ از آنہا آشکارا است۔ وہرچہ نہاں است۔ ایں ہمہ آیات وغیر اینہا در تحریم ہمہ اجزائے ایں کارِ شنیع نصِّ بلیغ است، و در احادیث خود کثرتے است کہ احصا نتواں کرد۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے: لوگو! بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی مت جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی۔ یہ تمام آیات اور ان کے علاوہ دوسری آیتیں اس برے کام کے تمام اجزاء کے حرام قرار دینے کے لئے قوی اور مضبوط نصوص ہیں۔ رہا احادیث کا معاملہ، تو وہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کو احاطہ شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۱
[2] " "
[3] " " ۶/ ۱۵۱

بالجملہ زنِ اجنبیہ را ایں چنیں بے حجابانہ بمجلسِ مردان راہ دادن (یکے)، وہرچہ تمام تر بہ ہفت وآراستہ بودنش (دو)، مرداں را بسوئے او بنظر تلذذ دیدن (سہ)، وباعضائے عورتِ او از سر و مو و ساعد و بازو و سینہ وگلو نگریستن (چہار)، سوسرود و زمزمہ اش (پنج)، ولفظِ مزامیر بر آں آتش تیز و تند (شش)، وپائے کوبی آں زن خاصہ باآواز خلخال و زنگلۂ زیور (ہفت)، و دیگر حرکات فتنہ انگیز و شہوت خیز (ہشت)، ایں ہمہ با در شرع محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرام و حرام و حرام است، ظلمٰت بعضہا فوق بعض[1]

(خلاصہ کلام) اس برے عمل میں بہت سی خرابیاں ہیں: (۱) غیر محرم عورت کا اس طرح بے پردہ، مردوں کی محفل میں جانا ہیجان خیز اور فتنے کا باعث ہے (۲) اس کا آراستہ و پیراستہ ہونا اور بن ٹھن کر نکلنا (۳) مردوں کا اسے شہوت کی نگاہ سے حصول لذت کے لئے دیکھنا (۴) اس کے اعضاء مثلاً سر، بال، بازو، سینہ اور گلا، ان سب کی طرف دیکھنا (۵) اس کا ترنم سے گیت گانا (۶) گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا، یہ ان پر مزید تند و تیز آگ ہے (۷) اس خاص عورت کا زور سے پاؤں زمین پر مارنا کہ جس سے اس کے زیورات کی جھنکار محسوس ہونے لگے (۸) ان سب کے علاوہ، دوسری فتنہ برپا کرنے والی حرکات اور شہوت خیز انداز، یہ سب کام حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت میں حرام، حرام اور حرام ہیں اور یہ ایک دوسرے پر مزید اندھیرے ہیں۔ (ت)

الحاصل حرمت ایں فاحشۂ شنیعہ از ضروریات دینِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تا آنکہ ہر کہ اورا حلال داند بالقطع و الیقین کافر شود، والعیاذ باللہ تعالٰی، و دیگر لہو ہائے نامشروعہ را سائل تفصیل نہ کرد، بعضے از لہو ہائے ممنوعہ کبیرہ باشد، و بعضے صغیرہ کہ باصرار کبیرہ شود، و علی الاجمال در حدیثِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم آمدہ است

خلاصہ یہ ہے کہ اس بُرے اور بے حیائی کے کام کی حرمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین میں واضح ہے، یہاں تک کہ جو کوئی اس کو حلال جانے وہ قطعی اور یقینی طور پر کافر ہوجائیگا، اللہ تعالٰی کی پناہ، اور دوسرے ناجائز کھیلوں کی سائل نے کوئی تفصیل ذکر نہیں کی لیکن اُن میں سے بعض ممنوع اور گناہ کبیرہ ہیں اور بعض، گناہِ صغیرہ کے زمرے میں آتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

كل شئ يلهو به الرجل باطل الا رميه
بقوسه وتاديبه فرسه وملاعبته بامرأته
فانهن من الحق[1] یعنی ہمہ بازی ہا باطل است،
مگر تیراندازی واسپ تازی و بازن خود بازی کہ
اینہا از حق است رواہ احمد والدارمی و
ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ
عن عُقبۃ بن عامر والحاکم فی المستدرک
عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط عن
امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔
وخود مومن را ایں حدیث عام وتام وجامع
ونافع بسنداست کہ سید عالم صلی اللہ
تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرمود الدنیا
ملعونۃ وملعون مافیہا
الا ماکان منہا للہ عزّوجلّ
یعنی بر دُنیا نفرین و بر ہرچہ در آن
است نفرین، مگر آنچہ ازاں
برائے خدائے عزوجل باشد،
رواہ ابونُعیم فی الحلیۃ[2] والضیاء
فی المختارۃ عن جابر

مگر بار بار کرنے سے وہ بھی کبیرہ ہو جائیں گے۔
اجمالی طریقہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
ارشادات میں سے ایک ارشاد یوں ہے کہ
جس کھیل میں بھی آدمی مشغول ہو وہ ناجائز ہے مگر
تین قسم کے کھیل جائز ہیں: (۱) کمان سے تیراندازی
کرنا (۲) اپنے گھوڑے کو جہاد کیلئے تیار کرنا
(۳) اپنی منکوحہ یعنی بیوی سے کھیلنا۔ امام احمد،
دارمی، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ
نے حضرت عُقبہ بن عامر کے حوالے سے یہ حدیث
روایت کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت
ابوہریرہ سے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت امیرالمومنین
عمر فاروق سے روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی
ان سب سے راضی ہو) خود مردِ مومن کے لئے یہ
حدیث عام، تام اور یقینی حیثیت کی وجہ سے
کافی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ
اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالٰی
بزرگ وبرتر کی یاد کے سندِ حسن کے ساتھ اس
حدیث کو ابونعیم نے الحلیہ میں اور ضیاء مقدسی نے



---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ماجاء فی فضل الرمی الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۷
سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب الرمی فی سبیل اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۷
سنن الدارمی کتاب الجہاد باب فی فضل الرمی حدیث ۲۴۱۰ دارالمحاسن للطباعۃ قاہرۃ ۲/ ۱۲۴
مسند احمد بن حنبل عن عقبہ بن عامر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۴۴ و ۱۴۸

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۳۰ محمد بن المنکدر دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۵۷ و ۷/ ۹۰

بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

در حدیث دیگر فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ماابتغی بہ وجہ اللہ تعالٰی یعنی بر دنیا لعنت وبر ہرچہ درآن ست لعنت جز آنچہ باو رضائے خدا خواستہ شود۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن۔

در حدیث آخرست کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالمًا او متعلمًا یعنی دنیا ملعونہ است وہرچہ درواست ہم ملعون است جز یادِ خدائے تعالٰی آنچہ پسندیدۂ اوست وعالمے یا علم آموزے۔ رواہ ابن ماجۃ[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ودر حدیث آخرست کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم: الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا امرًا بمعروف او نہیًا عن منکر او ذکر اللہ یعنی دنیا ملعونہ و ہرچیز دنیا ملعون جز بہ نیکی فرمودن و از بدی باز داشتن

المختارہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے بجز اس کے کہ جس میں اللہ تعالٰی کی رضا جوئی مقصود و مطلوب ہو۔ امام طبرانی نے "الکبیر" میں اچھی سند کے ساتھ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ ارشاد مروی ہے کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب قابلِ لعنت ہے سوائے اللہ تعالٰی کی یاد اور اس چیز کے جسے اس نے پسند فرمایا، عالم اور علم حاصل کرنے والا۔ ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

اور ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے مگر بھلائی کرنے کا حکم دینا اور بُرے کام سے روکنا اور اللہ تعالٰی کی یاد، اس سے مستثنٰی ہیں

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب الزہد باب فی الریاء دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۲۲۲

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب مثل الدنیا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۲ و ۳۱۳

و یاد خدائے تعالٰی جل جلالہ۔ رواہ البزار[1] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وعند الطبرانی عنہ فی الاوسط[2] لحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ونماز پس فاسق بکراہت شدیدہ مکروہ است کما فی الغنیۃ[3] وغیرھا وقد فصلناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید۔

وقلیان کشیدن اگر بعقل وحواس فتور آرد چنانکہ وقت افطار رمضان معمول جہال ہندوستان است، خود حرام است لحدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر۔ رواہ احمد[4] وابوداؤد بسند صحیح ورنہ اگر تعاھد نکنند و رائحہ کریہہ آرد، مکروہ تنزیہی وخلاف اولٰی باشد آنچنانکہ

(یہ تینوں کام قابل تحسین ہیں) محدث بزار نے اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) سے روایت کیا ہے، اور امام طبرانی نے ان سے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے۔

رہی یہ بات کہ نماز کا کیا حکم ہے، تو واضح ہو کہ فاسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے جیسا کہ الغنیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہم نے اس مسئلہ کو اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

رہا حقہ نوشی کا تمباکو نوشی کا مسئلہ، تو اگر وہ عقل اور حواس میں فتور پیدا کرے جیسا کہ رمضان شریف میں افطار کے وقت ہندوستان کے جاہلوں کا معمول ہے تو یہ بطور خود حرام ہے، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی ایک حدیث کی وجہ سے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ اور فتور پیدا کرنے والی چیز کا استعمال ممنوع ہے۔ امام احمد اور ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے ورنہ اگر اسے معمول نہ بنائیں لیکن قابل نفرت



[1] الجامع الصغیر بحوالہ البزار عن ابن مسعود حدیث ۴۲۸۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۰
[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۰۸۴ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/ ۴۹
[3] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[4] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب ماجاء فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۳
مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۰۹

سیر و پیاز خام، واگر ازیں ہم خالی است مباح محض است، کما حققه المولوی عبد الغنی النابلسی فی الحدیقة وغیرها وقد فصّلنا القول فی فتاوٰنا. وَاللہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

بدبو پیدا ہوجائے تو مکروہ تنزیہیہ اور خلافِ اولٰی ہے جیسے کچا لہسن اور پیاز استعمال کرنا، اور اگر اس سے بھی خالی ہو یعنی بدبو وغیرہ نہ ہو تو مباح ہے جیسا کہ مولانا عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ وغیرہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس قول کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالٰی پاک و برتر سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے اور اس عظیم شان والے کا علم بڑا کامل اور محکم ہے۔

**مسئلہ ۹۵** ازکوہ سباتھو، اکسفورڈ رجمنٹ مرسلہ امداد علی صاحب رجمنٹ اسکول والی

۲۸ ربیع الاول ۲۲ھ

عالم علوم ظاہری و باطنی دام فیضکم۔ تسلیم بصد تعظیم، جناب عالی! یہاں ایک امر میں دو فریق برسرِ جنگ ہیں، وہ یہ ہے کہ بوقتِ نکاح زید کو خوشبو لگانا اور پھولوں کا گلے میں ڈالنا مسنون ہے یا ممنوع۔ یہاں ایک مولوی کاشمیری پھولوں کا گلے میں ڈالنا جائز فرماتے ہیں اور بہت زور دیتے ہیں۔ لہذا امیدوار کو جناب از راہِ شفقتِ بزرگانہ جو بات حق ہو جواب سے مشرف فرمائیں۔

## الجواب

خوشبو لگانا سنّت ہے اور خوشبو کی چیزیں پھول پتی وغیرہ پسندِ بارگاہِ رسالت ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وبارک وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حُبِّبَ اِلَیَّ من دنیاکم النساء والطیب وجُعِلَتْ قرۃ عینی فی الصلٰوۃ۔[1] رواہ الامام احمد والنسائی والحاکم والبیہقی عن انس رضی اللہ

یعنی تمہاری دنیا میں سے دو چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی، نکاح اور خوشبو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی (امام احمد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے سندِ جیّد کے ساتھ حضرت

---

[1] سنن النسائی کتاب عشرۃ النساء حب النساء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۹۳
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲۸

تعالیٰ عنہ بسند جید۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من عُرِضَ علیہ ریحان فلا یردّہ فانہ خفیف المحمل طیب الریح۔ رواہ مسلم[1] وابو داؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی جس کے سامنے خوشبو نبات پھول پتی وغیرہ پیش کی جائے تو اسے رَد نہ کرے کہ اُس کا بوجھ ہلکا اور بو اچھی ہے (بوجھ ہلکا یہ کہ پیش کرنے والے پر مشقت نہیں کوئی بھاری احسان نہیں) (امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اربع من سنن المرسلین الختان والتعطر والنکاح والسواک۔ رواہ[2] الامام احمد والترمذی والبیھقی فی شعب الایمان عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال الترمذی ھذا حسنٌ غریبٌ صحیحٌ۔

یعنی چار باتیں انبیائے مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں سے ہیں، ختنہ کرنا اور خوشبو لگانا اور نکاح اور مسواک۔ (امام احمد، ترمذی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اسے روایت فرمایا اور امام ترمذی نے فرمایا حدیث حسن، غریب، صحیح ہے۔ ت)

بخاری شریف میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یرد الطیب

یعنی بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو کی چیز رَد نہ فرماتے تھے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب باب استعمال المسک الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۹
سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی رد الطیب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۹
[2] جامع الترمذی ابواب النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹
شعب الایمان حدیث ۷۷۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۳۷

رواہ ھو والامام احمد[1] والترمذی و النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(بخاری، امام احمد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

ہار کہ گلے میں پہنیں، ان میں پھولوں سے اسی قدر زائد ہے کہ ایک ڈورے میں پرو لیا ہے، اور گلے میں ڈالنا وہی خوشبو سے فائدہ لینا اور اپنے جلیس آدمیوں اور فرشتوں کو فرحت پہنچانا ہے کہ کسی برتن میں رکھیں تو اس کا ساتھ لئے پھرنا وقت سے خالی نہیں، اور ہاتھ میں لئے رہیں تو ہاتھ بھی رُکے اور پھول بھی جلد کملاجائیں، تو اِس قدر سے ممانعت وحُرمت وناجوازی کس طرف سے آگئی۔

امام ابن امیر الحاج محمد محمد محمد حلبی حلیہ میں احادیث متعددہ ذکر کرکے فرماتے ہیں:

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ دخل مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم علٰی امرأۃ وبین یدیھا نوی اوحصی تسبح بہ فقال الا اخبرك بما ھو ایسر علیك من ھذا اوافضل فقال سبحان اللہ عدد ماخلق اللہ فی السماء، وسبحان اللہ عدد ماخلق اللہ فی الارض، وسبحان اللہ عدد مابین ذٰلك، وسبحان اللہ عدد ماھو خالق واللہ اکبر مثل ذٰلك لا الٰہ مثل ذٰلك ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں ایک عورت کے پاس گئے اس کے آگے گٹھلیاں اور کنکریاں پڑی ہوئی تھیں کہ جن پر وہ تسبیح پڑھتی تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں وہ طریقہ اور عمل نہ بتادوں جو اس سے زیادہ آسان اور زیادہ بہتر ہے۔ پھر ارشاد فرمایا، پاک ہے اللہ تعالٰی اس تعداد کے مطابق جو اس نے آسمان میں پیدا فرمائی، اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جو اس نے زمین میں پیدا فرمائی، اور اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جو ان دونوں کے درمیان ہے، اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جس کا



---

[1] صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب مالا یرد من الھدیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۱
" کتاب اللباس باب من لم یرد الطیب " " ۲/ ۸۷۸
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۳۳ و ۲۶۱

مثل ذٰلك - رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال صحیح الاسناد فلم ینهاعن ذٰلك وانما ارشدها الی ماهو ایسر وافضل ولوکان مکروها لبیّن لها ذٰلك ثم هٰذه الاحادیث ممّا تشهد بجواز اتخاذ السبحة المعروفة لاحصاء عدد التسبیح وغیرہ من الاذکار من غیران یتوقف علٰی ورود شئ خاص فیها بعینها بل حدیث سعد هذا کالنص فی ذٰلك اذ لا تزید السبحة علی مضمونه بضم النوٰی و نحوہٖ فی خیط ومثل ذٰلك لا یظهرتاثیرہ فی المنع فلاجرم ان نقل اتخاذها والعمل بها عن جماعة من السادة الاخیار۔ واللّٰه سبحانه الموفق۔[1]

وہ پیدا کرنے والا ہے (اور اللہ اسی کے مطابق سب سے بڑا ہے) اللہ اکبر اسی کے مطابق ہے لا الٰہ الا اللہ اسی کے مطابق ہے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ اسی کے مطابق (اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور اسی کے مطابق گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اللہ تعالٰی کی توفیق کے) ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اور حاکم نے اسے روایت کیا اور فرمایا اس کی اسناد صحیح ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے عورت مذکورہ کو مذکورہ طریق سے تسبیح کرتا دیکھ کر اسے منع نہیں فرمایا بلکہ زیادہ آسان اور افضل طریقہ کی رہنمائی فرمائی، اگر آپ کو اس کا طریقہ پسند نہ ہوتا تو اس کو منع فرما دیتے۔ یہ احادیث مروجہ تسبیح کے جواز پر دلالت کرتی اور شہادت دیتی ہیں۔ یہ تسبیح اعداد وشمارِ اذکار کے لئے بنائی جاتی ہے، البتہ اوراد و وظائف کا پڑھنا محض اسی پر موقوف نہیں۔ حضرت سعد کی حدیث اس کے جواز کے سلسلے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ تسبیح مروجہ میں صرف یہی چیز زائد ہے کہ گٹھلیاں کسی دھاگے میں پرو کر مطلوبہ تعداد کے مطابق اسے تیار کرلیا جاتا ہے اور اس نوعیت کے اضافہ میں کوئی تاثیر منع ظاہر نہیں ہوتی۔ بلاشبہہ تسبیح بنانا اور اس کے ذریعے ذکر واذکار کا شغل رکھنا (ایک اچھا عمل ہے) اور عمدہ اکابرینِ امت کے ایک بڑے گروہ سے منقول ہے، اور اللہ تعالٰی پاک ہے اور بندوں کو امورِ خیر کی توفیق دیتا ہے (ت)۔

جو اسے ناجائز کہتا ہے وہ شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے، اگر سچا ہے تو بتائے کہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

اللہ تعالٰی و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے کہاں منع فرمایا ہے، اور جب اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا تو پھر دوسرا اپنی طرف سے منع کرنے والا کون؟ جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از شاہجہانپور محلہ خلیل مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب، واز رامپور خانقاہ مولٰنا ارشاد حسین مرسلہ مولوی سلامت اللہ صاحب غرہ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

ماقولکم ایہا العلماء الکرام رحمکم اللہ فی ھذا المرام ان ضرب الدف و البنادیق فی العرس لغرض اعلان النکاح او فخریۃ، ھل یجوز عند الشرع، ام، لا۔ بیّنوا بمسند الکتاب توجروا یوم الحساب۔

اے علمائے کرام، اللہ تعالٰی تم پر رحم وکرم فرمائے، اس مسئلہ میں تم کیا فرماتے ہو کہ شادی میں اعلانِ نکاح کی غرض سے دف بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اور بندوقوں سے ہوائی فائرنگ کرنا خواہ اعلانِ نکاح کے لئے ہو یا فخریہ طور پر ہو کیسا ہے؟ کتاب وسنّت کے حوالے سے بیان فرماؤ تاکہ بروزِ حساب اللہ تعالٰی کے ہاں سے اجر وثواب پاؤ۔ (ت)



## خلاصۃ جواب المولوی ریاست علی خاں

یجوز ضرب الدف بلاجلاجل و البنادیق لغرض اعلان النکاح ولایجوز فخریۃ ولاتطربا۔ فی الحدیث اضربوا علیہ بالدفوف وضرب المدفع یجوز لاعلان افطار الصوم ولزوم الصوم واحتتام وقت السحری و وقت نصف النہار وغیرھا کما ھو معتاد مروّج فی اکثر بلاد الاسلام خصوصا

اعلانِ نکاح کی غرض سے دف بجانا جائز ہے جبکہ اس کی آواز گھنگھرو اور گھنٹی کی جھنکار کے ساتھ نہ ہو یا اس کے مشابہ نہ ہو۔ اسی طرح ہوائی فائرنگ بھی جائز ہے مگر فخر وغرور کے طور پر جائز نہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ نکاح کی تشہیر کے لئے دف بجایا کرو۔ روزہ کے وقت کے آغاز کا اعلان کرنے کے لئے سحری کے وقت، روزہ افطاری کے وقت اور دوپہر وغیرہ کے وقت توپ کا گولہ چھوڑنا جائز ہے جیسا کہ اکثر اسلامی ممالک اور مدائن

فی مکة المعظمة فعلیٰ ھذا ای
تامّل فی جواز ضرب البنادیق
لغرض اعلان النکاح لانه مامور
باعلان عن لسان صاحب الشرع و
فی ردالمحتار انّ المدفع یفید غلبة
الظن وان کان ضاربه
فاسقا لان العادة ان الموقت
یذھب الی دار الحکم اٰخر النھار
فیعیّن له وقت ضربه فیغلب بھذه
القرائن عدم الخطاء وعدم قصد
الافساد والالزم تاثیم الناس[1]، و
ایضا فیه والظاھر انه یلزم اھل
القریٰ الصوم بسماع
المدافع من المصر لانه
علامة ظاھرة تفید غلبة
الظن وغلبة الظن حجة
موجبة للعمل[2] فثبت
انّ ضرب المدافع مروّج
مشروع، وایضا فی
ردالمحتار اٰلة اللھو
لیست محرّمة لعینھا
بل لقصد اللھو منھا امّا من

میں معمول ہے بالخصوص مکہ مکرمہ میں یہ طریقہ رائج
ہے، پس اس بناء پر تشہیرِ نکاح کیلئے فائرنگ
وغیرہ کے جواز کے بارے میں کیا اشکال ہو سکتا ہے
(یعنی یہ بلاشُبہ جائز ہے۔ مترجم) کیونکہ صاحب شرع
کی زبان سے اس کے اعلان کا حکم ہے۔ فتاوٰی
شامی میں ہے: توپ کا گولہ مفید غلبہ ظن ہے
اگرچہ توپ چلانے والا فاسق ہو اس لئے عادۃً
اس کام پر مقرر آدمی دن کے آخری حصے میں دارِ قضا
کی طرف جاتا ہے پھر اس کے لئے چھوڑنے کا
وقت مقرر کیا جاتا ہے لہذا ان قرائن کی وجہ سے
غلطی کا ارتکاب نہ ہونے اور فساد پھیلانے کا
ارادہ نہ ہونے کا غالب گمان ہوتا ہے ورنہ

لوگوں کا گناہگار ہونا لازم آئے گا اور اُسی میں
یہ بھی مذکور ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ دیہات والے
اگر شہر کی طرف سے توپ کے گولے کی آواز
(بطور اعلانِ شہادت رؤیت چاند) سُنیں تو
ان پر روزہ رکھنا لازم ہو جائے گا اس لئے کہ
یہ ایک ظاہری علامت ہے جو غلبۂ ظن کا
فائدہ دیتی ہے اور غلبۂ ظن ایک ایسی دلیل
ہے جو عمل کرنا واجب کر دیتی ہے' لہذا ثابت
ہوا کہ اس مقصد کے لئے توپیں چلانا مباح اور
جائز ہے، نیز فتاوٰی شامی میں ہے کہ کھیل کود کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۰۶
[2] ″ ″ ″ ″ ″ ۲/۹۱

سامعها او من المشتغل بها[1] اھ قلت وحرمۃ آلات اللھو لقصد اللھو فی غیر العرس واما فی العرس فاللھو مباح من حدیث عائشۃ زفّت امرأۃ الٰی رجل من الانصار فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماکان معکم لھو فان الانصار یعجبھم اللھو رواہ البخاری[2] وھذا علٰی تسلیم ان البنادیق من آلات اللھو والا فلا شناعۃ فیھا من قبل واللہ سبحانہٗ اعلم۔

آلات فی نفسہٖ حرام نہیں بلکہ کھیل تماشا کے ارادے سے ان کا استعمال کرنا حرام ہے خواہ "قصدِ لہو" سامع کی طرف سے ہو یا انھیں استعمال کرنے اور ان سے شغل رکھنے والے کی طرف سے ہو اھ، میں کہتا ہوں آلاتِ لہو کی حرمت' لہو ولعب کے قصد سے موقع شادی کے علاوہ ہے، جہاں تک شادی کا تعلق ہے تو ان کا استعمال حدیثِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وجہ سے مباح ہے' چنانچہ اُمّ المؤمنین نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت کو (تیار کرکے) ایک انصاری کے پاس بھیجا گیا تو حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: کیا تمھارے پاس کھیل کود کا سامان نہیں تھا کیونکہ انصار کو کھیل کود سے خوشی ہوتی ہے۔ امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے اور یہ اس بنا پر ہے کہ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ بندوقوں سے فائرنگ وغیرہ "آلاتِ لہو" میں شامل ہے ورنہ اس سے پہلے ان میں کوئی قباحت نہیں، اور اللہ تعالٰے پاک' سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے (جواب مولوی ریاست علی خاں مکمل ہوگیا ہے)



## خلاصہ جواب الشّاہ سلامت اللہ فی تائیدہ

لاریب فی جواز ضرب الدف لاعلان النکاح بل فی سنتہ، فی الفتاوی الغیاثیۃ ضرب الدف فی النکاح اعلانا وتشھیرا سنۃ ویجب ان یکون بلا سنجات وجلاجل اھ[3]

اعلانِ نکاح کے لئے دف بجانے کے جواز بلکہ اس کے سنت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ فتاوی غیاثیہ میں ہے: نکاح کے موقعہ پر دف اس کے اعلان اور تشہیر کے لئے سنت ہے اور ضروری ہے کہ دف کی آواز گھنگھروؤں

[1] ردّالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی تھدین المرأۃ الٰی زوجہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۵

[3] فتاوٰی غیاثیہ کتاب الاستحسان الفصل الرابع مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۰۹

وکذا الطبل قال المحقق العینی والطبل انما کان منھیا اذا کان للھو اما لغیرہ فلا بأس کطبل الغزاۃ والعرس[1]، وقد صح ضرب الدف لیلۃ العرس وفی الاعیاد عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم واکد ذٰلک بما رواہ احمد والترمذی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فصل مابین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح[2] وبما رواہ النسائی عن عامر بن سعد قال دخلت علٰی قرظۃ وابی مسعود الانصاری فی عرس واذا جوار یغنّین فقلت انتما صاحبا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم ومن اھل بدر یفعل ھذا عندکم فقالا اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت اذھب رخص لنا

کے مشابہ زور دار نہ ہو اھ اور طبلہ بھی اسی طرح ہے۔ محقق عینی نے فرمایا: طبلہ اس وقت منع ہے جب لہو ولعب کے لئے ہو، اگر اس مقصد کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں جیسے اگر اعلانِ جہاد کے لئے یا شادی وغیرہ کے موقع پر اس کا استعمال، اور شادی والی رات دف بجانا جائز ہے اور عید کے مواقع پر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے روبرو دف بجائی گئی اور اس کی تاکید کی گئی اس حدیث سے جو امام احمد اور امام ترمذی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی آپ نے ارشاد فرمایا حلال اور حرام میں فرق نکاح میں دف بجانے اور گیت گانے سے ہے۔ اور وہ حدیث جس کو امام نسائی نے عامر بن سعد سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا میں ایک شادی میں قرظہ اور ابو مسعود انصاری کے ہاں گیا وہاں چند بچیاں گیت گا رہی تھیں میں نے (یہ منظر دیکھ کر) کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اے بدری ساتھیو! تمھارے ہاں یہ کام ہو رہا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اگر مرضی ہو تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر تم بھی سنو اور اگر مرضی نہیں ہے تو یہاں سے چلے جاؤ (اور ہمیں نہ ٹوکو) کیونکہ

---

[1]

[2] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹
مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۸ و ۴/ ۲۵۹

فی اللھو عند العرس[1]۔ و فی خزانۃ المفتیین لاباس بان یکون لیلۃ العرس دف یضرب للشھرۃ و اعلان النکاح، قال الفقیہ ابو اللیث ھذا اذا لم یکن علیہ جلاجل اما اذا کان فیکرہ کذا فی الظھیریۃ[2] اھ، اقول اطلاق الاحادیث ینادی بجوازہ مع الجلاجل ایضا ولعل القول بالکراھۃ لعلۃ اُخرٰی وقد ظھر من کلام المحقق العینی ان دف العرس و طبلہ لیسا داخلین فی اللھو ولو کانا جاز ایضا فی النکاح بنص الحدیث کما افادہ الفاضل المجیب وقدمنا التصریح بذلك فی روایۃ النسائی وکذا لاشبھۃ فی جواز ضرب البنادیق والمدافع فی العرس وامثالہ۔

میں شادیوں کے مواقع پر کھیل کود کی رخصت دی گئی ہے۔ اور خزانۃ المفتیین میں ہے کہ شادی والی رات، اعلانِ نکاح اور شہرت کے لئے اگر دف بجائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ جواز اس وقت ہے یا اس صورت میں ہے کہ جب دف کی آواز گھنٹی کی جھنکار جیسی ہو لیکن وہ آواز اگر گھنٹی کے مشابہ اور جھنکار والی ہو تو اس کا استعمال (یعنی دف بجانا) مکروہ ہے۔ یونہی فتاوٰی ظہیریہ میں بھی ہے اھ، میں کہتا ہوں کہ حدیثوں کا علی الاطلاق وارد ہونا اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ "جلاجل" گھنٹی کی جھنکار جیسی آواز ہونے کے باوجود اس کا استعمال جائز ہے اور کراہت والا قول شاید کسی دوسری وجہ سے ہو نیز محقق عینی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ شادی میں دف اور طبلہ بجانا لہو میں شمار نہیں ہوتا اور اگر شمار ہو بھی تو نصِ حدیث کی وجہ سے ان کا استعمال جائز ہے اور کراہت والا قول شاید کسی دوسری وجہ سے ہو، نیز محقق عینی کے کلام سے ظاہر ہُوا کہ شادی میں دف اور طبلہ بجانا لہو میں شمار نہیں ہوتا اور اگر شمار ہو بھی تو نصِ حدیث کی وجہ سے ان کا استعمال جائز ہے جیسا کہ فاضل مجیب نے افادہ پیش کیا ہے اور روایت نسائی کے حوالہ سے ہم نے اس کی تصریح قبل ازیں

[1] سنن النسائی کتاب النکاح اللھو والغناء عند العرس نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۹۲

[2] خزانۃ المفتیین کتاب الکراھیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۱

کردی ہے اور اسی طرح شادی وغیرہ میں بندوقوں سے فائرنگ کرنے اور توپ سے گولہ باری کرنے کے جواز میں بھی کوئی شبہ نہیں۔

## الجواب

اللّٰھم لک الحمد والیک الصمد صل علٰی حبیبک النور مانح السرور وعلٰی اٰلہ وصحبہ الٰی یوم النشور ضرب الدف لاعلان النکاح واظہار السرور فی مستحبات الافراح جائز ومباح مافیہ جناح بل مندوب ومطلوب بالقصد المحبوب لکن یکرہ للرجال بکل حال وانما جوازہ للنساء علٰی ما قالہ فحول العلماء وانما ینبغی لنحو الجواری من الاماء والذراری دون السودات ذوات الھیأت فی الدر المختار جاز ضرب الدف فیہ[1] یرید العرس قال فی ردالمحتار جواز ضرب الدف فیہ خاص بالنساء کما فی البحر عن المعراج بعد ذکرہ انہ مباح فی النکاح وما فی معناہ من حادث سرور قال وھو مکروہ للرجال علٰی

اے اللہ! تیرے ہی لئے سب تعریف ہے اور تیری ہی طرف بندوں کا قصد ہے اور اپنے مبارک حبیب پر رحمت بھیج جو خوشی عطا کرنیوالے شر انگیز کاموں سے روکنے والے اور قیامت کے دن تک ان کی آل اور ساتھیوں پر نزولِ رحمت ہو، ہاں اعلانِ نکاح اور اظہارِ خوشی کے لئے مستحب مواقع میں دف بجانا جائز اور مباح ہے بلکہ اچھے ارادے سے مندوب ومطلوب ہے لیکن مردوں کے لئے ناپسندیدہ ہے البتہ عورتوں کے لئے جائز ہے جیسا کہ اکابر علماء نے ارشاد فرمایا۔ اسی طرح چھوٹی بچیوں کے لئے خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں دف بجانا جائز ہے نہ کہ ان معزز شکل وشباہت رکھنے والی خواتین کیلئے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: شادیوں میں دف بجانا جائز ہے۔ علامہ شامی نے اپنے فتاوٰی میں لکھا ہے کہ شادیوں میں دف بجانا عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ البحرالرائق میں معراج الدرایہ کے حوالے سے منقول ہے کہ اس مسئلہ کے ذکر کرنے کے بعد کہ نکاح اور اس جیسی خوشی کے موقع پر اگرچہ دف بجانا مباح ہے،

---

[1] الدرالمختار کتاب الشہادات باب قبول الشہادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۶

کل حال للتشبه بالنساء[1] اھ، و
اخرج ابن حبان فی صحیحه
عن ام المومنین الصدیقة
رضی اللہ تعالٰی عنها قالت کانت
عندی جاریة من الانصار
زوجتها فقال رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیه واٰله وسلم یا عائشة
الا تغنین فان هذا الحی من
الانصار یحبون الغناء[2]، قال
القاری قال التورپشتی یحتمل ان
یکون علی خطاب الغیبة بجماعة
النساء والمراد منهن من تبعها
فی ذلك من الاماء والسفلة
فان الحرائر یستنکفن من ذلك
وان یکون علی خطاب
الحضور لهن ویکون من
اضافة الفعل الی الأمر به والاذن
فیه قلت ویؤیده الروایة
الاٰتیة ارسلتم معها[3]
من تغنی الخ امّا

لیکن ہر حال میں مردوں کے لئے مکروہ ہے کیونکہ
اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی
ہے اھ، چنانچہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیدہ
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے
تخریج فرمائی۔ مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے
پاس قبیلہ انصار کی ایک بچی تھی میں نے اپنی نگرانی
میں اس کی شادی کرائی حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ و
آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم گاتی نہیں ہو؟ کیونکہ
انصار تو گانے کو پسند کرتے ہیں۔ ملا علی قاری نے
فرمایا کہ محدث تورپشتی نے کہا یہاں اس لفظ
"تغنین" میں احتمال ہے کہ غیبت کے طریقے
پر عورتوں کی جماعت سے خطاب ہو اور ان سے
وہ باندیاں اور کمی عورتیں مراد ہوں جو اس بچی کے
ساتھ بارات میں گئیں اس لئے کہ آزاد عورتیں اس
کام سے نفرت کرتی تھیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ
یہ لفظ صیغہ حاضر کے طریقہ پر ہو جس کی مخاطب عورتیں
ہوں اور فعل کی اضافت آمر اور اجازت دینے والے
کی طرف ہو۔ میں کہتا ہوں کہ آئندہ کی روایت
اس کی تائید کرتی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں "کیا تم
نے دلھن کے ساتھ کسی گویا عورت کو بھیجا ہے؟



---

[1] ردالمحتار کتاب الشہادات باب قبول الشہادۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۸۲
[2] موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان باب الغناء واللعب فی العرس حدیث ۲۰۲۱ المطبعۃ السلفیۃ ص ۴۹۴
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابن حبان فی صحیحہ کتاب النکاح باب اعلان النکاح مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷۲
[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۱۴

الجلاجل فمن اللهو الباطل و
النهی عنها مشهور وفی زبر الصدور
مزبور وذٰلك لما فیهما من التطریب
وقد کرهوا ضرب الساذج
علٰی هیئة الطرب فکیف
بما به فی نفسه معیب وقد قدم
الفاضل المجیب عن العلامة
الشامی عن الفتاوی السراجیة
ان هذا ای جواز ضرب
الدف فی العرس اذا لم تکن
له جلاجل ولم یضرب علٰی
هیئة الطرب اھ[1] ولم یثبت وجودها
فی الدفوف فی زمن الحدیث
والرسالة بل هو لهو حدیث
اخترعه بعده اهل اللعب
والبطالة فی المرقاة شرح المشکٰوة
(فجعلت جویریات لنا) بالتصغیر
قیل المراد بهن بنات الانصار
لا المملوکات (یضربن بالدف)
قیل تلك البنات لم یکن
بالغات حد الشهوة وکان
دفهن غیر مصحوب بالجلاجل
قال اکمل الدین المراد به



رہا یہ کہ دف کی آواز گھنگھرو اور گھنٹی کی جھنکار کی
طرح ہو تو یہ لہو باطل میں شمار ہے اور اس سے
ممانعت مشہور ہے، چنانچہ یہ پیشینوں کی تحقیق
پر لکھا ہوا ہے اس لئے کہ اس میں خوش آوازی اور
سریلا پن ہے، حالانکہ فقہائے کرام نے کسی سادہ
چیز کو گانے کی شکل اور ہیئت پر بجانے کو مکروہ قرار
دیا ہے پھر اس کا کیا کہنا جو بذاتہ عیب دار ہو،
چنانچہ فاضل مجیب علامہ شامی سے بحوالہ فتاوٰی
سراجیہ پہلے نقل کیا ہے کہ شادی میں دف بجانے
کا جواز اس شرط سے مشروط ہے کہ اس میں
ٹن ٹن کی آواز نہ ہو اور وہ گانے کی ہیئت پر بھی
نہ بجایا جائے اھ حدیث اور رسالت کے زمانے
میں دف کے لئے ٹن ٹن کی سریلی آواز نہ تھی
بلکہ یہ کھیل تماشے کی باتیں زمانہ رسالت کے
بعد ارباب باطل نے ایجاد و اختراع کرلیں،
چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ ہمارے
ہاں چند چھوٹی بچیاں تھیں جو دف بجا رہی تھیں،
یہاں حدیث میں لفظ جویریات ہے جو جویریہ کی
جمع اور صیغہ تصغیر ہے۔ کہا گیا کہ ان سے انصار
کی چھوٹی بچیاں مراد ہیں لہذا باندیاں مراد نہیں،
اور یہ بھی کہا گیا کہ مکمل جوان نہ تھیں اور ان کی دف
کی آواز سریلی اور ٹن ٹن والی نہ تھی۔ چنانچہ علامہ
اکمل الدین نے فرمایا ان کی دف سے زمانہ متقدمین

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۳

الدف الذی کان فی زمن المتقدمین واما
ما علیہ الجلاجل فینبغی ان یکون
مکروھا بالاتفاق اھ[1] ملخصا ولایذھبن
عنك ان اللھو حقیقتہ حرام کلھا
دقھا وجلھا اما ما ابیح فی العرس
ونحوہ من ضرب الدف وانشاد
الاشعار المباحۃ بالقصد المباح
او المندوب لا للتلھی واللعب المعیوب
فانما سمی لھوا صورۃ کما سمیت
السنن الثلث ملاعبۃ الفرس والمرأۃ
والرمی بذلك لذلك بالضرورۃ فلا
منافاۃ بین حدیث قرظۃ بن کعب
وابی مسعود رضی اللہ تعالٰی
عنھما وقول المحقق العینی وغیرہ
انما کان منھیا اذا کان للھو اما
لغیرہ فلا باس کطبل الغزاۃ
والعرس[2]، قال فی ردالمحتار
نقلا عن الکفایۃ شرح
الھدایۃ اللھو حرام بالنص
قال علیہ الصلوۃ والسلام
لھو المؤمن باطل الا
فی ثلث تادیبہ فرسہ

کی دف مراد ہے۔ رہی وہ دف کہ جس کی گھنٹی جیسی
آواز اور جھنکار ہو تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے
(ملخص پورا ہوگیا) یہاں یہ بات ذہن نشین رہے
کہ درحقیقت ہر لہو حرام ہے خواہ آلاتِ لہو کی
آواز باریک ہو یا موٹی۔ رہی یہ بات کہ شادی
وغیرہ کے موقع پر دف بجانا مباح ہے اور مندوب
ارادے سے جائز اشعار پڑھنا بشرطیکہ معیوب
طریقے پر نہ ہو، تو ان تمام باتوں کے مباح ہونے
کا حکم ہے البتہ اسے صورۃً لہو کہا گیا جیسا کہ تین
کاموں کو (یعنی عورت اور گھوڑے سے کھیلنا اور
تیر اندازی کرنا) جو درحقیقت سنّت ہیں۔ اسی
وجہ سے اس ضرورت کی بنا پر انھیں لہو کا نام
دیا گیا لہٰذا قرظہ بن کعب اور ابو مسعود بدری
رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث اور محقق عینی وغیرہ
کے کلام میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ دف بجانے
کا جواز اس صورت میں ہے کہ جب بطور لہو
نہ ہو ورنہ منع ہے۔ اس کی مثال جیسے غازیوں
کا طبلہ اور شادیوں میں دف بجانا ہے۔ علامہ
شامی نے کفایہ شرح ہدایہ سے نقل کرتے ہوئے
فرمایا کہ نص کی بنیاد پر لہو حرام ہے چنانچہ حضور
علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تین کھیلوں
کے علاوہ مسلمان کا ہر کھیل باطل ہے: (۱) گھوڑے



---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۰۱

[2]

وفی روایۃ ملاعبتہ بفرسہ و رمیہ
عن قوسہ وملاعبتہ مع اھلہ[1] اھ
قلت رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ
رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ کل
شیئ من لھو الدنیا باطل الا ثلثۃ
انتضالک بقوسک وتادیبک فرسک
وملاعبتک اھلک فانھا
من الحق ھذا مختصر
وقال صحیح علی شرط
مسلم[2]، ونازعہ الذھبی
وصحح ابوحاتم و
ابوزرعۃ ارسالہ من
طریق محمد بن عجلان
عن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن
بن ابی حسین قال
بلغنی ان رسول اللہ صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم
قال فذکرہ فی نصب[3]
الرایۃ، قلت محمد
صدوق من رجال مسلم
وعبد اللہ ثقۃ عالم

کو ادب سکھانا یعنی جہاد کے لئے تیار کرنا، ایک،
دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اپنے
گھوڑے سے کھیلنا (۲) کمان سے تیراندازی
کرنا (۳) اپنی بیوی سے کھیلنا اھ ۔ میں کہتا ہوں
کہ امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی
عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے حدیث مذکور کو ان الفاظ میں روایت
کیا ہے: "سوائے تین کھیلوں کے دنیا کا
ہر کھیل باطل ہے (۱) اپنی کمان سے تیراندازی
کرنا (۲) اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھانا
(۳) اپنی گھروالی یعنی اہلیہ کے ساتھ کھیلنا،
یہ تینوں جائز ہیں۔ یہ حدیث مختصر ہے۔ حاکم نے
کہا کہ یہ شرطِ مسلم کے مطابق صحیح ہے۔ علامہ ذہبی
نے اس میں نزاع کیا ہے۔ ابوحاتم اور ابوزرعہ
نے اس کے ارسال کو صحیح قرار دیا ہے جو محمد بن
عجلان کے طریقے سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن
ابی حسین سے مروی ہے چنانچہ اس نے کہا
کہ مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ارشاد فرمایا پھر اس نے حدیث
مذکور بیان کی، نصب الرایہ میں یہی کہا گیا ہے،
میں کہتا ہوں کہ محمد نامی راوی سچا ہے، مسلم کے
رجال میں سے ہے، عبداللہ راوی ثقہ اور عالم



---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۲
[2] المستدرک للحاکم کتاب الجہاد دارالفکر بیروت ۲/۹۵
[3] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/۲۷۳

من رجال الستة کلاھما من صغار التابعین فالحدیث صحیح علی اصولنا علی ان النسائی روی بسند حسن عن جابر بن عبد اللہ وجابر بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال کل شیئ لیس من ذکر اللہ فھو لھو ولعب الا ان یکون اربعۃ ملاعبۃ الرجل امرأتہ وتادیب الرجل فرسہ ومشی الرجل بین الغرضین وتعلیم الرجل السباحۃ[1] واخرج الطبرانی فی الاوسط عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل لھو یکرہ الا ملاعبۃ الرجل امرأتہ ومشیہ بین الھدفین وتعلیمہ فرسہ[2]، فالحدیث صحیح لا شك وکان ھذا ھو مراد الفاضلین الکاملین ذوی الریاسۃ والسلامۃ والنفاسۃ والکرامۃ المجیب

ہے، صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے، دونوں اشخاص مذکور چھوٹے تابعین میں سے ہیں لہٰذا حدیث ہمارے اصول وقواعد کے مطابق صحیح ہے، اس کے علاوہ امام نسائی نے اچھی سند کے ساتھ اسے جابر بن عبد اللہ اور جابر بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا "ہر وہ چیز جس میں ذکرِ الٰہی نہ ہو وہ کھیل اور تماشہ ہے لیکن چار چیزیں اس سے مستثنٰی ہیں (۱) مرد کا اپنی بیوی سے کھیلنا (۲) اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھانا (۳) مرد کا دو نشانوں کے درمیان چلنا (۴) تیراکی سیکھنا" امام طبرانی نے "الاوسط" میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ تخریج فرمائی کہ ہر کھیل مکروہ ہے سوائے تین کاموں کے (۱) مرد کا اپنی بیوی سے کھیلنا (۲) تیراندازی کے دو نشانوں کے درمیان چلنا (۳) اپنے گھوڑے کو سکھانا۔ لہٰذا حدیث بلاشبہہ صحیح ہے، اور دو فاضلوں کاملوں کی، شادی کے لہو مباح ہونے سے یہی مراد ہے جو ریاست سلامت نفاست کرامت والے ہیں ایک جواب دینے والا اور دوسرا

---

[1] کنز العمال بحوالہ ن (النسائی) عن جابر بن عبد اللہ وجابر بن عمیر حدیث ۴۰۶۱۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۲۱۱
[2] المعجم الاوسط حدیث ۱۷۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۹۰

والمؤید باباحة اللھو فی العرس اما ضرب بندقة الرصاص لاعلان النکاح فلا شك ان الاعلان مطلوب فیه مندوب الیه فصلا بین النکاح والسفاح الذی یکتم ولا یعلم والمقصود اعلام الاباعد والاقاصی فان الحضور یعلمونه بالحضور ولذا امر بضرب الدفوف واضطراب الاصوات علی وجه المعروف فان العلم للقاضی انما یحصل بما ھو متعارف عندھم وقد شمله قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فصل ما بین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح[1]، رواہ الائمة احمد والترمذی و النسائی وابن ماجة وابن حبان والحاکم عن محمد بن حاطب الجمحی رضی اللہ حسنه الترمذی و صححه ابن حبان والدارقطنی والحاکم وابن طاھر فلم یخص بالدف بل اطلق الصوت

اس کی تائید کرنے والا ہے۔ رہی یہ بات کہ قلعی کی رائفل سے نکاح کی تشہیر اور اعلان کرنا تو یہ مطلوب و مندوب ہے تاکہ نکاح اور بدکاری میں امتیاز ہوجائے کیونکہ بدکاری کو چھپایا جاتا ہے بتایا اور ظاہر نہیں کیا جاتا، جبکہ نکاح کی تشہیر کی جاتی ہے کیونکہ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ انتہائی دور والے لوگ بھی آگاہ ہوجائیں کیونکہ قریب کے لوگ تو قرب وجوار میں ہونے کی وجہ سے اس معاملے کو بخوبی جانتے ہیں اس لئے دف بجانے اور آوازوں کے پھیلانے کا حکم طریقۂ معروف کے مطابق دیا گیا ہے تاکہ قاضی کے لئے حصولِ علم اس کے مطابق ہوجائے جو لوگوں میں متعارف ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اس کو شامل ہے کہ حلال حرام میں فرق نکاح کے موقع پر اعلان کرنے اور دف بجانے سے ہے۔ چنانچہ ائمہ کرام مثلاً احمد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے محمد بن حاطب جمحی کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسکی تحسین فرمائی۔ ابن حبان، دارقطنی، حاکم اور ابن طاہر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے لہذا اعلان نکاح کو شارع نے دف بجانے کے ساتھ



---

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹
سنن النسائی کتاب النکاح اعلان النکاح بالصوت الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۹۰
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۸ و ۴/ ۲۵۹

وغاير بالعطف والبندقة صوت يحصل به الاعلام بل ادخل في المراد قال القاري قال ابن الملك المراد الترغيب الى اعلان امر النكاح بحيث لا يخفى على الاباعد قال في شرح السنة معناه اعلان النكاح واضطراب الصوت به والذكر في الناس كما يقال فلان قد ذهب صوته في الناس[1] اھ فالنهي مفقود ويفيد المقصود فالجواز موجود والمنع مردود وهل لاحد ان ينهى عما لم ينه عنه الله ورسوله جل جلاله وصلى الله تعالٰى عليه وسلم اما زعم بعض جهلة الوهابية ولعمري ما في الوهابية الا الجهلة انه اسراف والاسراف حرام، فجهل منهم بمعنى الاسراف و

مخصوص نہیں کیا بلکہ صوت کو مطلق رکھا گیا اور دونوں میں حرفِ "و" تغایر کے لئے بڑھایا گیا اور رائفل سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے کہ جس سے آگاہی نصیب ہوتی ہے بلکہ اسے مقصود میں زیادہ دخل ہے، ملا علی قاری نے فرمایا علامہ ابن ملک نے کہا کہ اس سے امر نکاح کے اعلان کرنے کی رغبت مقصود ہے تاکہ دور دراز والے لوگوں پر یہ معاملہ پوشیدہ نہ رہے۔ شرح السنۃ میں فرمایا گیا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح کا اعلان اور اس کی آواز کی نشر واشاعت ہو جائے اور لوگوں میں اس کا تذکرہ ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی آواز لوگوں میں پھیل گئی اور ان تک پہنچ گئی۔ خلاصہ کلام یہ کہ نہی مفقود اور افادہ مقصود ہے اور جواز موجود اور ممانعت مردود ہے، کیا کسی کے لئے گنجائش ہے کہ جس کام سے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول گرامی منع نہ فرمائیں اس سے لوگوں کو روکے، ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالٰی کی شان عظیم ہے اور اس کے رسول کریم پر اس کی طرف سے ہدیۂ درود وتسلیم ہو۔ رہا بعض جاہل وہابیوں کا یہ خیال کہ یہ اسراف ہے، مجھے اپنی بقا کی قسم وہابیوں میں سوائے جہالت کے کچھ نہیں۔ لہذا قولِ وہابیہ کہ یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے، تو



---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۱۳

اعظم منه ان اجهلهم تلا فی تحریمه
اٰیة ان المبذرین کانوا اخوان
الشیاطین[1]، ولم یدر المسکین
ما فی الانفاق فی غرض
محمود وفی مذموم او فی
عبث من بون مبین ولو کان
کل انفاق شئ فی غرض مباح
بل ومحمود اسرافا مذموما
اذا امکن حصوله باقل
منه لکان کل توسع فی
مأکل او مشرب او منکح او مرکب
او ملبس او مسکن حراما وھو
خلاف الاجماع والنصوص الصریحة
بغیر نزاع وھذا ربنا عزّ و
جلّ قائلا قل من حرّم
زینة اللہ التی اخرج
لعبادہ والطیبٰت من
الرزق[2]، وھذا نبینا
صلی اللہ تعالٰی علیہ
واٰلہ وسلم قائلا
ان اللہ تعالٰی یحب
ان یرٰی اثر نعمتہ

ان کا یہ قول معنی اسراف سے جہالت ہے اور اس
سے بھی عظیم جہالت ان کے بڑے جاہل سے
صادر ہوئی اس نے اس کام کی حرمت میں
قرآن مجید کی آیۂ مبارکہ پڑھ لی "بے جا خرچ
کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں" اور وہ
بیچارہ یہ نہ سمجھا کہ اچھی اور بری غرض اور بے فائدہ
کام میں خرچ کرنے میں کتنا واضح اور کھلا فرق
ہے، اگر ہر خرچ کرنا مباح کام میں بلکہ اچھی
غرض میں اسراف اور مذموم ہوتا تو جب اس کا
اس سے معمولی درجہ میں بھی حصول ممکن ہوتا پھر
کھانے پینے، نکاح کرنے، سواری، لباس
اور جائے سکونت اور ان سب میں وسعت اختیار
کرنا حرام ہوتا حالانکہ یہ اتفاقِ امت کے بالکل
خلاف ہے اور صریح نصوص اس میں بغیر کسی
نزاع کے وارد ہیں۔ غور کیجئے کہ ہمارا پروردگار
عزت وعظمت کا مالک اپنے محبوب کریم کو
مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے: فرما
دیجئے کس نے حرام کر دی اللہ تعالٰی کی وہ زیب
زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر
فرمائی اور وہ پاکیزہ کھانے کی چیزیں۔ ہمارے
نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
فرمایا: بلاشبہہ اللہ تعالٰی اس بات کو پسند

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷
[2] " " ۷/ ۳۲

على عبده رواه الترمذی[1] و
حسنه والحاکم وصححه عن عبد اللہ
ابن عمرو بن العاص رضی اللہ
تعالٰی عنہما مع قولہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم فی الحدیث
الصحیح بحسب ابن اٰدم لقیمات
یقمن صلبہ[2] الحدیث ، وجعل
لمن ابی التثلیث وقد اجمعوا
علی جوازہ حتی الشبع و
انت تری ھٰؤلاء الناھین
المجترئین علی اللہ تعالٰی
بما تصف السنتھم الکذب[3] ، ان
ھذا حرام وھذا ممنوع
یاکلون الالوان ویلبسون الرقاق
ویفعلون یفعلون ولو اجتزأوا
بعشر ما انفقوا لکفی ، وضرب
الدف ایضا لا یخلو عن نفقۃ
اما ثمن و اما اجرۃ

فرماتا ہے کہ اپنے کسی بندے پر آثارِ نعمت دیکھے،
چنانچہ امام ترمذی نے اس کو روایت کرکے اس
کی تحسین فرمائی، اور حاکم نے اس کو عبداللہ
بن عمرو سے روایت کیا اور اس کو صحیح قرار دیا۔
اس کے باوجود کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
حدیثِ صحیح میں یہ ارشاد موجود ہے، ابن آدم
کے لئے غذا کے چند لقمے کافی ہیں جو اسکی پیٹھ
کو سیدھا رکھیں (الحدیث)۔ یہ اس کے لئے
مقرر فرمایا جس نے تین لقموں کا انکار کیا حالانکہ
اس کے جواز پر ائمہ کرام نے اتفاق کیا، تم دیکھتے
ہو کہ ان روکنے والوں، اللہ تعالٰی پر جرأت کرنے
والوں کو ایسی چیزیں جو ان کی زبانیں جھوٹ
بیان کرتی ہیں کہ یہ حرام ہے اور یہ منع ہے کہ
لوگ رنگا رنگ کھانے کھاتے ہیں باریک اور
پتلا لباس پہنتے ہیں اور یہ اور وہ کرتے ہیں،
کاش وہ لوگ اس دسویں حصے پر اکتفا کرتے
جو انھوں نے خرچ کیا تو کافی تھا، اور یہ بھی
خیال رہے کہ دف بجانا بھی خرچ سے خالی



---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ما جاء ان اللہ یحب ان یرٰی اثرہ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۵
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ " " " " " " دار الفکر بیروت ۴/ ۱۳۵
[2] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی کراہیۃ کثرۃ الاکل امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۰
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب الاقتصاد فی الاکل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۸
الترغیب والترہیب الترہیب من الامعاء فی الشبع مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۳۶
[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

ولعلہ قد یفوق ثمن البارود وانما السرف الصرف الیٰ غرض لا یحمد وتعدی القصد وتجاوز الحد فانظر ان ھذا من ذاك واللہ یتولی ھداك نعم من اراد التفاخر فذلك الحرام جملۃ واحدۃ ان اللہ لایحب من کان مختالا فخورا[1] ولا اختصاص لھذا بالدف والبندقۃ بل لو تلا القراٰن ونوی التفاخر لکان حراما محظورا والتالی اثما موزورا کما لایخفی فھذا ما عندنا فی الباب وربنا سبحٰنہ اعلم بالصواب وصلی اللہ تعالیٰ علٰی سیدنا ومولٰینا والاٰل والاصحاب اٰمین۔

نہیں یا تو دف خریدنے پر خرچ آئے گا یا بجانے کی اجرت دینی پڑے گی اور شاید یہ بارود کی قیمت سے زیادہ ہو، اور خالص اسراف یہ ہے کہ ایسی غرض کے لئے خرچ کیا جائے جس میں کوئی حسن و خوبی اور فائدہ نہ ہو، اور یہ میانہ روی سے متجاوز ہو لہذا غور کیجئے کہ یہ کہاں اور وُہ کہاں (بلکہ دونوں میں واضح فرق ہے) اور اللہ تعالٰی تیری ہدایت کا مالک ہے۔ ہاں اگر کسی نے آپس کے خرچ کرنے سے فخر کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بالکل حرام ہے کیونکہ اللہ تعالٰی اترانے والے فخر کرنیوالے کو پسند نہیں کرتا، لہذا حرمت کا دف اور بندوق سے کوئی اختصاص نہیں بلکہ اگر آپس میں تفاخر سے تلاوتِ کلام پاک کی جائے تو یہ بھی حرام اور ممنوع ہے، پس اس صورت میں تلاوت کرنے وال گنہ گار اور گناہ برداشتہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں، لہذا اس باب میں ہماری یہی تحقیق ہے، اور ہمارا پاک پروردگار راہِ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے، ہمارے آقا و سردار اور ان کی آل اولاد و صحابہ پر اللہ تعالٰی کی خصوصی بارانِ رحمت ہو، آمین! (ت)

**مسئلہ ۹۷:** از مدراس جنبا دھاری وسنگ شب گرامین اسٹریٹ مرسلہ مولوی حاجی سید عبدالغفار صاحب بنگلوری۔

پھولوں کا سہرا جس میں نلکیاں اور پنی وغیرہ نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

پھولوں کا سہرا جیسا سوال میں مذکور رسوم دنیویہ سے ایک رسم ہے جس کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہیں، نہ شرع میں اس کے کرنے کا حکم آیا، تو مثل اور تمام عادات و رسوم مباحہ کے مباح رہے گا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۶

شرع شریف کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کو خدا و رسول اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے بُرا فرمائیں وُہ بُری اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع سے نہ اس کی خُوبی نکلے نہ بُرائی وُہ اباحتِ اصلیہ پر رہتی ہے کہ اس کے فعل و ترک میں ثواب نہ عقاب ۔ یہ قاعدہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر جگہ کام آئے گا، آجکل مخالفینِ اہلسنّت نے یہ روش اختیار کر لی ہے کہ جس چیز کو چاہا شرک، حرام، بدعت، ضلالت کہنا شروع کر دیا اگرچہ وہ فعل صحابہ کرام یا تابعینِ عظام یا ائمۂ اعلام سے ثابت ہو، اگرچہ وہ فعل اُس نیک بات کے عموم و اطلاق میں داخل ہو جس کی خوبیاں صریح قرآن مجید و حدیث شریف میں مذکور ہیں، پھر سہرے وغیرہ رسمی باتوں کی تو کیا حقیقت ہے، اور اس پر طُرّہ یہ ہوتا ہے کہ اہلسنّت سے پوچھتے ہیں تم جو ان چیزوں کو جائز بتاتے ہو قرآن و حدیث میں کہاں جائز لکھا ہے حالانکہ ان کو اپنی خوش فہمی سے اتنی خبر نہیں کہ جائز کہنے والا دلیل خاص کا محتاج نہیں، جو ناجائز کہے وہ قرآن و حدیث میں دکھائے کہ ان افعال کو کہاں ناجائز کہا ہے، کیا اہلسنّت پر لازم ہے کہ وہ جس جس چیز کو جائز و مباح بتائیں اس کی خاص صورت کا حکم صریح قرآن مجید و احادیث شریف میں دکھائیں اور تم پر کچھ ضرور نہیں کہ جس چیز کو حرام بدعت گمراہی کہو خاص اس کی نسبت ان حکموں کی تصریح کتاب و سنّت میں دکھا دو۔ ان امور کی قدرے تفصیل مسئلہ قیام میں فقیر نے ذکر کی اور پوری تحقیق کامل تصانیفِ علمائے اہلسنت میں ہے۔ شکر اللہ تعالٰی مساعیھم الجمیلۃ۔

جب یہ قاعدہ شرعیہ معلوم ہو لیا تو سہرے کا حکم خود ہی کھُل گیا۔ اب جو ناجائز، حرام، بدعت، ضلالت بتائے وہ خود قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت کر دکھائے، ورنہ جانِ برادر! شرع تمہاری زبان کا نام نہیں کہ جسے چاہو بے دلیل حرام و ممنوع کہہ دو۔ اور سفہائے مخالفین جو اس قسم کے مسائل میں حدیث من احدث فی امرنا وغیرہ پیش کرتے ہیں محض بے محل و اغوائے جُہّال کہ اس قدر تو طائفہ اسمٰعیلیہ کو بھی مسلّم کہ بدعتِ ضلالت وہی ہے جو بات دین میں نئی پیدا ہو اور دنیوی رسوم و عادات پر حکم بدعت نہیں ہو سکتا مثلاً انگرکھا پہننا، پلاؤ کھانا یا دُولھا کو جامہ پہنانا، دُلہن کو پالکی میں بٹھانا۔ اسی طرح سہرا کہ اُسے بھی کوئی دینی بات سمجھ کر نہیں کرتا، نہ بغرضِ ثواب کیا جاتا ہے بلکہ سب ایک رسم ہی جان کر کرتے ہیں، ہاں اگر کوئی جاہل اجہل ایسا ہو کہ اُسے دینی بات جانے، تو اس کی اس بیہودہ سمجھ پر اعتراض صحیح ہے، اسی طرح سہرے کے باب میں حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم[2] (جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہو جائے گا۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح ۱/ ۳۷۱ و صحیح مسلم کتاب الاقضیہ ۲/ ۷۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

پیش کرنا اور یہ کہنا کہ ہندو بھی سہرا باندھتے ہیں تو اُن سے مشابہت نکلے گی محض غلط کہ حدیث میں لفظ تشبُّہ مذکور ہے اور اُس کے معنےٰ اپنے آپ کو کسی کے مشابہ بنانا توحقیقۃً یا حکماً قصدِ مشابہت پایا جانا ضرور ہے، مثلاً ایک شخص کوئی فعل خاص اس نیت سے کرے کہ کفار کی سی شکل پیدا ہو اگرچہ وہ یہ ارادہ نہ کرے مگر وہ فعل شعارِ کفار اور ان کی علامتِ خاصہ ہو جس سے وُہ پہچانے جاتے ہوں، جیسے سر پر چوٹیاں، ماتھے پر ٹیکہ، گلے میں جینوا، الٹے پردے کا انگرکھا وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ تو بیشک ان صورتوں میں ذم ووعید وارد۔ اور حدیث من تشبّہ اس پر صادق، نہ یہ کہ مطلقاً کسی بات میں اشتراک موجب ممانعت ہو۔ یُوں تو انگرکھا ہم بھی پہنتے ہیں ہندو بھی پہنتے ہیں، پھر کیا اس وجہ سے انگرکھا پہننا ہم پر حرام ہو جائے گا، اور اگر پردے کا فرق کفایت کرے تو کیا تکلیوں اور رہتی کا نہ ہونا اور اس سہرے کی صورت اُن کے سہرے سے جدا ہونا کافی نہ ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ بربنائے تشبُّہ کسی فعل کی ممانعت اُسی وقت صحیح ہے کہ جب فاعل کا قصدِ مشابہت ہو یا وہ فعل اہلِ باطل کا شعار وعلامتِ خاصہ ہو جس کے سبب سے وہ پہچانے جاتے ہوں، یا اگر خود اُس فعل کی مذمت شرع مطہر سے ثابت ہو تو بُرا کہا جائے گا ورنہ ہرگز نہیں، اور سہرا ان سب باتوں سے پاک ہے۔

یہ قاعدہ بھی ضرور یاد رکھنے کا ہے جس سے مخالفین کے اکثر اوہام کا علاج ہوتا ہے،

درمختار میں بحرالرائق سے منقول:

التشبہ بھم لایکرہ فی کل شئ بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ[1]

اہلِ کتاب سے تشبّہ ہر چیز میں مکروہ نہیں بلکہ بُری بات میں۔ اور وہاں کہ ان سے مشابہت کا قصد کیا جائے۔

مولٰنا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

انا ممنوعون عن التشبیہ بالکفرۃ واھل البدعۃ فی شعارھم لامنھیون عن کل بدعۃ ولوکانت مباحۃ سواءٌ کانت من افعال اھل السنۃ اومن

ہم کو یہ منع ہے کہ کفار واہل بدعت کے شعار میں تشبّہ کریں نہ یہ کہ ہر بدعت منع ہو اگرچہ مباح ہو، اب چاہے وُہ اہلسنّت کے افعال سے ہو یا کفار ومبتدعین کے فعلوں سے، تو مدارِ کار

---

[1] الدرالمختار باب مایفسد الصلٰوۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۰

افعال الکفرۃ واہل البدعۃ فالمدار        شعار پر ہے۔
علی الشعار[1]

بالجملہ خلاصہ یہ ہے کہ سہرا نہ شرعاً منع نہ شرعاً ضروری یا مستحب، بلکہ ایک دنیوی رسم ہے، کی تو کیا، نہ کی تو کیا۔ اس کے سوا جو کوئی اسے حرام گناہ بدعت ضلالت بتائے وہ سخت جھوٹا، بر سر باطل، اور جو اسے ضروری لازم اور ترک کو شرعاً موجب تشنیع جانے وہ بڑا جاہل۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ
عبدہ المذنب الفقیر احمد رضا البریلوی عفی عنہ

---

رسالہ
ہادی الناس فی رسوم الاعراس
ختم ہوا

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر   فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ   مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

# حدود و تعزیرات

**مسئلہ ۹۸** مسئولہ مولوی عبدالمنان صاحب از بنگالہ
۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید نے کسی روز عمرو سے کوئی بات کی تنازع کیا بعد ازاں عمرو کے اوپر سر ار محفل محلہ کے انھوں نے تہمت دیا اور کہا کہ اہل مجلس نے اگر اس کو کھائے تو میں نہیں ہوں اہل مجلس نے کہا کیوں اسی وقت زید نے جواب دیا کہ عمرو بدکار ہے اس کی کے ساتھ، پھر عمرو نے اس بات پر مقدمہ دائر کیا حاکم سے ممبر کے پاس حکم آیا کہ یہ مقدمہ صحیح ہے یا نہیں بعد اس کے ممبر نے محلہ والوں کو پہنچایا کہ یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں ان کو کون نے کہا کے کہا ہاں یہ جو مقدمہ عمرو نے دائر کیا صحیح ہے پھر وہاں زید نے حاضر ہو کر کہا میں اہل مجلس سے اور پنچاین صاحب سے خواستگار ہوں کہ یہ میں نے افترا اور جھوٹ کہا معافی کا خواستگار اس حالت میں عمرو کو اہل محلہ اور ممبر صاحب نے بلوایا اور کہا ان کو معاف کردو انھوں نے ان لوگوں کی بات کو معاف کردیا بعد اسکے قریب ایک سال یا دس ماہ کے پھر کہا زید نے عمرو سے لے کر کھانے میں نہیں ہوں تب سرداران اہل مجلس نے کہا کیا سبب ہے فوراً جواب دیا کہ میں نے پہلے جو بات ظاہر کیا تھا وہی ہے تب سرداران اہلِ محلہ نے گواہ طلب کیا اس نے کہا ہے فلاں فلاں شخص اس مجلس میں حاضر ہے اُن لوگوں نے بھی کہا کہ آپ کی زبان سے اگلے سال سنا تھا فی الحال ہم لوگ کچھ نہیں جانتے پھر اہل مجلس نے کہا کہ آپ کے اور کوئی گواہ ہے انھوں نے جواب دیا کہ ہے عمرو بکر خالد عبداللہ وغیرہ ان لوگوں نے ان سب نے پوچھا یہ بات زید نے جو کہا صحیح ہے یا نہیں عمرو بکر وغیرہا نے کہا کہ ہم لوگوں نے ایک عورت سے

سُنا تھا اُس عورت سے بھی پُوچھا تو عورت بھی اس وقت مانع ہے پھر جمعہ کے دن سب مصلیوں کے مقابلہ زید سے پُوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں میں بھی سُنا اور جو میرا شاہد ہے وہ بھی مانع ہے بلکہ بعضوں کی طرف اشارہ کیا تھا انھوں نے مسجد ہی میں منع کیا اس حال میں زید پر حدِ قذف لازم آتا ہے یا نہیں، اگر آتا تو بالمال ہوسکتا ہے یا نہیں ____________ اگر تعزیرات ساتھ مال کے ہوکس قدر ہوتا ہے، کوئی مقدار معین ہولینا اور اس مال کا مستحق کون ہے؟ ازروئے شرع کے مع الدلائل بیان فرمائیے اور اگر وہ شخص توبہ کرے معافی کی امید ہے یا نہیں؟ بیّنوا ابالکتاب وتوجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان فرمائیے اور روزِ حساب اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

صورت مستفسرہ میں زید ضرور مرتکب قذف کا ہُوا اس نے سخت گناہ کبیرہ کیا اسلامی سلطنت میں وہ اسّی کوڑوں کا سزاوار تھا۔

قال اللہ تعالٰی فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولٰئک ھم الفاسقون[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، تہمت لگانے والوں کو اسّی کوڑے لگاؤ پھر کبھی بھی ان کی گواہی نہ مانو اور وہی نافرمان ہیں۔ (ت)



مگر یہاں نہ اسلامی سلطنت ہے نہ حدود جاری ہوسکتے ہیں نہ غیر سلطان کو حد کا اختیار ہے اور تعزیر بالمال منسوخ ہے کما حققہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور منسوخ پر عمل جائز نہیں صرف چارہ کار یہ ہے کہ اُسے برادری سے خارج کریں مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک توبہ نہ کرے اگر توبہ کرے تو اللہ عزوجل قبول فرمانے والا ہے۔ خود آیہ مذکورہ میں الّا الذین تابوا کا استثنا[2] ہے مگر اس کی توبہ صرف یہی نہ ہوگی کہ اللہ عزوجل کے حضور تائب ہو بلکہ لازم ہوگا کہ عمرو سے اپنے قصور کی معافی مانگے کہ وہ نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی گرفتار ہے اور تنہائی میں توبہ بھی کافی نہ ہوگی اُس نے مجمع میں گناہ کیا ہے مجمع ہی میں توبہ کرے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا اعلمت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ[3] واللہ تعالٰی اعلم

جب تو کوئی گناہ کرے تو چھپے گناہ کی خفیہ اور برملا گناہ کی اعلانیہ توبہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۵
[3] کنز العمال حدیث ۱۰۱۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰۹

**مسئلہ ۹۹** مرسلہ نور اللہ صاحب پیش امام و عبدالحق زمیندار وغیرہا ساکنان سردار نگر تھانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مدد علی نام قوم فقیر ساکن سردار نگر ایک عورت نکاحی بھگا لایا ہے اور عرصہ دو برس سے اس سے زنا کرتا ہے جب اُس کو ہم لوگوں اور برادری والوں نے تنگ کیا تو مسمّی مذکور کو مبلغ سَو روپیہ اور عورت کو لے کر موضع ہرپور پنچایت گیا اور کہا کہ یہ عورت اور یہ روپیہ موجود ہے میرا فیصلہ کرا دو۔ مسمّی کلن شاہ و بھلن شاہ وغیرہ ساکنان ہرپور پنچوں نے روپیے لے کر اپنے پاس جمع کر لیا اور عورت مسمّی مذکور کو واپس دے دی اور جس کی بی بی تھی اس کو نہیں دی اور نہ اس کو روپیہ دے کر استعفا لیا اب جو ہم گاؤں والوں نے مسمّی مدد علی کو سخت کیا تو وہ کہتا ہے میں کیا کروں میرا روپیہ پنچوں میں جمع ہے وہ نہ استعفا دلاتے ہیں اور نہ روپیہ مجھ کو واپس دیتے ہیں کہ میں خود مدعی کو راضی کر لوں، ایسے جھگڑے میں دو برس ہو گئے اب ہم گاؤں والے اس کا کیا تدارک کریں کیونکہ انگریزی عملداری ہے اگر اس کا حقہ پانی بند کریں تو وہ عدالت میں نالشی ہوگا لہٰذا جواب سے مشرف فرمائے جائیں فقط۔



## الجواب

اُس شخص پر فرض ہے کہ اُس عورت کو اپنے سے جدا کر دے اور یہ اس کا عذر جھوٹا ہے کہ میں کیا کروں میرا روپیہ پنچوں کے پاس جمع ہے روپیہ جمع کر دینے سے زنا حلال نہیں ہو سکتا، اگر وہ اُسے نہ نکالے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے میل جول ترک کر دیں برادری سے خارج کر دیں اور اس میں ان پر کوئی جرم عائد نہیں ہو سکتا یہ کوئی قانون نہیں ہے کہ جو زانی کو اپنا حقہ پانی نہ دے وہ مجرم ہے اپنے حقے پانی کا ہر شخص کو اختیار ہے جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے اور اس صورت میں فقط وہی شخص مجرم نہیں بلکہ ان پنچوں پر بھی شرعی الزام بشدت قائم ہے جنہوں نے اس کا روپیہ لے کر دبا لیا اور عورت زنا کے لئے اسے واپس دی وہ سب عذابِ الٰہی کے مستحق ہیں ان پر فرض ہے کہ اس کا روپیہ واپس دیں اور توبہ کریں اور قدرت رکھتے ہوں تو عورت کو اس سے چھڑا کر اس کے شوہر کے پاس بھیج دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۰۰** مسئولہ احمد الدین مقام کپ بوند شنبہ ۱۲ شوال المکرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں پیش امام ہے اور عام لوگوں نے یہ شہرت دی ہے کہ زید نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور جب حلفیہ شہادت

لی گئی تو عینی شہادت کوئی نہیں دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں سے سنا ہے اور اس سے پوچھو تو وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں سے سنا ہے عینی شہادت کوئی نہیں بیان کرتا ہے ایسی صورت میں بعض اشخاص نے زید کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑدی ہے اگر احتیاطاً ایسی حالت میں زید سے توبہ واستغفار کرائی جائے تو اس کی امامت درست ہوگی یا نہیں اور عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تک علماء فتوٰی نہ دیں گے تو ہم اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے آیا ایسی حالت میں وہ توبہ واستغفار کرے اور پھر نماز پڑھائے تو زید کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور زنا پر عندالشرع شریف کے گواہوں کی ضرورت ہے اور وہ کیسے ہوں؟ فقط

## الجواب

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔(ت)

خاص معائنہ کے چارگواہ مرد ثقہ متقی پرہیزگار درکار ہیں بغیر اس کے جو اسے متہم بزنا کرے گا شرعاً اسّی کوڑوں کا مستحق ہوگا، زید کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور توبہ واستغفار مسلمان کو ہر حال میں چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم



**مسئلہ ۱۰۱:** مرسلہ محمد ظہور سوداگر پارچہ الموڑہ متصل جامع مسجد کارخانہ بازار ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

بوڑھے زانی کی کیا سزا ہے حالانکہ اس کی جوان اور تندرست بی بی اس کے پاس موجود ہو اور وہ ایک مشرکہ سے زنا کرے۔ بینوا توجروا۔

## الجواب

زنا کی سزا آخرت میں عذابِ نار ہے اور دنیا میں حد ہے جس کا سلطانِ اسلام کو اختیار ہے، حدیث میں ارشاد ہوا:

"اللہ تعالٰی کے سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں، مفلس متکبر اور بوڑھا زانی اور جھوٹ بولنے والا بادشاہ۔"[2] واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۱
کنزالعمال حدیث ۴۳۹۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۹

**مسئلہ ۱۰۲** ازامرتسر سید بڈھے شاہ صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جنھوں نے زناکاری اور ناچنا گانا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے بلکہ پیشہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس فعل شنیع پر اصرار کئے بیٹھے ہیں اور اسی پر اُن کی عمر گزرتی ہے اور اسی زنا کی آمدنی پر اُن کا کھانا پینا پہننا اور تمام امور ہوتے ہیں اہل اسلام کو اُن کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے ان کے ساتھ میل جول بات چیت کرنا ان کے یہاں سے کچھ کھانا پینا یا ان کی خیرات صدقات سے کچھ حاصل کرنا یا اُن کا کوئی کام کرنا اس کی اُجرت لینا یا اُن کا جنازہ پڑھنا یا شریک جنازہ ہونا یا انھیں غسل دینا یا اُن کے ہاتھ کوئی چیز اس آمدنی کے عوض فروخت کرنا یا ان سے خریدنا وغیرہ وغیرہ شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

## الجواب

ان سے میل جول نہ چاہئے،

قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینک الشّیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آجانے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)



بلکہ اور بہت فاسقوں سے اس بارے میں ان کا حکم اشد ہے کہ ان سے ملنے میں آدمی متہم ہوتا ہے اور موضع تہمت سے بچنے کا حکم مؤکد ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقع التھم۔[2]

جو کوئی اللہ تعالٰی اور دن قیامت پر یقین رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ مقاماتِ تہمت میں نہ ٹھہرے۔ (ت)

زنا و غنا پر جو مال حاصل کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کی ملک نہیں ہوتا اُن کے ہاتھ میں مثل مغصوب ہوتا ہے کما صرح بہ فی الفتاوی العالمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور دوسرے فتاوٰی میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔ ت) نہ اس کا اُجرت میں لینا جائز نہ کسی چیز کی قیمت میں لینا جائز، صدقہ و ہدیہ تو دوسری بات ہے بلکہ وہ جو کچھ کسی فقیر کو دے اُسے خیرات کہنا حرام ہے اُس پر اُمیدِ ثواب رکھنے کو علماء نے کفر لکھا ہے، اور جو مال بعینہٖ انھوں نے ان حرام افعال کے عوض حاصل کیا اس کا خریدنا بھی حرام، اس کا کھانا بھی حرام، ہاں اگر یہ مال انھوں نے خریدا ہو اگرچہ اپنے زرِ حرام سے اور اس پر

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۴۹

عقد و نقد جمع نہ ہُوئے ہوں یعنی یہ نہ ہُوا ہو کہ وہ حرام روپیہ دکھا کر کہا کہ اس کے عوض دے دے اور وہی روپیہ ثمن میں دے دیا کہ یُوں تو جو کچھ وہ خریدیں وہ بھی حرام ہے علی ما قالہ الامام الکرخی وعلیہ الفتوٰی (اس بنا پر جو کچھ امام کرخی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ت)
ہاں اگر یُوں ہوا مثلاً کہا ایک روپیہ کی فلاں چیز دے دے اس نے دے دی اس نے اپنا زرِ حرام ثمن میں دیا تو اگرچہ اسے ثمن میں صرف کرنا حرام تھا مگر جو چیز خریدی وہ حرام نہ ہُوئی ایسی خریدی ہوئی چیز کا اُن سے خریدنا جائز ہے اور ناج وغیرہ اس طور پر خرید کر پکایا ہو تو اس کا کھانا بھی حرام نہیں مگر انکے یہاں کھانا پینا ویسے ہی ممنوع ہے۔ رہا جنازہ اور اس کی نماز، اگر یہ لوگ مسلمان ہوں تو ضرور فرض ہے، حدیث میں ارشاد ہوا:

الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت برا کان اوفاجرا وان ھو عمل الکبائر[1]

تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے وہ نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔

مگر اس قسم کے جو پیشہ ور لوگ ہیں ان کا ایمان سلامت رہنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے اُن کے یہاں کی رسم سُنی گئی ہے کہ جب لڑکی سے اول بار زنا کراتے ہیں اسے دُلھن بناتے ہیں اور نیاز دلاتے ہیں اور مبارک سلامت ہوتی ہے ایسا ہے تو یقیناً وہ سب کافر ہو جاتے ہیں اُن پر نماز حرام اُن کے جنازہ کی شرکت حرام۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۱۰۳ تا ۱۰۴:** از دبابوں کے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ مرسلہ محمد قاسم صاحب مدرس مدرسہ ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید نے بکر کو زنا کی تہمت لگائی۔

(۲) ایک عورت زانیہ اپنے گناہ سے ایک عالم متدین کے ہاتھ پر تائب ہوگئی ہے لیکن اب بھی چند ایک آدمی اسی کی برادری میں سے اس کو گزشتہ گناہ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور میرا سمجھ کر اس کو اس کے خاوند کے گھر میں آباد نہیں ہونے دیتے حالانکہ اس کا خاوند اس کے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳

آباد کرنے میں راضی ہے، ایسے اشخاص کے واسطے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟

## الجواب

(۱) مسلمان کو زنا کی تہمت بے ثبوتِ شرعی لگانے والا فاسق، مردود الشہادۃ، اسّی کوڑوں کا شرعاً سزاوار ہے یہاں دنیا میں نہیں ہو سکتے آخرت میں استحقاق عذاب نار ہے۔

(۲) گناہ سے توبہ کرنے والے کو اگلے گناہ سے عیب لگانا سخت حرام ہے ایسے کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ کا مرتکب نہ ہو،

اخرجہ الترمذی وحسّنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عیّر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ[1] قال المناوی المراد من ذنب قد تاب منہ کما فسرہ بہ ابن منیع[2] اھ، و قد جاء کذا مقیدا فی روایۃ ذکرھا فی الشرعۃ قالہ فی الحدیقۃ الندیۃ۔

امام ترمذی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی جبکہ امام ترمذی نے اس حدیث کی تحسین فرمائی، جو کوئی اپنے بھائی کو کسی گزشتہ گناہ پر عار دلائے وہ نہ مرے گا مگر جبکہ خود اس گناہ کا مرتکب ہو۔ امام مناوی نے فرمایا حدیث پاک میں گناہ سے وہ گناہ مراد ہے جس سے کرنے والے نے توبہ کر ڈالی، جیسا کہ ابن منیع نے اس کی وضاحت فرمائی اھ۔ اور ایک دوسری روایت میں ذنب کے ساتھ قید مذکور ہے جس کو شرعۃ الاسلام میں نقل فرمایا، چنانچہ حدیقہ ندیہ میں اس کو بیان فرمایا۔ (ت)

اور زن و شو میں جدائی ڈالنا شیطان کا کام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا رواہ ابوداؤد[3] والحاکم بسند

وہ آدمی ہم میں سے نہیں کہ جو دغابازی سے عورت کو شوہر کے خلاف کرے۔ ابوداؤد اور حاکم نے

---

[1] جامع الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۳

[2] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث من عیر اخاہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۳۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی من خبب مملوکا الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۷

المستدرک للحاکم کتاب الطلاق دار الفکر بیروت ۲/ ۱۹۶

معجم الاوسط للطبرانی حدیث ۸۰۱۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۹/ ۱۲

صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الصغیر عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی الراوی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(صحیح سند سے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا، اور امام طبرانی نے معجم صغیر میں عبداللہ ابن عمر سے اور معجم اوسط میں ابویعلٰی کی طرح صحیح سند سے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔) واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۱۰۵:** از ناتھ دوارہ ریاست اودیپور ملک میواڑ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صاحب علم امرونہی سے واقف ہیں مگر وہ شخص نہ کبھی رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں اور نہ کبھی نماز پڑھتے ہیں، جمعہ کے روز بطور ریاکاری مسجد میں آنکر جمعہ ادا کرتے ہیں تو ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے، اس شخص کو کیا کہنا چاہئے؛ اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا لازم ہے؛ اس کا جواب مع حدیث وفقہ کے مرقوم فرمائیں اللہ تعالٰی آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

## الجواب



وہ شخص سخت فاسق فاجر مستحق جہنم ہے، مسلمانوں کو اس سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۰۶:** از پوسٹ آفس موضع شرشدی ضلع نواکھالی بنگال مرسلہ سید عبدالرحمٰن صاحب یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ من مدظلہ، بعد سلام وقدمبوسی عرض ہے ایک شخص نے چارپائے وطی کیا اس پر ایک عالم نے کہا کہ تم اتنے روپیہ بطور زجر کے ادا کرو تاکہ آئندہ کوئی آدمی مرتکب گناہ نہ ہو اس سے روپیہ لے کر مسجد کے لئے چٹائی خرید کردیا گیا اب وہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا (بیان فرمائیے۔ ت) فتوٰی کی عبارت ذرا لمبا اور فتوٰی لمبا ہونے سے عوام زیادہ اعتبار کرتا ہے، چونکہ اس وطی کے لئے کفارہ کا حکم نہیں ہے اگر کفارہ ہوتا بیشک غریب کا حق تھا یہ روپیہ زجراً یا عبرتاً لیا گیا ہے؛ اور وہ نیک کام میں صرف کیا گیا بعض اس پر معترض ہیں، امید ہے حضور عالی جس طرح درست ہو ایسا تحریر فرماکر ایک فتوٰی بہت جلد بیرنگ روانہ فرمادیں، چارپائے کو حسب شرع جیسا کرنا ہے کیا گیا ہے اس پر کوئی معترض نہیں صرف اس سے جو روپیہ لیا گیا اس کو مسجد میں صرف کیا گیا ہے اس پر اعتراض ہے کہ کفارہ مسجد میں خرچ نہیں ہوسکتا ہے، جناب عالی! حسب مناسب سوال تحریر فرماکر اس کے جواب جواب بدلیل کتب فقہ تحریر فرماکر بہت جلد روانہ بیرنگ کریں تاکہ رفع فساد ہو بہت جلد درکار ہے جس طرح درست ہو مسجد کے لئے خرچ کرنا درست ہے تحریر

فرمادیں کیونکہ اس کام میں کفارہ واجب نہیں ایک روپیہ بطور استادی خدمت کے روانہ کیا جاتا ہے دس پانچ عالم کامہرودستخط کرادیں سوال جس پر امیں حضور تجویز کریں مگروہ روپیہ مسجد کے خرچ میں درست ہونا درکار ہے، حضور تو بحرالعلوم ہیں جن کا اسم گرامی تمام جہان میں مشہور ہے بیرنگ روانہ کرنے سے جلد مل جائے گا مگر لفافہ پر کاتب کا نام ضروری ہے ورنہ ڈاک والا روانہ نہیں کرتا ہے۔

## الجواب

وہ روپیہ کہ اس شخص سے زجراً لیا گیا حرام ہے کہ تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل حرام ہے، تنویرالابصار میں ہے:

التعزیر تأدیب دون الحد واکثرہ تسعة و ثلاثون سوطا ویکون به و بالصفع لاباخذ مال فی المذهب[1]

تعزیر ادب سکھانا ہے جو حد سے کم سزا ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ انتالیس ۳۹ کوڑے ہیں اور یہ کوڑے یا ٹھکّے مارنے سے ادا ہوتی ہے۔ معتمد مذہب میں اس میں مال لینا نہیں۔ (ت)

بحرالرائق و درمختار و ردالمحتار میں ہے:



افاد فی البزازیة ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول به امساك شیئ من ماله عنه مدة لینزجر ثم یعیدہ الحاکم الیه لاان یاخذہ الحاکم لنفسه او لبیت المال کما یتوهمه الظلمة اذ لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی وفی شرح الاٰثار (للامام الطحاوی رحمه الله تعالٰی) التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ[2]

فتاوٰی بزازیہ میں یہ افادہ پیش فرمایا کہ مال لے کر تعزیر قائم کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ مجرم کے مال میں سے کچھ مدت کے لئے مال حاکم اپنے پاس رکھ لے تاکہ وہ جرائم سے باز آجائے، پھر سُدھر جانے پر حاکم وہ مال اس کو لوٹا دے۔ یہ مطلب نہیں کہ حاکم اپنی ذات کے لئے یا بیت المال کے لئے مالی جرمانہ اس سے وصول کرے جیسا کہ بعض ظالموں نے وہم کیا ہے کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ بغیر کسی سبب شرعی کے کسی کا مال حاصل کرے۔ اور شرح آثار امام طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے کہ مالی تعزیر شروع اسلام میں تھی پھر منسوخ ہوگئی۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویرالابصار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۷۹-۱۷۸

اور مسجد میں اُس روپے کا صرف کرنا حرام۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب، رواہ الترمذی وغیرہ عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یقیناً اللہ تعالٰی پاک ہے، وہ سوائے پاک کے کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا۔ امام ترمذی وغیرہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت فرمایا ہے۔(ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لیمیز اللہ الخبیث من الطیب [2]

اس لئے کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا فرمادے۔(ت)

یعنی اُس مسجد میں صرف کرنے کا یہ فعل حرام ہے اور صرف کرنے والا ابتلائے آثام ہے اس پر فرض تھا اور ہے کہ یہ روپیہ جس سے لیا اُسے واپس دے نہ یہ کہ اُسے دوسرے کام خصوصاً مسجد میں صرف کرے۔ قال اللہ تعالٰی

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں



علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ، رواہ الامام احمد [3] فی مسندہ والائمۃ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ فی سننھم والحاکم فی صحیحہ المستدرك عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جو کچھ ہاتھ نے لیا اس پر ضروری ہے کہ اُسے ادا کر دے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور دوسرے ائمہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی سُنن میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اپنی صحیح مستدرک میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن اس کو روایت فرمایا ہے۔(ت)

رہیں وُہ چٹائیاں کہ اس روپیہ سے خرید کر مسجد میں دیں اُن پر اگر عقد و نقد جمع نہ ہوئے تھے تو

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء دار صادر بیروت ۳/۳۴۶

[2] القرآن الکریم ۸/۳۷

[3] جامع الترمذی کتاب البیوع باب ماجاء ان العاریۃ مؤداۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن سمرۃ بن جندب المکتب الاسلامی بیروت ۵/۸

مسجد میں اُن کا لینا اور استعمال کرنا اور ان پر نماز پڑھنا سب درست ہے اُس میں کچھ حرج نہیں، عقد ونقد جمع ہونے کے یہ معنی کہ وہی خبیث روپیہ بائع کو دکھا کر کہا ہو کہ اس روپے کے بدلے چٹائیاں دے دے، یہ اس روپیہ پر عقد ہوا پھر وہی روپیہ ثمن میں دے دیا گیا ہو یہ اُس روپے کا نقد ہوا، ظاہر کہ یہاں خرید و فروخت میں ایسا بہت نادر ہے غالباً چیز مانگتے ہیں کہ ایک روپیہ کے یہ دے دو پھر زرِ ثمن ادا کرتے ہیں یہ اگر اس مال خبیث سے ہوا ہو تو اس کا صرف نقد ہوا اس پر عقد نہ ہوا اور اس صورت میں ان چٹائیوں میں کوئی خباثت نہ آئی اور مسجد پر ان کا وقف صحیح ہوگیا اور وہ دینے والے کو واپس نہیں دی جاسکتیں جب تک مسجد میں قابل استعمال رہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

غصب عبدا او آجرہ تصدق بالغلۃ کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ وربح اذا کان متعینا بالاشارۃ او بالشراء بدراھم الودیعۃ او الغصب ونقدھا وان اشار الیھا ونقد غیرھا اوالی غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ یفتی[1]

جیسا کہ اگر کسی نے کوئی غلام غصب کیا (یعنی کسی سے اس کا غلام زبردستی چھین لیا) پھر اسے مزدوری پر لگایا (اور ٹھیکہ پر دیا) اور غلہ ہو تو پھر اجرت اور غلہ دونوں خیرات کردے جیسا کہ کسی نے غصب کردہ چیز یا امانت میں (بغیر اجازت مالک) کچھ تصرف کیا (بایں طور کہ اسے فروخت کر دیا) اور اس سے نفع کمایا، اگر وہ متعین ہو، اور اس کے تعین کی صورت اشارہ ہے اور امانت یا غصب کردہ دراہم سے اسے خریدنا ہے (یعنی عقد اور نقد دونوں میں زرِ حرام جمع ہو تو پھر وہ خرید کردہ چیز حرام ہوگی، پس اس کا استعمال کرنا جائز نہ ہوگا) (پس تعین بالاشارہ اور خرید میں وہی حرام نقدی ہو تو اس حاصل شدہ نفع کو خیرات کردے) اور اگر اوپر والی صورت مذکورہ نہ ہو تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں؛

۱۔ عقد کے وقت زرِ حرام کی طرف اشارہ کیا مگر ادائیگی کے وقت کوئی اور نقدی دے دی۔

۲۔ بوقت عقد کسی اور مال کی طرف اشارہ کیا مگر ادائیگی کے وقت وہی مال حرام دے دیا۔

۳۔ عقد کرتے وقت ثمن میں اطلاق (یعنی بغیر کسی قید لگانے کے کہہ دیا کہ اتنی رقم کی فلاں چیز دے دو) لیکن ثمن دیتے وقت وہی زرِ حرام دے دیا۔

پس ان تینوں صورتوں میں خیرات نہ کرے (کیونکہ حرمت نہیں پیدا ہوئی، جیسا کہ ظاہر ہے) اور اسی قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۵

ردالمحتار میں ہے:

وبہ یفتی قالہ فی الذخیرۃ وغیرھا کما فی القہستانی ومشی علیہ فی الغرر والمختصر والوقایۃ والاصلاح والیعقوبیۃ عن المحیط[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور یہی قول قابلِ فتوٰی ہے، چنانچہ ذخیرہ وغیرہ میں یہی ارشاد فرمایا جیسا کہ جامع الرموز (القہستانی) میں مذکور ہے۔ الغرر، المختصر، الوقایہ اور الاصلاح میں یہی روش اور طرز اختیار فرمائی۔ اور یعقوبیہ میں المحیط سے یہی منقول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)



[1] ردالمحتار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۲۱

# آداب

## مجلس وعظ، مسجد، قبلہ، اذان و اقامت، تلاوت، سجدۂ تلاوت، درود و سلام، خطبہ، اوراد و وظائف، عملیات، سفر، استخارہ، فال، جماع، سفارش، مصحف، کتب اور سونے وغیرہ امور سے متعلق آداب



### مسئلہ ۱۰۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لا یمسّہ الا المطھرون[1] اسے نہ چھوئیں مگر پاکیزہ لوگ۔ (ت)

اور بعض علماء چارپائی پر لیٹے یا بیٹھے ہوتے ہیں اور لڑکے کتابیں لئے ہوئے جن میں بسم اللہ شریف و دیگر آیاتِ قرآنیہ ہوتی ہیں نیچے چٹائی پر بیٹھے رہتے ہیں، پس یہ فعل کیسا ہے؟ اور وہ کتابیں قابلِ تعظیم ہیں یا نہیں؟ اور شروع پر بسم اللہ لکھنے سے کلام الناس ہوجاتی ہے یا کلام اللہ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۶/۷۹

# الجواب

ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نفس حروف قابل ادب ہیں اگرچہ جُدا جُدا لکھے ہوں جیسے تختی یا وصلی پر خواہ اُن میں کوئی بُرا نام لکھا ہو جیسے فرعون، ابوجہل وغیرہما۔ تاہم حرفوں کی تعظیم کی جائے اگرچہ ان کافروں کا نام لائقِ اہانت و تذلیل ہے۔

فی الھندیۃ اذ کتب اسم فرعون او کتب ابو جھل علی غرض یکرہ ان یرموا الیہ لان لتلک الحروف حرمۃ کذا فی السراجیۃ۔[1]

فتاوٰی ہندیہ میں ہے جب فرعون اور ابوجہل وغیرہ کے نام کسی غرض کے لئے لکھے جائیں تو مکروہ ہے کہ انھیں کہیں پھونک دیں اس لئے کہ ان حروف کی عزّت و توقیر ہے جیسا کہ "سراجیہ" میں مذکور ہے (ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ کتاب پر دوات رکھنا منع ہے مگر جب لکھتے وقت ضرورت ہو،

فی الدرالمختار یکرہ وضع المقلمۃ علی الکتاب الا للکتابۃ اھ[2] ملخصًا، فی ردالمحتار قولہ الا للکتابۃ الظاھر ان ذٰلک عند الحاجۃ الی الوضع اھ۔[3]

درمختار میں ہے کتاب پر دوات رکھنا مکروہ ہے مگر جبکہ لکھنے کی حاجت ہو تو اس وقت ایسا کرنا جائز ہے اھ ملخصًا۔ ردالمحتار میں مصنفِ درمختار کے قول "الا للکتابۃ" کے ذیل میں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ جب تک رکھنے کی ضرورت ہو اس وقت تک اجازت ہے اھ۔ (ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب یہ ہے کہ اُس کے اوپر کپڑے نہ رکھے جائیں۔ فی العالمگیریۃ:

حانوت او تابوت فیہ کتب فالادب ان لا یضع الثیاب فوقہ۔[4]

کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر کپڑے نہ رکھے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۳
[2] درمختار کتاب الطہارت مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳
[3] ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۹
[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۲

تو کیونکر ادب ہوگا کہ کتابیں نیچے رکھی ہوں اور آپ اوپر بیٹھیں کیا ایسے لوگوں کو بے ادبی کی شامت سے خوف نہیں حروفِ تہجی خود کلام اللہ ہیں کہ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے،

كما في رد المحتار[1] للعلامة الشامي عن سيدي عبد الغني النابلسي عن كتاب الاشارات في علم القرأت للامام القسطلاني رحمهم الله تعالى۔

جیسا کہ علامہ کے فتاوٰی شامی میں سید عبد الغنی نابلسی کے حوالے سے "کتاب الاشارات فی علم القراءت" میں امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالٰی سے مروی ہے۔ (ت)

البتہ کتب دینیہ کو بے وضو ہاتھ لگانے کے بارے میں علماء مختلف ہیں بعض علماء مطلقاً جائز فرماتے ہیں اور بعض مطلقاً مکروہ اور بعض تفصیل کرتے ہیں کہ کتب تفسیر میں مکروہ اور غیر میں جائز بشرطیکہ اُن میں جہاں کوئی آیت لکھی ہو خاص اُس پر ہاتھ نہ رکھے کہ اُس کی ممانعت میں کوئی کلام نہیں اور یہی تفصیل زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے،

في رد المحتار الاظهر والاحوط القول الثالث اي كراهته في التفسير دون غيره[2] الخ وتمامه فيه عن السراج عن الايضاح لا يجوز مس موضع القرآن منها[3] الخ۔

رد المحتار (فتاوٰی شامی) میں ہے کہ زیادہ ظاہر اور زیادہ احتیاط تیسرے قول میں ہے یعنی کتب تفسیر کو بے وضو ہاتھ نہ لگانا جبکہ دوسری کتابوں کو ہاتھ لگانے میں کراہت نہیں الخ، اور اس کی پوری بحث رد المحتار میں سراج بواسطہ ایضاح سے منقول ہے کتابوں میں جہاں قرآن مجید کا کوئی حصہ لکھا ہو وہاں ہاتھ لگانا جائز نہیں الخ (ت)

اور بسم اللہ کہ شرع پر لکھتے ہیں غالباً اُس سے تبرک و افتتاح تحریر مراد ہوتا ہے نہ کتابت آیاتِ قرآنیہ، اور ایسی جگہ تغیرِ قصد سے تغیرِ حکم ہو جاتا ہے ولہذا جنب کو آیات دُعا و ثنا نہ نیتِ قرآن بلکہ بہ نیتِ ذکر و دُعا پڑھنا جائز ہے،

في الدر المختار لو قصد الدعاء والثناء

در مختار میں ہے اگر تسمیہ وغیرہا سے دعا، ثناء

---

[1] رد المحتار — کتاب الطہارۃ — داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۰
[2] " " " ۱/۱۱۹
[3] " " " ۱/۱۱۸ و ۱۱۹

او افتتاح امر حل فی الاصح حتی لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ[1] الخ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یا کسی کام کے شروع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو زیادہ صحیح قول میں جنبی اس کو پڑھ سکتا ہے یہاں تک فرمایا کہ نمازِ جنازہ میں فاتحہ سے ثناء کا ارادہ کیا جائے تو نمازِ جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا مکروہ نہیں الخ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

## مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص متدین متبع سنتِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پارہائے کہنہ فرسودہ قرآن شریف اور قواعد بغدادی اور قواعد ابجد کو جو لڑکوں کے دستِ مالش سے پھٹے ہوئے تھے اس مصلحت سے کہ اُن کی بے ادبی نہ ہو اور پاؤں کے تلے نہ آئیں بدون قصد توہین کے بسند حدیث بخاری کے جو باب جمع القرآن میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے:

امر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق[2]

قرآن مجید کے موجودہ متعارف نسخہ کے علاوہ باقی ہر صحیفہ یا مصحف موجود تھا سب کے متعلق خلیفہ سوم نے جلا دئے جانے کا حکم جاری کیا۔ (ت)

اُن کو جلا دیا آیا یہ شخص اہلِ سنّت کے نزدیک بلحاظ مصلحت وسند مذکور وادلہ شرعیہ کے صواب پر ہے یا خطا پر؟ کتبِ معتبرہ سے جواب فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

احراقِ مصحفِ بوسیدہ وغیر منتفع علماء میں مختلف فیہ ہے اور فتوٰی اس پر ہے کہ جائز نہیں،

قال فی الفتاوی عالمگیریۃ المصحف اذا صار خلقا وتعذر القراءۃ منہ لایحرق بالنار اشار الشیبانی الٰی ھذا فی السیر الکبیر وبہ

فتاوٰی عالمگیری میں فرمایا گیا جب مصحف پرانا اور بوسیدہ ہو جائے اور وہ پڑھے جانے کے لائق نہ رہے تب بھی اسے آگ میں نہ جلایا جائے۔ چنانچہ امام محمد شیبانی نے سیر کبیر میں اس کی طرف اشارہ

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۴۶

ناخذ کما فی الذخیرۃ۔[1]

فرمایا ہے لہٰذا اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ کتاب ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

بلکہ ایسے مصاحف کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا چاہئے،

فیہا ایضا المصحف اذا صار خلقا لایقرؤ منہ ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن ودفنہ اولی من وضعہ موضعا یخاف ان یقع علیہ النجاسۃ او نحو ذٰلک ویلحد لہ لانہ لوشق ودفن یحتاج الی اھالۃ التراب علیہ وفی ذٰلک نوع تحقیر الا اذا جعل فوقہ سقف بحیث لایصل التراب الیہ فھو حسن ایضا کذا فی الغرائب[2]

اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب مصحف بوسیدہ ہوجائے اور اسے نہ پڑھا جاسکے اور یہ اندیشہ ہو کہ کہیں بگڑ کر بکھر جائے گا اور بے ادبی ہونے لگے گی تو اسے کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر کسی محفوظ جگہ دفن کردیا جائے اور اُسے دفن کرنا زیادہ بہتر ہے بنسبت کسی ایسی جگہ رکھ دینے کے جہاں اس پر گندگی پڑے اور آلودہ ہوجائے اور لاعلمی میں پاؤں کے نیچے روندا جانے لگے، نیز اس کی تدفین کے لئے صندوقچی قبر کی بجائے بغلی قبر بنائی جائے اس لئے کہ اگر صندوق نما قبر بنائی گئی تو دفن کرنے کے لئے اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی اور یہ عمل بھی ایک لحاظ سے بے ادبی والا ہے، ہاں اگر مصحف شریف کو قبر میں رکھ کر اوپر چھت بنادی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے اور نہ اس تک مٹی پہنچے تو بھی اچھی تدبیر ہے، اسی طرح فتاوٰی الغرائب میں مذکور ہے (ت)

اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کہ احراق واقع ہوا کما فی حدیث البخاری (جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔ ت) بغرض رفع فتنہ وفساد تھا اور بالکلیہ رفع اُس کا اسی طریقہ پر منحصر کہ صورتِ دفن میں اُن لوگوں سے جنھیں مصاحف محرقہ اور ان کی ترتیب خلافِ واقع پر اصرار تھا احتمال اخراج تھا بخلاف مانحن فیہ کہ یہاں مقصود حفظِ مصحف ہے بے ادبی اور ضائع ہوجانے سے اور یہ امر طریقہ دفن میں کہ مختارِ علماء ہے کما مر بنہج احسن (جیسا کہ اس کی تفصیل بہت اچھے انداز سے گزر چکی۔ ت)

حاصل البتہ قواعد لغدادی وابجد اور سب کتب غیر منتفع بہا اور لئے مصحف کریم کو جلا دینا بعد محو اسمائے باری عزّ اسمہٗ اور اسمائے رسل وملائکہ صلے اللہ تعالٰی علیہم وسلم اجمعین کے جائز ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۳

[2] " " " " " " "

کما فی الدر المختار[1] الکتب التی لاینتفع بھا یمحی عنھا اسم اللہ وملٰئکتہ ورسولہ ویحرق الباقی[1] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ عزاسمہ اتم۔

درمختار میں ہے وہ کتابیں اور کاغذات جن سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ان سے اللہ تعالٰی، اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کے مقدس نام کسی طرح مٹا کر باقی حصہ جلادیا جائے۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم سب سے زیادہ مکمل ہے جس کا نام غالب اور باعزت ہے (ت)

**مسئلہ ۱۰۹:** از اوجین محلہ مرزاواڑی مرسلہ شیخ آفتاب حسین و شیخ حامد علی صاحبان ۱۲ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اللہ تعالٰی کے مقدس نام سے شروع جو بیحد رحم کرنے والا مہربان ہے۔ سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود وسلام اس کے رسول مقبول پر ہو اور ان کی تمام اولاد اور ساتھیوں پر۔ (ت)

اما بعد گزارش خاکسار یہ کہ چند مسئلہ کتب فقیہہ امام اعظم صاحب علیہ الرحمۃ مثل ہدایہ وشرح وقایہ وفتاوٰی قاضی خاں ودرمختار وردالمحتار وفتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی برہنہ وفتاوٰی سراجیہ خلاف حدیث رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں منجملہ مسائل علاقیہ کے ایک یہ مسئلہ اس میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کا پیشاب سے لکھنا جائز ہے میں اس کا ثبوت دے سکتا ہوں، یہ عبارت کتب مذکورہ میں ہے یا اتہام؟ اس کے حق میں کیا حکم ہے؟ بیان فرمادیں۔ (محمد رفیع الدین)

## الجواب

الحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علٰی سید المرسلین سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وعلماء امتہ ومجتھدی ملتہ اجمعین آمین۔

تمام خوبیاں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پرورش کرنے والا ہے تمام جہانوں کی، اور سب سے بہتر درود اور سب سے کامل سلام رسولوں کے سردار پر ہو جو ہمارے آقا ومولا محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور ان کی آل، اصحاب، علمائے امت اور مجتہدینِ مذہب ان سب پر (بالواسطہ) درود وسلام ہو۔ آمین۔

---

[1] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ باب البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳

**اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں۔ت) معترض نے اس عبارت میں متعدد طور پر دھوکے دینے سے کام لیا ہے۔

**اولاً** ایہام کیا کہ ہدایہ وغیرہ سب کتب مذکورہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے، حالانکہ نہ ہدایہ میں اس کا پتا نہ شرح وقایہ میں نشان، نہ درمختار میں وجود نہ عالمگیری میں ذکر یول موجود۔ یہ سب معترض صاحب کی مغالطہ دہی ہے۔ فتاوٰی برہنہ فقیر کے پاس نہیں، نہ وہ کوئی معتبر کتابوں میں معدود۔

**ثانیاً** سراجیہ میں اس کے بعد صراحۃً لکھ دیا[1] لکن لوینقل[2] مگر یہ منقول نہ ہوا۔ اسی طرح ردالمحتار میں نقل فرمایا، تو اُن کی طرف حکم جواز کی نسبت کردینی محض افترا ہے حکم کسی شرط پر مشروط کرکے وجود شرط حکم کو تسلیم نہ کرنا ہے نہ کہ حکم دینا کما لایخفی علی جاھل فضلا عن فاضل (جیسا کہ کسی ان پڑھ سے بھی پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل سے پوشیدہ ہو۔ت)

**ثالثاً** فتاوٰی قاضی خاں میں صاف بتادیا کہ یہ مسئلہ نہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد ہے نہ اُن کے اصحاب کا، نہ شاگردان شاگرد کا، نہ شاگردان شاگرد کے کسی شاگرد کا، بلکہ شیخ ابوبکر اسکاف بلخی کا قول ہے کہ چوتھی صدی کے مشائخ سے تھے وہ بھی نہ اس طور پر جس طرح معترض نے بیان کیا جیسا کہ عنقریب آتا ہے تو اس کے باعث یہ ایہام کرنا کہ فقہ امام اعظم کا یہ حکم ہے صحیح فریب دہی ہے۔

**رابعاً** فتاوٰی قاضی خاں کی عبارت یہ ہے:

الذی رعف فلا یرقا دمہ فاراد ان یکتب بدمہ علی جبھتہ شیئا من القراٰن، قال ابوبکر الاسکاف رحمہ اللہ تعالٰی یجوز، قیل لوکتب بالبول، قال لوکان فیہ شفاء لاباس بہ، قیل لوکتب علی جلد میتۃ، قال ان کان فیہ شفاء جاز، وعن ابی نصر بن سلام

جس شخص کی نکسیر آئے کہ خون بند نہ ہو پھر اس نے اپنے خون سے قرآن مجید کا کوئی حصہ اپنی پیشانی پر لکھنے کا ارادہ کیا ہو (تو شرعاً کیا حکم ہے) ابوبکر اسکاف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ جائز ہے۔ پھر اُن سے پوچھا گیا اگر پیشاب سے لکھے (تو پھر کیا حکم ہے) فرمایا اگر اس میں شفاء معلوم ہو تو کچھ حرج نہیں۔ پھر کہا گیا کہ اگر مردار کی کھال پر لکھے، تو فرمایا اگر اس میں بھی شفاء معلوم ہو تو جائز ہے۔ ابوالنصر بن سلام

---

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراہیۃ باب التداوی والعلاج نولکشور لکھنؤ ص ۷۵

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۴۰

رحمہ اللہ تعالٰی معنی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم انما قال ذٰلك فی الاشیاء التی لایکون فیہ شفاء فاما اذاکان فیھا شفاء فلاباس بہ قال الاتری ان العطشان یحل لہ شرب الخمر حال الاضطرار[1]

رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ "بے شک اللہ تعالٰی نے جو کچھ تم پر حرام فرمایا اس میں تمھارے لئے شفا نہیں رکھی" کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ان چیزوں سے متعلق ہے جن میں فی الواقع شفا نہیں لیکن جن میں شفا موجود ہے تو ان کے استعمال میں کیا حرج ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ پیاسے آدمی کیلئے اضطراری حالت میں شراب کا پینا بھی حلال ہے۔ (ت)

اس عبارت سے واضح کہ فقیہ ممدوح سے اس حالت کا سوال ہوا تھا کہ کسی کے دماغ سے ناک کی راہ خون جاری ہے اور کسی طرح نہیں تھمتا اُس حالت میں اُس کی جان بچانے کو اگر خون یا بول سے لکھیں تو اجازت ہے یا نہیں؛ فقیہ موصوف نے فرمایا کہ اگر اس سے شفا ہوجانا معلوم ہو تو مضائقہ نہیں، اور اس کی نظیر یہ بتائی کہ پیاس سے جان جاتی ہو اور سوا شراب کے کوئی چیز موجود نہیں یا بھوک سے دم نکلتا ہو اور سوا مُردار کے کچھ پاس نہیں تو اُس وقت بقدار جان بچانے کے شراب ومردار کے استعمال کی شرع مطہر نے رخصت دی ہے تو فقیہ موصوف کا یہ حکم حقیقۃً تین شرطوں سے مشروط تھا:

**اوّل** یہ کہ جان جانے کا خوف ہو، جیسا کہ عبارت قاضی خان فلایرقادمہ (اس کا خون بند نہ ہو۔ ت) سے ظاہر ہے اور اسی ردالمحتار میں کہ اُس کا نام بھی معترض نے گِن دیا۔ عبارت یوں ہے:

نص ما فی الحاوی القدسی اذا سال الدم من انف انسان ولاینقطع حتی یخشی علیہ الموت[2]

(حاوی قدسی میں تصریح فرمائی) یعنی خون ناک سے جاری ہے اور نہیں تھمتا یہاں تک کہ اُس کے مرجانے کا اندیشہ ہو۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

**دوم** اس تدبیر سے اسے شفا ہو جانا بھی معلوم ہو جیسا کہ عبارت قاضی خاں لوکان فیہ شفاء[1] (اگر اس میں شفا معلوم ہو۔ ت) سے ظاہر، اور اسی ردالمحتار میں بعد عبارتِ مذکورہ ہے: وقد علم انہ لوکتب ینقطع[2] بتحقیق معلوم ہو کہ یوں لکھا جائے تو خون منقطع ہو جائے گا۔

**سوم** اس کے سوا کوئی اور تدبیر شفا نہ ہو جیسا کہ عبارت قاضی خاں حال الاضطرار سے ظاہر، اور اس ردالمحتار میں ہے:

فی النھایۃ عن الذخیرۃ یجوزان علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء اٰخر[3]۔

(نہایہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے) جب جائز ہے کہ اس سے شفا ہو جانا معلوم ہو اور دوسری کوئی دوا نہ معلوم ہو۔

اسی میں ہے:

ھذا المصرح بہ فی عبارۃ النھایۃ کما مر ولیس فی عبارۃ الحاوی الا انہ یفاد من قولہ کما رخص الخ لان حل الخمر والمیتۃ حیث لم یوجد ما یقوم مقامھما[4]۔

عبارتِ نہایہ میں یہ تصریح کی گئی جیسا کہ بیان گزر چکا، لیکن عبارت حاوی قدسی میں یہ تصریح موجود نہیں مگر یہ کہ اس کے قول "کما رخص" سے افادہ کیا جائے الخ اس لئے کہ شراب اور مردار (وہاں) حلال ہیں جہاں کوئی نعم البدل نہ پایا جائے لہذا بصورتِ دیگر وہ حلال نہیں۔ (ت)

اہلِ انصاف غور کریں کہ جو حکم ان تین شرطوں کے ساتھ مشروط ہو جن کے بعد اُس میں اصلاً استبعاد نہیں کہ الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) شرع وعقل وعرف سب کا مجمع علیہ قاعدہ ہے اُن تمام شرائط کو اُڑا کر مطلقاً یوں کہہ دینا کہ ان کتابوں میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کا پیشاب سے لکھنا جائز ہے کون سی ایمان و امانت و دین و دیانت کا مقتضا ہے یہ تو ایسا ہُوا کہ کوئی کافر نصرانی یہودی بک دے کہ قرآن مجید میں سُوَر کھانا حلال لکھا ہے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

[3] " " " " " "

[4] " " " " " "

اور ثبوت میں یہ آیت پیش کرے کہ:

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ[1] پھر جو کوئی بیقرار ہوگیا بشرطیکہ بغاوت اور زیادتی کرنیوالا نہ ہو تو اس پر (مردار کھالینے کا) کوئی گناہ نہیں (ت)

یا کوئی مردود نیچری یُوں جھک مارے کہ کفر کے بول بولنا اللہ تعالٰی نے جائز فرما دیا ہے اور سند میں یہ آیت سُنادے کہ:

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[2] مگر اس کو کلمۂ کفر کہنے کی اجازت ہے کہ جس کو مجبور کیا جائے جبکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو (ت)

ان مفتری کذابوں سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن عظیم نے تو سُور کھانا اور کلمۂ کفر بکنا قطعی حرام کئے ہیں یہ تیرا محض افترا و بہتان ہے، ہاں دم نکلتا ہو اور کچھ اور میسر نہیں تو جان بچانے کو حرام چیز کھانے کی اجازت دی یا کوئی ظالم بغیر کُفر کے ظاہر کئے مارے ڈالتا ہو یا آنکھیں پھوڑتا یا ہاتھ پاؤں کاٹتا ہو تو دل میں خالص ایمان کے ساتھ حفظ جسم وجان کے لئے کچھ ظاہر کرنے کی رخصت فرمائی یہ قطعاً حق وعین رحمت ومصلحت ہے اور اسے تیرا اس طور پر تعبیر کرنا یقیناً بہتان وصریح شرارت وخباثت ہے بعینہٖ یہی جواب ان غیر مقلد صاحبوں کے اعتراض کا سمجھ لیجئے۔



**خامساً** فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ اگر اللہ عزوجل نظر غائر وقت شناس نصیب فرمائے تو عند التحقیق اس کلام علماء کا مرجع ومآل صاف ممانعت ہے نہ تجویز و اجازت کہ وہ شرط فرماتے ہیں کہ جب اس سے شفاء ہوجانا معلوم ہو حالانکہ اس علم کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اگر علم بمعنی یقین لیجئے جب تو ظاہر کہ یقین تو ظاہر و واضح ومجرب ومعقول الاثر دواؤں میں بھی نہیں نہایت کار ظن ہے۔ اسی ردالمحتار میں ہے:

قد علمت ان قول الاطباء لا یحصل بہ العلم[3] بیشک تُو نے جان لیا کہ طبیبوں کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ (ت)

اور اگر ظن کو بھی شامل کیجئے تو یہ لکھنا غایت درجہ از قبیل رقیہ ہوگا نہ از قبیل معالجات و ادویۂ طبیہ،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳

[2] " " ۱۶/ ۱۰۶

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایسے معالجات سے شفاء معلوم ہونا درکنار مظنون بھی نہیں صرف موہوم ہے؛ اسی عالمگیری میں فصول عمادی سے ہے:

الاسباب المزیلۃ للضرر تنقسم الی مقطوع بہ کالماء للعطش والخبز للجوع والی مظنون کالفصد والحجامۃ و شرب المسہل وسائر ابواب الطب یعنی معالجۃ البرودۃ بالحرارۃ ومعالجۃ الحرارۃ بالبرودۃ وھی الاسباب الظاہرۃ فی الطب والی موھوم کالکی والرقیۃ۔[1]

جن اسباب سے ضرر دور ہوتا ہے وہ دو قسم کے ہیں (۱) یقینی، جیسے پانی پیاس دُور کرنے کے لئے اور کھانا بھوک رفع کرنے کے لئے (۲) ظنّی، جیسے خون نکلوانا، پچھنے لگوانا، جلاب آور دوا پینا اور دیگر ابواب طب یعنی سردی کا گرمی سے علاج کرنا اور گرمی کا سردی سے اور علمِ طب میں یہ ظاہری اسباب ہیں اور وہمی اسباب جیسے داغ لگانا اور جھاڑ پھونک یعنی دم کرنا۔ (ت)

تو دیکھو علماء نے تصریح فرمائی کہ یہ لکھنا جائز جب ہو کہ اس سے شفاء معلوم ہو اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح فرمائی کہ اس سے شفا معلوم نہیں تو کیا حاصل یہ نکلا کہ یہ لکھنا جائز ہے یا یہ کہ ہرگز جائز نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دربارۂ رمل سوال ہوا ارشاد فرمایا:

کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ فذاک۔ رواہ مسلم[2] فی صحیحہ واحمد وابوداؤد والنسائی عن معاویۃ بن الحکم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کچھ خط کھینچا کرتے تھے تو جس کی لکیریں اُن کے خطوں سے موافق ہوں وہ ٹھیک ہے (امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اب اس حدیث سے ٹھہرا دینا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے رمل پھینکنے کی اجازت دی ہے حالانکہ حدیث صراحۃً مفید ممانعت ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا جواز موافقت خط انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مشروط فرمایا اور وہ معلوم نہیں تو جواز بھی نہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی کتاب الصلوٰۃ باب تحریم الکلام میں زیرِ حدیث مذکور فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۵

[2] صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۳

معناه من وافق خطه فهو مباح له ولکن لا طریق لنا الی العلم الیقینی بالموافقة فلا یباح والمقصود انه حرام لانه لا یباح الا بیقین بالموافقة ولیس لنا یقین بها[1]

حدیث پاک کا مفہوم اور مراد یہ ہے کہ جس آدمی کی لکیریں بعض انبیاء کرام کی لکیروں کے موافق ہوجائیں تو اس کے لئے (علمِ رمل) مباح ہے لیکن حصولِ موافقت کے لئے ہمارے پاس یقینی علم تک رسائی کا کوئی راستہ نہیں لیکن علمِ مذکور (ہمارے لئے) مباح نہیں اور مقصد یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ یقینی موافقت کے بغیر وہ مباح نہیں ہوسکتا اور یقینی موافقت کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں۔(ت)

یعنی مقصودِ حدیث تحریمِ رمل ہے کہ اباحت بشرطِ موافقت ہے اور وہ نامعلوم تو اباحت معدوم۔

علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

حاصله ان فی هذا الزمان حرام لان الموافقة معدومة او موهومة[2]۔

یعنی حاصل حدیث یہ ہے کہ رمل اس شریعت میں حرام ہے کہ موافقت معدوم ہے یا موہوم۔

اُسی میں امام ابن حجر سے انھوں نے اکثر علماء سے نقل فرمایا:

لا یستدل بهذا الحدیث علی اباحته لانه علق الاذن فیه علی موافقة خط ذٰلك النبی وموافقته غیر معلومة فاتضح تحریمه[3]۔

یعنی اس حدیث سے رمل کی اباحت پر استدلال نہ کیا جائے کہ اس میں تو اجازت اُن نبی کے خط سے موافقت پر موقوف فرمائی ہے اور یہ موافقت معلوم نہیں تو اس کا حرام ہونا روشن ہوگیا۔

بعینہٖ یہی حالت اس قول علماء کی ہے کہ جب اجازت کتابت علمِ شفا سے مشروط فرماتے ہیں اور وُہ معدوم یا موہوم تو اباحت معدوم۔

هکذا ینبغی التحقیق والله ولی التوفیق ثم بعد کتابتی لهذا المحل

یونہی تحقیق کرنی چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ پھر میں نے یہ جگہ لکھنے کے بعد

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ۱/ ۲۰۳

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب مالا یجوز من العمل الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۶۳

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

الشامی نقل عن البحر عن الفتح ما نصه واھل الطب یثبتون للبن البنت نفعا لوجع العین واختلف المشائخ فیه قیل لایجوز وقیل یجوز اذا علم انه یزول به الرمد ولایخفی ان حقیقة العلم متعذرة فالمراد اذا غلب علی الظن والا فھو معنی المنع[1] اھ اقول وانت تعلم ان لاوجه فیما نحن فیه بغلبة الظن ایضا فھو معنی المنع قطعا وھذا عین ما فھمت وللہ الحمد۔

فتوٰی شامی کو دیکھا اس میں بحر الرائق بحوالہ فتح القدیر نقل کیا کہ جس کی اس نے تصریح فرمائی کہ اہل طب نے لڑکی کے دُودھ کو درد چشم کے لئے مفید قرار دیا ہے، اور مشائخ کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے ——— چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ جائز نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ جائز ہے جبکہ یہ علم ہوجائے کہ اس سے درد چشم زائل ہوجائیگا۔ لیکن یہ پوشیدہ نہیں کہ حقیقتِ علم تک رسائی مشکل ہے، اور مراد یہ ہے کہ جب غالب گمان ہو، ورنہ یہی منع کا مفہوم ہے اھ

اقول (میں کہتا ہوں) کہ تم جانتے ہو کہ یہاں غلبہ ظن کی کوئی وجہ نہیں لہذا یہی قطعی طور پر مفہوم منع ہے اور یہ بعینہٖ وہی ہے جس کو میں نے سمجھا، اور خدا ہی کے لئے تمام خوبیاں ہیں۔ (ت)



**سادساً** طرہ یہ کہ معترض نے چوتھی صدی کے ایک فقیہ کا قول بہزاران عیاری سب شرائط اڑا کر طرح طرح کی تہمت وبہتان کے ساتھ فقیہ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر بزعم خود اعتراض جمانے کے لئے نقل کیا، اور اسی درمختار و ردالمحتار و قاضی خاں و عالمگیری وغیرہا عامہ کتب معتمدہ مذہب متون و شروح وفتاوٰی میں جو خود ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اصل مذہب کہ ظاہر الروایۃ ومعتمد فی المذہب ہے اور اس پر تصریحات کثیرہ ہیں وہ سب اُڑا گیا کہ بے علم بیچاروں کو دھوکے دے کہ امام الائمہ امام اعظم معاذ اللہ ایسے ایسے موحش حکم دیتے تھے معترض اگر کچھ پڑھا لکھا ہے اور اس نے ان کتابوں کے نام کسی سے سُن کر یا رجماً بالغیب آنکھیں بند کرکے نہ لکھ دئے تو ایمان سے کہے کہ اسی درمختار میں یہیں یعنی کتاب الطہارۃ میں یہ عبارت تو نہ تھی اختلف فی التداوی بالحرام وظاھر المذھب المنع[2] حرام چیز دواءً استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ہمارے ائمہ کا اصل مذہب ظاہر الروایۃ

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب الرضاع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۰۴

[2] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸

یہ کہ جائز نہیں۔ اسی درمختار کتاب الرضاع میں یہ عبارت تو نہ تھی:

فی البحر لایجوز التداوی بالمحرم فی ظاھر المذھب[1]

یعنی بحرالرائق میں ہے کہ مذہب حنفی ظاہر الروایہ میں حرام چیز سے علاج کرنا جائز نہیں۔

اسی درمختار میں کتاب الحظر میں یہ عبارت تو نہ تھی:

جاز الحقنۃ للتداوی بطاھر لا بنجس وکذا کل تداولایجوز۔[2]

حقنہ بغرض دوا پاک چیز سے جائز ہے ناپاک سے نہیں، اسی طرح کوئی علاج ناپاک چیز سے جائز نہیں۔

اسی ردالمحتار میں بحوالہ ذخیرہ قول جواز ذکر کرکے یہ تو نہ تھا کہ المذھب خلافہ[3] مذہب حنفی اسی قول جواز کے خلاف ہے۔ اسی عالمگیری میں یہ عبارت تو نہ تھی:

تکرہ ابوال الابل ولحم الفرس للتداوی کذا فی الجامع الصغیر[4]

اونٹ کا پیشاب اور گھوڑے کا گوشت دوا میں بھی مکروہ ہے ایسا ہی جامع صغیر امام محمد میں ہے۔



اسی میں یہ تو نہ تھا:

قال لہ الطبیب الحاذق علتك لاتندفع الا باکل القنفذ اوالحیۃ او دواء یحل فیہ الحیۃ لایحل اکلہ[5]

یعنی ساہی یا سانپ یا ایسی دوا جس میں سانپ ڈالا جائے علاج کے لئے بھی کھانا حلال نہیں اگرچہ حکیم حاذق کہے کہ تیرا مرض بغیر اس کے نہ جائے گا۔

اسی عالمگیری میں اسی فتاوٰی قاضی خاں سے یہ تو نہ تھا:

تکرہ البان الاتان للمرضی وغیرہ وکذلك لحومھا وکذلك التداوی

گدھی کا دودھ اور گوشت مرض وغیرہ کسی میں مباح نہیں اور ایسے ہی حرام چیز سے علاج

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۲

[2] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع " " ۲/۲۴۶

[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۹

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۵

[5] " " " "

بکل حرام[1]

اسی عالمگیری میں اسی ہدایہ سے یہ تو نہ تھا:

لایجوز ان یداوی بالخمر جرحا او دبر دابۃ ولا ان یسقی ذمیا ولا ان یسقی صبیا للتداوی والوبال علی من سقاہ[2]

جائز نہیں کہ شراب سے کسی زخم یا جانور کی لگی ہوئی پیٹھ کا علاج کرے، نہ کسی ذمی کافر کو پلانا جائز، نہ دوا کے لئے بچے کو پلانا، اور بچے کے پلانے میں وبال پلانے والے پر ہے۔

علاج۔

غیر مقلد صاحبو! خدارا انصاف، جو ائمہ دین تمہارے حقنہ کے لئے بھی کسی ناپاک چیز کا استعمال جائز نہ جانیں وہ قرآن عظیم کی آیات کو ناپاک چیز سے لکھنا جائز نہ بتائیں گے، ذرا خدا سے ڈرکر بات کیا کرو ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالٰی بزرگ و برتر توفیق عطا فرمائے، اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم جس کی شان عظیم ہے سب سے زیادہ کامل اور نہایت پختہ ہے۔ ت)



**مسئلہ** ازعلیگڈھ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبلہ رُو اپنی عورت سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

اگر کپڑا اوڑھے ہے بدن چھپا ہوا ہے تو کچھ حرج نہیں، اور اگر برہنہ ہے تو ایک تو برہنہ جماع کرنا خود مکروہ، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وقت جماع مرد و زن کو کپڑا اوڑھ لینے کا حکم دیا اور فرمایا: ولا یتجردان تجرد العیر[3] گدھے کی طرح برہنہ نہ ہوں۔ دوسرے بحالت برہنگی قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا دوسرا مکروہ و خلاف ادب۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۵

[2] " " " " " "

[3] کنز العمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۴۴۸۶۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۳۴۸

فی الدر المختار کرہ تحریما استقبال قبلۃ و استدبارھا لاجل بول او غائط فلو للاستنجاء لم یکرہ[1]۔ فی رد المحتار ای تحریما لما فی المنیۃ ان ترکہ ادب ولما مر فی الغسل ان من اٰدابہ ان لایستقبل القبلۃ لانہ یکون غالبا مع کشف العورۃ حتی لوکانت مستورۃ لاباس بہ ولقولھم یکرہ مد الرجلین الی القبلۃ فی النوم وغیرہ عمدا وکذا فی حال مواقعۃ اھلہ[2] اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار کے آداب استنجاء میں ہے پیشاب اور پاخانہ کی ضرورت کے وقت قبلہ رُخ ہو کر یا اسکی طرف پیٹھ کرکے بیٹھنا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر استنجاء کے لئے بیٹھنا پڑے تو مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے لم یکرہ یعنی مکروہ تحریمی نہیں اس لئے کہ غنیۃ المصلّی میں ہے استنجا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا مستحب ہے۔ بحث غسل میں گزرا ہے کہ غسل کرنے میں ادب اور مستحب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرے، کیونکہ وہ غالبًا کشفِ عورت کے ساتھ ہوگا (یعنی غسل کرتے وقت اس کی شرمگاہ ننگی ہوگی حتی کہ اگر شرمگاہ پوشیدہ اور ڈھکی ہوئی ہو تو کچھ حرج نہیں) اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے نیند وغیرہ میں دانستہ طور پر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے، اسی طرح اپنی بیوی سے ہمبستری کے وقت (پاؤں پھیلانا)۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

## مسئلہ ۱۱۱
۶ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، اکثر مساجد میں رنڈیاں چراغ جلاتی ہیں آیا انکا چراغ مسجد میں جلانا جائز ہے یا ناجائز؟

## الجواب

اس قوم کی عادت سُنی گئی کہ ایسے مصارفِ خیر میں جو کچھ صرف کریں اپنے مال خبیث سے نہیں ہوتا بلکہ قرض لے کر صرف کیا جاتا اور اس کا معاوضہ اپنے مال سے دیا جاتا ہے، اگر ایسا ہے جب تو اُس کے جواز میں اصلًا شُبہہ نہیں اور اس امر میں کہ یہ صرف اپنے مال سے نہیں قرض سے ہے اُسکا قول مقبول و مسموع ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ من الکراھیۃ وغیرھا وبیناہ فی فتاونا اجیبا

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۷
[2] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۹

فتاوٰی عالمگیری بحث کراہت وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کو بیان کیا ہے۔ت) اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ وہ تیل یا چراغ بعینہٖ انھیں اُجرت افعال محرمہ میں ملے ہیں تو حرام ہے اسی طرح اگر اپنے حرام مال سے یُوں خریدے کہ وہ مال حرام بائع کے سامنے پیش کیا کہ اس کے عوض مثلاً تیل دے دے اس نے دے دیا اُس نے وہی مال حرام ثمن میں دیا جب بھی امام کرخی کے قول مفتٰی بہ پر وہ خرید کی ہوئی چیز حرام وخبیث، اور اگر ایسا نہیں بلکہ مطلقاً تیل وغیرہ بغیر کسی مال حرام کے دکھائے خریدا اگرقیمت دیتے وقت وہی مال حرام دیا جیسا کہ غالب خرید وفروخت کا یہی دستور ہے تو دو قول صحیح ومفتٰی بہ پر وہ چیز خرید کردہ حلال ہے،

کما بیّنہ فی الدرالمختار واوضحہ الامام عبدالغنی النابلسی فی الحدیقۃ الندیۃ وفصّلناہ فی الحظر من فتاوٰنا۔

جیسا کہ درمختار میں اس کو بیان فرمایا اور امام عبدالغنی نابلسی نے اس کو "الحدیقۃ الندیہ" میں واضح فرمایا اور ہم نے اپنے فتاوٰی کی بحث حظرواباحت میں اس کو مفصل بیان کردیا ہے (ت)

اور اگر حالت معلوم نہ ہو تو فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز

کما افادہ فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ واوضحنا فی فتاوٰنا بما یتعین المراجعۃ الیہ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری بحوالہ ذخیرہ امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کا افادہ پیش کیا اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے ایسے طریقے سے واضح کیا کہ اس کی طرف مراجعت سے وہ متعین ہوجاتا ہے، اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۱۱۲ - ۱۱۳** از ملک بنگالہ ضلع کمرالڈاکخانہ چاندپور مرسلہ منشی عبدالرحمٰن ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک مجلس میں چند آدمی جمع ہوکر قرآن مجید ساتھ آواز بلند کے ہو یا خفی کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قرآن مجید کو چند آدمی مل کر اس طور پر پڑھنا کہ ایک آدمی کوئی سُورت کے نصف یا رُبع یا ایک دو آیت شروع کردے باقی آیتوں کو باقی لوگ انتہائے سورت تک ختم کردیں آپس میں آواز ملاکر تقریر جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالدلیل مع حوالۃ

الکتب توجروا بالتحقیق (بحوالہ کتب دلیل کے ساتھ بیان کرو تاکہ یقینی طور پر اجروثواب کے مستحق قرار پاؤ۔ ت)

## الجواب

(۱) قرآن مجید پڑھا جائے اسے کان لگا کر غور سے سُننا اور خاموش رہنا فرض ہے،

قال اللہ تعالٰی واذا قریٔ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر (بغور) سُنو اور خاموشی اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (ت)

علماء کو اختلاف ہے کہ یہ استماع وخاموشی فرض عین ہے کہ جلسہ میں جس قدر حاضر ہوں سب پر لازم ہے اُن میں جو کوئی اس کے خلاف کچھ بات کرے مرتکب حرام وگناہگار ہوگا یا فرض کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص بغور متوجہ ہوکر خاموش بیٹھا سُن رہا ہے تو باقی پر سے فرضیت ساقط، ثانی اوسع اور اول احوط ہے۔

فی ردالمحتار فی شرح المنیۃ والاصل ان الاستماع للقراٰن فرض کفایۃ لانہ لاقامۃ حقہ بان یکون ملتفتا الیہ غیرمضیع وذٰلک یحصل بانصات البعض الخ نقل الحموی عن استاذہ قاضی القضاۃ یحیٰی شہیربمنقاری زادہ ان لہ رسالۃ حقق فیہا ان استماع القراٰن فرض عین[2]

دوسرے قول میں زیادہ وسعت اور گنجائش ہے جبکہ پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے ردالمحتار میں شرح منیہ کے حوالے سے فرمایا اصل یہ ہے کہ قرآن مجید سُننا (شرعًا) فرض کفایہ ہے تاکہ اس کا حق قائم ہوجائے اس کی صورت یہ ہے کہ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو اس کو ضائع نہ کرے اور بعض کے خاموش رہنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے الخ، علامہ حموی نے اپنے استاذ قاضی القضاۃ یحیٰی سے (جو منقاری زادہ کے نام سے مشہور تھے) نقل کیا ہے کہ انھوں نے اپنے رسالہ میں یہ تحقیق فرمائی ہے کہ قرآن مجید کا سُننا فرض عین ہے۔ (ت)

(۲) **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کے توفیق دینے سے کہتا ہوں۔ ت) ظاہر

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ فصل فی القراءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۶۶-۳۶۷

یہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے تلاوت قرآن عظیم بآواز کر رہا ہے اور باقی لوگ اس کے سننے کو جمع ہوئے بلکہ اپنے اغراض متفرقہ میں ہیں تو ایک شخص تالی کے پاس بیٹھا بغور سُن رہا ہے ادائے حق ہوگیا باقیوں پر کوئی لزوم نہیں اور اگر وہ سب اسی غرضِ واحد کے لئے ایک مجلس میں مجتمع ہیں تو سب پر سننے کا لزوم چاہیے جس طرح نماز میں جماعت مقتدیان کہ ہر شخص پر استماع و انصات جُداگانہ فرض ہے یا جس طرح جلسہ خطبہ کہ اُن میں ایک شخص مذکر اور باقیوں کو یہی حیثیت واحدہ تذکیر جامع ہے تو بالاتفاق اُن سب پر سُننا فرض ہے نہ یہ کہ استماع بعض کافی ہو، جب تذکیر میں کلام بشیر کا سُننا سب حاضرین پر فرض عین ہوا تو کلام الٰہی کا استماع بدرجۂ اولیٰ۔

ولا یفرق بافتراض الخطبة ورود الامر بقولہ تعالٰی فاسعوا الٰی ذکر اللّٰہ[1] بخلاف التلاوة فان المعتمد وجوب الاستماع لکل خطبة ولو خطبة ختم القراٰن ولو خطبة النکاح کما فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار، وان حملنا القولین علٰی ماذکرنا من الصورتین یحصل التوفیق۔

خطبہ کی سماعت فرض ہونے میں اللہ تعالٰی کے اپنے اس ارشاد "فاسعوا الٰی ذکر اللّٰہ" (اللہ تعالٰی کے ذکر (خطبہ) کی طرف جلدی سے جاؤ) میں امر وارد ہونے سے فرق نہ کیا جائے گا بخلاف تلاوت کے کیونکہ سماعِ خطبہ میں ہر خطبہ شامل ہے اور سماعت واجب ہے خواہ ختمِ قرآن کا خطبہ ہو یا خطبۂ نکاح ہو، جیسا کہ فتاوٰی شامی وغیرہ بڑی کتابوں میں مرقوم ہے۔ اگر ہم دُو قولوں کو ان دو صورتوں پر حمل کریں کہ جنھیں ہم نے (پہلے) بیان کر دیا تو دونوں اقوال میں موافقت پیدا ہو جائے گی۔ (ت)

بہرحال اس قدر میں شک نہیں کہ قرآن عظیم کا ادب وحفظ حرمت لازم اور اس میں لغو و لغط حرام و ناجائز، پس صورتِ اولیٰ میں جہاں مقصود تلاوت وختم قرآن ہے نہ حاضرین کو سنانا اگر سب آہستہ پڑھیں کہ ایک کی آواز دوسرے کو نہ جائے تو یہ عین ادب واحسن واجب ہے، اس کی خوبی میں کیا کلام۔ اور اگر چند آدمی بآواز پڑھ رہے ہیں یُوں ہی قاری کے پاس ایک یا چند مسلمان بغور سُن رہے ہیں اور اُن میں باہم اتنا فاصلہ ہے کہ ایک کی آواز سے دوسرے کا دھیان نہیں بٹتا تو قول اوسع پر اس میں بھی حرج نہیں اور اگر کوئی سُننے والا نہیں یا بعض کی تلاوت بعض اشخاص سُن رہے ہیں بعض کی کوئی نہیں سنتا یا ایسی قریب آوازیں مختلف ومختلط ہیں کہ جدا جدا سُننا میسر ہی نہ رہا تو یہ صورتیں بالاتفاق ناجائز و

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۹

گناہ ہیں اور صورتِ ثانیہ میں جہاں مقصود سنانا ہے اگر قولِ احوط پر عمل کیجئے تو چند آدمیوں کا معاً آواز سے پڑھنا صریح حرام ہے اور اگر توفیق مذکور پر نظر کی جائے تو جب بھی یہ صورت سب پر لزوم خاموشی کی ہے اور اگر اس سے قطع نظر کرکے قولِ اوسع ہی لیجئے تاہم اس صورت کے بدعت و شنیع ہونے میں کلام نہیں، آوازیں ملانا گانے وغیرہ کے مناسب حال ہے، قرآن عظیم میں یہ ایک نو پیدا امر ہے جس کے لئے دین میں کوئی اصل نہیں اور اس کی تجویز و ترویج میں ایک اور فتنہ عظیم کا اندیشہ صحیح ہے آوازیں بناکر آوازیں ملاکر گانے کی طرح قرآن پڑھنا ہوگا تو ایسے لوگ عبارت کو اپنے لہجوں پر منطبق کرنے کے لئے جگہ جگہ آواز گھٹانے بڑھانے کے عادی ہوتے ہیں نظم میں خیریت ہے قرآن عظیم میں جب ایسا اتار چڑھاؤ کیا جائے گا قطعاً اجماعاً حرام ہوگا لہذا ہر طرح اس سے ممانعت ہی لازم ہے، عالمگیری میں ہے:

یکرہ للقوم ان یقرؤا القراٰن جملۃ لتضمنها ترك الاستماع والانصات المامور بهما اھ[1]

لوگوں کے لئے قرآن مجید کو جملۃً (یعنی بغیر وقفہ کے) پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ ترکِ سماع اور ترکِ سکوت پر مشتمل ہے حالانکہ دونوں مامور بہ ہیں اھ

اقول و بما قرأنا تبین ان روایۃ القنیۃ ھذہ ھی التی ینبغی اختیارها فیما نحن فیه دون روایتها الاخرٰی لاباس باجتماعهم علی قراءۃ الاخلاص جهرا عند ختم القراٰن ولو قرأ واحد واستمع الباقون فهو اولٰی اھ[2] فافهم واللہ سبحانه و تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے (قارئین کے روبرو) پڑھا اس سے ظاہر ہوگیا کہ قنیہ کی یہی روایت ہماری اس بحث میں اختیار کرنے کے قابل اور مناسب ہے نہ کہ دوسری روایت (کہ جس میں یہ آیا ہے کہ) ختم قرآن کے وقت کسی مجلس اور اجتماع میں سورۃ اخلاص بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی سُنیں تو یہ زیادہ بہتر ہے اھ، اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۱۱۴:** از بڑودہ ملک گجرات محلہ مغلواڑہ نعلبندواں کا چورہ مکان استاد غریب اللہ ملازم راجہ بڑودہ مرسلہ مولوی محمد اسرار الحق صاحب دہلوی ۷ رجب المرجب ۱۳۱۷ھ

افضل العلماء و اکمل الکملاء آیۃ من آیات اللہ برکۃ من برکات اللہ مجددِ دین نائب سید المرسلین

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

[2] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ کتاب الکراھیۃ والاستحسان باب القراءۃ والدعا مطبوعہ کلکتہ انڈیا ص ۱۵۱

صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت مولانا صاحب بریلوی معظمنا و مکرمنا ادامہ اللہ المنان علیٰ رؤس اہل الایمان من الانس والجان بطول حیاتہٖ من بعد آداب تسلیمات خادمانہ دست بستہ معروض خدمت فیضدرجت بوجہ تکلیف دہی جناب قبلہ وکعبہ یہی ہے کہ یہاں ایک بہت بڑا فساد ایک امر میں پھیلا ہوا ہے اور فیصلہ اس کا یہاں علماء وجہلا نے آں قبلہ کی تحریر مبارک پر رکھا ہے لہذا جناب تکلیف فرماکر اس کا جواب مع دلائل روانہ فرمائیں۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ ایک شخص واعظ ہے اور وعظ کے درمیان میں اشعار مدحیہ نبوت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش الحانی کے ساتھ پڑھتا ہے ، یا وعظ میں حدیثوں کا ترجمہ لحن کے ساتھ نظم میں پڑھتا ہے اور درمیان میں قرآن شریف کی آیات کو لحنِ عرب میں پڑھتا ہے ، آیا اس طرح کا پڑھنے والا گنہگار تو نہ ہوگا ؟ اور کوئی شخص قرآن شریف کو ذرا بھی لحن کے ساتھ پڑھے گا یا قصائد حسنہ و ترجمہ حدیث نظم کو جیسے کہ اکثر اطفال وجوان وپیر قصائد وغیرہ زور سے پڑھتے ہیں اور اُس کے سُننے والے اگر اُس پر تعریف کریں یا واہ واہ یا سبحان اللہ کہیں گے تو کافر ہوجائیں گے اور ان کی عورتیں نکاح سے باہر ہوجائیں گی یا نہیں ؟ یہ بات صحیح ہے یا غلط ؟ بینوا توجروا۔



## الجواب

یہ حکم تکفیر و زوال نکاح صریح غلط وخطا سخت مردود و ناسزا شرع مطہرہ پر کھلا افترا ، مسلمانوں کو ناحق ناروا ، کافر بنانے پر اجترا ہے ۔ ایسا کہنے والوں پر توبہ فرض ہے ، قرآن عظیم خوش الحانی سے پڑھنا جس میں لہجہ خوشنما دلکش پسندیدہ ، دل آویز ، غافل دلوں پر اثر ڈالنے والا ہو ۔ اور معاذ اللہ رعایت اوزان موسیقی کے لئے ہیأت نظم قرآنی کو بدلا نہ جائے ، ممدود کا مقصور مقصور کا ممدود نہ بنایا جائے ، حروف مد کو کثیر فاحش کشش جسے اصطلاح موسیقیاں میں تان کہتے ہیں نہ دی جائے زمزمہ پیدا کرنے کےلئے بے محل غنّہ و نون نہ بڑھایا جائے غرض طرزادا میں تبدیل و تحریف راہ نہ پائے بیشک جائز و مرغوب بلکہ شرعاً محبوب و مندوب بلکہ بتاکید اکید مطلوب اعلیٰ درجہ کی ہے زمانہ صحابہ و تابعین و ائمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آج تک اس کے جواز و استحسان پر اجماع علماء ہے ۔

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

| | |
|---|---|
| ما اذن اللہ لشیئ ما اذن لنبی حسن الصوت یتغنی | اللہ تبارک وتعالیٰ کسی چیز کو ایسی توجہ ورضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے |

بالقرآن یجھر بہ - رواہ الائمۃ احمد والبخاری[1] ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلام الٰہی کی تلاوت بآواز کرتا ہے (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

**دُوسری حدیث** میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

للہ اشد اذنا الی الرجل احسن الصوت بالقرآن یجھر بہ من صاحب القینۃ الی قینتہ - رواہ ابن[2] ماجۃ وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرطھما والبیھقی کلھم عن فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی جس شوق و رغبت سے گانے کا شوقین اپنی گائن کنیز کا گانا سُنتا ہے بیشک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند و رضا و اکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اُسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے (ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ تمام نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا۔ ت)



**تیسری حدیث** میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا کتاب اللہ وتعاھدوہ وتغنوا بہ - رواہ الامام احمد[3] عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو اُسے اچھے لہجے پسندیدہ الحان سے پڑھو (امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی سند سے اسکو روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن ۲/ ۷۵۱ و صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن ۱/ ۲۶۸
سنن ابی داؤد باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ ۱/ ۲۰۷

[2] المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/ ۵۷۱
سنن ابن ماجہ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات تحسین الصوت للقرآن دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۳۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۴۶

**چوتھی حدیث** میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

حسّنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا[2] رواہ الدارمی فی سننہ ومحمد بن نصر فی کتاب الصلٰوۃ بلفظ حسّنوا و باللفظین رواہ الحاکم فی المستدرک[1] کلھم من البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حُسن بڑھا دیتی ہے (امام دارمی نے اپنی سنن میں اور محمد بن نصر نے کتاب الصلٰوۃ میں حسّنوا کے الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں لفظوں سے امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا اور سب نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

**پانچ حدیثوں** صحیح رفیع جلیل میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیس منّا من لم یتغن بالقرآن[3] رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ وابو داؤد عن ابی لبابۃ عبد المنذر و ھو کاحمد وابن حبان عن سعد بن ابی وقاص و الحاکم عنہ وعن عائشۃ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے (امام بخاری نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا جبکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابولبابہ عبد المنذر سے اسے روایت کیا، نیز اس نے امام احمد اور ابن حبان کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص سے بھی روایت کی ہے اور حاکم نے ان سے یعنی سعد بن ابی وقاص، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس (تینوں) سے روایت کی ہے اللہ تعالٰے ان سب سے راضی ہو۔ ت)

**دسویں حدیث** میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان ھذا القرآن نزل بحزن

بیشک یہ قرآن غم وحُزن کے ساتھ اُترا

---

[1] سنن الدارمی باب ۳۳ باب التغنی بالقرآن حدیث ۳۵۰۴ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۴۰
المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/۵۷۵
[2] کنز العمال بحوالہ الدارمی و ابن نصر حدیث ۲۷۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۶۰۵
[3] صحیح البخاری کتاب التوحید ۲/۱۱۲۳ و سنن ابی داؤد باب استحباب الترتیل فی القرآن ۱/۲۰۷
مسند احمد بن حنبل ۱/۱۷۲ و کنز العمال حدیث ۲۷۶۹ ۱/۶۰۵
المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن ۱/۵۶۹

وکآبة فاذا قرأتموه فابکوا فان لم تبکوا فتباکوا و تغنوا به فمن لم یتغن به فلیس منا۔ رواه ابن ماجة و محمد بن نصر فی الصلوٰة والبیھقی فی شعب الایمان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

توجب اسے پڑھو گریہ کرو اگر رونا نہ آئے بتکلف روؤ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھو جو اسے الحان خوش سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں (ابن ماجہ اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعد ابن مالک کے حوالہ سے اسکو روایت کیا ہے۔)

پھر اُس کے ساتھ اگر اُس کی قرات بلا قصد اوزان موسیقی سے کسی وزن کے موافق نکلے تو اصلاً حرج والزام نہیں حتیٰ کہ نماز میں بھی ایسی تلاوت جائز و حسن و مستحسن ہے۔ علامہ خیر الملۃ والدین رملی استاذ صاحبِ درِ مختار کے فتاویٰ خیریہ لنفع البریۃ میں ہے:

سئل فی امام یقرأ فی الجھریات بصوت حسن علی القواعد المقررۃ عند اھل العلم بحیث لا یخل بحکم من احکام القراءۃ لکن یصادف ان یخرج قراءته علی طبق نغم من الانغام المقررۃ فی الموسیقی من غیر لحن و تطریب ھل یجوز ذٰلک و اذا قلتم بالجواز ھل یکرہ ام لا اجاب نعم یجوز ذٰلک و لا یکرہ اذ تحسین الصوت بالقراءۃ مطلوب کما صرح به المحقق ابن الھمام فی فتح القدیر و قال فی البحر نقلا عن الخلاصة و تحسین الصوت لا باس به من غیر تغن

اس امام کے متعلق پُوچھا گیا جو جہری نمازوں میں اچھی آواز کے ساتھ اہل علم کے ہاں ثابت شدہ قواعد کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور ایسا طریقہ اپناتا ہے کہ قرات کے کسی حکم میں خلل پیدا نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود وہ اس خوف کے پیشِ نظر کترا تا اور اعراض کرتا ہے کہ کہیں اس کی قرات موسیقی کے نغموں یا گانے کی سُروں سے مشابہ نہ ہو، کیا اس کا ایسا پڑھنا جائز ہے؟ بصورت جواز کیا یہ مکروہ بھی نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں یہ جائز ہے اور مکروہ بھی نہیں کیونکہ خوبصورت آواز میں قرآن مجید پڑھنا شرعاً مطلوب ہے جیسا کہ محقق ابن الہمام نے فتح القدیر میں تصریح فرمائی ہے، بحرالرائق میں خلاصہ سے نقل کیا گیا کہ تحسین صوت میں کوئی حرج نہیں جبکہ بغیر گانے کے ہو، اور

---

۱؎ سنن ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

وفی التبیان فی اٰداب حملة القراٰن اجمع العلماء رضی اللہ تعالٰی عنھم من السلف والخلف من الصحابة والتابعین ومن بعدھم من علماء الامصار ائمة المسلمین علی استحسان تحسین الصوت بالقراٰن واقوالھم وافعالھم مشھورة نھایة الشھرة فنحن مستغنون عن نقل شیئ من افرادھا ودلائل ھذا من حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مستفیضة عند الخاصة والعامة کحدیث زینوا القراٰن باصواتکم وحدیث ابوموسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لہ لقد اوتیت مزمارا من مزامیر داؤد رواہ البخاری ومسلم وفی روایة لمسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لہ لو رأیتنی وانا استمع لقراء تک البارحة رواہ مسلم ایضا من روایة بریدة بن الحصیب ثم ذکر الحدیثین الاولین ببعض ما ذکرنا لھما من التخاریج ثم قال) وحدیث ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال

"تبیان فی آداب حملۃ القرآن" میں ہے سلف خلف صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد جتنے شہروں میں علمائے کرام اور مسلمانوں کے امام ہُوئے ہیں ان سب کا اچھی اور خوبصورت آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے مستحسن ہونے پر اتفاق ہے۔ اور اس سلسلے میں ان کے اقوال وافعال بہت مشہور ہیں پس ہم ان کے کسی حصہ کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس کے دلائل حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث سے عام اور خاص سب لوگوں میں مشہور ہیں جیسا کہ حدیث زینوا القراٰن باصواتکم یعنی اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت بخشو (مراد یہ کہ خوبصورت لہجے کے ساتھ قرآن مجید پڑھو) اور حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تجھے حضرت داؤد علیہ السلام جیسی خوش الحانی عطا ہوئی ہے۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کاش تُو مجھے دیکھتا جب میں گزشتہ رات تیری قراءت سُن رہا تھا۔ نیز امام مسلم نے اس کو حضرت بریدہ بن حصیب سے بھی روایت کیا ہے پھر وُہ دو پہلی احادیث ان تخریجات کے ساتھ ذکر فرمائیں جن کا کچھ حصہ ہم نے ذکر کیا تھا۔ پھر فرمایا حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

من لم یتغنی بالقرآن فلیس منا رواہ ابوداؤد باسناد جید قال جمھور العلماء معنی لم یتغنی لم یحسن صوتہ[1] الخ۔

جو کوئی خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ امام ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ جمہور علماء کرام کہتے ہیں کہ لم یتغن کا مفہوم لم یحسن صوتہ یعنی اچھی اور خوبصورت آواز کے ساتھ نہ پڑھنا ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے:

اما تحسین الصوت فلا اظن ان قائلا مایمنعہ لعدم وجہہ بل کان جماعۃ من السلف یطلبون من اصحاب القراءۃ بالاصوات الحسنۃ ان یقرؤا وھم یستمعون وھذا متفق علی استحبابہ وھو عادۃ الاخیار والمتعبدین وعباد اللہ الصالحین[2]۔

جہاں تک اچھی اور خوبصورت آواز کا تعلق ہے تو میں نہیں خیال کرتا کہ کوئی اس سے منع کرتا ہو اس لئے کہ اس ممانعت کی کوئی وجہ نہیں بلکہ سلف میں ایک جماعت ایسی ہوئی ہے جو پڑھنے والوں سے اچھی آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا مطالبہ اور تقاضا کیا کرتی تھی تاکہ وہ لطف اندوز ہوں، چنانچہ اس کے مستحب ہونے پر اتفاق پایا جاتا ہے اور یہ اچھے لوگوں، عبادت گزاروں اور اللہ تعالٰی کے نیک بندوں کی عادت اور روش رہی ہے۔ (ت)



تو ایسے امر محمود و مسعود کی تحسین پر جو خود ائمہ رسول کو محبوب اور باجماع صحابہ و تابعین و ائمہ دین مستحسن و مندوب ہے معاذ اللہ کفر و بطلان نکاح کا حکم دینا خیال کیجئے کہاں تک پہنچتا ہے خرق اجماع امت ہے تکفیر جملہ امت کی خبر دیتا ہے۔ خود ان قائلوں کو چاہئے کہ لبعد توبہ اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں، ہاں معاذ اللہ بالقصد راگنی پر قرآن عظیم ٹھیک کرنا اس کی درستی کو بے جگہ مد یا حرکت یا غنہ وغیرہا بڑھانا گھٹانا تانیں لینا یہ ضرور حرام اور اس کی تحسین اس پر سبحان اللہ و آفریں اس سے زیادہ حرام تر و مجمع آثام ہے والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۷۶

[2] " " " " " " ۲/۱۷۷

اقرؤا القرآن بلحون العرب واصواتها وایاکم ولحون اھل الکتابین واھل الفسق فانہ سیجئ بعدی قوم یرجّعون بالقرآن ترجیع الغناء والرھبانیۃ والنوح لایجاوز حناجرھم مفتونۃ قلوبھم وقلوب من یعجبھم شانھم۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیھقی فی الشعب عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

قرآن مجید عرب کے لحنوں میں پڑھو اور یہود ونصارٰی اہلِ فسق کے لحنوں سے بچو کہ میرے بعد کچھ لوگ آنے والے ہیں جو قرآن آ آ کرکے پڑھیں گے جیسے گانے کی تانیں اور راہبوں اور مرثیہ خوانوں کی اتار چڑھاؤ، قرآن اُن کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا یعنی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ کرے گا فتنے میں ہوں گے اُن کے دل اور جنھیں ان کی یہ حرکت پسند آئے گی اُن کے دل۔ (طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

(واھل الفسق) من المسلمین الذین یخرجون القرآن عن موضوعہ بالتمطیط بحیث یزید اوینقص حرفا فانہ حرام اجماعا۔[2]

مسلمانوں میں فاسق وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت اور ادائیگی میں کمی وبیشی کرتے ہیں یعنی الفاظ وحروف گھٹا یا بڑھا دیتے ہیں اور ایسا کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ (ت)

خیریہ میں بعد عبارت مذکورہ سابقاً ہے:

ثم قال (ای فی التبیان) قال العلماء رحمھم اللہ یستحب تحسین الصوت بالقراءۃ وتزیینھا مالم یخرج عن حد القراءۃ بالتمطیط فان افرط حتی زاد حرفا او اخفاہ فھو حرام انتھی فان قلت

پھر تبیان میں فرمایا علماء کرام (اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے) کہتے ہیں کہ خوبصورت آواز کے ساتھ قرآن مجید کو بنا سنوار کر پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ قرات کی حد سے تجاوز کرتے ہوئے باہر نہ نکلے پھر اگر اس نے افراط سے کام لیا یعنی کوئی حرف بڑھا دیا یا کم اور پست کر دیا تو ایسا کرنا

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۲۱۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۱۰۸
شعب الایمان حدیث ۲۶۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۵۴۰
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الھمزۃ تحت حدیث اقراء القرآن مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/۱۹۴

ما تصنع فیما نص علیہ فی البزازیۃ وغیرھا من کتاب الاستحسان قراءۃ القرآن بالالحان معصیۃ والتالی والسامع آثمان قلت محلہ اذا اخرج لفظ القرآن عن صیغتہ بادخال حرکات فیہ او اخراج حرکات منہ او قصر ممدود او مد مقصور او تمطیط یخفی بہ اللفظ او یلبس بہ المعنی فھو حرام یفسق بہ القارئ ویأثم بہ المستمع لانہ عدل بہ عن نھجہ القویم الی الاعوجاج واللہ تعالٰی یقول قرآنا عربیا غیر ذی عوج وان لم یخرجہ اللحن عن لفظہ قراءتہ علٰی ترتیلہ کان مباحا لانہ زاد بالحانہ فی تحسینہ ویؤید ذلک تفسیر کثیر من علمائنا التغنی فی کلام ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما فی الاذان بالتطریب الذی ھو اخراج الکلام عن موضوعہ الاصلی و صیغتہ واما تحسین الصوت فلا اظن ان قائلا یمنعہ[1] الی اٰخر ما مر۔

حرام ہے اھ اگر تو یہ کہے کہ بزازیہ وغیرہ کی "کتاب الاستحسان" میں بیان کردہ صراحت کا کیا جواب ہوگا جس میں یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید غیر موزوں لہجوں کے ساتھ بگاڑ کر پڑھنا گناہ ہے لہذا پڑھنے اور سننے والا دونوں گناہگار ہوں گے۔ میں کہتا ہوں اور جواب دیتا ہوں کہ اس کا محل یہ ہے کہ جب لفظِ قرآن کو اس کے مخرج سے نکالتے ہوئے اس میں کچھ حرکات داخل یا خارج کردے یا حروف ممدودہ کو مختصر کردے یا غیر ضروری درازی کردے جس سے لفظ کی ہیئت بدل جائے یا اس کے معانی میں اشتباہ پیدا ہوجائے تو ایسا کرنا حرام ہے اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہگار ہوگا کیونکہ اس طرح کرنے سے اس نے اس لفظ کو اس کے درست مقام سے ہٹا کر بدل ڈالا، جبکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ یہ عربی زبان میں قرآن ہے جس میں بالکل کجی اور ٹیڑھ پن نہیں ہے۔ اور اگر لہجہ اس لفظ کو اسکی ترتیل کے مطابق پڑھتے ہوئے نہ نکالے تو مباح ہے کیونکہ اس نے اپنے لہجوں سے اس کے حسن میں اضافہ کیا ہے اور اس کی تائید تغنی کی اس تفسیر سے ہوتی ہے جو متعدد علماء کرام نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کلام التطریب فی الاذان سے فرمائی ہے یعنی وہ اذان میں تطریب کیا کرتے تھے۔ دراصل تطریب کلام کو اس کے ٹھکانے اور صیغے سے نکالنے کا نام ہے (اور یہاں صرف خوش الحانی سے آواز بلند کرنا ہے)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۶۷

رہا تحسینِ صوت (آواز کو بنا سنوار کر خوبصورت بنا کر پڑھنا) میرا خیال ہے کہ کوئی بھی اس کو منع کرنے والا نہ ہوگا، پھر آخر تک وہی کلام دُہرایا گیا جو گزر چکا ہے۔ (ت)

اشعارِ حسنہ محمودہ کا پڑھنا جن میں حمدِ الٰہی و نعتِ رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و منقبت آل و اصحاب و اولیاء و علمائے دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین بروجہ صحیح اور ذکر مقبول شرعی یا ذکرِ موت و تذکیرِ آخرت و اہوالِ قیامت وغیر ذلک مقاصد شرعیہ ہو قطعاً جائز و روا اور خود زمانہ اقدس حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک تمام ائمہ دین و عباد اللہ الصالحین میں رائج رہا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں اُم المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالٰی علٰی زوجہا الکریم و ابیہا وعلیہا وسلم سے ہے:

قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح اوفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے مسجد اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں منبر بچھاتے حسان اوپر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل و مفاخر بیان کرتے حضور کی طرف سے طعنہائے کفار کا رد کرتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جب تک حسان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے اس مفاخرت یا مدافعت میں مشغول رہتا ہے اللہ عزوجل جبریل امین سے اس کی مدد فرماتا ہے۔

پھر ظاہر کہ وعظ کے اشعار حدیث کے ترجمے اسی قسم میں داخل ہیں تو ایسی شعر خوانی کا جواز بالیقین ہے اور جب خوش الحانی خود قرآن عظیم میں مطلوب و مندوب ہوئی تو یہ تو شعر ہے یہاں اگر الحان کے لئے مد و قصر و حرکات و سکنات وغیرہ ہیئاتِ حروف میں کچھ تغیر بھی ہو تو حرج نہیں جب کہ صرف سادہ خوش الحانی ہو اور تمام منکراتِ شرعیہ سے خالی اس قدر پر بھی احکام شدیدہ مذکورۂ تکفیر و زوال نکاح میں تقریباً ویسی ہی ناپاکی و بیباکی ہے حلال کو حرام مسلمانوں کو کافر بتانا کس شریعت نے مانا اس قدر کو عرف میں پڑھنا کہتے ہیں نہ کہ گانا کہ موسیقی کے اوزان مقررہ نغمات محررہ طرقات مطربہ قرعات معجبہ اُتار چڑھاؤ زیر و بم تان گٹکری تال سم کی رعایت سے رنڈیوں ڈومنیوں مراثیوں ڈھاریوں نقالوں قوالوں وغیرہم میں معمول اور باوضع شرفاء مہذبین صنعا میں معیوب و مخذول۔ محمود و مباح

---

[1] احیاء العلوم بحوالہ الصحیحین کتاب آداب السماع والوجد مطبعۃ المشہد الحسینی ۲/ ۲۷۴

اشعار کا سادہ خوش الحانی سے پڑھنا بھی زمانۂ صحابہ و تابعین و ائمۂ دین مجوز و مقبول ہے بلکہ خود بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے ماثور و منقول بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہوتا حضور سنتے اور انکار نہ فرماتے بارگاہِ رسالت میں حُدی خوانی پر صحابہ مقرر تھے کہ اپنی خوش الحانیوں دلکش حدی خوانیوں سے اونٹوں کو راہ روی میں وارفتہ بناتے ۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر اکرم سیدنا براء بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود موکب اقدس کے حُدی خواں تھے عجب آواز دلکش رکھتے اور بہت خوبی سے اشعارِ حُدی پڑھتے یہ اجلّہ صحابہ کرام سے ہیں بدر کے سوا سب مشاہد میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اُن کی نسبت فرمایا : بہت الجھے بال مَیلے کپڑے والے جن کی کوئی پروا نہ کرے ایسے ہیں کہ اللہ عز وجل پر کسی بات میں قسم کھالیں تو خدا ان کی قسم سچی ہی کرے انھیں میں سے براء بن مالک ہے[1]۔ ایک روز انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُن کے پاس گئے اُس وقت اشعار اپنے الحان سے پڑھ رہے تھے انھوں نے کہا آپ کو اللہ عز وجل نے وہ چیز عطا فرمائی جو اس سے بہتر ہے یعنی قرآن عظیم ۔ فرمایا کیا یہ ڈرتے ہو کہ میں بچھونے پر مروں گا خدا کی قسم اللہ مجھے شہادت سے محروم نہ کرے گا سَو کافر تو میں نے تنہا قتل کئے ہیں اور جو شرکت میں مارے ہیں وہ علاوہ[2]۔ جب خلافتِ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں قلعۂ تستر پر جہاد ہوا ہے اور مسلمانوں کو سخت وقت پیش آیا حدیث مذکور سُنے ہوئے تھے ان سے کہا اپنے رب پر قسم کھائیے اُنھوں نے قسم کھائی کہ اے رب میرے ! کافروں پر ہمیں قابو دے کہ ہم ان کی مُشکیں کس لیں اور مجھے اپنے نبی سے ملا ، یہ کہہ کر حملہ آور ہوئے اور اُن کے ساتھ مسلمانوں نے حملہ کیا ایرانیوں کا سپہ سالار ہرمزان مارا گیا کافر بھاگ گئے اور براء شہید ہوئے رضی اللہ تعالےٰ عنہ[3]۔ اور بیبیوں کے ہودجوں پر انجشہ حبشی رضی اللہ تعالےٰ عنہ حدی خوانی کرتے ان کی خوش آوازی مشہور تھی حجۃ الوداع شریف میں حدی پڑھی ہے اور اونٹ گرمائے بہت تیز چل نکلے ، سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا : اے انجشہ ! آہستہ ، شیشیوں کے ساتھ نرمی کر[4]۔ شیشیوں سے مراد عورتیں ہیں ، یعنی اونٹ اتنے تیز نہ کرو کہ تکلیف ہوگی یا عورتوں کا مجمع ہے خوش الحانی حد سے نہ گزارو۔ ان کے سوا سیدنا عبداللہ بن رواحہ و سیدنا عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالےٰ عنہما بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے حدی خوانی کرتے چلتے ، روزِ عمرۃ القضا جب لشکر ظفر پیکر محبوب اکبر صلی اللہ

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب البراء بن مالک امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۶

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ البراء بن مالک دار صادر بیروت ۱/۱۴۳

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل السابع دار المعرفۃ بیروت ۳/۳۷۷

تعالیٰ علیہ وسلم با ہزاراں جاہ وجلال داخلِ مکہ ہوا ہے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آگے رجز کے اشعار سناتے کافروں کے جگر پر تیر برساتے جارہے تھے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے منع کیا کہ اے ابنِ رواحہ! رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آگے اور اللہ جل جلالہ کے حرم میں یہ شعر خوانی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھنے دو کہ یہ اُن پر تیروں سے زیادہ کارگر ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ارشاد فرمایا: اے عمر! ہم سُن رہے ہیں تم بھی خاموش رہو بالجملہ ممانعت منازعت جو کچھ ہے گانے میں ہے یا معاذ اللہ اشعار ہی خود بُرے ہوں اگرچہ بظاہر نعت و منقبت کا نام ہو جیسے بے قیدوں کے خلاف شرع شعر کہ توہین انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ تنقیص شان سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام بلکہ گستاخی و بے ادبی بارگاہ عزت ذی الجلال والاکرام کچھ اُٹھا نہ رکھیں اور نعت و منقبت کا نام بدنام یا محل محلِ فتنہ خواہ فطنۂ فتنہ ہو جیسے زنِ اجنبیہ کا مردوں کے جلسے میں خوش الحانی کرنا یا خارج سے امورِ نامشروعہ کا قدم درمیان ہو مثلاً مزامیر، تالیاں، لچکا، توڑا، بھاؤ بتانا جیسے آج کل بعض بے شرم واعظان نیچری مشرب آزادی مذہب نے اپنی مجلس گرم کرنے کا انداز بنا رکھا ہے اشعار گائیں مثنوی مولانا روم کے اور رنگ رچائیں مثنوی میر حسن کی دھوم کے الیٰ غیر ذٰلک من المحذورات والمجتنبۃ والمحظورات المتجلیۃ (اسکے علاوہ اجتناب کردہ محرمات اور لائے ہوئے ممنوعات ہیں۔ت) یہ تیرہ و تیرہ برت کہ جو چاہے حلال کو حرام کرے ورنہ سادہ خوش الحانی کے ساتھ جائز شعر خوانی کے جواز میں اصلاً جائے کلام نہیں بلکہ اشعار محمودہ بہ نیت محمودہ اعمال محمودہ میں معدود و باعثِ اجر و رضائے ربِ ودود ہیں۔ مواہب لدنیہ و شرح علامہ زرقانی میں ہے:



کان یحدو بین یدیہ علیہ الصلٰوۃ والسلام فی السفر عبداللہ بن رواحۃ الامیر المستشھد بموتۃ ای یقول الحداء بضم المھملۃ وھو الغناء للابل (رف الترمذی عن انس انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ سفر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حدی خوانی کیا کرتے تھے یہ امیر لشکر تھے جو غزوہ مُوتہ میں شہید ہوئے کان یحدو ای یقول الحداء بضم المھملۃ وھو الغناء للابل (یعنی کان یحدو کے معنی ہیں وُہ اونٹوں کی تیز رفتاری کے لئے خوش الحانی سے گیت گایا کرتے تھے، الحداء بے نقطہ حرف "ح" کی پیش کے ساتھ اونٹوں کیلئے گیت گانے کو

وسلم دخل مكة فى عمرة القضية
(ابن رواحة يمشى بين يديه
ويقول ؎

خلوبنى الكفار عن سبيله
اليوم نضربكم على تنزيله
ضربا يزيل الهام عن مقيله
ويذهل الخليل عن خليله

فقال عمر يا ابن رواحة بين يدى
رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم وفى حرم الله تقول
الشعر فقال صلى الله تعالى عليه
وسلم خل عنه يا عمر فلهى فيهم
اسرع من نضح النبل، وفى
رواية انه لما انكر عمر عليه
قال صلى الله تعالى عليه وسلم
يا عمر انى اسمع فاسكت
يا عمر (وعامر بن اكوع)
كان يحدو بين يديه
صلى الله تعالى عليه وسلم
(واستشهد يوم خيبر و
انجشة العبد الاسود) كان
حسن الحداء وفى الصحيح عن
انس كان حسن الصوت (قال
انس) فى الصحيحين (كان
براء بن مالك) اخو انس

کہا جاتا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت انس سے روایت
ہے کہ جب حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "عمرۃ القضاء"
کی ادائیگی کے لئے مکۃ المکرمہ میں داخل ہوئے تو
حضرت عبداللہ بن رواحہ آپ سے آگے آگے چل رہے
تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اے کفار کی اولاد!
ان کا راستہ کھلا چھوڑ دو آج ہم تمھیں ایسی مار مارینگے
کہ کھوپڑیاں تن سے جدا ہو جائیں گی اور دوست
اپنے دوست کو بھول جائیگا، اس پر حضرت
عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا، کیا تو
رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے ان
کے روبرو اللہ کے حرم میں اشعار پڑھتا ہے۔ حضور
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے
عمر! اسے چھوڑ دو کہ یہ رجز یہ اشعار دشمن پر
تیراندازی سے بھی زیادہ مؤثر ہیں۔ اور دوسری
روایت میں ہے کہ جب عمر فاروق اعظم
رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے انکار فرمایا تو حضور اکرم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے
عمر! میں تو سن رہا ہوں لہذا تم خاموش رہو۔
اور حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالےٰ عنہ
حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے
حدی خوانی کیا کرتے تھے اور یہ خیبر میں شہید ہوئے
اور حضرت انجشہ حبشی غلام تھے یہ بہترین حدی خوان
تھے صحیح میں ہے حضرت انس سے روایت ہے
کہ حضرت انجشہ کی آواز خوبصورت تھی۔ صحیحین
میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

23
23

شهد المشاهد الا بدرا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب اشعث اغبر لا یؤبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ منہم البراء بن مالک قال انس فلما کان یوم تستر من بلاد فارس انکشف الناس فقال المسلمون یابراء اقسم علی ربک فقال اقسم علیک یارب لما منحتنا اکتافہم و الحقتنی بنبیک فحمل و حمل الناس معہ فقتل ہرمزان من عظماء الفرس واخذ سلبہ وانہزم الفرس وقتل البراء رواہ الترمذی والحاکم وذٰلک فی خلافۃ عمر سنۃ عشرین (یحدو بالرجال وانجشۃ بالنساء وقد کان یحدو وینشد القریض والرجز) وفی الصحیحین عن انس ان انجشۃ حدا بالنساء فی حجۃ الوداع فاسرعت الابل فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا انجشۃ رفقا بالقواریر (ای النساء فشبہہن بالقواریر من الزجاج لانہ یسرع الیہا الکسر فلم یأمن علیہ

فرمایا، حضرت براء بن مالک (جو حضرت انس کے بھائی تھے) سوائے بدر کے تمام غزوات میں حاضر رہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ بکھرے ہوئے بالوں والے خاک آلود، جن کی کوئی پروا نہیں کرتا (عنداللہ) ایسے (اہم) ہیں کہ اگر کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم سچی کر دیتا ہے، اور انہی میں سے ایک براء بن مالک بھی ہیں۔

حضرت انس نے فرمایا کہ ایران میں قلعہ تستر پر جس دن حملہ کیا گیا لوگ تتر بتر ہو گئے اور حالات مسلمانوں کی شکست کے بن گئے۔ اس موقع پر حضرت براء سے کہا گیا کہ اپنے پروردگار کے بھروسا پر اس کی قسم کھائیں۔ چنانچہ حضرت براء نے قسم کھائی اور فرمایا، اے میرے پروردگار! میں تیری ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو نے ہمیں کافروں کے کندھے باندھنے کی طاقت بخشی اور تو نے مجھے اپنے نبی مکرم سے ملایا ہے۔ اس کے بعد حضرت براء نے عام لوگوں کے ساتھ مل کر ایرانیوں پر حملہ کیا، ان کا سپہ سالار ہرمزان مارا گیا ایرانیوں کو شکست ہوئی اور فرار ہونے لگے اس کا سامان قبضے میں لے لیا گیا اور حضرت براء شہید ہو گئے۔

امام ترمذی اور حاکم نے اس کو روایت کیا۔ یہ معرکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۰ھ میں ہوا۔ حضرت براء مردوں کیلئے حدی خوانی کیا کرتے تھے جبکہ انجشہ عورتوں کے

الصلٰوۃ والسلام ان یقع فی قلوبھن حداؤہ وقیل نہاہ لان النساء یضعفن عن شدۃ الحرکۃ قال الدمامینی وحملہ ھذا اقرب الی ظاھر لفظہ من الحمل علی الاول اھ[1] ملخصاً۔

کجاووں کے قریب جاکر حدی خوانی کرتے۔ چنانچہ بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت ہے کہ حضرت انجشہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں کی سواریوں کے پاس جاکر حدی خوانی کی جس کے نتیجے میں اونٹ تیز رفتار ہوگئے، اس پر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا اے انجشہ! کانچ کی شیشیوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو، تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمھارے ساتھ کانچ کی شیشیاں (بوتلیں) بھی ہیں (مراد عورتیں ہیں) کہیں جلدی ٹوٹ نہ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کو کانچ کی بوتلوں سے تشبیہ دے کر یہ اشارہ فرمایا کہ وہ حدی خوانی اور خوش الحانی سے متاثر نہ ہوجائیں، اور یہ مفہوم بھی ہے کہ سواریوں کے بوجہ حدی خوانی تیز رفتار ہوجانے سے وہ کہیں گھبرا نہ جائیں کیونکہ وہ فطرتاً کمزور رہتی ہیں، علامہ دمامینی نے فرمایا اس کو ظاہری الفاظ پر حمل کرنا بنسبت قول اول کے زیادہ مناسب اور موزوں ہے اھ ملخصاً (ت)



اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ہے:

روی البغوی باسناد صحیح عن محمد بن سیرین عن انس قال دخلت علی البراء بن مالك وھو یتغنی فقلت لہ قد ابدلك اللہ ما ھو خیر منہ فقال اترھب ان اموت علی فراشی لا واللہ ما کان اللہ لیحرمنی ذلك وقد قتلت مائۃ منفردا سوی من شارکت فیہ[2]

امام بغوی باسناد صحیح محمد بن سیرین کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا میں حضرت براء بن مالک کے پاس گیا وہ خوبصورت انداز میں اشعار پڑھ رہے تھے میں نے ان سے کہا بلاشبہہ اللہ تعالٰی نے اس کے بجائے آپ کو وہ چیز عطا فرمائی ہے جو اس سے کہیں بہتر ہے (یعنی قرآن مجید) فرمایا کیا تمھیں یہ خوف ہے کہ میں اپنے بستر پر ہی مرجاؤں گا، خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی ایسا نہیں کہ مجھے شہادت سے محروم کردے ایک سو کافر تو خود میرے ہاتھوں

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل السابع ۲/ ۱۶۳ وشرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ۳/ ۳۶۹ و ۳۷۰

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الباء ترجمہ ۶۲۰ البراء بن مالک دار صادر بیروت ۱/ ۱۴۳

قتل ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ جن کے قتل میں میری شراکت اور معاونت ہوئی وہ مزید ہیں (ت)

24 امام ابن حجر مکی کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع میں فرماتے ہیں:

قال جمع من الشافعیۃ والمالکیۃ منھم الاذرعی فی توسطہ والقرطبی فی شرح مسلم الغناء انشادا و استماعا علی قسمین۔ القسم الاول ما اعتاد الناس استعمالہ لمحاولۃ عمل وحمل ثقیل وقطع مفاوز سفر ترویحا للنفوس وتنشیطا لھا کحداء الاعراب بابلھم وغناء النساء لتسکین صغارھن ولعب الجواری بلعبھن، فھذا اذا سلم المغنی بہ من فحش وذکر محرم کوصف الخمور و القینات لاشک فی جوازہ ولا یختلف فیہ و ربما یندب الیہ اذا انشط علی فعل خیر کالحداء فی الحج الغزو، ومن ثم ارتجز صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو والصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیھم فی بناء المسجد وحفر الخندق وغیرھما کما ھو مشھور وقد امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نساء الانصار ان

شوافع اور مالکیہ کے ایک گروہ نے فرمایا ان میں سے امام اذرعی نے توسط میں اور قرطبی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا، راگ، گانا اور سُننا، اس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جس کے استعمال کی لوگوں کو عادت ہے کوئی کام کرتے ہوئے، بھاری وزن اٹھاتے ہوئے، سفر طے کرتے ہوئے بیابان سے گزرتے ہوئے، سواریوں کو تیز قدم کرنے کے لئے دیہاتیوں کا حُدی خوانی کرنا۔ اپنا دل بہلانے اور تسکین و راحت پہنچانے کے لئے خوش الحانی کے ساتھ نغمہ سنج ہونا اور اشعار پڑھنا بشرطیکہ فحش گوئی پر مبنی نہ ہو یہ ہرگز منع نہیں۔ عورتوں کا بچّوں کو بہلانے اور سُلانے کے لئے لوریاں دینا، گیت الاپنا اور باندیوں کا کھیل تماشا کرنا بوجہ حد سے تجاوز نہ کرنے کے جائز ہے۔ حد سے تجاوز کرنے سے مراد شراب کی تعریف، گانے والی عورتوں کا تذکرہ وغیرہ ہے۔ یہ امور اگر نہ ہوں تو حُدی خوانی کے جائز ہونے میں کوئی شُبہہ نہیں۔ اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں بلکہ بعض حالات میں یہ فعل مندوب ہوتا ہے یعنی اچھے کام کے لئے راغب کرے جیسے حج، جہاد وغیرہ میں حُدی خوانی۔ یہی وجہ ہے کہ تعمیر مسجد نبوی اور خندق کھودے جانے کے موقع پر خود آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

يقلن فی عرس لهن سه

اتيناكم اتيناكم
فحيانا وحياكم

وكالاشعار المزهدة فی الدنيا الراغبة فی الاخرة فهی من انفع الوعظ فالحاصل عليها اعظم الاجر ويؤيد ما نقله من نفی الخلاف فی هذا القسم ان ابن عبد البر وغيره قالوا لاخلاف فی اباحة الحداء واستماعه وهو ما يقال خلف نحو الابل من الشعر سوی الرجز وغيره لينشطها علی السير ومن اوهم كلامه نقل الخلاف فيه فهو شاذ او مؤول علی حالة يخشی منها شئ غير لائق، القسم الثانی ما ينتحله المغنون العارفون بصنعة الغناء المختارون المدن من غزل الشعر مع تلحينه بالتلحينات الانيقة وتقطيعه لها علی النغمات الرقيقة

اور صحابہ کرام نے اشعار پڑھے اور نہ صرف ان دو موقعوں پر بلکہ ان کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی آپ نے اور آپ کے صحابہ نے رجزیہ اشعار پڑھے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انصار کی خواتین کو یہ حکم فرمایا تھا کہ اپنی شادیو میں عمدہ اشعار پڑھا کریں، "ہم تمھارے پاس آئے ہم تمھارے پاس آئے، اللہ تعالٰی ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمھیں بھی زندہ رکھے"۔ اسی طرح اُن اشعار کا استعمال بھی جائز ہے جو دنیا سے رغبت ہٹا کر آخرت کی رغبت دلانے والے ہوں۔ اس قسم کے اچھے اشعار پڑھنا بہترین وعظ ہے اور باعث اجر وثواب ہے، اور اسکی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو امام موصوف نے اِس قسم کی نفی خلاف میں نقل کیا کہ علامہ ابن عبد البر وغیرہ نے کہا کہ حدی خوانی اور اسکے سننے کے مباح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔



یہ وہ اشعار گوئی اور حدی خوانی ہوتی تھی جو اونٹوں کو ہانکتے وقت ان کے پیچھے پیچھے کی جاتی تھی بجز رجز وغیرہ کے۔ اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ اونٹوں کو چلنے میں خوش اور چست رکھا جائے اور جو اس سلسلے میں وہم اور اختلاف نقل ہوا ہے وہ شاذ ہے یا اس کی بھی تاویل کر دی گئی کہ یہ اس حالت پر محمول ہے جس میں نامناسب بات کا اندیشہ کیا گیا ہو۔ دوسری قسم (جس کی نسبت گانے والے کی طرف کریں) جو گانیوالوں

التی تھیج النفوس و تطربھا کحمیا الکؤوس فھذا ھو الغناء المختلف علی اقوال العلماء احدھا انہ حرام قال القرطبی وھو مذھب مالک (الی قولہ) وھو مذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و سائر اھل الکوفۃ۔[1]

کی طرف منسوب ہو۔ جو فنِ موسیقی سے ماہر ہوں شائستگی سے غزلِ شعر کو پسند کریں اپنے لہجہ کے ساتھ خوشنما لہجوں سے، اور ان کی تقطیع کریں نغماتِ رقیقہ پر جو نفوس کو ابھاریں اور آمادہ کریں اور انھیں شراب کے جاموں کا شوق دلائیں پس یہ وہی راگ ہے جس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں ان اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ وہ حرام ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ امام مالک کا یہی مذہب ہے بلکہ فرمایا کہ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور باقی اہلِ کوفہ کا مذہب ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال الاذرعی وما نسب الی اولٰئک الصحابۃ اکثرہ لم یثبت ولو ثبت منہ شیئ لم یظھر منہ ان ذٰلک الصحابی یبیح الغناء المتنازع فیہ فالمروی عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان غلامًا دخل علیہ فوجدہ یترنم ببیت او نحو ذٰلک فعجب منہ فقال اذا خلونا قلنا کما تقول الناس فاللہ اعلم ما کان ذٰلک البیت وما کان ترنمہ وصفتہ، وصح عن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ

امام اذرعی نے فرمایا ان لوگوں اور صحابہ کرام کی طرف جو کچھ منسوب کیا گیا ہے ان میں اکثر حصہ ثابت نہیں اور اگر کچھ ثابت بھی ہو جائے تو اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ صحابی راگ متنازع فیہ کو مباح کہتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ایک غلام ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ خوش الحانی سے اشعار پڑھ رہے تھے اسے تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب ہم اکیلے اور تنہا ہوتے ہیں تو وہی کچھ کہتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں، پس اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ وہ اشعار کیا تھے اور ان کا حال اور کیفیت کیا تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] کف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۵۹ تا ۶۱

ما تغنیت ما تمنیت ای تزینت فاطلاق القول بنسبة الغناء المتنازع فیه، واستماعه الی ائمة الهدی تجاسر، ولا یفهم الجاهل منه هذا الغناء الذی یتعاطاه المغنون المخنثون ونحوهم، وقال الشیخ الامام ابراهیم المروزی فی تعلیقه وعن عمر و عبد الرحمٰن بن عوف وابی عبیدة بن الجراح وابی مسعود الانصاری انهم کانوا یترنمون بالاشعار فی الاسفار وکذٰلک عن اسامة بن زید وعبد اللہ بن ارقم وعبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنهم والترنم کذٰلک لیس فی محل النزاع اذهو من انواع القسم الاول من القسمین السابقین وقد مر انه لاخلاف وبه یعلم ان الظاهر الذی یتعین القطع به ان غالب ماحکی عن الصحابة رضوان اللہ تعالٰی عنهم وعمن بعدهم من الائمة انما هو من هذا القسم الذی لاخلاف فیه وتمامه فیه وفیما ذکرنا کفایة، واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

بصحت ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں گیت گاتا ہوں تو اُسے میں بنا سنوار لیتا ہوں لہذا غنا متنازع فیہ اور اس کے سننے کی اجازت کی نسبت ہدایت یافتہ اماموں کی طرف کرنا بہت بڑی جرأت ہے اور جاہل آدمی اس سے یہ غنا نہیں سمجھتا جو گانے والے ہجڑے وغیرہ اختیار کرتے ہیں شیخ امام ابراہیم مروزی نے اپنی تعلیق میں فرمایا حضرت عمر فاروق، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم یہ سب اپنے سفروں کے دوران خوش الحانی سے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن ارقم اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت ہے۔ پس اس طرح کا ترنم محلِ نزاع نہیں کیونکہ وہ سابقہ دو قسموں سے پہلی قسم میں داخل ہے اور پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظاہر بات جس کا قطعی ہونا متعین ہوتا ہے کہ جس کی حکایت صحابہ کرام اور ان کے بعد ائمہ حضرات کی طرف کی گئی غالباً اس سے یہی قسم مراد ہے جس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ پوری بحث اس میں موجود ہے اور ہم نے جو کچھ بیان کیا وہ کافی ہے اور اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

---

[1] کف الرعاع عن محرمات اللہو والسماع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۶۷ - ۶۶

**مسئلہ ۱۱۵** : از کلکتہ دھرم تلا ۱۴۴ مرسلہ جناب محمد یونس صاحب ۸ رجب ۱۳۲۶ھ

علمائے دین سے سوال ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہے کہ عمرو دُو زوجہ رکھتا ہے اور دونوں سے مباشرت ایک مکان میں بے پردہ کرتا ہے اور جو اُس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے اپنی بی بی سے کیا حجاب ۔

## الجواب

یہ امر مکروہ و بے حیائی ہے مرد کو بی بی سے حجاب نہیں تو بی بی کو بی بی سے تو ستر فرض اور حیا لازم ہے ۔ بحر الرائق و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

یکرہ ان یطأ احدٰھما بحضرۃ الاخرٰی حتی لوطلب وطاھا لم یلزمھا الاجابۃ ولا تصیر فی الامتناع ناشزۃ ولاخلاف فی ھذہ المسائل[1]

دو بیویوں میں سے کسی ایک سے دوسری کی موجودگی میں ہمبستری کرنا مکروہ ہے ۔ اگر شوہر ایک بیوی سے دوسری بیوی کی موجودگی میں اس قسم کا تقاضا کرے تو بیوی کے لئے اس کا تقاضا پُورا کرنا ضروری نہیں، اور اس انکار یا رکاوٹ کے سبب وہ نافرمان نہیں ہوگی ۔ ان مسائل میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ۔ (ت)



ردالمحتار میں شرح ملتقی اُس میں امام قاضیخاں اُس میں منتقی امام حاکم الشہید سے ہے :

یکرہ للرجل ان یطأ امرأتہ وعندھا صبی یعقل او اعمٰی اوضرتھا او اُمتھا او اُمتہ[2]

کسی ذی عقل و ذی فہم بچے، کسی اندھے، اپنی بیوی کی سوکن اور اپنی یا بیوی کی لونڈی کی موجودگی میں بیوی کے ساتھ ہمبستر ہونا مرد کے لئے مکروہ ہے (ت)

**مسئلہ ۱۱۶** : بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ طالب حسین خاں ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

قبر پر اذان کہنا جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اور ثواب حاصل کیجئے ۔ ت)

---

[1] بحر الرائق کتاب النکاح باب القسم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۲۱
فتاوٰی ہندیۃ " الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۴۱
[2] " " باب القسم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۰۲

## الجواب

قبر پر اذان کہنے میں میت کا دل بہلنا اور اس پر رحمتِ الٰہی کا اترنا اور سوال جواب کے وقت شیطان کا دُور رہنا، اور ان کے سوا اور بہت فائدے ہیں جن کی تفصیل ہمارے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ ۱۱۷ تا ۱۲۰

کیا فرماتے علمائے دین مسائلِ ذیل میں:

(۱) زید فجر کو بعد پانچ بجے کے مسجد میں چراغ بغرضِ رونق و زینتِ مسجد نہ کہ بغرضِ تلاوت اور مطالعۂ کتب دینیہ جلا دیتا ہے حالانکہ روشنی کی اس وقت ضرورت نہیں ہوتی ہے کیونکہ نمازیوں کی آمد پونے چھ بجے اور جماعت بعد چھ بجے طلوع روشنی صبح صادق میں ہوتی ہے اور علاوہ اس کے سرکاری لالٹین کی روشنی تینوں دروں میں مسجد کے اور صحن میں کافی طور سے ہوتی ہے عمرو جو مہتمم قدیم مسجد کا ہے اور سیکڑوں روپیہ اپنی کوشش موفورہ سے فراہم کرکے مسجد کی ترمیم و دیگر اخراجات میں لگاتا رہا ہے بلکہ اب بھی مرمت کرا رہا ہے زید کو اس وقت کے فضول بلاضرورت چراغ جلانے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مسجد کے مال میں اسراف نہ چاہئے مگر زید نہیں مانتا پس ایسی صورت میں چراغ جلانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) زید نے مسجد کی مرمت کے نام سے مسلمانوں سے کچھ چندہ جمع کیا اور عمرو مہتمم سے بھی دس روپیہ مرمت کے بہانے سے لئے جو اس کے پاس مرمتِ مسجد کے لئے رکھے تھے اس روپیہ سے اپنے چچا کی قبر جو مسجد سے باہر تھی پختہ بنوا کر مسجد کے اندر داخل کرلی اور بقیہ روپیہ خورد و نوش کرلیا حساب نہیں سمجھایا مسجد کی مرمت کا روپیہ قبر یا اپنے صرف میں لانا کیسا ہے اور وہ شخص شرعاً کس مواخذہ کے قابل ہے؟ بینوا توجروا۔

(۳) زید کہتا ہے کہ تلاوتِ قرآن مجید مسجد کے اندر گناہ، نہیں چاہئے۔ عمرو کہتا ہے کہ گناہ نہیں ہے اگر جماعت ہوتی ہو یا کوئی نماز پڑھتا ہو تو دل میں آہستہ پڑھنا اور جبکہ یہ امر مانع نہ ہوں تو بآواز پڑھنا بھی جائز ہے گناہ نہیں۔ زید کا قول درست ہے یا عمرو کا؟ بینوا توجروا۔

(۴) زید اپنا اثاث البیت مسجد کے حجرہ میں رکھ لیتا ہے جس سے مسجد کے اسباب کو پراگندگی اور مسافروں اور طلباء کو تکلیف ہوتی ہے اور بہنوئی اس کا اکثر اوقات مسجد کے اندر سوورہتا ہے یہ فعل زید کا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

(۱) جبکہ اُس وقت مسجد میں کوئی نہیں آتا چراغ جلانا فضول وممنوع ہے خصوصًا جبکہ لالٹین کی روشنی ہوتی ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۲) مسجد کے روپیہ سے اپنے چچا کی قبر پکی بنانا حرام تھا اور دھوکا دے کر لینا اور بھی سخت حرام، ایسا شخص فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۳) زید کا قول غلط ہے مسجد میں قرآن عظیم کی تلاوت بیشک جائز ہے اور کسی کے نماز وظیفہ میں خلل نہ آئے تو بآواز پڑھنا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۴) مسجد کا اسباب پراگندہ اور مسافروں اور طلباء کو ناحق تکلیف دینا حرام ہے اور بے اعتکاف کے مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## مسئلہ ۱۲۱

بعد نمازِ فجر اور آفتاب طلوع ہونے سے قبل قرآن شریف کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔



## الجواب

بیشک جائز ہے بلکہ بہت اعلیٰ وقت ہے جبکہ آفتاب طلوع نہ کرے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

## مسئلہ ۱۲۲ از افریقہ حاجی عبداللہ ویعقوب علی ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

رستے میں چلے جانا اور قرآن مجید پڑھتے جانا رستے میں نجس مکان بھی آتے ہیں جن کی بدبو سے چلنا بھی مشکل ہوتا ہے کیا ایسے مکانوں سے چلے جانا اور قرآن مجید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

راستے میں قرآن شریف کی تلاوت دو شرط سے جائز ہے، ایک یہ کہ وہاں کوئی نجاست نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ راہ چلنا اسے قرآن عظیم پڑھنے سے غافل نہ کرے۔ جہاں نجاست یا بدبو ہو وہاں خاموش رہے جب وہ جگہ نکل جائے پھر پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ تعالےٰ سب سے زیادہ جانتا ہے اور اس بزرگی والے کا علم سب سے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ ت)

## مسئلہ ۱۲۳ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

سونے سے اُٹھ کر آیۃ الکرسی پڑھنا کیسا ہے بعض استاد حقہ پیتے ہیں اور شاگرد کو پڑھاتے جاتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

سونے سے اُٹھ کر ہاتھ دھو کر کُلی کرلے اس کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے، اگر مُنہ میں حقہ وغیرہ کی بدبُو ہو یا کوئی کھانے پینے کی چیز ہو تو بغیر کُلی کے تلاوت نہ کرے جو اُستاد ایسا کرتے ہیں بُرا کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۲۴** از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڈھ بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۳۰ محرم ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر صاحبان کو دیکھا گیا کہ کعبہ شریف کی جانب پشت کرکے دیوارِ مسجد کے سہارے سے بیٹھ کر تسبیح وغیرہ پڑھتے ہیں ایسے صاحبان کے واسطے کیا حکم ہے؟

## الجواب

یہ نامناسب ہے، حدیث میں ہے:

افضل المجالس ما استقبل بہ القبلۃ۔[1] سب میں بہتر نشست رُو بہ قبلہ ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۲۵ و ۱۲۶** مسئولہ حافظ عبداللطیف صاحب مدرس مدرسہ حنفیہ سہسوان از سہسوان ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

(۱) مصحف مجید جو نہایت بوسیدہ ہوجائے اس کو اولٰے دفن یا احراق، اور اگر دفن ہو تو کس جگہ؟

(۲) اسپند پر بعض حفاظ کوئی آیت پڑھ کر پھونکتے ہیں پھر وہ جلایا جاتا ہے یہ فعل کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

(۱) مصحف کریم کا احراق جائز نہیں نص علیہ فی الدر المختار (درمختار میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ ت) بلکہ حفاظت کی جگہ دفن کیا جائے جہاں پاؤں نہ پڑیں، اور اگر تھوڑے اوراق ہوں تو اولٰی یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچّوں کو اُن کے تعویذ تقسیم کردئے جائیں۔

(۲) اسپند پر کوئی آیت دم کرکے جلانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۲۷ و ۱۲۸** از داناپور کیمپ مسئولہ پیر خیر شاہ صاحب ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

(۱) زید اپنی زوجہ کی پستان اپنے مُنہ میں رکھ کر جماع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لذت زیادہ حاصل ہوتی

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عباس حدیث ۲۵۴۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۱۳۹

ہے، کیا اس کو کسی طرح کا ہرج نکاح میں آسکتا ہے یا اس کو ہر حال ہمیشہ کیلئے مباح ہے؟

(۲) زید اپنی زوجہ سے کہتا ہے کہ تیری پستان بالکل خورد تر ہیں مجھ کو لذتِ جماع حاصل نہیں ہوتی اسکی زوجہ نے خاوند کی رضامندی کے لئے اپنے پستان خود ہی چوسنا اور پینا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے پستان بوجہ دُودھ آنے کے خوبصورت بن گئے، اب خاوند خوش ہوگیا۔ وہ عورت ایسا کرسکتی ہے کیا اپنا دودھ پی سکتی ہے؟ جواب کتبِ معتبرہ سے عنایت فرمائیں۔

## الجواب

(۱) صورتِ مستفسرہ جائز ہے بلکہ اگر نیت محمود ہو تو امیدِ اجر ہے، جیسا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے باہم زوجین میں مسِ شرمگاہ یک دگر کو فرمایا: ارجو ان یؤجرا (میں امید کرتا ہوں کہ وہ دونوں اس پر اجر دئے جائیں گے۔ ت)[1] اصل یہ ہے کہ شرع مطہر کو جس طرح اپنی حرام فرمائی ہوئی چیز یعنی زنا کے دواعی مبغوض ہیں ویسے ہی اپنی حلال کی ہوئی چیز یعنی جماعِ زوجہ کے دواعی محبوب ہیں، ہاں اگر عورت شیر دار ہو تو ایسا چوسنا نہ چاہیے جس سے دُودھ حلق میں چلا جائے اور اگر منہ میں آجائے اور حلق میں نہ جانے دے تو مضائقہ نہیں کہ شیرِ زن حرام ہے نجس نہیں البتہ روزے میں اس صورت خاص سے احتراز چاہیے، کما نصوا علی کراھۃ ذوق شیئ الا لضرورۃ (جیسا کہ کسی چیز کا چکھنا بغیر کسی ضرورت کے ائمہ فقہ نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح فرمائی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہاں جو بات فرض کی ہے دو وجہ سے مستبعد ہے، ایک چھوٹی پستان کا ایسا ہونا کہ عورت جسے خود پی سکے دُوسرے اپنے پینے کی وجہ سے دودھ اُتر آنا، بہرحال اگر خالی پستان پئے تو مضائقہ نہیں، اور اگر دُودھ پیا تو حرام ہے بلکہ دودھ کی پستان پینے سے خوبصورت ہوجانا خلافِ واقع ہے، دودھ بھرے ہونے سے خوبصورتی ہوگی اور خالی ہو کر بدصورتی ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۲۹:** مسئولہ معظم علی صاحب پیش امام جامع مسجد حیدر آباد دکن ۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بلدۂ حیدر آباد دکن میں منبر کے پاس جو مصلے کا محراب ہے اس کے گرداگرد آیاتِ قرآنی بخطِ طغرا سنگِ سیاہ پر کندہ ہیں اگر خطیب صاحب منبر پر خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے رہے تو آیاتِ قرآنی نیچے ہوتی ہیں تو کیا آیاتِ قرآنی بوجہ منبر کے نیچے ہونے کے بے ادبی و بے حرمتی ہوتی ہے اگر بے ادبی ہوتی ہے تو اُن آیات کو

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فیما یکرہ من النظر والمس الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۳

سیمنٹ یا چونہ سے پوشیدہ کردیں تو کوئی گناہ تو نہیں ؟

## الجواب

دیواروں پر کتابت قرآنِ عظیم میں رجحان جانبِ ممانعت ہے، اور اگر منبر پر کھڑے ہونے میں اُس طرف امام کی پیٹھ ہوتی ہے تو ضرور خلافِ ادب ہے، اور اگر پاؤں یا مجلس سے بلاساتر نیچے ہیں تو اور زیادہ سُوءِ ادب ہے، ان حالتوں میں اُن کا سیمنٹ یا چُونے کسی پاک چیز سے بند کردینا حرج نہیں رکھتا بلکہ بہ نیتِ ادب محمود ہے، اور اگر نہ نیچے ہیں نہ پیچھے جب بھی اگر اُس قول راجح کے لحاظ سے یا اس لئے کہ محراب میں کوئی شئے شاغلِ نظر نہ ہونی چاہئے[1] بند کرنے میں حرج معلوم نہیں ہوتا،

فان الامور بمقاصدھا[1] و انما لکل امرئ مانوی[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ کام اپنے مقاصد پر مبنی ہیں، اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۱۳۰:** مسئولہ محمود الحسن گوالیار بروز شنبہ تاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

جامع مسجد میں وعظ کسی کی اجازت سے ہونا چاہئے یا اگر کوئی تقریر وغیرہ کرنا چاہئے اور اس کی قابلیت علم علوم دینیہ میں کافی نہ ہو اور اس کی تقریر اشتعال انگیز ہو تو کیا اس کو امام مسجد تقریر کرنے سے بند کرسکتا ہے ؟



## الجواب

وعظ میں اور ہر بات میں سب سے مقدم اجازت اللہ و رسول ہے جل اللہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کافی علم نہ رکھتا ہو اسے واعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سُننا جائز نہیں، اور اگر کوئی معاذ اللہ بدمذہب ہے تو وہ نائبِ شیطان ہے اس کی بات سننی سخت حرام ہے، اور اگر کسی کے بیان سے فتنہ اٹھتا ہو تو اُسے بھی روکنے کا امام اور اہل مسجد سب کو حق ہے، اور اگر پورا عالم سُنّی صحیح العقیدہ وعظ فرمائے تو اُسے روکنے کا کسی کو حق نہیں، بقولہ تعالٰی :

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالٰی کے گھروں میں اس کا نام لینے سے روکے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۸۳

[2] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

**مسئلہ ۱۳۱** ازمقام اہور ملک مارواڑ متصل آبزنپورا پیر محمد امیرالدین بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

بروز جمعہ کو مکتب کے لڑکوں کو چھٹی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مع حدیث و آیت کے آگاہ فرمائیں فقط۔

## الجواب

جمعہ کی چھٹی ہمیشہ معمولِ علمائے اسلام ہے اور اسی قدر اس کی سند کے لئے کافی، ایسی جگہ بالخصوص آیت یا حدیث ہونا ضرور نہیں اور آیت و حدیث سے یوں نکال بھی سکتے ہیں کہ حدیث صحیح میں جمعہ کی پہلی ساعت سے جمعہ کی طرف جانے کی ترغیب فرمائی تو صبح سے فراغِ جمعہ تک تو وقت اہتمام و انتظارِ جمعہ میں گزرا، پڑھنے کا کیا وقت ہے اگر کہئے مسجد میں جاکر پڑھے تو قبلِ جمعہ حلقہ سے ممانعت فرمائی بعد نماز فرمایا گیا:

فاذا قضیت الصلٰوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ[1] جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔



یہاں بھی تجارت و کسبِ حلال کا ذکر فرمایا نہ کہ تعلیمِ علم کا، تو معلوم ہوا کہ وہ دن چھٹی کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۳۲** از بدایوں کچہری کلکٹری محافظ خانہ صدر مسئولہ سلامت اللہ نائب محافظ دفتر پٹواری بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلہ میں، اگر مرد کو معلوم ہو کہ میری بی بی حاملہ ہے تو کس مدت تک عورت سے صحبت کرنا جائز ہے؟ فقط

## الجواب

جب تک بچہ پیدا نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۱۳۳** از شاہجہانپور بازار سبزی منڈی محمد رضا خاں سوداگر بروز دوشنبہ ۱۹ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد اور عیدگاہ میں واسطے ترمیم ان دونوں مسجدوں کی یا کسی اور مسجد کی خواہ اسی شہر میں ہو یا دوسرے شہر میں، جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر کوئی سائل اپنی ذاتی حاجت کے واسطے چندہ طلب کرے یا مؤذن اور امامِ مسجد اس کے واسطے اعلان

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

کر دے تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ یا جامع مسجد یا عیدگاہ میں چندہ طلب کرنا وقت قراءت خطبہ کے حکم جواز میں ہے یا عدمِ جواز میں؟ اور رافضی کی مسجد میں سُنّی المذہب کا نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ مکروہ یا غیر مکروہ؟ اگر روافض نے مسجد بنوا دی ہے اور اس میں روافض نماز کے واسطے کسی وقت حاضر نہ ہوسکیں اور سُنّی لوگ اس کے گرد وپیش سکونت رکھتے ہوں اور اُس مسجد میں نماز پنجوقتہ پڑھا کریں تو سُنّیوں کے واسطے موجبِ قباحت شرعًا ہے یا نہیں؟ نماز اُس مسجد میں سُنّیوں کی بکراہت ادا ہوگی یا بلاکراہت؟ اور علماء جو وعظ مساجد جامعہ یا غیر جامع میں کہتے ہیں اور حاضرین کو پند ونصائح سناتے ہیں اور وہ اُن کی خدمت وتواضع نقود وغیرہ سے کرتے ہیں یہ آمدنی اُن کو جائز ہے یا ناجائز؟ اور بعضے صرف حمد ونعت پڑھتے ہیں اور سامعین اُن کی خدمت گزاری نقد وجنس سے کرتے ہیں یہ امر مساجد وغیر مساجد میں مباح و درست ہے یا نہیں اور یہ آمدنی اُن کے واسطے درجۂ جواز میں ہے یا عدمِ جواز میں؟ یہ لوگ ماتحت آیۂ کریمہ اولٰئك الذین اشتروا الحیٰوۃ الدنیا بالاٰخرۃ[1] (یہی وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ ت) کے داخل ہیں یا خارج؟ اُس سے تین حاملین کہ مقصود طرفین الصاح اور انتفاع اور نفع رسانی اور مہمان نوازی اور مسافر پروری ہو۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)



## الجواب

خطبہ کے وقت چندہ مانگنا خواہ کوئی بات کرنا حرام ہے، اور خالی وقت میں مسجد یا اور کسی دینی کام یا کسی مسلمان حاجتمند کے لئے مانگے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے سُنّت سے ثابت ہے اور اپنے لئے مانگنے کی مسجد میں اجازت نہیں۔ روافض کی بنائی ہوئی مسجد شرعًا مسجد نہیں نماز اس میں ہو گی جیسے کسی گھر میں، اگر محلہ میں کوئی مسجد اہلسنت کی ہے تو اُسے چھوڑ کر اس میں پڑھنا ترکِ مسجد ہوگا اور ترکِ مسجد بلا عذرِ شرعی جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

لاصلٰوۃ لجار المسجد الّا فی المسجد[2] مسجد کے پڑوسی کی نماز سوائے مسجد نہیں ہوتی۔ (ت)

اور اگر کوئی مسجد نہیں تو اپنی مسجد بنائیں یا اسی کو مول لے کر وقف کردیں، اس میں تین صورتیں ہیں اگر وعظ کہنے اور حمد ونعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بیشک اُس آیۂ کریمہ کے تحت میں داخل ہیں اور حکم لاتشتروا باٰیٰتی ثمنًا قلیلا[3] (میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۶

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلٰوۃ باب المأموم یصلی خارج المسجد الخ دار صادر بیروت ۳/ ۱۱۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۴۱

نہ وصول کرو۔ ت) کے مخالف، وُہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے خصوصاً جبکہ ایسے حاجتمند نہ ہوں جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بے ضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا اور وُہ آمدنی خبیث تر وحرام مثلِ غصب ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

ماجمع السائل بالتکدی فھو خبیث[1] سائل نے کدوکاوش سے جو کچھ جمع کیا وہ ناپاک ہے۔ (ت)

دوسرے یہ کہ وعظ وحمد ونعت سے اُن کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطورِ خود اُن کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال۔ تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر ہے حاجتمند اور عادۃً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کرینگے اُس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوئی ہے، تو اگرچہ یہ صورت دوم کے مثل محمود نہیں مگر صورتِ اولٰی کی طرح مذموم بھی نہیں جیسے درمختار میں فرمایا:

الوعظ لجمع المال من ضلالۃ الیھود و النصارٰی[2] مال جمع کرنے کے لئے وعظ کہنا یہود ونصارٰی کی گمراہیوں سے ہے۔

یہ تیسری صورت بین بین ہے اور دوم سے بہ نسبت اوّل کے قریب تر ہے جس طرح حج کو جائے اور تجارت کا کچھ مال بھی ساتھ لے جائے جسے لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم[3] (تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی رزقِ حلال) تلاش کرو۔ ت) فرمایا، لہذا فتوٰی اس کے جواز پر ہے۔

افتی بہ الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی کما فی الخانیۃ والھندیۃ وغیرھما والذی ذکرتہ توفیق بین القولین، وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔ حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر فتوٰی دیا ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے یہ دو قولوں کے درمیان موافقت پیدا کرنا ہے، اور اللہ تعالٰی ہی سے توفیق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳
[3] القرآن الکریم ۲/۱۹۸

مسئلہ ۱۳۴: مسئولہ محمد عبدالرحمٰن از گکرہ ضلع کھیری بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

چہ میفرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں۔ ت) کہ زید عرصہ اٹھارہ سال سے سفر حضر معمولی علالت میں برپابندی بعد ادائے نمازِ فجر تلاوتِ قرآن مجید کیا کرتا ہے گو دنیاوی تعلقات اور گوناگوں تفکرات اسے بہت ہی لاحق ہیں مگر وہ اس فرض کو ہر حالت میں انجام دیتا رہتا ہے مگر بوجہ کم استعداد ہونے کے وہ مطالب سے لاعلم رہتا ہے اسی صورت میں وُہ مترجم قرآن مجید لفظی اردو یا فارسی کا ترجمہ دیکھ کر روزانہ بجائے دو پارہ ایک رُبع یا اس سے کم وبیش تلاوت کرے یا حسبِ معمول روزانہ دو پارہ تلاوت کرے۔ دونوں میں سے کون افضل ہے؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل۔[1] اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ کم ہو۔



اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل ثم ترک قیام اللیل۔[2] فلاں کی طرح نہ ہونا تہجد پڑھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

مہینے میں دو ختم خیر کثیر ہے اور جب اٹھارہ سال سے اس کا التزام ہے تو اس میں کمی ہرگز نہ کیجئے وفیہ حدیث عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما (اور اس بارے میں حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث موجود ہے۔ ت) قرآن عظیم کے مطالب سمجھنا بلاشبہہ مطلوب اعظم ہے مگر بے علم کثیر وکافی کے ترجمہ دیکھ کر سمجھ لینا ممکن نہیں بلکہ اس کے نفع سے اس کا ضرر بہت زیادہ ہے جب تک کسی عالم ماہر کامل سُنّی دیندار سے نہ پڑھے خصوصًا اس حالت میں کہ ترجمہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے سوا آج تک اُردو فارسی جتنے ترجمے چھپے ہیں کوئی صحیح نہیں بلکہ اُن باتوں پر مشتمل ہیں کہ بے علم بلکہ کم علم کو بھی گمراہ کردیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل حسبنا اللہ ونعم الوکیل

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۷

[2] سُنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوات باب ماجاء فی قیام اللیل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۵

(اور اللہ تعالیٰ حق ارشاد فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے، اور وُہ اچھا کارساز ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵ از ملک کاٹھیاواڑ مقام اڑتیان امین احمد پنجشنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

قرآن شریف کی تلاوت آواز سے کرنا یا آہستہ چاہیئے؟

## الجواب

قرآن مجید کی تلاوت آواز سے کرنا بہتر ہے مگر نہ اتنی آواز سے کہ اپنے آپ کو تکلیف یا کسی نمازی یا ذاکر کے کام میں خلل ہو یا کسی جائز نیند سونے والے کی نیند میں خلل آئے یا کسی بیمار کو تکلیف پہنچے یا بازار یا سرائے یا عام سڑک ہو یا لوگ اپنے کام کاج میں مشغول ہیں اور کوئی سننے کے لئے حاضر نہ رہے گا، ان صورتوں میں آہستہ ہی پڑھنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از گونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

اکثر لوگ اپنی اپنی جُوتیوں کو بغرضِ حفاظت مسجد کے اندر لیجا کر اپنے قریب یا کسی گوشہ میں رکھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا



## الجواب

جُوتے جن میں نجاست نہ ہو اگر کسی گوشہ میں رکھ دیئے جائیں یا اپنے پاؤں کے سامنے تو حرج نہیں مگر سجدہ کے سامنے نہ ہوں کہ نمازی کی طرف رحمتِ الٰہی متوجہ ہوتی ہے، نہ دہنی طرف کہ ادھر ملائکہ ہیں بائیں طرف کہ دوسرے کے دہنی طرف ہوں گے، ہاں اگر یہ کنارہ پر کھڑا ہے کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہیں اور دیوار کے ساتھ متصل ہے کہ کسی کے آنے کا بھی احتمال نہیں تو رکھ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷ مرسلہ محمود احمد صاحب از قصبہ رُدولی شریف ضلع بارہ بنکی ۱۰ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں حضرات علمائے دین اسلام و مفتیانِ شریعت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جس طرح آگرہ میں مقبرہ تاج محل کے بیرونی پھاٹک و اندرونی در پر و نیز دہلی کی جامع مسجد کے در پر اور بعض دیگر مقدس مقامات و مساجد کے دروں پر آیاتِ قرآن مجید کندہ ہیں اگر کسی بزرگ و برگزیدۂ خدا کے مقبرہ کے دروں پر بایں احتیاط کہ زمین سے سات فٹ بلندی پر جہاں کسی قسم کی بے ادبی کا گمان بھی نہ ہو فرقان حمید کی کوئی سُورہ یا اسماءِ جناب احدیت جل جلالہ سنگِ مرمر کے ایسے مضبوط مصالحہ سے لکھے جائیں جو مثل پتھر کے مستحکم ہوں اور جن کا رنگ دھوپ یا پانی سے کبھی تبدیل نہ ہوسکے اور حروف ہمیشہ بدستور قائم رہیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

دیواروں پر کتابت سے علمائے منع فرمایا ہے کما فی الھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) اس سے احتراز ہی اسلم ہے، اگر چھُوٹ کر نہ بھی گریں تو بارش میں پانی اُن پر گزر کر زمین پر آئے گا اور پامال ہوگا۔ غرض مفسدہ کا احتمال ہے اور مصلحت کچھ بھی نہیں لہذا اجتناب ہی چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۱۳۶:** جناب مولوی صاحب! یہ عرض ہے اگر چلّے کے اندر مرد عورت سے بولے پھر عورت چالیس دن کا چلّہ نہائے تو عورت پاک ہوجائے گی اور نماز روزہ اور قرآن شریف کی عبادتوں کے لائق ہوجائے گی، چلّے کے اندر عورت نے انکار کیا مرد ناراض ہو یا کہے کہ جی میں آتا ہے کہ میں نکاح کرلوں، عورت کو ان باتوں کا خیال ہو اور بلوائے اس کا مسئلہ، اس سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔

## الجواب

بچّہ پیدا ہونے کے بعد جس وقت خُون بند ہوجائے اگر چلّے کے اندر پھر نہ آئے تو اُسی وقت سے عورت پاک ہوجاتی ہے مثلاً فقط ایک منٹ بھر خون آیا پھر نہ آیا تو بچّہ پیدا ہونے کے اُسی ایک منٹ تک ناپاکی تھی پھر پاک ہوگئی، نہا کے نماز پڑھے روزہ رکھے، پھر اگر چلّے کے اندر خون نہ آیا تو یہ نماز روزے سب صحیح ہوگئے اور اگر پھر آگیا تو نماز روزے پھر چھوڑ دے۔ اب اگر پُورے چلّے یا اُس سے کم پر جاکر بند ہوا تو شروع پیدائش سے اُس وقت تک سب دن خون کے سمجھے جائیں گے وہ نمازیں جو پڑھیں بیکار گئیں اور وہ فرضی روزے جو رکھے قضا کیے جائیں گے، اور اگر چلّے سے بھی باہر جاکر بند ہوا اس سے پہلے بچّہ پیدا ہونے میں جتنے دن خون آیا تھا اُتنے دن ناپاکی کے سمجھے جائیں گے باقی پاکی کے، مثلاً گھڑی بھر خون آیا اور بند ہوگیا پھر پچیس[۲۵] دن بعد آیا اور چالیس دن سے پاؤ گھڑی زیادہ تک آیا کہ شروع پیدائش بچّہ سے اس وقت تک چالیس دن پاؤ گھڑی کا عرصہ ہُوا تو اس سے پہلے اگر کوئی بچّہ نہ ہوا تھا جب تو پورا چلّہ ناپاکی کا ہوگا فقط پاؤ گھڑی یا جتنا چلّے سے بڑھا استحاضہ ہے اس میں وضو کرکے نماز پڑھ سکتی ہے اور روزہ تو بہرحال روا ہے، اور اگر پہلے بچّہ پر مثلاً بیس[۲۰] دن خون آیا تھا تو بیس دن ناپاکی کے ہیں باقی دن پاکی کے ہیں ان میں نماز روزے نہ رکھے ہوں قضا کرنے ہوں گے، یہ حکم ہے۔ اور عورتوں میں جو مشہور ہے کہ خُون آئے یا بند ہوجائے چلّہ پُورا ہی کرکے نہاتی ہیں اور جب تک نمازیں قضا کرتی ہیں یہ سخت حرام ہے۔ رہا خاوند کے پاس جانا اگر چلّہ کے اندر خون بند ہوجائے اور اُتنے دنوں سے کم ہو جتنے دن اس سے پہلے بچّہ میں آیا تھا تو خاوند کے پاس جانا حرام ہے، اور اُس کا یہ کہنا عورت کسی طرح نہیں مان سکتی نہ مانے گی تو سخت

گنہگار رہوگی توبہ کرے، اور اگر اُتنے دن پورے ہولئے جتنے دنوں اس سے پہلے بچّہ میں آیا تھا اس کے بعد بند ہُوا اور چِلّہ ابھی پُورا نہ ہوا تو جب عورت نہالے گی یا ایک نماز کا وقت اُس پر گزر جائے گا اس وقت خاوند کے پاس جاسکتی ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

25

**مسئلہ ۱۳۹** از جالندھر شہر چوک مرسلہ محمد امین مورخہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

قطب کی طرف پاؤں کرکے سونا چاہیے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

کوئی حرج نہیں، وہ ایک ستارہ ہے، ستارے سب طرف ہیں فقط۔

**مسئلہ ۱۴۰** از محلہ نالہ بریلی بنّن خاں مورخہ ۲۸ ذی القعدہ

ایک شخص نے طرف کعبہ شریف کے پیر کئے لیکن اُس کو خیال تھا جب اُٹھوں گا تو میرا منہ زیارت مقدس کی طرف ہوگا اور میں پڑھتا اُٹھوں گا۔

## الجواب

کعبہ معظمہ کی طرف پاؤں کرکے سونا بلکہ اُس طرف پاؤں پھیلانا سونے میں ہو خواہ جاگنے میں، لیٹے میں ہو خواہ بیٹھے میں، ہر طرح ممنوع و بے ادبی ہے۔ اور یہ اُس کا خیال حماقت ہے، سُنّت یوں ہے کہ قطب کی طرف سر کرے اور سیدھی کروٹ پر سوئے کہ سونے میں بھی منہ کعبہ کو ہی رہے۔ ہاں وہ مریض جس میں اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں اس کی نماز کے لئے ایک طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ پائنتی قبلہ کی طرف ہو اور سر کے نیچے اُونچا تکیہ رکھ دیں کہ منہ کعبہ معظمہ کو ہو پھر یہ ضرورت کے واسطے۔ غیر مریض اپنے آپ کو اُس پر قیاس نہیں کرسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم



**مسئلہ ۱۴۱ و ۱۴۲** مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہان پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام مسائلِ مفصلہ ذیل میں:

(۱) بی بی سے ہمبستری کس طرح سنّت ہے؟

(۲) دن میں بی بی سے ہمبستر ہونا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

(۱) جو وقت تمام شرعی ممانعتوں سے خالی ہو اس میں تین نیتوں سے: طلبِ[1] ولد صالح کہ توحید و رسالت کی شہید دے تکثیرِ امتِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرے۔ عورت[2] کا ادائے حق اور اسے پریشان خاطری و پریشان نظری سے بچانا۔ یادِ[3] الٰہی و اعمالِ صالحہ کے لئے اپنے قلب کا

اُس تشویش سے فارغ کرناؤں کہ نہ اپنی برہنگی ہو نہ عورت کی کہ حدیث میں فرمایا :

ولایتجردان تجرد العیر۔[1] دونوں (میاں بیوی) گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں (ہمبستری کے وقت)۔ (ت)

اور اُس وقت نہ رُو بقبلہ ہو نہ پُشت بقبلہ، عورت چت ہو اور یہ اکڑوں بیٹھے اور بوس وکنار و مساعی و ملاعبت سے شروع کرے، جب اُسے بھی متوجہ پائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جنّبنا الشیطٰن و جنّب الشیطان ما رزقتنا[2] (اللہ تعالٰی کے نام سے ابتداء جو بیحد رحم کرنے والا مہربان ہے، اے اللہ ہمیں شیطان کے وار سے بچائیے اور جو کچھ تُو نے ہمیں عطا فرمایا اس میں شیطان کو ہم سے دُور رکھئے۔ ت) کہہ کر آغاز کرے اور اس وقت کلام اور فرج پر نظر نہ کرے، بعد فراغ فوراً جُدا نہ ہو یہاں تک کہ عورت کی بھی حاجت پُوری ہو، حدیث میں اس کا بھی حکم ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار درودیں اُن پر جنھوں نے ہم کو ہر باب میں تعلیم خیر دی اور ہماری کسی حاجت دینی و دنیوی کو مہمل نہ چھوڑا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

(۲) جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۴۳:** از ریاست جموں کشمیر خاص محلہ ذنگریزاں بخانہ منشی ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی مولوی صاحب مجلسِ وعظ میں جو کہ قرآن شریف وحدیث شریف سے ہو کہیں کہ ہماری چارپائی دُور بچھاؤ تاکہ ہمارے کان میں آوازِ وعظ نہ آئے تکبراً اور عناداً، تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے ؟

## الجواب

اگر یہ امر واقعی ہے کہ وہ واعظ سُنّی العقیدہ پورا عالم صحیح البیان تھا اور اس شخص نے بلاوجہ شرعی محض تکبر وعناد کے سبب وہ الفاظ کہے تو ضرور گنہگار اور سخت مواخذہ کا سزاوار ہوگا۔

فمالھم عن التذکرۃ معرضین کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ۔[3] انھیں کیا ہوا کہ وعظ سے منہ پھیرتے ہیں گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن ابی قلابہ حدیث ۴۴۸۶۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۴۸

[2] ؎ ؎ حم، ق عن ابن عباس ؎ ۴۴۸۴۷ ؎ ؎ ۱۶/ ۳۴۵

[3] القرآن الکریم ۷۴/ ۴۹ تا ۵۱

اور اگر وہ واعظ بدمذہب تھا یا جاہل تھا یا غلط سلط بیان کرتا یا عالم کہ کسی طمع وغیرہ کے سبب اُلٹی کہتا اس وجہ سے احتراز کیا تو بجا کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۴۴** از جوالاپور ڈاک خاص تحصیل رڑکی ضلع سہارنپور مرسلہ سید امتیاز علی نائب مدرس مدرسہ پرائمری اسکول ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کام اس عاجز نے کارِ ثواب سمجھ کر کیا مگر بعد کو چند اصحاب سے معلوم ہوا کہ یہ کام بالکل ناجائز ہے لیکن اکثر جائز بھی بتلاتے ہیں جس کی وجہ سے بندہ بحرِ تذبذب میں شب و روز غوطہ زن ہے، امید کہ حضرت اس کو مبدل بخوشی کرینگے، دراصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ نے اپنے ہر دو ہاتھوں پر ہتھیلی سے چھ چھ انگشت کے فاصلہ پر ایک ہاتھ پر یا اللہ دستِ ثانی پر یا محمد بذریعہ مشین کھدوالیا ہے، بندہ کو اللہ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبتِ قلبی ہے، بندہ خاندانِ چشت اہلِ بہشت نیز ہر چہار خاندان کے زمرہ میں ہے، بندہ نے اس غرض سے یہ کام کیا تھا کہ بندہ کے دل سے اللہ و محمد (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر دم نکلتا رہے نیز جو شخص اس کو دیکھے اس کی زبان سے ایک مرتبہ کم از کم یا اللہ یا محمد نکلے، بندہ کی عقل ناقص اسی قدر ہے جو کہ ظاہر کی گئی، امید کہ اس مشتبہ کو حضور بندہ کے دل سے دور کرینگے نیز غرض ہے کہ اگر یہ ناجائز ہو تو بندہ کو مطلع کرنا کہ کیا کام کیا جائے کہ اللہ جل شانہ بزرگ و برتر اپنی رحمتِ کاملہ سے اس بارِ عظیم سے سبکدوش کر دے یہ مٹانے سے مٹ اور چھیلنے سے چھل بھی نہیں سکتا۔

## الجواب

یہ غالباً خون نکال کر اُسے روک کر کیا جاتا ہے جیسے نیل گدوانا۔ اگر یہی صورت ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں کلام نہیں اور جبکہ اس کا ازالہ ناممکن ہے تو سوا توبہ و استغفار کے کیا علاج ہے مولیٰ تعالیٰ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۴۵** از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب بنگالی قادری برکاتی رضوی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

لوگوں کے نام کے آگے جو محمد ہے اس پر حرف (ص) اس طرح لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

حرف (ص) لکھنا جائز نہیں نہ لوگوں کے نام پر نہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم کریم پر

لوگوں کے نام پر تو یُوں نہیں کہ وُہ اشارہ درود کا ہے اور غیر انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بالاستقلال درود جائز نہیں اور نامِ اقدس پر یُوں نہیں کہ وہاں پُورے درود شریف کا حکم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھے فقط ؐ یا صلعم یا صلم جو لوگ لکھتے ہیں سخت شنیع وممنوع ہے یہاں تک کہ تاتارخانیہ میں اس کو تخفیفِ شانِ اقدس ٹھہرایا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

**مسئلہ ۱۴۶** ازکوہ منصوری ڈاک خانہ کلہڑی کام ایرانڈیا گیسٹ مستری حکیم اللہ ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

پردیس میں بال بچّے دار کو کب تک رہنا چاہیے؟

## الجواب

بلاضرورت سفر میں زیادہ رہنا کسی کو نہ چاہئے، حدیث میں حکم فرمایا ہے کہ جب کام ہو چکے سفر سے جلد واپس آؤ اور جو وطن میں زوجہ چھوڑ آیا ہو اُسے حکم ہے کہ جہاں تک بن پڑے چار ماہ کے اندر اندر واپس آئے بذلك امر امیر المومنین الفاروق الاعظم علیہ الرضوان (مومنوں کے حکمران، حق اور باطل میں سب سے بڑے فرق کرنے والے حضرت عمر نے مسلمانوں کو یہی حکم فرمایا تھا انھیں اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل ہو۔ت) واللہ تعالٰی اعلم



**مسئلہ ۱۴۷** ازسورت برہان پوری بھاگل مرسلہ سید زین القاری ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

تاریخ کا پتھر جماعت خانہ کے صحن کے پتھر کے نیچے کھڑا نصب کیا گیا ہے کہ جس پتھر پر دوسرا پتھر بچھایا گیا ہے اور یہ دوسرا اوپر کا پتھر نیچے کے کھڑے نصب کئے ہوئے پتھر کے اوپر دو انچ لمبا بڑھا ہوا ہے اور اس اوپر کے پتھر پر سے لوگوں کا گزر رہتا ہے یعنی اس پر قدم گرتے ہیں مذکور منصوب پتھر پر ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ کندہ ہے اس کندہ حرفوں پر لوگوں کے قدم گرتے نہیں ہیں تو آیا اس میں کسی طرح کا حرج ہے کیونکہ لوگ "رمضان المبارک" لفظ قرآن شریف کا ہونے کی بہت بحث کرتے ہیں عوام الناس میں بہت بُری افواہیں پھیل رہی ہیں اور نفاق کی صورت ہے۔

## الجواب

اوّلاً "رمضان" اور "مبارک" دونوں لفظ کلام شریف کے ہیں، ثانیاً "رمضان مبارک" کا نام خود واجب التعظیم ہے بلکہ حدیث میں آیا کہ "رمضان" اسماءِ الٰہیہ سے ہے۔ ثالثاً کچھ نہ ہوتا تو حروف کی تعظیم خود لازم ہے اگرچہ اُن میں کچھ لکھا ہو۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اذا کتب اسم فرعون او کتب اسم ابی جھل علٰی غرض یکرہ

جب فرعون یا ابوجہل کا نام لکھا جائے، کسی غرض کے لئے لکھا جائے تو پھر یہ مکروہ (ناپسندیدہ) ہے

ان یرموا الیہ لأن لتلك الحروف حرمۃ۔[1] کہ لوگ انھیں پھینک دیں کیونکہ ان حروف کی تعظیم ہے۔ (ت)

ان حرفوں پر اگرچہ پاؤں رکھنے میں نہیں آتا پاؤں ان سے اونچا تو ہوتا ہے یہ خلافِ ادب ہے پتھر یہاں سے نکال کر اونچا نصب کریں کہ سر سے بلند رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۸: از الہ آباد سرائے گڈھا دار الطلبہ مرسلہ محمد امیر حسن ۱۸ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

چند پتھروں میں مسجد کے مختصر تاریخی و نیز تاریخ تعمیر چوب قلم سے کندہ کرا کے مسجد کی مغربی دیوار میں محراب کے اوپر نصب کرنا جس سے نمازیوں کی نظر اس پر پڑنے کا احتمال ہے اور نماز میں خیالات بٹنے کا اندیشہ ہے بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟

ایک صاحب نے چندہ سے مسجد بنوانے کی کوشش کی اسی وجہ سے اپنا نام بھی پتھر میں کندہ کرانا چاہتے ہیں آیا نام کا کندہ کرانا شرعًا درست ہے یا نہیں؟

## الجواب

نام کندہ کرانے کا حکم اختلاف نیت سے مختلف ہوتا ہے اگر نیت ریا و نمود ہے حرام و مردود ہے، اور اگر نیت یہ ہے کہ تا بقائے نام مسلمان دعا سے یاد کریں تو حرج نہیں، اور حتی الامکان مسلمان کا کام محل نیک ہی پر محمول کیا جائے گا، پتھر جبکہ محراب سے اونچا ہوگا نماز میں اس پر نظر پڑنے کی کوئی وجہ نہیں، نماز میں سجدہ کی جگہ نظر رکھنے کا حکم ہے اور اوپر نگاہ اٹھانا تو جائز ہی نہیں۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ ان کی نگاہ اوپر ہی اُچک لی جائے اور واپس نہ دی جائے۔[2] واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۹: از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ علی بخش صاحب محرر رجسٹری ۲۳ شوال ۱۳۳۶ھ

(۱) صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا ائمہ مجتہدین و شہداء و صالحین خصوصًا اولیائے کاملین و علمائے متقین کی شان میں اُن کے نام کے ساتھ "رضی اللہ تعالٰی عنہ" کا لفظ کہنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟

(۲) شرعًا انبیاء و مرسلین و ملائکہ و مقربین کے نام کے ساتھ علیہ السلام اور صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اولیاء و علماء کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہنے کا کیا حکم ہے؟

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۳-۱۰۴

ہرایک کے لئے یہ الفاظ تخصیص کے ساتھ خاص کر دئے گئے ہیں یا جس کے نام کے ساتھ جو الفاظ چاہیں کہہ سکتے ہیں؟

## الجواب

(۱) رضی اللہ تعالٰی عنہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو تو کہا ہی جائے گا ائمہ و اولیاء و علمائے دین کو بھی کہہ سکتے ہیں، کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف وجملہ تصانیف امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی وغیرہ اکابر میں یہ شائع و ذائع ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

یستحب الترضی للصحابۃ والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والاخیار، وکذا یجوز عکسہ علی الراجح۔[۱]

صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ "رضی اللہ تعالٰی عنہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے، تابعین اور بعد والے علماء کرام اور شرفاء کیلئے "رحمۃ اللہ علیہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے اور اس کا اُلٹ بھی راجح قول کی بناء پر جائز ہے یعنی صحابہ کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسروں کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

(۲) صلوٰۃ وسلام بالاستقلال انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے نہیں، ہاں بہ تبعیت جائز ہے جیسے اللھم صل وسلم علی سیدنا ومولٰنا محمد وعلٰی اٰل سیدنا ومولٰنا محمد۔ اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لئے رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا جائے، اولیاء وعلماء کو رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم یا قدست اسرارھم، اور اگر رضی اللہ تعالٰی عنہم کہے جب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ ابھی تنویر سے گزرا۔ واللہ تعالٰی اعلم



**مسئلہ ۱۵۱** از حیدر آباد دکن مرسلہ محمد اکبر علی صاحب مدیر صحیفہ روزانہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مونوگرام بنانا چاہتا ہے جس کا نقشہ درج ذیل ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ اس مہر کے چوتھے درجہ میں ایک آیۃ قرآنیہ لکھی ہوئی ہے اُس کے اُوپر کے تین درجوں میں انگریزی میں اخبار روزانہ صحیفہ حیدر آباد دکن درج ہیں اس میں کوئی امر آیۃ قرآنیہ کی توہین کا تو نہیں ہے، اگر ہے تو کس آیت یا حدیث کی بناء پر ہے؟ اگر انگریزی کے عوض چینی، جاپانی یا اطالوی زبان میں خاص اُن کے حروف میں کوئی عبارت لکھ کر نیچے آیۃ قرآنیہ لکھی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ ہے

DAILY NEWS PAPER
SAHIFA
HAIDARABAD

---

[۱] درمختار شرح تنویر الابصار مسائل شتّی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۰

یا نہیں ؟

دوسرا امر یہ ہے کہ اس مونوگرام کو اخبار کے بیرونی طبلق اور دوسرے خط وکتابت کے لفافہ جات پر چھپوایا جاسکتا ہے یا نہیں ؛ اس لئے کہ طبلق اور لفافہ جات مثل ملفوفہ کے حفاظت سے نہیں رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو چاک کرکے ردّی میں پھینکا جاتا ہے ، اس صورت میں اگر لفافہ جات وطبلق وغیرہ پر اسے چھپوایا جائے تو کیا کوئی حرج شرعی لازم آتا ہے ؟ اگر آتا ہے تو کس آیت یا حدیث کی بناء پر ؟

المستفتی الفقیر الی اللہ الولی محمد اکبر علی مدیر صحیفہ روزانہ

## الجواب

تعظیمِ قرآن عظیم ایمانِ مُسلم ہے ، اُس کے لئے کسی خاص آیت وحدیث کی کیا حاجت ، اور تعظیم و بے تعظیمی میں بڑا دخل عُرف کو ہے ۔ محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

یحال علی المعھود ۔[1] یہ معاملہ عُرف اور رواج کے حوالے کیا جاتا ہے (ت)

حال قصدِ تعظیم انگریزی ، چینی ، جاپانی ، جرمنی ، لاطینی ، جو زبان غیر اسلامی ہو جسے اسلام نے فارسی اور اُردو کی طرح اپنا خادم نہ کرلیا حسن کی وہ زبان نہ ہو اُسے بلا ضرورت اُس میں کلام نہ چاہئے ۔ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

ایاکم ورطانۃ الاعاجم ، رواہ البیھقی ۔[2] عجمی لوگوں کی زبانیں بولنے سے بچو ۔ امام بیہقی نے اس کو روایت کیا ۔ (ت)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

فانہ یورث النفاق ۔ رواہ الحاکم فی صحیحہ المستدرک[3] کیونکہ یہ چیز نفاق پیدا کردیتی ہے ۔ حاکم نے اپنی صحیح مستدرک میں اس کو روایت کیا (ت)

نہ قرآن عظیم کا اُس سے ملانا کہ ضم شرعًا وعقلًا وعرفًا مجانست ہے لہٰذا علمائے کرام نے زمخشری معتزلی کا تفسیر میں بعض ابیاتِ ہزل لانا اگرچہ بروجہ استشہاد تھا سخت مذموم ومعیوب وخلافِ ادب

---

[1] فتح القدیر

[2] المصنف لعبدالرزاق باب الصلوٰۃ فی البیعۃ حدیث ۱۶۰۹ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۱۱

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ فضل کافۃ العرب الخ مکتب المطبوعات الاسلامیہ ۴/۸۷

جانا۔ علامہ برہان الدین حیدر بن الہروی تلمیذ علامہ تفتازانی پھر فاضل شمس الدین اصبہانی اپنی تفسیر جامع بین الکبیر والکشاف میں کشاف کے محاسن لکھ کر فرماتے ہیں:

الا انه لاخطائه سلوك الطرق الادبية التزم فی کتابه امورا ادهشت رونقه و ابطلت منظره فتكدرت مشارعه و تنزلت زینته منها انه لشغفه باظهار الفضائل والكمالات وان یعرف انه مع تبحره فی العلوم موصوف بلطائف المحاورة ونفائس المحاضرة اورد فیه ابیاتا بنی علی الهزل والفكاهة اساسها وهذا امر من الشرع والعقل بعید اھ ملتقطا[1]۔

مگر یہ کہ زمخشری اس وجہ سے ادبی طریقوں پر چلنے سے غلط ہوگیا کہ اُس نے اپنی کتاب میں ایسے امور کا اہتمام کیا کہ جن سے اُن کی رونق دہشت زدہ ہوگئی اور اُن کا منظر باطل ہوگیا اور اس کے پانی کی نالیاں گدلی ہوگئیں اور اسکی زیب زینت نیچی ہوگئی۔ اُن میں سے ایک بات یہ ہے کہ وُہ فضائل وکمالات کے اظہار کا دلدادہ ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس بات کا تعارف ہو جائے کہ وہ علوم میں سمندر کی حیثیت رکھنے کے باوجود دلچسپ محاوروں اور نفیس چٹکلوں سے موصوف ہے، اس لئے اس نے کتاب میں کچھ ایسے اشعار پیش کئے کہ جن کی بنیاد ہنسی مذاق اور خوش طبعی پر ہے۔ اور یہ بات شریعت اور عقل کے اعتبار سے امر بعید ہے اھ ملتقطا (ت)



نہ کہ انگریزی کا اوپر اور آیۂ کریمہ کا نیچے ہونا نہ کہ تین درجے بلندی۔ یہاں علو و سفل ضرور عرفاً تعظیم و بے تعظیمی کا مشعر ہوتا ہے، ولہذا مروی ہوا کہ انگشتری مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کہ محمد رسول اللہ منقوش تھا سطر بالا میں کلمۂ جلالت تھا اور سطر دوم میں رسول سوم میں نام اقدس اس شکل پر

| اللہ |
| --- |
| رسول |
| محمد |

ظاہر جبھی سے مُہروں میں یہ رسم ہے کہ نیچے سے اوپر کو پڑھی جاتی ہیں۔ علامہ اسنوی پھر علامہ ابن رجب وغیرہما فرماتے ہیں:

كتابته كانت من اسفل الی فوق یعنی الجلالة اعلی الاسطر الثلاثة ومحمد اسفلها ویقرأ من اسفل[2]

مُہر میں لکھائی نیچے سے اوپر کی طرف ہوتی ہے یعنی اللہ تعالٰی کا بارعب نام تین سطروں میں اوپر مذکور ہے اور حضور پاک کا اسم گرامی سب سے نیچے ہے اور پھر نیچے کی طرف سے پڑھا جاتا ہے (ت)

---

[1]

[2] فتح الباری کتاب اللباس باب ہل یجعل نقش الخاتم الخ مصطفی البابی مصر ۱۲/ ۳۸۴

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

بود نقش خاتم سہ سطر یک سطر پایاں محمد وسطر میانہ رسول وسطر دیگر بالا اللہ شیخ محی الدین نووی گفتہ سطر اول اللہ وسطر دوم رسول وسطر سوم محمد بدین ہیأت[1] (اللہ / رسول / محمد)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی انگوٹھی کا نقش مبارک کچھ اس طرح تھا کہ ایک سطر میں سب سے نیچے حضور کا اسم گرامی اور درمیانی سطر میں لفظ رسول اور سب سے اوپر والی سطر میں لفظ "اللہ" درج تھا۔ شیخ محی الدین نووی نے فرمایا: حضور پاک کی مُہر کا نقش مبارک (نقشہ مذکور کی طرح تھا) پہلی سطر میں لفظِ اللہ، دوسری سطر میں لفظِ رسول اور تیسری سطر میں لفظِ محمد اس شکل میں درج تھا (اللہ / رسول / محمد)

علامہ عزیز الدین بن جماعہ فرماتے ہیں:

انہ الیق بکمال ادبہ[2] (کمالِ ادب عزت وعظمت کے یہی زیادہ لائق ہے۔ ت)

اور پھر آیۂ کریمہ کو اخبار کی طبلیق یا کارڈ یا لفافوں پر چھپوانا ضرور بے ادبی کو مستلزم اور حرام کی طرف منجر رہے اُس پر چھٹی رسانوں وغیرہم بے وضو بلکہ جنب بلکہ کفار کے ہاتھ لگیں گے جو ہمیشہ جنب رہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔



قال تعالٰی لایمسہ الا المطھرون[3] اللہ تعالٰی نے فرمایا: قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگاتے ہیں (ت)

مُہریں لگانے کے لئے زمین پر رکھے جائیں گے پھاڑ کر ردّی میں پھینکے جائیں گے ان بے حرمتیوں پر آیت کا پیش کرنا اس کا فعل ہوا۔

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست
عقل درگوش دلم گفت کہ ایمان ادب ست

(میں نے عقل سے یہ سوال کیا کہ تُو یہ بتادے کہ ایمان کیا ہے، عقل نے میرے دل کے کانوں میں کہا کہ ایمان ادب کا نام ہے۔ ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب الخاتم الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۰
[2] حاشیۃ البجرمی کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المعدن والرکاز المکتبۃ الاسلامیہ دیار بکر ترکیا ۲/ ۳۲
[3] القرآن الکریم ۵۶/ ۷۹

نسأل اللہ حسن التوفیق (ہم اللہ تعالٰی سے اچھی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ ت) اس سوال کا منشا ہی اس کے جواب کو بس تھا کہ قلب کی حالتِ ایمانی نے ان دونوں باتوں میں خدشہ جانا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، الاثم ماحاك فی صدرك[1] (گناہ وہ جو تیرے دل میں کھٹکے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۵۲:** از ریاست چھتاری مدرسہ محمودیہ ضلع بلندشہر مرسلہ امیر حسین صاحب طالب علم ۴ رجب ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندرینکہ سامعین را در مجلس وعظ و نصیحت اندرون وعظ درود شریف خواندن بر روح پُرفتوح صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جائز است یاچہ؟

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ وعظ ونصیحت کی مجلس کے دوران سننے والوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسمِ گرامی سن کر درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** درود شریف خواندن بر رُوح پُرفتوح صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم در مجلس وعظ و پند بلاشک بلاشبہہ جائز است بلکہ مستحب حصول ثواب است کمافی ردالمحتار و نص العلماء علی استحبابها فی مواضع یوم الجمعة وغیر ذٰلك ومنها الوعظ[2] و شرذمہ قلیلہ وجہلا عدیدہ کہ ایشاں از ضوابط دیں و قواعد شرع متیں بہرہ کامل وحظ اوفر نمی دارند بدون تفرقہ و بغیر امتیاز حق و باطل درود شریف را از قبیل بدعۃ ضلالہ شمار دہ بر عدم جواز فتوٰی دادہ اند قابل اعتبار اصلا نیست چونکہ مخالف کتب شرعیہ است، اللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ فدوی محمد امیر حسین عفی عنہ۔

حضور کی رُوحِ پُرفتوح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا مجلسِ وعظ و نصیحت میں بے شک وشبہہ نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے اور اجر وثواب کا ذریعہ ہے، جیسا کہ فتاوٰی شامی میں مذکور ہے۔ چنانچہ علمائے کرام نے درود شریف چند مقامات میں پڑھنے کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے، مثلاً جمعہ کے دن اور وعظ و نصیحت کے دوران، اور ان دو کے علاوہ باقی اچھے مقامات میں۔ لیکن ایک چھوٹی سی جماعت جو چند جاہلوں پر مشتمل ہے کہ جو دین کے ضابطوں اور شرع متین کے قاعدوں سے پوری طرح واقف نہیں اور انھیں اچھی طرح نہیں جانتے، اور نہ دین سے پورا حصہ رکھتے ہیں اور وہ تفرقہ اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کئے بغیر درود شریف کو ایک گمراہ کن بدعت شمار کر کے اس کے ناجائز



---

۱؎ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تفسیر البر والاثم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۴

۲؎ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۸

ہونے کا فتوٰی دیتے ہیں، لہذا اُن کا یہ فتوٰی غیر معتبر ہے کیونکہ وہ اسلامی نصاب اور کتب شرعی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالٰی راہِ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ کتبہ فدوی محمد امیر حسین عفی عنہ

## الجواب

فی الواقع درود شریف از اعظم مطلوبات و اجل مندوبات و افضل مثوبات است واعظ از او منع نکند مگر گمراہ و در بارۂ سامعین خود احادیث کثیرہ ناطق است کہ ہنگامِ سماعِ ذکرِ اقدس ہر کہ درود نفرستد وعید بر او صادق است آرے باید کہ جہر نکنند تا در سماعِ وعظ خلل نیفتد فی الدر المختار والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ[1] وفی ردالمحتار وکذا اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایجوز ان یصلوا علیہ بالجہر بل بالقلب وعلیہ الفتوٰی رملی[2] ہمدرالست قولہ (فی نفسہ) ای بان یسمع نفسہ او یصحح الحروف فانہم فسروہ بہ وعن ابی یوسف قلباً الخ[3] قلت وعلی الاول عمل المسلمین فی الوعظ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

واقعی درود شریف سب سے بڑا مطلوب، بڑی شان والا، مستحب اور سب سے افضل ثواب۔ لہذا وہی واعظ درود شریف پڑھنے سے منع کرے گا جو گمراہ ہو۔ اور وعظ سننے والوں کے متعلق بیشمار حدیثیں ناطق ہیں (یعنی دورانِ وعظ ان کا درود شریف پڑھنا بتا رہی ہیں) کہ حضورِ اطہر کا ذکرِ اقدس سن کر جو اُن پر درود نہ بھیجے اس پر عذاب کی دھمکی (جو حدیث میں آئی ہے) بلاشبہ صادق ہے۔ ہاں یہ ضرور خیال رکھیں کہ بلند آواز سے نہ پڑھیں تاکہ وعظ و نصیحت سننے سے نقصان پیدا نہ ہو۔ چنانچہ درمختار میں ہے صواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر آپ پر دل میں درود شریف پڑھے۔ فتاوٰی شامی میں ہے یونہی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر چھڑ جائے تو آپ پر بلند آواز سے درود شریف نہ پڑھیں بلکہ دل میں پڑھیں اور اسی پر فتوٰی ہے، رملی۔ اسی میں ہے قولہ یعنی مصنّف کا "فی نفسہ" کہنا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا نفس سنے (اور اسے سنائے) یا حروف کو صحت کے ساتھ ادا کرے کیونکہ اہل علم نے

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ١/١١٣

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ١/٥٥٠

[3] " " " " " ١/٥٥١

اس کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے، اور قاضی امام ابویوسف علیہ الرحمۃ سے اس کی تفسیر (قلبا الخ) مروی ہے یعنی دل میں پڑھے۔ وعظ میں پہلی بات پر مسلمانوں کا عمل ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۳ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے ایک جوان لڑکی ہے اور وہ مسجد بنواتا ہے، آیا اس پر مسجد بنوانا لازم ہے یا لڑکی کا نکاح کرنا۔ فقط

## الجواب

مسجد بنانا خیر کثیر ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بنی للّٰہ مسجدا بنی اللّٰہ لہ بیتا فی الجنۃ[1] جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کیلئے جنت میں گھر بنائے۔

خصوصًا اگر وہاں مسجد کی حاجت ہو تو اس کے فضل کی حد ہی نہیں۔ نکاحوں میں کثرتِ مصارف شرعًا کچھ ضرور نہیں یہ لوگوں نے اپنی رسمیں نکال لی ہیں، رسم کو آدمی جہاں ضروری جانے پورا کرتا ہی ہے مسجد بنانے سے نہ روکا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم



مسئلہ ۱۵۴ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

گم شدہ شے کے دریافت کے لئے یٰسین شریف سے نام نکالا جاتا ہے یا کسی اور طرح چور کا پتا معلوم کرنے کے لئے یہ طریقہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

## الجواب

یہ طریقے نامحمود و مضر ہیں اور ان سے جس کا نام نکلے اسے چور سمجھ لینا حرام۔

قال اللّٰہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[3]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ گمان سے بچو کیونکہ گمان سے زیادہ جھوٹی بات ہے الحدیث۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] معجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۲۸۳ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۱۶۲

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲ [3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن والتجسس ۲/ ۳۱۶

**مسئلہ ۱۵۵** از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب مسجد جامع خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

فال کیا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ سعدی و حافظ وغیرہ کے فالنامے صحیح ہیں یا نہیں؟

## الجواب

فال ایک قسم استخارہ ہے، استخارہ کی اصل کتبِ احادیث میں بکثرت موجود ہے، مگر یہ فالنامے جو عوام میں مشہور اور اکابر کی طرف منسوب ہیں بے اصل و باطل ہیں، اور قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے، اور دیوان حافظ وغیرہ سے بطور تفاؤل جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۵۶** از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

انگریزی قلم و روشنائی سے تعویذ لکھنا کچھ عیب یا حرج ہے اور ہندوستانی قلم و سیاہی کیا ضروری ہے؟

## الجواب

ہاں تعویذات و اعمال میں ایسی اشیائے سے احتراز ضرور ہے جس میں ناپاک چیز کا میل ہو اگرچہ بروجہ شہرت و شبہہ جیسے پڑیا کی رنگت اُس سے تعویذ نہ لکھا جائے بلکہ ہندوستانی سیاہی سے لکھا جائے۔ رہا قلم وہ مثل سیاہی تعویذ کا جزو نہیں ہو جاتا لہذا اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں ان کاموں میں انگریزی اشیائے سے احتراز مطلقاً بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



**مسئلہ ۱۵۷** از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

غیر مذہب کو آیاتِ قرآنی لکھ کر دینا بطور تعویذ جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیا تدبیر کی جائے؟

## الجواب

غیر مسلم کو آیاتِ قرآنی لکھ کر دینا ہرگز نہ دی جائیں کہ اساءت ادب کا مظنہ ہے بلکہ مطلقاً اسماءِ الٰہیہ و نقوشِ مطہرہ نہ دیں کہ اُن کی بھی تعظیم واجب، بلکہ دیں تو اُن کے اعداد لکھ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۵۸** از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

اعمال میں ایام و وقت مثلاً حب کے لئے عروج ماہ وقت عشاء بعض کے لئے نزول ماہ وقت ظہر فتوح و دستِ غیب کے لئے ثابت ماہ وقت صبح وغیرہ وغیرہ کچھ اصل رکھتی ہیں بعض اعمال میں زکوٰۃ و ورد ہے اگر ناغہ ہو تو عمل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے بعض کو جلالی با پرہیز اور بعض کو جمالی بے پرہیز بتایا جاتا ہے بعض میں چکی اور کسی میں کُتے کی آواز کی قید ہے، یہ سب کیسی باتیں ہیں؟

## الجواب

اوقاتِ عشاء و ظہر و صبح کی قید ان اجناسِ مطلقہ میں نہیں، ہاں عمل فتوح کے لئے ماہ ثابت اور حب کے لئے ذوجسدین اور تفریق کے لئے منقلب اور دو اول کے لئے عروج قمر اور آخر کے لئے نزول قمر

اور ہر زکوٰۃ کے لئے التزام ورد مقرر اور اسماءِ الٰہیہ جمالیہ میں صرف ماکولاتِ جلالی یعنی حیوان کا پرہیز کہ لحم وبیض وعسل و سمک کو شامل ہے اور اسماءِ الٰہیہ جلالیہ میں جلالی وجمالی دونوں اعنی حیوان ومایخرج منہ (جانور اور جو کچھ اس سے برآمد ہو۔ ت) کا پرہیز اور صوم کا التزام مع اعتکافِ تام شرط ہے اور یہ از قبیل استخراج مشائخ بسبب مناسبت جلیہ یا خفیہ ہے اور امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ماثور ہے کہ دعاءِ استسقا کے لئے فرماتے منزلِ قمر کا لحاظ کرو، ہاں معاذ اللہ جو ان ساعات کواکب کو موثر سمجھے اس کے لئے حرام ہے نیز ان اکابر کا ان قیودِ اکل وشرب وخلوت وبعد عن الخلق سے اصل مقصود اور ہے اکثر عوام آخرت کے لئے سعی نہیں کرتے اور دنیوی مطلب کے لئے جان مصیبت میں ڈالنا آسان سمجھتے ہیں لہذا انھوں نے اسماء واذکارِ الٰہیہ مقاصد عوام کی تحصیل کو مقرر کئے اور یہ قیدیں لگائیں جس سے انھیں کم خوری وکم خوابی وگوشہ نشینی کی عادت پڑے اگر ذکرِ الٰہی کی برکت مقصودِ اصلی کی طرف کھینچ لے گئی تو عین مراد ہے ورنہ کم از کم یہ فائدہ نقد وقت ہے کہ کمی اختلاط خلق سے گناہ کم ہوں گے سخت ودرشت کھانے اور روزوں کی کثرت سے شہواتِ نفسانیہ کمزور پڑیں گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۵۹:** از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

اعمالِ حُب وبغض وحاجات وغیرہ مسجد میں پڑھے جائیں یا خارج؟ بعض کہتے ہیں مسجد میں پڑھنے سے عبادت میں شمار ہوتے ہیں۔



## الجواب

اعمال مسجد وخارج مسجد دونوں جگہ جائز ہیں جبکہ اس کے لئے مسجد کی جگہ نہ روکے کہ یہ جائز نہیں اور وہ عمل بھی جائز ہو اور اس سے مقصود بھی امر جائز ہو اور اگر عمل اصلاً یا قصداً ناجائز ہو تو مسجد میں اور بھی سخت تر حکم رکھے گا مثلاً زن وشو میں بغض پیدا کرنا اس کے لئے عمل حرام ہے تو اسے مسجد میں پڑھنا حرام تر ہوگا، یونہی اعمالِ سفلیہ کہ اصل میں حرام ہیں مقصود محمود کے لئے بھی مسجد میں حرام تر ہوں گے، پھر جو جائز عمل جائز نیت سے ہے اس میں حالتیں دو ہیں: ایک اہلِ علم کی کہ وہ اسماءِ الٰہیہ سے توسّل اور اپنے جائز مقصد کے لئے اللہ عزوجل کی طرف تضرع کرتے ہیں یہ دُعا ہے اور دُعا مغزِ عبادت ہے مسجد میں ہو خواہ دوسری جگہ۔ دوم عوام نافہم کہ ان کا مطمحِ نظر اپنا مطلب دنیوی ہوتا ہے اور عمل کو نہ بطورِ دُعا بلکہ بطورِ تدبیر بجالاتے ہیں ولہذا جب اثر نہ دیکھیں اس سے بے اعتقاد ہوجاتے ہیں اگر دعا سمجھتے بے اعتقادی کے کیا معنی تھے کہ حاکم پر حکم کس کا، ایسے اعمال نہ مسجد میں عبادت ہوسکتے ہیں نہ غیر میں بلکہ جب کسی دنیوی مطلب کے لئے ہوں مسجد میں نہ پڑھنا چاہئے فان المساجد لم تبن لھذا[1] (اس لئے کہ مساجد اس کام

[1] سنن ابن ماجہ باب النہی عن انشاد الضوال فی المسجد ص۵۶ وصحیح مسلم کتاب المساجد، باب النہی عن نشد الضالۃ الخ ۱/۲۱۰

کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۶۰:** از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

اوراد و وظائف مقررہ کو اتفاقیہ بلاوضو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ناغہ ہوں تو دوسرے وقت قضا ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور پڑھتے میں اگر کوئی شخص سلام کرے یا ہم کلام ہو تو اس کا جواب دیا جائے یا نہیں؟

## الجواب

وظائف جو احادیث میں ارشاد ہوئے یا مشائخ کرام نے بطور ذکرِ الٰہی بتائے انھیں بلاوضو بھی پڑھ سکتے ہیں اور باوضو بہتر، اُن میں حسبِ حاجت بات بھی کرسکتا ہے یعنی نیک بات مگر وہ وظیفہ جس میں عدم کلام کی شرط فرمادی ہے جیسے صبح وعصر کی نماز کے بعد بغیر پاؤں بدلے بغیر بات کئے دس بار لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد بیدک الخیر یحیی ویمیت وھو علیٰ کل شیئ قدیر پڑھنا اس میں بات نہ کی جائے، اور ذاکر پر سلام کرنا مطلقاً منع ہے اور اگر کوئی کرے تو ذاکر کو اختیار ہے کہ جواب دے یا نہ دے، ہاں اگر کسی کے سلام یا جائز کلام کا جواب نہ دینا اس کی دل شکنی کا موجب ہو تو جواب دے کہ مسلمان کی دلداری وظیفہ میں بات نہ کرنے سے اہم واعظم ہے۔ یہ وظائف اگر وقت خاص سے مختص ہیں اور وہ وقت نکل گیا تو ان کی قضا نہیں ورنہ دوسرے وقت پڑھ لئے جائیں کہ ثواب ملے اور عادت نہ چھوٹے۔ یہ احکام وظائف واذکار کے تھے، رہے اعمال کہ اربابِ عزائم مقرر کرتے ہیں ان کی زکوٰۃ میں تو روزانہ غسل شرط ہے وہ بھی غسل پاک یعنی بحالتِ طہارت نہانا۔ یہاں تک کہ اگر نہانے کی حاجت ہوجائے تو غسلِ جنابت کرکے دوبارہ پھر نہائے اور ان کے وِرد میں کہ عمل بجا رہنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے وضو شرط ہے بلاوضو نہیں پڑھ سکتا، نہ اُن کی زکوٰۃ یا ورد میں ہرگز بات کرسکتا ہے مگر جو بات شرعاً فی الحال فرض ہو اُس کے لئے بمجبوری قطع قراءت لازم، مثلاً یہ عمل پڑھ رہا ہے اور ماں یا باپ نے آواز دی جواب دینا فرض ہے، یا کسی کافر نے کہا مجھے مسلمان کرلے قطعِ عمل فرض ہے یہاں تک کہ جو مسلمان ہونا مانگے اُس کے لئے تو فرض نماز کی نیت فوراً توڑ دینی واجب ہے یا کوئی مسلمان کنوئیں میں گرا جاتا ہے کسی لکڑی یا اینٹ سے رکا ہُوا ہے اگر دیر کی جائے گی گر پڑے گا اور وہ آواز دے یا یہ دیکھے اور بچانا اُسی پر متعین ہو تو فرض ہے کہ عمل بلکہ فرض نماز قطع کرے اور اُسے بچائے وقس علیہ مگر ان سب صورتوں میں جتنا پڑھ لیا تھا محسوب نہ ہوگا بلکہ از سرِ نو پڑھے اعمال میں قضا بھی نہیں اگر وسط زکوٰۃ میں کئی دن ناغہ ہوگیا تو زکوٰۃ نہ ہُوئی پھر ادا کرے اور کسی دن کا وِرد ناغہ ہونے کو ہو تو اس کی نیت سے اُس دن ایک بار سورۂ فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی پڑھ لے وہ ناغہ میں نہ گنا جائے گا نہ اس کی قضا ہوگی

اور اگر یہ بھی نہ کیا تو عمل ہاتھ سے نکل جائے گا پھر زکوٰۃ دے غرض ارباب عزائم کے یہاں ہر طرح تشدد ہے اور اللہ و رسول کے یہاں تیسیر، وللہ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۶۱** از بریلی عقب کوتوالی مسئولہ شاہ محمد خاں ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے جانے کے کس قدر دن ہیں، اور اگر کسی وجہ سے اس روز نہ جانا ہو سکے تو اپنا اسباب اور خود بیرون شہر کر دینے سے سفر کا جانا مانا جائے گا یا نہیں، اسباب باہر چھوڑا اور خود شہر میں چلا آیا تو یہ سفر کی صورت ٹھیک ہے یا نہیں ورنہ جیسا حکم ہو اس کا کاربند ہو جاؤں۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

ہر سفر پر جانے کو دوشنبہ، پنجشنبہ، شنبہ بہتر ہیں نہ ایسے کہ ان کی رعایت واجب ہو بلکہ حرج نہو تو اولٰی ہے اور حرج ہو تو جس دن بھی ہو اللہ پر توکل کرے اور اسباب باہر چھوڑ کر خود شہر میں آجانا کسی طرح سفر کی حد میں نہیں آسکتا نہ ایسے ٹوٹکوں کی حاجت۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۶۲** از شہر کہنہ بریلی مسئولہ سید گوہر علی حسین قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین بریلی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اردو اخبار کی ردی بازاری دکانداروں کے ہاتھ فروخت کی جائے یا نہیں کیونکہ عموماً اسلامی اخبارات و ہندو اخبارات و دیگر صحائف میں اسلامی معاملات پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور آیات و احادیث و اسمائے مقدسہ کا اندراج ہوتا ہے چونکہ فی الحال انجمن خادم المسلمین بریلی کے دار المطالعہ میں انگریزی اور اردو اخبارات کی ردی موجود ہے لہٰذا ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ استفتاء حاصل کیا جائے۔

## الجواب

جبکہ ان میں آیت یا حدیث یا اسمائے معظمہ یا مسائل فقہ ہوں تو جائز نہیں ورنہ حرج نہیں ان اوراق کو دیکھ کر اشیائے مذکورہ ان میں سے علیحدہ کرلیں پھر بیچ سکتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز لف شیئ فی کاغذ فیہ مکتوب من الفقہ وفی الکلام الاولٰی ان لایفعل وفی کتب الطب یجوز ولوکان فیہ اسم اللہ

کسی چیز کو کسی ایسے کاغذ میں لپیٹنا کہ جس میں علم فقہ کے مسائل لکھے ہوں جائز نہیں اور کلام میں بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے البتہ علم طب کی کتابوں میں ایسا کرنا جائز ہے، اگر اس میں

تعالٰی او اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجوز محوہ لیلف فیہ شیئ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کا مقدس نام یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی تحریر ہو تو اُسے مٹا دینا جائز ہے تاکہ اس میں کوئی چیز لپیٹی جا سکے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ بخوبی جانتا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۱۶۳** از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب فاروقی ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے یا غیر کے واسطے اور سائل کو دینا اس کے یا غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

جو مسجد میں غُل مچا دیتے ہیں نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں، لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقاً حرام ہے اپنے لئے خواہ دوسرے کے لئے۔ حدیث میں ہے:

جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم و رفع اصواتکم۔ رواہ ابن[2] ماجۃ عن واثلۃ بن الاسقع و عبدالرزاق عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

مسجدوں کو بچّوں اور پاگلوں اور بلند آواز سے بچاؤ (محدث ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن اسقع سے اور امام عبدالرزاق نے حضرت معاذ بن جبل سے اس کو روایت کیا، اللہ تعالٰی اُن دونوں سے راضی ہو۔ ت)

حدیث میں ہے:

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ اتخذ جسرا الٰی جہنم۔ رواہ احمد والترمذی[3] وابن ماجۃ عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اُس نے جہنم تک پہنچنے کا اپنے لئے پُل بنایا (امام احمد اور جامع ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسکو روایت کیا۔ ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۲

[2] المصنف لعبدالرزاق باب انشاد الضالۃ فی المسجد حدیث ۱۷۲۶ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۴۲
سنن ابن ماجہ کتاب المساجد باب مایکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

[3] جامع الترمذی کتاب الجمعۃ باب کراہیۃ التخطی یوم الجمعۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۶۸
سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن تخطی الناس یوم الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۹

اور اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لئے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمع رجلا ینشد فی المسجد ضالۃ فلیقل لاردھا اللہ الیک فان المساجد لم تبن لھذا۔[1] رواہ احمد ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی کو مسجد میں اپنی گمی چیز دریافت کرنے سُنے اس سے کہے اللہ تجھے وہ چیز نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں (امام احمد اور مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

جب اتنی بات منع ہے تو بھیک مانگنی خصوصًا اکثر بلاضرورت بطور پیشہ کے خود ہی حرام ہے یہ کیونکر جائز ہوسکتی ہے، ولہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے وہ ستر پیسے راہِ خدا میں اور دے کہ اس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہوں اور دوسرے محتاج کے لئے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لئے چندہ کرنا جس میں نہ غل شور ہو نہ گردن پھلانگنا نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلاشبہہ جائز بلکہ سنّت سے ثابت ہے، اور بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب اور مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ سے ثابت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔



**مسئلہ ۱۶۴ و ۱۶۵:** از شہر بریلی محلہ جامع مسجد مسئولہ عبدالرحمٰن صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگانِ دین کے مزاروں پر کسی اپنے مدعا کے حصول کے لئے بحکمِ خداوندکریم چادر کا چڑھانا یا کسی پارچے یا پھول کا معہ نعت خوانی مزار موصوف یا اثنائے راہ یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) چادر پھول میں سے لڑ توڑ کر یا بنا کر اُس وقت میلاد شریف پڑھنے والوں کے گلے میں ڈال دینا درست ہے یا نہیں؟

## الجواب

(۱) جائز ہے جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جائز ہے جبکہ باذن مالک ہو۔ واللہ تعالٰے اعلم

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشد الضالۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۰
سنن ابن ماجہ باب النہی عن انشاد الضوال فی المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۴۹

**مسئلہ ۱۶۶** از فیض آباد مرسلہ محمد خلیل ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند قرآن بوسیدہ اور تمام اوراق اُن کے پھٹ پھٹ کر علیحدہ ہوگئے ہیں اس حالت میں وہ اوراق اِدھر اُدھر زمین پر پائے جاتے ہیں اس طرح نہایت ہی خرابی ہے اور گناہ بھی بعید ہوتا ہے تو کیا اُن کو جلاکر کسی جاری پانی میں ڈالا جائے یا بے جلائے کسی کپڑے میں مع پتھر کے باندھ کر کنوئیں میں ڈالا جائے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے ثواب پائیے۔ ت)

## الجواب

اسے مثل مسلم دفن کریں یعنی ان اوراق کو جمع کرکے پاک کپڑے میں لپیٹیں اور ایسی جگہ جہاں پاؤں نہ پڑتا ہو عمیق بغلی قبر اس کے لائق کھود کر اُس میں سپرد کردیں۔ درمختار میں ہے:

المصحف اذا صار بحال لایقرأ فیہ یدفن کالمسلم[1]۔

مصحف شریف کی جب ایسی حالت ہوجائے کہ اُسے پڑھا نہ جاسکے تو پھر اُسے مسلمان کی طرح (احترام سے) دفن کردے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:



ای یجعل فی خرقۃ طاھرۃ یدفن فی محل غیر ممتھن لایؤطأ وفی الذخیرۃ وینبغی ان یلحد لہ ولایشق لہ لانہ یحتاج الی اھالۃ التراب علیہ وفی ذلک نوع تحقیر الا اذا جعل فوقہ سقفا بحیث لایصل الیہ فھو حسن ایضا[2] اھ اقول الشق قد ینھدم فاللحد اولٰی۔

یعنی اس صورت میں اُسے کسی صورت میں پاک کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسی جگہ دفن کیا جائے جہاں نہ تو اس کی توہین ہو اور نہ لوگوں کے پاؤں سے پامال ہو۔ اور ذخیرہ میں ہے مناسب یہ ہے کہ اس کے لئے "لحد" (یعنی بغلی قبر) بنائی جائے لیکن "شق" (سیدھی) نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اس پر یعنی اس کے اوپر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی کہ جس میں ایک قسم تحقیر ہے، ہاں اگر اُس قبر پر چھت بنائی جائے کہ اُس تک مٹی نہ پہنچے، تو پھر یہ بھی ایک اچھی صورت ہے اھ میں کہتا ہوں شق (سیدھی قبر) کبھی گرجاتی ہے لہذا بغلی قبر ہی زیادہ بہتر ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳

[2] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۹

ہاں جہاں زمین ایسی نرم و کمزور ہو کہ بغلی کے دھنس جانے کا اندیشہ ہو تو اڑا دے تختے مضبوط لگا کر قبر بنائیں، اور اگر اوراق تھوڑے ہوں تو سب سے اولٰی یہ کہ ایک ایک یا زیادہ کا تعویذ بنا کر اطفالِ مسلمین کو تقسیم کر دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۶۷** از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کانچ کی ایک سطح پر آیات و اذکار تیزاب و سپیدی سے اُلٹے لکھے جاتے ہیں جو دوسری طرف سیدھے دکھائی دیتے ہیں ایسے ایسے تختے و نیز کاغذ میں لکھے ہوئے آیات و اذکار کانچ میں مڑھا کر مکان میں برکت و آرائش کے لئے رکھتے ہیں ایسے مکان میں جماع کرنا بے ادبی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

جہاں قرآن کریم کی کوئی آیۂ کریمہ لکھی ہُوئی ہو کاغذ یا کسی شے پر اگرچہ اوپر شیشہ ہو جو اسے حاجب نہ ہو جب تک اُس پر غلاف نہ ڈال لیں وہاں جماع یا برہنگی بے ادبی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۶۸** از بریلی لال کورتی بازار مرسلہ نیاز احمد اینڈ سنس ۴ رجب المرجب



السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ، ہمارے پاس ہمیشہ ذیل کے مضمون کے کارڈ آتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم صراط، انعمت۔ اس کے علاوہ اور مضمون کے بھی دیتے ہیں اور لکھا ہوتا ہے ۹ یا ۱۱ مرتبہ لکھ کر مختلف لوگوں کو تقسیم ڈاک کرو ورنہ نقصان ہوگا۔ مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ کیا کرنا چاہئے؟ والسلام

## الجواب

یہ محض بے اصل بات ہے اس پر عمل نہ کیجئے، ناحق تضیع مال ہے، اور وہ دھمکی غلط و باطل ہے اُن کارڈوں پر ناخداترس لوگ آیاتِ کریمہ لکھتے ہیں کہ ان کی نوقلیں کر کے بھیجو حالانکہ وہ بے وضو بلکہ جنب بلکہ کفار کے ہاتھ میں آتی ہیں اور زمین پر رکھ کر اُن پر ڈاک کی مُہریں لگائی جاتی ہیں، قرآن عظیم کی اس بے ادبی کا وبال اُن لکھنے والوں پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۶۹** از اموٗ پور میواڑ راجپوتانہ مہارانا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس

۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے عالم یا والدین یا دینی مہتمم مدرسہ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تعظیم کرنا چاہئے یا نہیں؟

## الجواب

قرآن عظیم کی تلاوت میں سلطانِ اسلام اور عالمِ دین اور اُستادِ علم دین اور والدین کی تعظیم کرسکتا ہے ولبس۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ** ازمقام آصف آباد ڈاک خانہ بلہارپور ضلع چاندا ملک متوسط مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب ۱۶ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حمد ونعت میں آداب مقام طہارت کا بخیال حرمت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کہاں تک لحاظ کیاجانالازم ہے کہ حمد ونعت تماشا گاہوں، شادی کی مجلسوں اور دعوت کے ایسے جلسوں میں جس میں لوگ انگریزی وضع کے موافق آداب اسلام کے برعکس کرسیوں پر تجبّر سے بیٹھے ہوں اور اربابِ نشاط جمع ہوں پڑھنا جائز ہے یانہیں، اگرکوئی شخص اُس موقع پرجس کااُوپر ذکر کیاگیا ہے ادائے حمد ونعت سے بخیال ادب وحرمت تامل پذیر ہواور انکارکرے توگناہ تو لازم نہ آئے گا ایسے جلسوں میں آداب ورواجِ اسلام کے خلاف جُوتا پہنے ہوئے میز کے پاس کھڑے ہوکر جبکہ سامعین کرسیوں پرنشست رکھتے ہوں اور قاری زمین پرکھڑا ہو حمد ونعت کے متبرک الفاظ بآوازِ بلند پڑھنا جائز ہوگا اور اگرکوئی شخص جائز نہ سمجھ کر ایسے موقع پرتامل کرے توکوئی حرج تو نہیں؟

## الجواب

ادب واجلال جہاں تک ممکن ہو بہتر ہے، فتح القدیر میں ہے:

کل ماکان فی الادب والاجلال کان حسنا[1] ہروہ کام جوادب واحترام میں داخل ہو وہ اچھا ہے (ت)

تماشا گاہوں میں جہاں لوگ لہو ولعب میں مشغول ہوں اور ذکر شریف نہ سُنیں گے نعت شریف بآوازِ بلند پڑھنا ممنوع ہے جس طرح ایسی جگہ قرآن عظیم پڑھنا حرام ہے، شادی ودعوت کے جلسوں میں حالت دیکھی جائے اگرحاضرین سب اُسی بیہودہ طرز کے ہیں کہ التفات نہ کرینگے تو وہاں بھی پڑھنا منع، اور تامل وانکار کرنے والا کہ بہ نیت ادب وحُرمت انکار کرے گا ثواب پائے گا اور اگر وہاں وہ لوگ ہیں کہ متوجہ ہوکر ذکرشریف سُنیں گے اگرچہ بعض انگریزی بیہودہ فیشن کے متکبر ومتجبر بھی ہوں تو ممانعت

---

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴

نہیں اور ایسی جگہ تاویل وانکار بیجا ہے گناہ گار اب بھی نہ ہوگا جبکہ اس کی نیت ادب واحترام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۱۷۱:** از ریاست کوٹہ راجپوتانہ محلہ حیدر گڑھ مسئولہ فضل احمد امام جامع مسجد ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صحنِ مسجد داخل مسجد ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

صحنِ مسجد مسجد ہے، فقہا اسے مسجد صیفی کہتے ہیں اور حصہ مسقف کو مسجد شتوی۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۷۲:** از بمبئی ۸ مدنپورہ صفی آبادی بردکان جہانگیر مرچ مصالحہ والے مسئولہ عبدالستار صاحب یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ تعویذ کا یا آیاتِ قرآن کا نقش جداول میں لکھنا خلافِ شرع اور ناجائز ہے، عمرو کہتا ہے کہ نہیں۔ عدد میں خلافِ شرع تو نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ حرفوں میں لکھنا فضیلت رکھتا ہے، دونوں میں سے کس کا قول مطابقِ شریعت ہے؟ بیّنوا توجروا۔



## الجواب

آیاتِ کریمہ واسمائے طیبہ کی برکات سے استفادہ کے دونوں طریقے ہیں جن میں عبارت والفاظ لکھے جائیں وہ حرز کہلاتے ہیں اور زبان تکسیر میں مظہر اور اعداد والے وفق ومضمر۔ علم اوفاق امام حجۃ الاسلام غزالی وامام فخر الدین رازی وشیخ اکبر محی الدین ابن عربی وغیرہم اجلّہ اکابر سے ہے اس میں عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں بلکہ محل احراق ونحوہ میں وہی انسب ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۷۳:** سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین بڑی ٹولہ بریلی ۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا و من یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا وکان اللہ علی کل شیئ مقیتا۔[1]

جو کوئی اچھی سفارش کرے تو اس کے لئے اس میں حصہ ہے اور جو کوئی بُری سفارش کرے تو اُس کیلئے اس میں بھی حصہ ہے اور اللہ تعالٰی ہر چیز پر پوری طاقت رکھنے والا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۵

اس آیت شریف کا کیا مطلب ہے اور شفاعتِ حسنہ اور سیئہ سے کیا مراد ہے ؟

## الجواب

نیک بات میں کسی کی سفارش کرنا مثلاً سفارش کرکے مظلوم کو اُس کا حق دلا دینا یا کسی مسلمان کو ایذا سے بچا لینا یا کسی محتاج کی مدد کرا دینا شفاعتِ حسنہ ہے ایسی شفاعت کرنے والا اجر پائیگا اگرچہ اس کی شفاعت کارگر نہ ہو، اور بُری بات کے لئے سفارش کرنا مثلاً سفارش کرکے کوئی گناہ کرا دینا شفاعت سیئہ ہے اسکے فاعل پر اس کا وبال ہے اگرچہ نہ مانی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۷۴** از شہر محلہ سوداگران مسئولہ شمس الدین طالب علم مدرسہ منظرِ اسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں حضور پُر نور اعلحضرت مجدد مأتہ حاضرہ مؤید ملتہ طاہرہ قبلہ مدظلہ العالی کہ مسجد میں امام کو دبوانا کیسا ہے ؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۷۵ تا ۱۷۹** از موضع ہرن پور ضلع بریلی تحصیل نواب گنج مسئولہ فقیر بخش

( ۱ ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت پیرانِ پیر دستگیر غوث اعظم کی گیارھویں شریف میں تعظیم کو اُٹھنا جائز ہے یا نہیں ؟

( ۲ ) محرم میں ماتم یا نوحہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

( ۳ ) رافضیہ کی مجلس میں جانا جائز ہے یا نہیں ؟

( ۴ ) اولیائے کرام کے کسی مزار پر شیرینی لے جانا جائز ہے یا نہیں ؟

( ۵ ) جو کوئی کسی نیک کام کو جاتا ہو اور اس کو کوئی روکے تو اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ؟

## الجواب

( ۱ ) گیارھویں شریف میں قیام سے کوئی ممانعت شرعیہ نہیں مگر یہ تعظیم عرف مسلمین میں ذکرِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے خاص ہو رہی ہے اُس تخصیص کا لحاظ چاہیے۔

( ۲ ) ماتم و نوحہ محرم ہو یا غیر محرم مطلقاً حرام ہے۔

( ۳ ) رافضیوں کی مجلس میں جانا سخت حرام ہے۔

( ۴ ) شیرینی اگر ایصالِ ثواب کے لئے ہو اور وہاں مساکین پر تقسیم کی جائے تو حرج نہیں۔

( ۵ ) اگر وہ کام واقعی نیک ہے اور یہ کسی وجہ شرعی سے اسے نہیں روکتا تو مناع للخیر ہے اور مناع للخیر ہونا شیطانی کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۸۰** از بنارس محلہ انبیائی منڈی مسئولہ محمد عمر صاحب سنی حنفی قادری رضوی ۴ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ منجانب خلافت کمیٹی ایک روپیہ کا نوٹ شائع ہوا ہے جس میں قرآن پاک کی پوری ایک آیت لکھی پس مسلمان یا ہنود کے ہاتھ فروخت کیسا ہے کیا مسلمان اس کو ہر حالت پاکی وناپاکی میں لے سکتا ہے یا نہیں اور اس کے فروخت کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

## الجواب

اس پرچہ پر کہ ہر کس وناکس ہر پاک وناپاک ہر کافر ومشرک ہر بھنگی چمار کے ہاتھ میں جانے کے لئے وضع کیا گیا ہے، قرآن کریم کی آیت لکھنا اسے بے ادبی کے لئے پیش کرنا ہے بے وضو اس کا چھونا جائز نہیں اگر آیہ کریمہ کے سوا اس میں اور کتابت نہ ہوا اور اگر اور کتابت زائد ہے تو آیہ کریمہ جس جگہ لکھی ہے اس پر بے وضو ہاتھ لگنا حرام ہے خواہ اسی رخ ہو جدھر آیت لکھی ہے یا دوسرے رخ ہر طرف ناجائز ہے اور اسے کافر کے ہاتھ فروخت نہ کریں اور اس کا بیچنا بے ادبی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۸۱ تا ۱۸۲** از ریاست کوٹہ راجپوتانہ متصل گھنٹہ گھر مسجد مدار کا چلہ مسئولہ حافظ جان محمد امام مسجد مذکور ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں، جواب مع حوالہ کتب اہلسنت سے مرحمت فرمایا جائے:

(۱) بعد نمازِ جمعہ کوئی عالم یا میلاد خواں منبر پر بیٹھ کر میلاد شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور عام طور پر بھی منبر پر بیٹھ کر میلاد شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا منبر محض وعظ اور خطبہ ہی کے لئے ہے؟ اگر چند مسلمان زید کو بعد نماز جمعہ مسجد میں منبر پر میلاد شریف پڑھنے کے لئے بٹھائیں اور چند لوگ کہیں کہ اگر تم کو میلاد شریف پڑھنا ہے تو منبر پر مت بیٹھو بلکہ تخت پر بیٹھو ہم منبر پر نہیں پڑھنے دینگے اور نہیں پڑھنے دیا، ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے محض فقہ کی تین کتابیں پڑھی ہیں، اُردو بولنے اور صحیح املا لکھنے کی لیاقت نہیں ہے اور صرف نحو سے بالکل ناواقف ہے حتی کہ میزان الصرف نہیں جانتا بلکہ صرف ونحو کے پڑھنے کو حرام اور اس کے پڑھنے والے کو اچھا نہیں جانتا اور فارسی بھی نہیں جانتا، ایسے شخص کو منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر منبر پر بیٹھ جائے تو اس کو مسلمان منبر سے اتار سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

(۱) میلاد شریف منبر پر پڑھنا بلاشبہہ جائز ہے اور یہ فرق کہ میلاد شریف تخت پر ہو منبر پر صرف

خطبہ ووعظ ہو محض نادانی ہے، میلاد شریف ذکرِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور ذکرِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عین ذکرِ الٰہی ہے، حدیث میں ہے رب عزوجل نے فرمایا:

جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك فقد ذکرنی[1] — اے محبوب! میں نے اپنے ذکر سے تمہیں ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے بیشک میرا ذکر کیا۔

تو میلاد شریف خطبہ ووعظ بھی ہے اور خطبہ ووعظ بھی ذکرِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خالی نہیں ہوسکتے تو سب شَے واحد ہیں، اور خود صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد مدینہ طیبہ میں حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واسطے منبر بچھاتے اور وہ اُس پر قیام کرکے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی نعت اور مشرکین کا رد سناتے تھے[2] واللہ تعالٰی اعلم

(۲) منبر مسندِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، جاہل اُردو خواں اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں جبکہ وہ جاہل فاسق مثلاً داڑھی منڈا وغیرہ نہ ہو کہ اس وقت وہ جاہل سفیر محض ہے اور حقیقۃً وعظ اُس عالم کا جس کی کتاب پڑھی جائے۔ اور اگر ایسا نہیں بلکہ جاہل خود بیان کرنے بیٹھے تو اُسے وعظ کہنا حرام ہے اور اُس کا وعظ سننا حرام ہے اور مسلمانوں کو حق ہے بلکہ مسلمانوں پر حق ہے کہ اُسے منبر سے اتار دیں کہ اس میں نہی منکر ہے اور نہی منکر واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ص ۱۵

[2] سُنن ابی داؤد کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸

احیاء العلوم بحوالہ الصحیحین کتاب آداب السماع مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۲/ ۲۷۴

## رسالہ

# الکشف شافیا حکم فونوجرافیا

۱۳ ھ ۲۸

### (فونوگراف (گراموفون) کے حکم کے بارے میں تسلی بخش وضاحت)



**مسئلہ ۱۸۳:** از ریاست رامپور محلہ چاہ شور ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۲۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فونوگراف سے قرآن مجید سُننا اور اس میں قرآن شریف کا بھرنا اور اُس کام کی نوکری کرکے یا اُجرت لے کر یا ویسے ہی اپنی تلاوت کا اُس میں بھروانا جائز ہے یا نہیں اور اشعارِ حمد ونعت کے بارہ میں کیا حکم ہے اور عورات کے ناچ گانے یا مزامیر کی آواز اُس سے سُننا بھی ایسا ہی حرام ہے جس طرح اُس سے باہر سُننا یا کیا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

## الجواب

الحمد للہ الذی انزل القراٰن ذکرا للعٰلمین واغنانا بہ عن الغنا الخبیث ولھو الحدیث وملاھی المبطلین وحرم بغیرتہ ورحمتہ

سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے کہ جس نے تمام جہانوں کی پند ونصیحت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کی برکت سے ہمیں خبیث گانوں، کھیل کی باتوں اور اہلِ باطل کے کھیل وتماشوں سے بے نیاز کردیا، اور اپنی غیرت اور رحمت کی وجہ سے

الفواحش والفتن ما ظهر منها وما بطن والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا ومولٰینا محمد سید المرسلین المبعوث بزهق المعازف والمزامیر وکل لهو مهین وعلیٰ اٰله وصحبه الذین هم لعهدهم بتعظیم الذکر راعون وبلا طمع اجرة ولا کرا موفون المنتجبین المجتنبین عن لهو الحدیث الذین میز الله بسعیهم ورعیهم الطیب من الخبیث ما اطرب الورقاء بالالحان وغنّ القمری فی الافنان. اٰمین!

فحش (یعنی بیحیائی کے کام) اور کھلے اور پوشیدہ فتنے حرام کردئے۔ اور درود وسلام ہمارے آقا ومولیٰ پر ہو جو محمد (کریم) تمام رسولوں کے سردار اور مقتدا ہیں کہ جن کو گانے بجانے کے آلات واسباب اور ہر ذلیل کھیل وتماشہ کے مٹانے (اور ختم کرنے) کےلئے بھیجا گیا (نیز درود وسلام) ان کی تمام آل اور تمام ساتھیوں پر ہو کہ جو تعظیم ذکر کی وجہ سے اپنے عہد وپیمان کی رعایت کرتے رہے۔ اور یہ بغیر لالچ اجرت اور کرایہ کے عہد پورا کرتے ہیں وہ شرافت رکھنے والے اور کھیل کی باتوں سے بچنے والے تھے۔ یہ وُہ پاکیزہ لوگ تھے کہ جن کی کوشش اور رعایت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے پاک کو ناپاک سے الگ اور جُدا کردیا (اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے) جب تک فاختائیں خوش الحانی سے بولتی رہیں اور قمریاں شاخوں پر (جھوم کر) گیت گاتی اور خوش آوازی کرتی رہیں یا اللہ! اس دُعا کو شرفِ قبولیت سے نواز دے۔ (ت)

اس مسئلہ حادثہ میں کلام سے پہلے ایک مبحث جلیل کی تمہید ضرور جس پر انکشافِ احکام مقصور، وہ فوٹوگراف سے فونوگراف کا اظہار فرق ہے فوٹو کی تصویر اپنی ذی الصورہ سے مباین اور اس کی محض ایک مثال وشبیہ ہوتی ہے بخلاف اس آلہ کے کہ اس میں اگر کسی قاری کی تلاوت بھری گئی تو اس میں حقیقۃً قرآن عظیم ہی ودیعت ہوا اور اس سے جو سُنا جائے گا وہ حقیقتاً اُسی قاری کی آواز ہوگی اور اس سے جو ادا ہوا وہی قرآن عظیم ہوگا جو اس نے پڑھا نہ یہ کہ مسموع اس کی آواز کی کوئی حکایت وتصویر ہو اور یہ جو ادا ہوا قرآن مجید نہ ہو اس کی مثال ونظیر ہوئی ہیں اگر آلاتِ طرب وغیرہا کی آواز ہے تو وہ بھی حقیقۃً وہی آواز ہے نہ کہ اس کا نشان وپرداز،

کما توهمه بعض فضلاء العصر وهو العلامة السید محمد عبد القادر الاهدل الشافعی المقیم الاٰن بحدیدة اذ جمع فیه رسالة سماها

جیسا کہ بعض فضلائے زمانہ کو وہم ہوگیا (اور مغالطہ لگ گیا) اور وہ علامہ سید محمد عبد القادر اہدل شافعی ہیں جو آجکل حدیدہ میں رہائش پذیر ہیں، انھوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا کہ انھوں نے

"القول الواضح فی رد الخطاء الفاضح"
زعم فیها ان ما یسمع من
ذلك الصندوق لیس اصوات الاصل
ولا مساویا لها انما یشبههما
فی اصل الصوت كالصدا و
هولها كالخیال من عالم
المثال وبنی علیه جواز ان
تسمع منه اصوات الآلات اذ
ما هی هی وما یتعدی حكم
الاصل الی الحكایة كما قال ابن حجر
المكی وغیره فی رؤیة صورة عورة
المرأة فی المرأة وقد كنت
كتبت فی ابطال هذا الوهم عدة
فی مكة المكرمة فی صفر سنة ۱۳۲۴ھ حین
عرض علی صاحبنا الفاضل الكامل
النبیل النبیه ذو قلب فقیه و
طبع وقاد وذهن نقاد الشیخ
محمد علی المكی المالكی امام المالكیة
ومدرس المسجد الحرام ابن
مفتیهم بها مولینا العلامة
المرحوم بكرم الله تعالی الشیخ
حسین الازهری المكی
رسالة له فی هذا الباب
سماها "انوار الشروق فی
احكام الصندوق" وهو حفظه الله

اس کا نام القول الواضح فی رد الخطاء الفاضح
(یعنی بالکل واضح اور ظاہر بات، رسوا کرنیوالی خطا
کے بیان میں) رکھا پس انھوں نے اس میں یہ خیال کیا کہ
جو کچھ اس صندوق سے سُنائی دیتا ہے وہ اصل
آواز اور اُس کے مساوی نہیں بلکہ وہ اصل آواز
کی شبیہ ہے۔ جیسے آواز بازگشت اور اس کی
گونج، جیسے خیال، عالَمِ مثال سے۔ اور اس پر یہ
بنیاد رکھی کہ آلات سے آوازیں سُننی جائز ہیں، کیونکہ
وہ آوازیں اصلی اور حقیقی آوازیں نہیں اور حکمِ اصل
حکایت کی طرف متجاوز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر
وغیرہ نے ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ آئینہ میں جائے ستر
کی صورت کا دیکھنا اور میں نے اس وہم کو باطل
قرار دینے پر چند اوراق مکہ مکرمہ کی اقامت کے زمانے
ماہِ صفر ۱۳۲۴ھ میں تحریر کئے جب میرے
سامنے ہمارے دوست (ساتھی) کامل، فاضل،
شریف، سمجھدار، فقیہ دل رکھنے والے، بھڑکیلی
طبیعت اور ناقد ذہن رکھنے والے، شیخ محمد علی مکی،
مالکی (امام مالک کے پیروکار) جو کہ مذہب امام
مالک رکھنے والوں کے امام اور مسجد حرام میں مدرس
اور وہاں اُن کے مفتی کے صاحبزادے ہیں، اور
وہ مولانا علامہ، اللہ تعالےٰ کے کرم سے اُن پر
رحم کیا جائے، شیخ حسین ازہری، مکی ہیں۔ اس
باب میں اپنا ایک رسالہ بنام انوار الشروق فی
احکام الصندوق (یعنی چمکیلے انوار، صندوق کے
احکام شرعی کے بیان میں) انھوں نے مجھے پیش کیا اللہ تعالیٰ

تعالیٰ اجاد فی تحریم سماع الطرب المعتاد لاھل الفساد من فونوغرافیا و بینہ بیانا کافیا و ذھب ایضا الیٰ تحریم سماع القرآن العظیم مطلقا منہ وسنحقق الامر فیہ کما ستری ان شاء اللہ تعالیٰ۔

انکی حفاظت فرمائے کہ انھوں نے اہلِ فساد کے لئے فونوگراف سے راگ سننے کی حرمت بیان کرنے میں کمال کردیا (بہت اچھا رول ادا کیا) اور کافی بیان فرمایا اور اِس طرف بھی گئے ہیں کہ اُس سے مطلقاً قرآن عظیم سُننا حرام ہے، ہم انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب اس امر کی تحقیق پیش کریں گے جیسا کہ تُو دیکھ رہا ہے۔(ت)

یہاں ہم کو دو باتیں بیان کرنی ہیں، ایک یہ کہ فونو سے جو سُنی جاتی ہے وہ بعینہٖ اُسی آواز کنندہ کی آواز ہوتی ہے جس کی صوت اس میں بھری ہے قاری ہو خواہ متکلم خواہ آلۂ طرب وغیرہا۔ دوسرے یہ کہ بذریعۂ تلاوت جو اس میں ودیعت ہوا پھر بتحریک آلہ جو اس سے ادا ہوگا سُنا جائے گا حقیقۃً قرآن عظیم ہی ہے۔ ان دونوں دعووں کو دو **مقدموں** میں روشن کریں و باللہ التوفیق (اللہ تعالےٰ ہی کے کرم سے حصولِ توفیق ہے۔ ت):

**مقدمہ اُولیٰ** کا بیان ان امور کی تحقیق چاہتا ہے



(۱) آواز کیا چیز ہے؟

(۲) کیونکر پیدا ہوتی ہے؟

(۳) کیونکر سننے میں آتی ہے؟

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے۔

(۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

(۶) آواز کنندہ کی طرف اُس کی اضافت[عہ] کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کس چیز کی۔

(۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں۔

ہم اس بحث کو بعونہٖ تعالیٰ ایسی وجہ پر تقریر کریں کہ ساتوں سوالوں کا جواب اُسی سے منکشف ہو **فاقول** و باللہ التوفیق (اللہ تعالےٰ کی توفیق ہی سے میں کہتا ہوں۔ ت) ایک جسم کا دوسرے سے بقوت ملنا جسے قرع کہتے ہیں یا بسختی جدا ہونا کہ قلع کہلاتا ہے جس ملائے لطیف مثل ہوا یا آب میں واقع ہو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکل و تکیف لاتا ہے اسی شکل و کیفیت

---

عہ یعنی صفت کی اضافت ہے موصوف کی طرف یا فعل کے فاعل کی طرف یا کیا ۱۲ منہ

مخصوصہ کا نام آواز ہے اسی صورت قرع کی فرع ہے کہ زبان و گلوئے متکلم وقت تکلم کی حرکت ہوائے دہن کو بجا کر اس میں اشکالِ حرفیہ پیدا کرتی ہے یہاں وہ کیفیتِ مخصوصہ اس صورت خاصۂ کلام پر بنتی ہے جسے قدرتِ کاملہ نے اپنے ناطق بندوں سے خاص کیا ہے، یہ ہوائے اوّل یعنی جس پر ابتداءً وہ قرع و قلع واقع ہوا جیسے صورتِ کلام میں ہوائے دہن متکلم اگر بعینہٖ ہوائے گوش سامع ہوتی تو یہیں وہ آواز سُننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں لہذا حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوشِ سامع تک پہنچانے یعنی ان تشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بنانے کے لئے سلسلۂ تموج قائم فرمایا، ظاہر ہے کہ ایسے نرم و تر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں کوئی پتھر ڈالو یہ اپنے مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا وُہ اپنے متصل وہ اپنے مقارب کو جہاں تک کہ اس تحریک کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت و رطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے لہذا قرع اوّل سے کہ ہوائے اوّل متحرک و متشکل ہُوئی تھی اس کی جنبش نے برابر والی ہوا کو قرع کیا اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا اب اس ہوائے سوم میں مرتسم ہوئیں یوں ہی ہوا کے حصے بوجہ تموج ایک دوسرے کو قرع کرنے اور بوجہ قرع وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخِ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا اور پردہ کھچا ہے یہ موجی سلسلہ اُس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہو کر اس پٹھے کو بجایا یہاں بھی بوجہ جوف ہوا بھری ہے اس قرع نے اس میں بھی وہی اشکال و کیفیات جن کا نام آواز تھا پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوحِ مشترک میں مرتسم ہو کر نفسِ ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض باذن اللہ تعالٰی ادراکِ سمعی حاصل ہوا۔ الحاصل ہر شَے کا سبب حقیقی ارادۂ اللہ عزوجل ہے بے اُس کے ارادے کے کچھ نہیں ممکن اور وُہ ارادہ فرمائے تو اصلاً کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالمِ اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی یہ قرع و قلع ہے اور اس کے سُننے کا وُہ تموج و تجدد و قرع و طبع تا ہوائے جوفِ سمع ہے متحرک اوّل کے قرع سے ملاء مجاور میں جو شکل و کیفیت مخصوصہ بنی تھی کہ شکل حرفی ہُوئی تو وہی الفاظ و کلمات تھے ورنہ اور قسم کی آواز اس کے ساتھ قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش دی اس کی جنبش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہی ٹھپا کہ اس میں بنا تھا اُس میں اُتر گیا یُونہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں اگرچہ جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج و قرع میں ضعف آتا جاتا اور ٹھپا ہلکا پڑتا ہے ولہذا دُور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف صاف سمجھ نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموج کہ موجبِ قرعِ آئندہ تھا ختم ہو جاتا ہے اور عدمِ قرع سے اس تشکل کی کاپی برابر والی ہوا میں نہیں اُترتی آواز یہیں تک ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تموج ایک مخروطی شکل پر ہوتا ہے جس کا

قاعدہ اُس متحرک و محرک اوّل کی طرف ہے اور راس اُس کے تمام اطراف مقابلہ میں جہاں تک کوئی مانع نہ ہو جس طرح زمین، یہ مخروط ظلی اور آنکھ سے مخروط شعاعی، نہیں نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے بخلاف مخروط ظل کہ صرف جہت مقابل جرم مضی مخروط شعاع بصر کہ تنہا سمت مواجہہ میں بنتا ہے ان مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹھپا سب تک پہنچے گا سب اُس آواز و کلام کو سنیں گے اور جو کان ان مخروطوں سے باہر رہے وہ نہ سنیں گے کہ وہاں قرع و قلع واقع نہ ہوا اور ٹھپوں کے تعدد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزار آوازیں تھیں کہ ان ہزار اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی اگرچہ عند التحقیق اس کی وحدت نوعی ہے نہ کہ شخصی۔ اس تقریر سے بحمد اللہ تعالٰی وہ ساتوں سوال منکشف ہوگئے۔

(۱) آواز اُس تشکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے قول مشہور میں کہ ہوا کی تخصیص فرمائی مواقف اور اس کی شرح میں ہے:

الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھواء یحملھا الھواء الی الصماخ[۱] — آواز ایک ایسی کیفیت (حالت) ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ پھر ہوا ہی اسے اٹھا کر (یعنی اوپر سوار کرکے) کانوں کے پردے تک پہنچا دیتی ہے۔ (ت)

مقاصد اور اُس کی شرح میں ہے:

کیفیۃ تحدث فی الھواء بسبب تموجہ[۲] الخ۔ — "آواز" ایک ایسی کیفیت ہے کہ جو ہوا میں اس کی موج پیدا ہونے سے پیدا ہوتی ہے الخ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ نظریہ اکثر ہے ورنہ ملائے آب میں بھی آواز سنی جاتی ہے، دو شخص چند گز کے فاصلہ سے تالاب میں غوطہ لگائیں اور اُن میں ایک دو اینٹیں لے کر بجائے تو دوسرے کو اُن کا کھٹکا مسموع ہوتا ہے اور اس آواز کا حامل پانی ہی ہے اور کان تک موصل اُسی کا تموج کہ پانی کے اندر ہوا نہیں ہوتی، ہاں پانی اتنا تر و لطیف نہیں جس قدر ہوا ہے لہذا اس کا تشکل و تادیہ دونوں بہ نسبت ملائے ہوا کے ضعیف ہوتے ہیں۔

(۲) اُس کا اور تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادۂ الٰہی ہے دوسری چیز اصلاً نہ موثر

---

[۱] شرح المواقف النوع الثانی المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۰

[۲] شرح المقاصد " دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

نہ موقوف علیہ، اور آواز کا ظاہری و عادی سبب قریب قلع و قرع ہے۔ فقیر نے اس میں قدما کا خلاف کیا ہے عملا بالمتیقن وتجافیا عن الجزاف (یقینی بات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور بے تکی اور بے اصولی باتوں سے کنارہ کش ہوتے ہوئے۔ت) وہ قلع وقرع کو سبب بعید اور تموّج کو سبب قریب بتاتے ہیں یعنی قرع سے ہوا میں تموّج ہُوا اور تموّج سے وہ شکل وکیفیت کہ مسمّی بہ آواز ہے پیدا ہوئی۔ مواقف وشرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الهواء[1]

آواز کا سبب قریب اس میں موج پیدا ہونا ہے۔(ت)

مقاصد وشرح میں ہے:

تحدث بالتموج المعلول للقرع والقلع[2]

آواز ہوا کے تموّج سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع" اور "قلع" کے لئے معلول، اور وہ دونوں اس کے حدوث کے لئے علت ہیں (ت)۔

[ایک جسم کا دوسرے جسم میں پوری قوت سے ملنا "قرع" اور سختی سے الگ ہونا "قلع" کہلاتا ہے۔مترجم]



مطالع الانظار اصفہانی شرح طوالع الانوار علامہ بیضاوی میں ہے:

القرع والقلع سبب التموج الذی هو سبب قریب للصوت[3]

"قرع" اور "قلع" موجِ ہوا کا سبب ہیں اور وہ آواز کا سبب قریب ہے۔(ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہ اقوال خود ہمارے علماء کے نہیں بلکہ فلاسفہ کے ہیں شرح مقاصد میں ارشاد فرمایا:

الصوت عندنا یحدث بمحض خلق الله تعالٰی من غیر تاثیر بتموج الهواء والقرع والقلع کسائر الحوادث وکثیرا ما تورد الأسماء الباطلة

آواز ہمارے نزدیک محض تخلیق خداوندی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اس میں تموّجِ ہوا اور قرع، قلع کی کوئی مستقل تاثیر نہیں۔اور یہ حدوث باقی تمام حوادثات کی طرح ہے، اور بسا اوقات فلاسفہ

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۵۸-۲۵۷
[2] شرح المقاصد " المسموعات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶
[3] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار

للفلاسفة من غير تعرض لبیان البطلان الا فیما یحتاج الی زیادة بیان والصوت عندھم کیفیة تحدث فی الھواء بسبب تموجه المعلول للقرع والقلع[1]

کے افکار باطلہ کو تو پیش کر دیا جاتا ہے لیکن اُن کے بُطلان کو نہیں بیان کیا جاتا مگر جبکہ اضافہ بیان کی ضرورت ہو۔ آواز اُن کے نزدیک ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا میں اس کے تموّج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع" اور "قلع" کا معلول ہے (اور وہ دونوں اس کی علت ہیں)۔ (ت)

فلاسفہ خطا کاری و غلط شعاری کے عادی ہیں اور مقتضائے نظر صحیح یہی ہے کہ اُس کیفیت کے حدوث کو قلع و قرع بس ہیں تموّج کی حاجت نہیں،

**اوّلاً** قرع و قلع سے ہوا دبے گی اور اپنی لطافت و رطوبت کے باعث ضرور اس کی شکل و کیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموّج نہیں بلکہ اس کے سبب اس کی ہوائے مجاور متحرک ہوگی اور وہ اپنی متصل ہوا کو حرکت دے گی یہاں یہ صورت تموّج کی ہے، خود مواقف و شرح میں فرمایا،

لیس تموجه ھذا حرکة انتقالیة من ھواء واحد بعینه بل ھو صدم بعد صدم وسکون بعد سکون فھو حالة شبیھة بتموج الماء فی الحوض اذا القی حجر فی وسطه[2]۔

بعینہٖ ایک ہوا کا "تموّج" حرکتِ انتقالی نہیں، اس لئے کہ بار بار دباؤ اور سکون بعد سکون ہے لہذا یہ اس حالت کے بالکل مشابہ ہے کہ جب کسی تالاب کے درمیان پتھر پھینکا جائے تو پانی میں موج (اور لہریں) پیدا ہو جاتی ہیں (ت)

شرح مقاصد میں فرمایا:

المراد بالتموج حالة مشبھة بتموج الماء تحدث بصدم بعد صدم وسکون بعد سکون[3]۔

تموّج سے مراد ایک ایسی حالت ہے جو پانی کے تموّج سے مشابہ ہے اور وہ نوبت بہ نوبت ٹکراؤ اور سکون بعد سکون کے پیدا ہوتی ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ مقروع اوّل میں جو تکیف و تشکل ہوا اس کے لئے صرف اُسی کا انفعال درکار تھا بعد کے موجی سلسلہ کو اس میں کیا دخل۔ اگر فرض کریں کہ مقروع اوّل کے بعد ہوا نہ ہوتی یا وہ قرع کا اثر

---

[1] شرح المقاصد النوع الثالث دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶
[2] شرح المواقف " المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۵۹
[3] شرح المقاصد " " دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۶

نہ قبول کرتی تو خود اس میں تشکل کیوں نہ آتا حالانکہ اس نے دب کر قرع کا اثر قبول کرلیا۔

ثانیاً اگر تشکل مقروع اپنے بعد کے اجزاء متحرک ہونے کا محتاج ہو تو چاہئے کہ تموج باقی رہے اور تشکل ختم ہوجائے کہ اگر بعد کے اجزائے متموجہ بھی متشکل ہوں تو اُن کو اپنے بعد کے اجزاء کا تموج درکار ہوگا تو یا سلسلہ تموج میں تسلسل آئے گا یا سبب سے مسبب متخلف ہوجائے گا اور دونوں باطل ہیں ہاں بظاہر تموج اس لئے درکار ہے کہ مقروع اوّل سے اجزائے متصلہ میں نقل تشکل کرے کہ مقروع اول دب کر اپنے متصل دوسرے جُز کو قرع کرے گا اور وہ اسی شکل سے متشکل ہوگا پھر اس کے دبنے سے تیسرا مقروع و متشکل ہوگا اس کی حرکت سے چوتھا الاماشاء اللہ تعالٰی اور حقیقۃً قرع ہی تموج کا بھی سبب ہے اور تشکل کا بھی، قرعات متوالیہ نے تموج مذکور پیدا کیا اور ہر قرع نے اپنے مقروع میں تشکل تموج کو دخل کہیں بھی نہ ہوا،

وتفصیل القول ان التموج ھو الاضطراب والاضطراب ھو التضارب بین اجزاء الشیئ و ذلک اما بان یعلو بعضہ ینحدرک فی الفوران او یذھب و یجیئ الی غیر جھۃ العلو والسفل کما فی الترجرج و فیھما التضارب حقیقۃ لان الجزء الضارب اولاً یصیر مضروبا بالعکس و اما بان یضرب جزء الاول والثانی الثالث وھکذا وھذا ھو الواقع فی تموج الماء والھواء واما ما کان فلا بد فی التموج من حرکات متوالیۃ ولا یقال لشکل ما ھو وانتقل ماج واضطرب فزید الماشی لیس متموجا لا لغۃً ولا عرفاً

اور اس بات کی پوری وضاحت یہ ہے کہ "تموج" (یعنی ہوا میں موج پیدا ہونا) اضطراب ہے۔ اور اضطراب، اجزائے شئے کے درمیان انقسام ہے یعنی اس کا اجزائے شئے کے درمیان منقسم ہوجانا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ کچھ اجزاء بلند ہوجائیں تو پھر تیرا جوش سُست اور ماند پڑے گا۔ یا وہ بلندی اور پستی کے علاوہ کسی دوسری سمت کی طرف آئیں اور جائیں جیسا کہ آمد و رفت کی حرکت میں ہُوا کرتا ہے۔ اور ان دونوں میں درحقیقت انقسام (تضارب) ہوگا۔ اس لئے کہ جزء ضارب، اولاً مضروب ہوگا و بر عکس۔ یا پہلا جزء دوسرے کو اور وہ تیسرے کو اور اسی طرح آخر تک۔ پس پانی اور ہوا کے تموج میں یہی واقع ہے۔ لیکن جو بھی ہو تو اس کے تموج میں لگاتار حرکات ضروری ہیں۔ اور شکل کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیا ہے۔ البتہ موج والی چیز منتقل اور مضطرب ہوگی۔ لہذا زید

هذا ما نعرف من معنی التموج، والھواء بنفس القرع ینفظ و یتشکل و تکیف ولا .....[1] علی توقفه علی تکرس .....[2] و امکان قرع الھواء یوجب فیه الموج ولابد۔

ماشی (چلنے والا) لغت اور عرف میں "متموج" نہیں (یعنی موج والا)، کیونکہ تموج سے ہم یہ مفہوم نہیں سمجھتے۔ اور ہوا نفسِ قرع سے دھکیلی جاتی ہے اور متکیف ہوکر متشکل ہوجاتی ہے اور مکرر ہونے پر اس کا توقف نہیں ....... قرع ہوا کا امکان بلاشبہہ اس میں موج پیدا کردیتا ہے۔ (ت)

اگر کہئے قرع کافی نہیں جب تک مقروع اس کا اثر قبول نہ کرے اور اس کا تاثر وہی تحرک ہے اور اسی کو تموج سے تعبیر کیا اگرچہ حقیقتِ تموج وُہ ہی کہ اوپر گزری۔

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) **اولاً** اس میں تسلیم ایراد ہے کہ تموج سے نفس تحرک مقروع مراد ہے۔

**ثانیاً** یہ کہنا ایسا ہے کہ فاعل کافی نہیں جب تک معلول اُس کا اثر قبول نہ کرے تو سبب قریب فاعل نہیں بلکہ معلول کا انفعال ہے۔

ھو کما تری و تحقیقه ان التشکل وان لم یکن الامع التحریك و لو لم یتحرك لم یتشکل و سلمنا ان ھذہ لیست معیة معلولی علة کوجود النھار واستضاءة الارض بالقیود المعلومیة لدی العارف بل للتحرك مدخل فی التشکل لکن لا نسلم ان التحرك مرسم الشکل و یفیض الکیفیة بل مرسم ھو القرع وان کان مشروطا بالتحرك فجعل التموج ای التحرك

وہ جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے، اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ تشکل بغیر تحریک نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تحرک نہ ہو تو پھر تشکل نہ ہوگا۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ "معیت" علت کے دُو معلولوں جیسی معیت نہیں جیسے وجود نہار۔ اور زمین کی روشنی اُن قیود کے ساتھ جو ایک عارف کو معلوم ہی ہیں بلکہ "تحرک" کو تشکل میں ایک گونہ دخل ہے لیکن ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ "تحرک" مرسمِ تشکل اور مفیضِ کیفیت ہے۔ بلکہ مرسم "تشکل" "قرع" ہے اگرچہ وہ مشروط بالتحرک ہے ———— لہٰذا تموج یعنی تحرک کو

---

[1] و [2] یہاں کچھ الفاظ رہ گئے ہیں اس لئے مفہوم واضح نہیں۔ مترجم

سببا قریبا ناشئ عن اشتباہ الشرط بالسبب کمن یزعم ان قبول المعلول اثر العلۃ ھو السبب القریب لہ فافھم و اعلم واللہ تعالٰی اعلم ھذا و استدل العلامۃ قدس سرہ فی شرح المواقف علی کون التموج سببہ القریب بانہ شئ حصل حصل الصوت واذا انتفی انتفی فانا نجد الصوت مستمرا باستمرار تموج الھواء الخارج من الحلق والاٰلات الصناعیۃ و منقطعا بانقطاعہ وکذا الحال فی طنین الطست فانہ اذا سکن انقطع لانقطاع تموج الھواء حینئذ اھ

**اقول اولا** لا تموج عند المقروع الاول حین ھو مقروع و ان حصل حین کونہ قارعا والصوت موجود فیہ لکونہ مقروعا لا لکونہ قارعا و **ثانیا** ینقطع فیما بعد بانقطاع التموج لا لانقطاع القرع لان القرع فی

سببِ قریب' قرار دینا (یہ بات) اس اشتباہ سے پیدا ہوگئی کہ شرط کو سبب سمجھ لیا گیا۔ اُس شخص کی طرح جو یہ گمان کرتا ہے کہ معلول کا علّت کے اثر کو قبول کرلینا اس کے لئے "سببِ قریب" ہونے کی دلیل اور علامت ہے۔ پس اس بات کو سمجھ لیجئے اور اچھی طرح جان لیجئے۔ اور اللہ تعالٰے سب سے بڑا عالم ہے۔ علامہ قدس سرہٗ نے شرح مواقف میں استدلال کیا کہ آواز کے لئے "تموّج" سبب کے قریب ہے کیوں؟ اس لئے کہ جب تموّج پیدا ہو تو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور جب تموّج منتفی ہو تو آواز بھی منتفی ہوجاتی ہے کیونکہ ہم آواز کا استمرار حلق اور آلاتِ صناعیہ سے نکلنے والی ہوا کے تموّج کے استمرار سے پاتے ہیں۔ اور تموّج میں انقطاع سے آواز کا انقطاع پیدا ہوجاتا ہے۔ اور طشت کی چھنکار کا بھی یہی حال ہے۔ جب وہ ساکن ہوجائے تو آواز ختم ہوجاتی ہے کیونکہ اس وقت تموّجِ ہوا میں انقطاع پیدا ہوگیا اھ ـــــ

**اقول** (میں کہتا ہوں) **اولاً** مقروعِ اول بحیثیت مقروعِ اول ہونے کے اس میں کوئی تموّج نہیں ہاں البتہ اس میں تموّج پیدا ہوجائے گا جبکہ وہ قارع ہوگا۔ اور آواز اس میں موجود ہوگی اس لئے کہ وہ مقروع ہے نہ اس لئے کہ وہ قارع ہے۔ **وثانیاً** ازیں بعد آواز ختم ہوجاتی ہے



---

لہ شرح المواقف النوع الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۵۸

الاجزاء الاخیرۃ انما یصل علی وجہ التموج کما عرفت **و ثالثا** الشیئ ینقطع بانقطاع شرطہ فلا یفید السببیۃ فضلا عن الاقربیۃ وتمسک بعضہم بانہم انما لم یجعلوا القرع و القلع سببین للصوت ابتداء حتی یکون التموج والوصول الی السامعۃ سببا للاحساس بہ لا لوجودہ نفسہ بناء علی ان القرع وصول والقلع لاوصول وھما اٰنیان فلا یجوز کونہما سببین للصوت لانہ زمانی اھ[1] **اقول** التموج حرکۃ والحرکۃ زمانیۃ فکیف صار الاٰنی سببا لہ وان جاز فلم لم یجز ان یکون سببا للصوت ابتداء **وقرر** بان التموج ان کان اٰنیا فقد جعلوہ سببا للصوت الزمانی وان کان زمانیا فقد جعلوا القرع والقلع الاٰنیین سببا لہ فجعل الاٰنی سببا للزمانی لازم علی کل تقدیر[2] واجاب عنہ العلامۃ

اس لئے کہ تموج منقطع ہوجاتا ہے کیونکہ قرع منقطع ہوگیا کیونکہ آخری اجزاء میں قرع علی وجہ التموج پہنچتا ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ **ثالثاً** انقطاعِ شرط کی وجہ سے شئے منقطع ہوجاتی ہے (یعنی شرط نہ ہو تو مشروط بھی نہ پایا جائے گا) لہذا یہ سبب ہونے کے لئے مفید نہیں چہ جائیکہ قریب ہونے کے لئے مفید ہو۔ اور بعض لوگوں نے یہ استدلال پیش کیا کہ اہلِ علم نے قرع اور قلع کو ابتداءً آواز کے لئے سبب نہیں قرار دیا حتی کہ تموج اور وصول الی السامعۃ اسکے احساس کا سبب ہوجائیں نہ کہ اس کے نفسِ وجود کا، اس لئے کہ قرع وصول ہے اور قلع لاوصول ہے۔ اور وہ دونوں "آنی" ہیں لہذا یہ دونوں آواز کیلئے سبب نہیں ہوسکتے اس لئے کہ وہ زمانی ہے اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) تموج، حرکت ہے اور حرکت ، زمانی ہوا کرتی ہے۔ پھر جو چیز آنی ہے وہ اس کا کیسے سبب ہوسکتی ہے۔ اور اگر یہ جائز ہے تو پھر یہ کیوں نہیں جائز کہ ابتداءً آواز کے لئے سبب ہو۔ اور اسکی تقریر یُوں کی گئی کہ "تموج" آنی ہے تو خود انھوں نے اس کو صورت زمانی کے لئے سبب قرار دیا ہے اور اگر وُہ زمانی ہے تو پھر انھوں نے قرع اور قلع جو کہ دونوں آنی ہیں اس کے لئے سبب ٹھہرائے۔ گویا ہر تقدیر پر آنی کا زمانی کے لئے سبب ہونا

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۰

[2] " " " " " " " " " "

السید الشریف بانه لامحذور فیه
اذا لم یکن السبب علة تامة
اوجزء اخیرا منها اذ لا یلزم
حینئذ ان یکون الزمان
موجودا فی الآن[1] اھ اقول فلم
لایقال مثله فی سببیة القرع
للصوت و تخلل نحو شرط ینفی
کونه جزء اخیرا ولاینافی کونه
سببا قریبا کما لایخفی، وتعقب
بالتمسك المذکور فی الصحائف
بما قد کان ظهر للعبد الضعیف
اول ما نظرت التمسك وھو لنا
لانسلم ان الصوت زمانی لان
بعض الحروف آنی کما یجیئ
مع انه صوت اھ، قال
الحسن چلپی ولا یخفی علیك
اندفاعه بما مر من ان
الحرف عارض للصوت
لانفسه[2] اھ اقول لایخفی علیك
اندفاعه بما یاتی للعلامة حسن
نفسه ان کون الحرف
عبارة عن تلك الکیفیة العارضة

لازم آیا - علامہ سید شریف جرجانی نے اس کا یہ
جواب دیا کہ اس میں کوئی محذور اور ممانعت
نہیں جبکہ سبب علت تامہ یا علت تامہ کا جزء
آخری نہ ہو کیونکہ پھر زمانے کا آن میں موجود ہونا لازم
نہیں آتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیوں
نہ کہا جائے کہ اس قسم کا معاملہ قرع کا صوت کے
سبب ہونے میں ہے اور شرط جیسی چیز کا تخلل
(درمیان میں گھس جانا) اس کے جزء اخیر ہونے کی
نفی کرتا ہے۔ لیکن اس کے سبب قریب ہونے کی
نفی نہیں کرتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور صحائف
میں استدلال مذکور کا ایک ایسے کلام سے تعاقب
کیا گیا جو اس بندۂ ضعیف پر پہلی ہی مرتبہ استدلال
کو ایک نظر دیکھنے سے ظاہر ہوا، اور معلوم ہوا کہ
وہ ہمارا استدلال ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آواز
زمانی ہے کیونکہ بعض حروف آنی ہیں جیسا
کہ آگے آئیگا حالانکہ وہ آواز ہیں اھ علامہ حسن
چلپی نے فرمایا اس کا دفاع تم پر گزشتہ کلام کی وجہ سے
بالکل پوشیدہ نہیں کہ حروف آواز کو عارض ہوتے
ہیں لہذا خود آواز نہیں اھ اقول خود علامہ موصوف
کے آئندہ کلام کے پیشِ نظر تم پر اس کا رد
مخفی نہیں (اور وہ یہ ہے کہ) حرف کا کیفیت عارضہ
للصوت سے عبارت ہونا شیخ ابو علی ابن سینا



---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶
[2] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف " " " " " " " "

للصوت انما هو عند الشیخ (یعنی ابن سینا شیخ المتفلسفین) وعند جمع من المحققین الحرف هو الصوت المعروض للکیفیة المذکورة اھ[1] اما ما قال بعدہ ان الاشبه بالحق انها مجموع العارض والمعروض کما صرح به البعض وسیشیر الیه الشارح فیما سیأتی[2] اھ اراد به قول العلامة ان الحرف قد یطلق علی الهیأة المذکورة العارضة للصوت وعلی مجموع المعروض والعارض وهذا انسب بمباحث العربیة اھ[3] فحسبك فی دفعه ما نقل هو عنه قدس سره ان اصحاب العلوم العربیة یقولون الکلمة مرکبة من الحروف ویقولون للکلم انه صوت کذا فلو لم یکن الحروف عندهم مجموع العارض والمعروض بل عارض الصوت فقط لما صح منهم ذلك اھ[4] وانت تعلم ان القول بالمجموع وان کان اقرب الی قول ائمة العربیة ان الکلمة صوت لانه حینئذ

شیخ الفلاسفہ کے نزدیک ہے۔ لیکن ایک گروہ محققین کے نزدیک حرف صوت معروض برائے کیفیت مذکورہ سے عبارت ہے اھ لیکن اس کے بعد علامہ موصوف نے فرمایا کہ حق سے زیادہ مشابہ یہ ہے کہ حرف عارض ومعروض کے مجموعہ کا نام ہے جیسا کہ بعض نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور آئندہ کلام میں شارح اس کی طرف اشارہ فرمائیں گے اھ اس سے علامہ موصوف کا وہ قول مراد ہے کہ کبھی حرف کا ہیئت مذکورہ عارضہ للصوت پر اطلاق کیا جاتا ہے، اور کبھی عارض ومعروض کے مجموعہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ اور یہ عربی مباحث کے زیادہ مناسب ہے اھ اور تجھے اسکے دفاع میں وہی کافی ہے جو حسن چلپی نے شارح علامہ قدس سرہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب علوم عربیہ فرماتے ہیں کہ "کلمہ" حروف سے مرکب ہے، پھر متعدد کلمات کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اس طرح کی آواز ہے۔ لہذا اگر حرف ان کے نزدیک عارض ومعروض کا مجموعہ نہ ہوتا بلکہ حرف "عارض للصوت" ہوتا تو پھر یہ بات ان سے کبھی صحیح نہ ہوتی اھ اور تم جانتے ہو کہ قول بالمجموع اگرچہ ائمہ عربیہ کے قول کے زیادہ قریب ہے کہ "کلمہ" آواز ہے اس لئے کہ پھر اس طور پر



---

[1] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۶۹-۲۶۸

[2] " " " " " " " " " " ۵/۲۶۹

[3] شرح المواقف " " " " " " " " ۵/۲۷۱

[4] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف " " " " " " ۵/۲۷۱

تسمية للكل باسم الجزء وعلى الاول
تسمية للعارض باسم المعروض وهذا
ابعد من ذاك لكن الموافق بقولهم
وفاقا كليا هو ما قال المحققون ان
الحرف صوت لاعارضة ولا المجموع
ولذا قال چلپي نفسه ان كون
الحرف عبارة عن نفس المعروض
انسب بذلك القول من المذهبين
ولا مجاز في ذلك الاطلاق على
هذا التقدير اصلاً اهـ[1] اقول وكان
مراد القائل بالمجموع انه المعروض
من حيث هو معروض فلا ينافي
قول المحققين انه الصوت المعروض
وبهذا يتم الاستدلال لقول المجموع
بكلام ائمة العربية من دون اشكال
فاستقر عرش التحقيق على ان الحرف هو
الصوت المعروض وبه اندفع التمسك رأسا
ورأيت في كلام امام جميع الفنون الاعرف
بكلها من اهلها لسان الحقائق سيدنا الشيخ
الاكبر محي الدين ابن العربي رضي الله تعالى
عنه في كتابه "الدر المكنون و
الجوهر المصئون" في علم الجفر
ما نصه اما الحرف فلفظ مشترك

تسمیہ کل باسم الجزء۔ اور قول اول کے مطابق تسمیۃ
العارض باسم المعروض ہے۔ اور یہ اس سے زیادہ
بعید ہے۔ لیکن وفاق کلی کے طور پر اُن کے قول کے
موافق وُہ ہے جو کچھ اہلِ تحقیق نے فرمایا۔ "حرف"
صرف آواز ہے، نہ عارض ہے اور نہ عارض ومعروض
کا "مجموعہ" ہے۔ اسی لئے خود علامہ چلپی نے فرمایا:
"حرف" نفسِ معروض سے عبارت ہو یہ دُو مذہبوں
میں سے اُس قول کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس
اس تقدیر پر اس اطلاق میں بالکل مجاز نہیں اھ۔
**اقول** (میں کہتا ہوں) گویا قائل بالمجموعہ کی مراد
یہ ہے کہ وُہ معروض بحیثیت معروض ہے لہذا یہ
ائمہ تحقیق کی رائے کے منافی نہیں کہ وہ صوت معروض
ہے۔ پھر اس سے قول بالمجموعہ کا استدلال بغیر کسی
اشکال ائمہ عربیہ کے کلام سے تام ہوجاتا ہے پس
عرش تحقیق قرار پذیر ہوگئی کہ حرف وہی صوت معروض
ہے۔ اور اس سے استدلال بالکل دفع ہوگیا۔ میں نے
اُن کے کلام میں دیکھا جو تمام فنون کے امام، سب
کی اہلیت رکھتے ہوئے جملہ علوم کے بڑے عارف،
حقائق کی زبان، ہمارے آقا، سب سے بڑے
شیخ، دین اسلام کو زندہ کرنیوالے "ابن عربی"
رضی اللہ تعالےٰ عنہ، انھوں نے اپنی کتاب
"الدر المکنون والجوہر المصئون" جو علم جفر میں ہے
اس کی عبارت یہ ہے "حرف" ایک مشترک



---

[1] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف المقصد الاول القسم الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۱

يطلق على اللفظ من اى جنس من
المخلوقات وهو الهواء الخارج من الصدر
المنقطع بالشفتين واللسان المتكيف الى
الحروف والاصوات اهـ[1] فهو كما ترى تجوز
منه رضى الله تعالىٰ عنه الا ترى انه جعل
فى اٰخر الكلام الهواء متكيفا بالحروف
فالحروف كيفيات تحدث فى الهواء لانفسه
كما هو ظاهر ثم رأيته قدس الله تعالىٰ
بسره الكريم صرح به نفسه قبل هذا
فى توضيح اتى به فى "فصل سر الاستنطاق"
اذ قال اعلم ان الحروف على ثلثة
انواع فكرية و لفظية وخطية فالحروف
الفكرية هى صور روحانية فى افكار
النفوس مصورة فى جواهرها و
الحروف اللفظية هى اصوات محمولة
فى الهوى مدركة بطريق الاذنين بالقوة
السامعة والحروف الخطية هى نقوش
خطت بالاقلام فى وجوه الالواح اهـ[2] فهذا
هو الحق الناصع و عليه المحققون،
والله تعالىٰ اعلم۔

لفظ ہے کہ جس کا اطلاق لفظ پر کیا جاتا ہے خواہ
مخلوق کی کسی جنس میں سے ہو۔ اور وہ ہوا ہے
جو سینے سے برآمد ہوتی ہے۔ دو ہونٹوں اور
زبان سے قطع کی جاتی ہے۔ حروف اور آواز
سے متکیف ہوتی ہے (یعنی وہ ہوا حروف اور
آواز کی کیفیت اختیار کر لیتی ہے) جیسا کہ تم دیکھتے
ہو کہ وہ شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مجازی کلام
ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انھوں نے گفتگو کے
آخر میں ہوا کو موصوف بکیفیتِ حروف قرار دیا ہے۔
لہذا حروف ایسی کیفیات ہیں جو ہوا میں پیدا ہوتی
ہیں، نفسِ ہوا نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ پھر میں نے
اُن کے کلام میں دیکھا (اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے بھید
کریم کے طفیل پاک فرمائے) خود انھوں نے اس سے قبل
اس کی تصریح فصل سر الاستنطاق میں
کر دی ہے جب کہا جان لیجئے،
حروف کی تین قسمیں ہیں: (۱) فکری (۲) لفظی
(۳) خطی۔ "حروف فکریہ"، وہ افکار نفوس
میں روحانی صورتیں ہیں جو اپنے جواہر میں
تصویر شدہ ہیں۔ "حروفِ لفظیہ" وہ آوازیں
ہیں جو ہوا پر سوار ہیں۔ دو کانوں کے ذریعے،
قوتِ سامعہ سے ان کا ادراک کیا جاتا ہے۔ "حروف خطیہ" وہ ایسے نقوش، جو قلموں کے توسط سے
الواح کے چہروں پر کشید کئے جاتے ہیں اھ۔ پس یہی خالص اور واضح حق ہے اور اسی پر ائمہ تحقیق قائم
ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



[1] و [2] الدر المکنون والجواہر المصون

(۳) سُننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔

(۴) ذریعہ حدوث قلع وقرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ شکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضرور نہیں، کیا نہ دیکھا کہ کاتب مرجاتا ہے اور اس کا لکھا برسوں رہتا ہے یوہیں یہ کہ زبان بھی ایک قلم ہی ہے۔

(۵) ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچی ہے۔ طوالع و مقاصد ومواقف وغیرہا میں اس پر تین دلیلیں قائم کی ہیں۔

لا نطیل الکلام بذکرھا وذکر مالہا وعلیہا اقول والحق ان الصوت یحدث عند اول مقروع کہواء الفم عند التکلم ثم لایزال یتجدد حتی یحدث فی الاذن فہو موجود خارج الاذن بعدہ لایعلمہا الا اللہ جل وعلا ثم باعلامہ رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم باعلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من شاء من خدمہ واولیائہ اما المسموع بالفعل فلیس الا صوتا حادثا فی الاذن کما علمت فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق۔

ہم اُن دلائل وشواہد کے ذکر اور ما لہا اور ما علیہا (یعنی جو کچھ اُن کے لئے ہے اور ان پر وارد ہے) کے ذکر سے کلام کو طویل نہیں کرتے (بلکہ) میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ آواز اول مقروع کے وقت پیدا ہوتی ہے جیسے بولتے وقت مُنہ کی ہوا۔ پھر ہمیشہ اس میں تجدید ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ کان میں آواز پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر وہ کان سے باہر بھی کچھ دیر تک رہتی ہے کہ جس کو اللہ تعالٰی بلند وبالا اور جلیل القدر کے علاوہ حقیقی طور پر کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس کے آگاہ کرنے سے اس کے رسول کریم علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم) جانتے ہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم اپنے خدام اور اولیاء میں سے جس کو پسند فرمائیں آگاہ فرمادیں۔ لیکن مسموع بالفعل تو ایک آواز ہے جو کان میں پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تم جانتے ہو۔ لہذا توفیق ہونی چاہیے۔ اور اللہ تعالٰی کے کرم سے ہی توفیق حاصل ہوسکتی ہے۔ (ت)

(۶) وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف کی صفت ہے ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ مواقف سے گزرا: الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھواء[1] (آواز ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہے۔ ت)

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۶۰

آواز کنندہ کی حرکت قرعی وقلعی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اُس کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

(۷) جبکہ وُہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

اُن جوابوں کے سوا اور بھی فائدے ہماری اس تقریر سے روشن ہوئے مثلاً :

(۸) انقطاعِ تموّج انعدامِ سماع کا باعث ہو سکتا ہے کہ کان تک اُس کا پہنچنا بذریعۂ تموّج ہی ہوتا ہے نہ کہ انعدامِ صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے صوت باقی ہے۔

(۹) یہیں سے ظاہر ہُوا کہ دوبارہ اور تموّج حادث ہو تو اس سے تجدیدِ سماع ہو گی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوتی جبکہ تشکل وہی باقی ہے۔

(۱۰) وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخصِ اوّل کہ مثلاً ہوائے دہنِ متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہم [illegible] نہیں ہوتا اُس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اسی کو اُس آواز کا سننا کہا جاتا ہے۔

جب یہ امور واضح ہو لئے تو اب آلۂ فونوگراف کی طرف چلئے علیم جلت قدرتہ (علیم مطلق کہ جس کی حکمت بڑی عظیم الشان ہے۔ ت) نے جوفِ سامعہ کی ہوا میں جس طرح یہ قوت رکھی کہ اُن کیفیات سے متکیف ہو کر نفس کے حضور ادائے اصوات والفاظ کرے یونہی یہ حالت رکھی کہ ادا کرکے معاً اُس کیفیت سے خالی ہو کر پھر لوح سادہ رہ جائے کہ آئندہ اصوات وکلمات کے لئے مستعد رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مختلف آوازیں جمع ہو کر مانعِ فہم کلام ہوتیں جس طرح میلوں کے عظیم مجامع میں ایک غل کے سوا بات سمجھ میں نہیں آتی، ولہذا اب تک عام لوگوں کے پاس اُن کیفیات کے محفوظ رکھنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اگرچہ واقع میں تمام الفاظ جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں وُہ بھی امم مخلوقہ سے ایک اُمت ہیں کہ اپنے رب جل وعلا کی تسبیح کرتے ہیں کلماتِ ایمان تسبیحِ رحمٰن کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں اور کلماتِ کفر تسبیحِ الٰہی کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت،

كما صرح به امام الحقائق سيدى الشيخ الاكبر رضى الله تعالٰى عنه والشيخ العارف بالله تعالٰى سيدى الامام عبدالوهاب الشعرانى قدس سره الربانى۔

جیسا کہ اہلِ حقائق کے امام، میرے آقا، الشیخ الاکبر (اللہ تعالٰی اُن سے راضی ہو) نے اس کی تصریح فرمادی۔ اور شیخ، اللہ تعالٰی کی معرفت رکھنے والے، امام، عبدالوہاب، شعرانی (ان کا خدائی بھید پاک کیا جائے) نے بھی تصریح فرمادی۔ (ت)

اور اس کا سبب ظاہری یہ تھا کہ اُن کیفیات کا حامل ایک نہایت نرم ولطیف ورطب جسم تھا یعنی ہوا یا نہایت کمی کے ساتھ پانی بھی جیسا کہ ہم نے اُوپر ذکر کیا اور جس طرح لطافت ورطوبت باعث سہولت انفعال ہے یونہی مورث سرعت زوال ہے اسی لئے نقش بر آب مثل مشہور ہے تو ان کیفیات اشکال کے تحفظ کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہ تھا اب بمشیتِ الٰہی ایسا آلہ نکلا جس میں مسالے سے باذن اللہ تعالٰی یہ قوت پیدا ہوئی کہ ہوائے عصبہ مفروشہ کی طرح ہوائے متموج کی اُن اشکال حرفیہ وصوتیہ سے متشکل ہو اور اپنے یبس وصلابت کے سبب ایک زمانہ تک انھیں محفوظ رکھے اگلوں کا اس ذریعہ پر مطلع نہ ہونا انھیں اپنے اس تجربہ کے بیان پر باعث ہوا کہ ہم دیکھتے ہیں جب تموج ختم ہوجاتا ہے آواز ختم ہوجاتی ہے کما تقدم عن شرح المواقف (جیسا کہ شرح مواقف کے حوالے سے پہلے گزرچکا ہے۔ ت) یہ آلہ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ تموج ہوا ختم ہُوا اور آواز محفوظ ومخزون ہے انتہائے تموج سے سُننے میں نہیں آتی اُس کے لئے دوبارہ تموجِ ہوا کی محتاج ہے کہ ہمارے سُننے کا یہی ذریعہ ہے ورنہ رب عزوجل کہ غنی مطلق ہے اب بھی اسے سُن رہا ہے اس آلہ یعنی پلیٹوں پر ارتسام اشکال معلوم ومشاہد ہے ولہذا چھیل دینے سے وہ الفاظ زائل ہوجاتے ہیں جس طرح کاغذ سے خط کے نقش چھیل جاتے ہیں اور اُن سے خالی کرکے دوسرے الفاظ بھر سکتے ہیں جس طرح لکھی ہُوئی تختی دھو کر دوبارہ لکھ سکتے ہیں اور اتنا فرق ہے کہ بتدریج اُن میں کمی ہوتی اور آواز ہلکی ہوتی جاتی ہے کہ پہلے کی طرح صاف سمجھ میں نہیں آتی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ فنا ہوکر بالآخر لوح سادہ رہ جاتی ہے جب تک اُن چوڑیوں پلیٹوں میں وہ اشکال حرفیہ باقی ہیں تحریک آلہ سے جو ہوا جنبش کناں اُن اشکال مرسومہ پر گزرتی ہے اپنی رطوبت ولطافت کے باعث بدستور اُن کیفیات سے متکیف اور قوتِ تحریک کے باعث متموج ہوکر اُسی طرح کان تک پہنچتی اور یہاں کی ہوا اُن اشکال کو لے کر بعینہٖ بذریعہ لوح مشترک نفس کے حضور حاضر کرتی ہے یہ تجدد تموج کے سبب تجددِ سماع ہوا نہ کہ تجدد صوت، کما اسلفنا له التحقیق والله ولی التوفیق (جیسا کہ ہم نے پہلے اس کی تحقیق کردی۔ اور اللہ تعالٰی حصولِ توفیق کا مالک ہے۔ ت) تو فونو کی چوڑیاں صرف ہوا ہائے متوسطہ میں سے ایک ہوا کے قائم مقام ہیں فرض کیجئے کہ طبلہ سے گوشِ سامع تک بیچ میں سَو ہواؤں کا توسط تھا کہ طبلہ پر ہاتھ مارنے سے پہلی ہوا اور اُس سے دُوسری اُس سے تیسری، یہاں تک کہ سَوئیں ہوا نے اشکال صوت طبلہ سے متشکل ہوکر ہوائے جوف گوش کو متشکل کیا اور سماع واقع ہوا، یہاں یُوں سمجھئے کہ اس نواخت سے یکے بعد دیگرے پچاس ہواؤں نے متشکل ہوکر ہوائے اخیر نے اس آلہ کو متشکل کیا یہ ہوائے پنجاہ ویکم کی جگہ ہوا اب اس سے ہوائے پنجاہ دوم پھر سوم پھر چہارم متشکل ہوکر سوئیں نے بدستور ہوائے گوش کو متکیف کیا اور سماع حاصل ہوا تو یقیناً دونوں

صورتوں میں وہی صوت طبلہ ہے کہ تجدد امثال ننانوے واسطوں سے کان تک پہنچی اگرچہ ایک صورت میں سب وسائط ہوائیں ہیں اور دوسری میں بیچ کا ایک واسطہ یہ آلہ دونوں میں وہی سلسلہ چلا آتا ہے وہی طبلہ پر ہاتھ پڑنا دونوں کا مبدا ہے تو کیا وجہ کہ ان ننانوے واسطوں سے جو سنا گیا وہ تو وہی صوت طبلہ ہو اور ان ننانوے واسطوں کے بعد جو سنا گیا وہ اس کا غیر ہو اُس کی تصویر اس کی مثال ہو یہ محض تحکم بے معنی ہے، اصل تشکل اول جو قرع طبلہ سے پیدا ہوا اسے لیجئے تو وہ صورت اولے میں بھی ننانوے منزل اس پار چھوٹ گیا اور یکے بعد دیگرے اُس کا سلسلہ قائم رہنا لیجئے تو وہ یقیناً یہاں بھی حاصل، پھر تفرقہ یعنی چہ۔ علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الاحساس بالصوت یتوقف علی ان یصل الھواء الحامل لہ الی الصماخ لا بمعنی ان ھواء واحد بعینہ یتموج یتکیف بالصوت ویوصلہ الی القوۃ السامعۃ بل بمعنی ان ما یجاور ذٰلک الھواء المتکیف بالصوت یتموج و یتکیف بالصوت ایضا وھکذا الی ان یتموج و یتکیف بہ الھواء الراکد فی الصماخ فتدرکہ السامعۃ حینئذ[1]

آواز کا احساس، اس پر موقوف ہے کہ جو ہوا اس کو اٹھا رہی ہے وہ کانوں کے سوراخ تک پہنچے، نہ اس معنی سے کہ بعینہٖ ایک ہی ہوا میں تموج پیدا ہو کر وہ کیفیتِ صوت سے متصف ہو جاتی ہے۔ پھر آواز کو قوتِ سامعہ تک پہنچا دیتی ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو ہوا "متکیف بالصوت" ہے اس کے متصل مجاور جو ہوا ہے اس میں موج پیدا ہوتی ہے پھر وہ بھی جزءِ اول کی طرح متکیف بالصوت ہو جاتی ہے، پھر یونہی یہ سلسلہ تموج اور تکیف آگے تک چلتا ہے اور بڑھتا ہے یہاں تک کہ اس ہوا میں موج پیدا ہوتی ہے جو کانوں میں ٹھہری ہے پھر وہ کیفیتِ صوت سے متصف ہو جاتی ہے پھر اس طرح قوتِ سامعہ آواز کا ادراک کر لیتی ہے۔ (ت)

اُس کے متن مواقف مع الشرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الھواء ولیس تموجہ ھذا حرکۃ انتقالیۃ من ھواء واحد بعینہ بل ھو صدم بعد

آواز کا سبب قریب ہوا میں موج پیدا ہونا ہے اور اُس کا یہ تموج ایسی حرکتِ انتقالیہ نہیں جو بعینہٖ ایک ہوا سے ہو، بلکہ وہ نوبت بر نوبت

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۶۱-۲۶۰

صدمہ وسکون بعد سکون[1] دباؤ اور سکون بعد سکون کی وجہ سے ہے (ت)

بالجملہ کوئی شک نہیں کہ جو کچھ فونو سے سُنی گئی بعینہٖ وہی طبلہ کی آواز ہے اسی کو شرع نے حرام فرمایا تھا اور اسے خیال ومثال کہنا محض بے اصل خیال تھا اور بفرض غلط ایسا ہوتا بھی تو مجوز کے لئے کیا باعثِ خوشی تھا بالجملہ شرع مطہر نے اس نوع آواز کو حرام فرمایا ہے تشخص تموج بلکہ تشخص تشکل بلکہ تشخص طبلہ کسی کو بھی اُس میں دخل نہیں حکم اپنی علّت کے ساتھ دائر ہوتا ہے آواز ملاہی علت تحرم وہ تشخصات نہیں بلکہ یہ کہ وہ لہو ہیں

کما ینبئ عنه اسمها ویشیر الیه قوله تعالٰی ومن الناس من یشتری لهو الحدیث[2] وقوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کل لهو المؤمن باطل وفی روایة حرام الا فی ثلث[3]

جیسا کہ ان کا نام اس سے آگاہ کر رہا ہے۔ اور اسی طرف اللہ تعالٰی کا ارشاد اشارہ کر رہا ہے لوگوں میں کوئی وہ ہے جو کھیل (تماشہ) کی باتوں کا خریدار ہے (اور اُن سے دلچسپی اور وابستگی رکھتا ہے) اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "مومن کا ہر کھیل باطل ہے" اور ایک روایت میں ہے: "ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل" (کہ ان کی اجازت ہے)۔ (ت)



وہ دل کو خیر سے پھیر کر شہوات وہفوات کی طرف لے جاتے ہیں یہاں تک کہ دل پر اُن کے زنگ چڑھ کر مُہر ہوجاتی ہے پھر حق بات نہ سُنے نہ سمجھے، والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ت)

کما قال عزوجل بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون[4]، وفیه قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان العبد اذا اذنب ذنبا نکتت فی قلبه نکتة سوداء فان تاب ونزع

جیسا کہ اللہ زبردست اور جلیل القدر نے ارشاد فرمایا: بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے اُن بُرے کاموں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے، اور اس آیت قرآنی کی تفسیر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد موجود ہے: "جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نشان

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۵۸-۲۵۷

[2] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

[3] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد ۱/ ۱۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۷ مسند احمد بن حنبل ۴/ ۱۴۴ و ۱۴۸ و درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸

[4] القرآن الکریم ۸۳/ ۱۴

واستغفر صقل قلبه وان عاد زادت حتی تعلو قلبه فذلك الران الذی ذکر اللّٰہ تعالٰی فی القرآن [۱] رواہ احمد و الترمذی و صححه والنسائی وابن ماجة [۲] و اٰخرون عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنه وھو معنی حدیث ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنه الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء العشب [۳] بل ھو للبیھقی فی شعب الایمان عن جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم وفیه الزرع مکان العشب [۴]۔

اُبھر آتا ہے، اگر توبہ کرے باز آئے اُسے اتار پھینکے اور اللہ تعالٰی سے گزشتہ کی بخشش مانگے تو اس کا دل صاف شفاف ہوجاتا ہے، اور اگر وہی برائی دوبارہ کرے تو وہ نشان بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آجاتا ہے (اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے) "پس یہی وہ زنگ اور میل ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے جس کا ذکر فرمایا ہے۔ امام احمد اور جامع ترمذی نے اسکو روایت کیا اور ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی۔ سنن نسائی اور ابن ماجہ اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث "راگ دل میں اس طرح نفاق اگا دیتا ہے جس طرح پانی گھاس اگا دیتا ہے" کا یہی معنٰی ہے، بلکہ وہ حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت فرمائی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں لفظ 'عشب' (گھاس) کی جگہ لفظ 'الزرع' (کھیتی) ہے۔ (ت)

غرض ان آوازوں میں بالطبع یہ خاصیت رکھی گئی ہے کہ فتنہ کی طرف کھینچیں اور قدم ثبات کو لغزش دیں۔

وذٰلك قوله تعالٰی واستفزز من استطعت منھم بصوتك [۵]۔

اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد گرامی ہے: جن لوگوں پر تُو قابو پا سکتا ہے انھیں اپنی آواز سے لغزش دیجئے۔ (ت)



---

[۱] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۸ و ۱۶۹
[۱] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ ۲/ ۲۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الزہد ص ۳۲۳
[۲] اتحاف السادۃ المتقین کتاب ذم الجاہ والریاء بیان ذم حب الجاہ دارالفکر بیروت ۸/ ۲۳۸
[۳] شعب الایمان للبیہقی حدیث ۵۱۰۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۷۹
[۴] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

ہر عاقل جانتا ہے کہ اس میں خصوصیت صورت آلہ کو دخل نہیں بلکہ یہ آوازیں جس آلہ سے پیدا ہوں اپنا رنگ لائیں گی تو علّتِ حرمت قطعاً حاصل ہے پھر حکمِ حرمت کیونکر زائل، اور یہ ادعا کہ فونو سے سازوں کی آوازیں مورثِ طرب نہیں صرف موجبِ عجب ہیں بداہت کے خلاف ہے بلاشبہہ سازوں سے اُن کی آواز سُننا جو اثر کرتا ہے وہی فونو سے کہ آواز بلا تفاوت وہی ہے خصوصیت شکل آلہ کا ایراث عدم ایراث طرب میں کیا دخل، نہ اضافۂ عجب مانع طرب۔

فان زعم ما زعم الفاضل المعاصر السید الاھدل حفظه الله تعالٰی انه لایحصل من سماعه طرب بل عجب و غایة مایدعیه بعضهم حصول اللذة واللذة مع کونها من باب المشکك لیست علة التحریم فقط بل العلة مع ذٰلك کون الآلات من شعار الفسقة، والصندوق لم یوضع للضرب ولا قصد له ولا شھر بانه شعار الفساق فانّٰی یتاتی الالحاق اھ بمحصله وقد اتینا فی تلخیصه علی مقصد رسالته اجمع

فاضل ہمعصر، سید اہدل حفظہ اللہ تعالٰی کا دفاع ہوگیا کہ صندوق کی آواز سننے سے طرب حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف "عجب" پیدا ہوتا ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ جس کا بعض لوگ دعوٰی کیا کرتے ہیں کہ اس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور لذّت باوجودیکہ باب تشکیک میں سے ہے تنہا علتِ حرمت نہیں، بلکہ گانے بجانے کے آلات واسباب کا فاسقوں کے شعار میں سے ہونا اور حصول لذت، یہ دونوں مل کر علتِ تحریم ہیں اور صندوق بجانے کیلئے موضوع نہیں۔ اور اس کا یہ مقصد بھی نہیں۔ اور شعار فسّاق میں اس کی شہرت بھی نہیں۔ پھر اس کا اُن آلاتِ لہو سے کیسے الحاق ہوسکتا ہے۔ عبارت کا خلاصہ پورا اور مکمل ہوگیا ہے۔

**اقول اولاً** ماالطرب الا الفرح والحزن او خفة تلحقك تسرك او تحزنك والحرکة و الشوق کما فی القاموس[1] وکل ذٰلك معلوم قطعا فی سماع اصوات الآلات من الصندوق کسماعها

**اقول** (میں کہتا ہوں) **اولاً** طرب صرف خوشی، غم، حرکت اور شوق ہے، اور ایسی خفت جو تجھے لاحق ہو تو تجھے خوش یا غمگین کردے، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ اور یہ سب کچھ یقینی طور پر معلوم ہے اور صندوق سے آوازیں سُننے میں موجود ہے جیسا کہ دوسرے آلات

---

[1] القاموس المحیط فصل الطاء باب الباء مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۱

منها سواء بسواء وكلها ههنا سواء لم
اللذة التي سلم وجودها والخفة
ان اخذت بمعنى ما يقهره العقل فليست
لازمة لسماع الآلات ايضا فرب سامع
لها لا يعتريه خفة في عقله انما
ذلك لمن انهمك فيها وهي
تحصل لمثله في السماع
من الصندوق ايضا و **ثانيا**
هذه الآثار التي تتولد منها
هي الكافية قطعا للتحريم
واليها النظر في النصوص
التي تلونا وفي تسميتها آلات
الملاهي من دون توقف
على كونها شعار الفسقة
حتى لو فرض انعدام
الفساق من الدنيا لحرمت
الآلات لما ذكرنا وان كانت
الفسقة اذ قال الله عزوجل
لابليس واستفزز من استطعت
منهم بصوتك[1] بل هذه
الآثار هي التي جعلتها شعار
الفساق فهو اثر العلة منها
لا جزءها نعم ما لا باس به

کے سماع میں موجود ہے، لہذا اس باب میں دونوں
برابر۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ اور یہاں یہ سب
لوازم لذت ہیں کہ جس کے وجود کو مجوز نے تسلیم کیا ہے
(مراد یہ کہ ان سب کے لئے حصول لذت لازم
ہے) اگر "خفت" اس معنیٰ میں لی جائے کہ وہ چیز
جو عقل کو مقہور اور مغلوب کردے تو پھر یہ بات سماعِ
آلات میں بھی لازم نہیں کیونکہ لبا اوقات آلات سے
راگ سُننے والے کی عقل میں بھی کوئی خفت اور فتور
عارض نہیں ہوتا، البتہ یہ اس شخص کے لئے ہوگا
جو بصورت استغراق آلات سے راگ سُنتے ہیں۔
استغراق کی صورت میں اگر صندوق سے راگ سُنے
تو اس سے نیز یہ کیفیتِ خفت حاصل ہوجائیگی
(گویا بصورتِ استغراق دونوں میں کوئی فرق
نہیں۔ **وثانیاً** یہ آثار و کوائف جو سماع آلات
سے پیدا ہوتے ہیں حرمت کے لئے یقیناً کافی ہیں
چنانچہ ہماری تلاوت کردہ نصوص میں اسی طرف اشارہ
ہے۔ اور اُن کا نام آلاتِ لہو رکھنے میں بھی یہی منظورِ نظر
ہے بغیر اس توقف کے کہ فاسقوں کا شعار ہیں۔
یہاں تک کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ پوری دنیا میں کوئی
فاسق موجود نہیں تو اس کے باوجود بھی سماع راگ
اُن آلات سے حرام ہوگا اس وجہ سے کہ جس کو ہم نے
بیان کردیا ہے (ذرا غور تو کرو) جب اللہ تعالیٰ نے
شیطان کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا اولادِ آدم میں سے



[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

في نفسه ولم يكن من
ما يناقض مقاصد الشرع الشريف
وهو مما شعار الفساق يكون النهى عنه لذلك
التشبه بهم فههنا لك تبتنى
الامر على الشعار لا في مثل ما
في مبحث عنه وكذلك
ما به باس في نفسه وهو مما
شعار الفسقة ينهى عنه
للوجهين اى لكل منهما لا للمجموع
حتى تكون الشعارية جزء
العلة ويقتصر النهى عليها
فاذا انتفت انتفى لا قائل
به احد من علماء الدنيا
**وثالثا** كون اللذة من باب
المشكك انما كان يجدى نفعا
لو ثبت جواز نفس الالتذاذ
بتلك الاصوات وتوقفت الحركة
على مخصوص منها وثبت
ان اللذة لا تبلغ ذلك الحد
لا بالسماع من نفس الآلات
دون الصندوق ولم يثبت شيء
من ذلك **ورابعا** ان
الصندوق لم يوضع للضرب فنحن

جس پر تو قابو پا سکتا ہے انھیں اپنی آواز سے
ڈگمگا دے۔ (ارے بتاؤ) کہ اُس وقت فاسق
کہاں تھے بلکہ وہ آثار جن کو تم نے فساق کا شعار قرار
دیا وہ ان کے لئے اثر علت ہیں۔ علت کا جز نہیں
البتہ بذاتہٖ جن میں کچھ حرج نہیں۔ اور نہ یہ مقاصدِ
شریعت کے مخالف ہیں۔ پھر وہ فساق کا شعار ہوں
تو اُن سے تشبّہ کی وجہ سے ممنوع ہونگے۔ پھر یہاں
امر شعار پر مبنی ہوگا نہ کہ زیرِ بحث مقام میں، اور
یُونہی وہ امور کہ اُن کے فی نفسہٖ وجود میں کوئی
حرج ہے اور شعارِ فساق ہوں تو اُن سے دو وجوہ
کی بنا پر ممانعت کی جاتی ہے۔ مفہوم یہ ہے
کہ ہر ایک وجہ کی بنا پر لہذا مجموعہ مراد نہیں تاکہ
اُن کا شعار ہونا علت کا جزء ہو جائے۔ اور
نہی صرف ان پر مبنی ہو کہ جب وہ منتفی ہوں تو نہی
منتفی ہو جائے۔ حالانکہ دُنیا کا کوئی عالم اس بات
کا قائل نہیں **وثالثا** لذت کا باب تشکیک
سے ہونا اس وقت فائدہ بخش ہو سکتا ہے
کہ جب اُن آوازوں سے نفسِ لذت کا جواز ثابت
ہوتا۔ اور حرکت مخصوص آوازوں پر موقوف ہوتی۔
اور یہ ثابت ہوتا کہ نفس آلات کے سماع سے
بغیر صندوق کے لذت اُس حد تک نہ پہنچی حالانکہ
اُن میں سے کوئی بات ثابت نہیں **رابعا** واقعی
صندوق بجانے کے لئے نہیں بنایا گیا۔ یہی وجہ

لا نحرم نفسه بل سماع صوت ای منه وذٰلك یکون بوضع القوالب المودعة فیها اصواتها وهی ما وضعت الا لذٰلك وحینئذ لا یقصد من الصندوق الا الضرب وسماعها شعار الفسقة قطعا وبالجملة فالتفرقة بین سماع اصوات الملاهی منها ومن الصندوق ما هی الاجرف هار ماله من قرار **وخامسا** هذا کله علی فرض ذنب التنزلی والا قد اقمنا البرهان علی ان صوت الملاهی المسموع من الصندوق هو عین صوت تلك الملاهی فکیف یفرق بین الشیئ ونفسه وای حاجة الی الالحاق وبالله التوفیق **وسادسا** ثم ان السید نفسه یقول قد سمعنا حکایته للقرآن فلم نرالا انها قراءة فصیحة مرتلة بنغمة تمیل الیها النفوس اھ **اقول** افصحتم بالحق فلا ......عله القرآن واسدت تلك النغم الحسان تمیل نفوس العامة او تلك الاصوات الملهیة عن ذکر الرحمٰن ......عله.. لها الشیطان وذٰلك هو الطرب المنهی عنه وعلیه مدار تحریمها فحسب والله الموفق۔

ہے کہ نفسِ صندوق کو حرام نہیں قرار دیتے بلکہ اس سے راگ سُننے کو حرام کہتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اس میں ایسے قالب موجود ہیں کہ اُن میں آوازیں بھری جاتی ہیں۔ اور وہ قالب اِسی مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں۔ پھر اس صورت میں صندوق سے یہی ضرب مقصود ہے۔ اور اُن لوگوں کا راگ سُننا بلاشُبہہ شعارِ فسّاق ہے۔ (خلاصۂ کلام) راگ کی آوازیں، آلاتِ لہو اور صندوق کے سننے میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ تفرقہ بالکل کھوکھلے گرنیوالے دہانے کی طرح کہ جس کو کوئی قرار اور ثبات نہیں۔ **وخامسا** یہ سب کچھ اس پر مبنی ہے کہ بطریقہ "تنزل" صدورِ گناہ فرض کرلیا جائے ورنہ ہم نے اس پر دلائل وشواہد قائم کئے ہیں کہ جو راگ کی آواز صندوق سے سُنائی دیتی ہے وہ بالکل وہی اصلی آواز ہے (اس کی حکایت اور مثل نہیں) کیونکہ شئے اور اس کی ذات میں کیسے تفرقہ کیا جاسکتا ہے (کیونکہ وہ دونوں باہم عین ہیں) لہٰذا الحاق کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہی سے حصولِ توفیق ہے۔ **سادسًا** سید صاحب خود فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کی حکایت سُنی۔ اور ہم اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ ایک فصیح وبلیغ قراءت ہے جو نغمات سے ترتیل شدہ ہے، جس کی طرف نفوس مائل اور راغب ہوتے ہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) بلاشبہہ

---

عله وعله یہاں اصل میں بیاض ہے۔

تم نے حق ظاہر کردیا ہے۔ کیا یہ قرآن مجید نہیں۔ اور جو کچھ اُن حسین وجمیل نغموں کے قائم مقام ہے جس کی طرف نفوسِ عامہ راغب ہوتے ہیں یا وہ آوازیں ہیں جو ذکرِ "رحمٰن" سے غافل کرنے والی بلکہ شیطان کی طرف راغب کرنے والی۔ اور یہ وہی خوش کُن راگ ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور اسی پر ان کی حرکات کا مدار ہے اور بس۔ اور اللہ تعالٰی ہی (امورِ خیر کی) توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

بالجملہ شک نہیں کہ طبلہ، سارنگی، ڈھولک، ستار یا ناچ یا عورات کا گانا یا فحش گیت وغیرہ وغیرہ جن آوازوں کا فونو سے باہر سُننا حرام ہے بلاشُبہہ اُن کا فونو سے بھی سُننا حرام ہے نہ یہ کہ اُسے محض تصویر و حکایت قرار دے کر حکم اصل سے جُدا کر دیجئے یہ محض باطل و بے معنی ہے۔

**سابعًا** اس تصویر مجرد مباین اصل ہونے کا حال تو جب کھُلے کہ زید کی ہجو یا اُس کے والدین پر گالیاں اس آلہ میں بھر کر سُنائی جائیں کیا اُس پر وہی ثمرات مرتب نہ ہوں گے جو فونو سے باہر سننے میں ہوتے پھر اپنے نفس کے لئے فرق نہ کرنا اور واحد قہار کی معصیتوں کو ہلکا کر لینے کے لئے یہ تاویلیں نکالنا کس قدر دیانت سے دُور و مہجور ہے،

نسأل اللہ العفو والعافیۃ اما ما ذکر السید الاھدل عفا اللہ تعالٰی عنا و عنہ من حدیث رؤیۃ صورۃ المرأۃ فی المرآۃ **فاقول ثامنا** تبین لک ان صوت الملاھی من الصندوق ھو عین صوتھا منھا لامثالہ بخلاف عکس المرأۃ فی المرآۃ **وتاسعا** کلام ابن حجر فی التحفۃ فی باب النکاح عقیب قول الامام النووی فی منھاجہ ویحرم نظر رجل بالغ الی عورۃ حرۃ ما نصہ خرج مثالھا فلا یحرم نظرہ فی نحو مرأۃ

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت چاہتے ہیں۔ رہا یہ کہ جو کچھ سید اہدل نے ذکر فرمایا اللہ تعالٰی ہمیں اور انہیں معاف فرمائے، اور وہ آئینہ میں عورت کی شکل وصورت دیکھنے کی بات ہے۔ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) **ثامنا** تمہارے لئے یہ بات کھُل کر سامنے آگئی کہ صندوق سے راگ کی آواز سُننا بعینہٖ اُسی طرح ہے جس طرح آلاتِ راگ سے آواز سُنی جائے لہذا آوازِ صندوق ان کی مثل اور حکایت نہیں بخلاف آئینہ میں عورت کا عکس (فوٹو) دیکھنا۔ **تاسعا** علامہ ابنِ حجر کا کلام تحفہ بابِ نکاح میں امام نووی کے قول "منہاج" کے بعد کہ کسی بالغ مرد کا کسی آزاد عورت کے ستر کی طرف نگاہ کرنا حرام ہے جس کی اُنھوں نے تصریح فرمائی،

كما افتى به غير واحد ويؤيده قولهم لو علق الطلاق برؤيتها لم يحنث برؤية خيالها في نحو مرآة لانه لم يرها ومحل ذلك كما هو ظاهر حيث لم يخش فتنة ولا شهوة [1] اھ ومثله في النهاية للرملي فقد افاد اٰخرا ما ابادھذا القياس فان صوت الملاهي نفسه فتنة ولا دخل فيه لخصوص اٰلة فانه يورث قطعا سماعه من الصندوق ما يورث سماعه من غيره فلا فرق بخلاف الخيال فانه غير مشتهي بنفسه ولا صالح لذلك فافترقا وعاشرا اني لا اظن هذا الشرع المطهر يبيح رؤية فرج الاجنبية عارية عن الثياب في المرآة فان فيه من الفساد والبعد عن مقاصد الشرع ما لا يخفى ولا اعلم قط رخصته في ذلك عن علمائنا وان حكموا ان برؤية فرج المرأة في المرآة بشهوة لا تثبت حرمة المصاهرة لانه لم ير فرجها بل مثاله وهو مبني على القول بالانطباع دون انعكاس الشعاع والا لكان المرئي نفس الفرج لا خياله۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تو اس سے عورت کی مثال اور شبیہ (فوٹو) خارج ہے لہذا کسی مرد کا آئینہ میں عورت کی شبیہ اور عکس دیکھنا حرام نہیں جیسا کہ بہت سے علمائے کرام نے اس کا فتوٰی دیا ہے۔ اور اُن کے اِس قول سے اِس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی شخص نے عورت دیکھنے پر طلاق منکوحہ کو معلق (موقوف) کردیا تو پھر آئینہ میں عورت کا عکس اور شبیہ دیکھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔ کیونکہ اُس نے عورت نہیں دیکھی بلکہ اس کا عکس دیکھا ہے۔ اور محل (محمل) جیسا کہ ظاہر ہے یہ ہے کہ جہاں فتنہ اور شہوت کا اندیشہ اور خطرہ نہ ہو اھ اور علامہ رملی کے "النہایہ" میں یونہی مذکور ہے۔ پس اس نے آخر میں وہ افادہ پیش کیا جس نے اس قیاس کو واضح کردیا کہ نفس راگ کی آواز فتنہ ہے پس اس میں خصوصیت آلہ کو کوئی دخل نہیں، لہذا صندوق سے راگ سُننا یقیناً وہی کچھ پیدا کرتا ہے جو دوسرے آلاتِ راگ سے سُنا جائے تو پیدا ہوتا ہے۔ لہذا دونوں کے سماع میں کوئی فرق نہیں بخلاف خیال (اور عکس) کے اس میں بذاتِ خود اشتہا (چاہت) نہیں ہوتی اور وہ اِس قابل بھی نہیں ہوتا لہذا دونوں میں فرق ہوگیا (اور وجہ افتراق ظاہر ہوگئی) عاشرًا میں تو اِس شریعت پاک کے متعلق یہ گمان نہیں کرسکتا کہ اُس نے آئینہ میں برہنہ عورت کی شرمگاہ کو دیکھنے کی اجازت دی ہو (اور اس کو مباح قرار دیا ہو) کیونکہ اس میں ایسا فساد اور مقاصد شریعت سے بُعد



---

[1] تحفہ

(دُوری) ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اور مجھے اپنے علمائے کرام سے قطعاً اس کی اجازت اور رخصت معلوم نہیں۔ اگرچہ انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ آئینہ میں بطور شہوت کسی عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے حرمت مصاہرۃ (حرمتِ دامادی) ثابت نہ ہوگی کیونکہ مرد نے عورت کی شرمگاہ نہیں دیکھی اس کا عکس اور شبیہ دیکھی ہے۔ اور یہ قول انطباع (ٹھپہ لگ جانا) پر مبنی ہے نہ کہ انعکاسِ شعاع پر۔ ورنہ مرئی نفسِ شرمگاہ ہوتی نہ کہ اس کا خیال۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مقدمہ ثانیہ** علمائے کرام نے وجودِ شے کے چار مرتبے لئے ہیں:

(۱) وجود فی الاعیان جس طرح زید کہ خارج میں موجود ہے۔

(۲) وجود فی الاذہان کہ صورتِ زید جو اس کے لئے مرآتِ ملاحظہ ہے ذہن میں حاضر ہے۔

(۳) وجود فی العبارۃ کہ زبان سے نام زید لیا گیا،

فان الاسم عبارۃ عن المسمی وفی مسند احمد و سنن ابن ماجۃ وصحاح الحاکم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ[1]۔

کیونکہ نام اپنے مسمّٰی سے عبارت ہے (اور اُسی کو ظاہر کرتا ہے) چنانچہ مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ، صحیح حاکم اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حوالے سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پروردگار عزوجل سے ذکر فرمایا کہ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ (ت)

(۴) وجود فی الکتابۃ کہ نام زید لکھا گیا،

قال اللہ تعالٰی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل[2]۔

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اس نبی کو اہل کتاب اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] مسند امام بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۴۰
صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ لاتحرک بہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۲

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

ظاہر ہے کہ عامہ اعیان میں یہ دو نحو اخیر بلکہ نحو ثانی بھی شے کے خود اپنے وجود نہیں کہ حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ کہ بانفسہا۔

**اقول** وھذا ھو عندی حقیقۃ انکار ائمتنا المتکلمین الوجود الذھنی ای ان الشیئ لیس فی الذھن بل شبیھہ و حملہ الامام الرازی علی انکار کونہ علما ثم ذھب بہ المتاخرون الی ما ذھبوا والا فانکار قیام معان بالاذھان مما لایعقل عن عاقل فضلا عن اولئک اساطین العلم والعرفان۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) یہی میرے نزدیک حقیقت ہے۔ اور ہمارے ائمہ اہل کلام کا وجود ذہنی کا انکار کرنا بایں معنیٰ ہے کہ خود شے ذہن میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی شبیہ اور مثال ہوتی ہے۔ اور امام فخر الدین رازی نے اس بات کو اس پر حمل کیا کہ اس سے علم شے کے ہونے کا انکار مراد ہے۔ پھر ائمہ متاخرین اس مسئلہ میں گئے ہیں کہ جس طرف رہ گئے ہیں ورنہ اذہان کے ساتھ قیام معانی کا انکار کرنا کسی صاحب عقل سے غیر معقول ہے (جو تابع فہم نہیں) چہ جائیکہ اُن علم وعرفان کے ستونوں سے (اس بات کا انکار ہو)۔ (ت)

مگر ہمارے ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عقیدہ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود و تحقیقی مجالی شہود ہیں وہی قرآن کہ صفت قدیمہ حضرت عزت عزہ جلالہ اور اس کی ذات پاک سے ازلاً ابداً قائم و مستحیل الانفکاک ولا ھو ولا غیرہ لاخالق ولا مخلوق (جو ازلی ابدی طور پر (اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ) قائم ہے پس اس کا جدا ہونا محال ہے، نہ عینِ ذات ہے، اور نہ وہ اس کا غیر ہے، نہ وہ خالق ہے اور نہ مخلوق۔ ت) یقیناً وہی ہماری زبانوں سے متلو ہمارے کانوں سے مسموع ہمارے اوراق میں مکتوب ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین، نہ یہ کہ یہ کوئی اور جدا شے قرآن پر دال ہے، نہیں نہیں، یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں ان میں حقیقۃً وہی متجلی ہے بغیر اس کے کہ وہ ذات الٰہی سے جدا ہوا یا کسی حادث سے ملا یا اس میں حلول کیا یا کسوتوں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا یا ان کے تکثر سے اس کی طرف تعدد نے راستہ پایا ؎

دمبدم گر لباس گشت بدل ۔۔۔ شخص صاحب لباس راچہ خلل

(اگر ساعت بہ ساعت لباس بدل گیا تو صاحب لباس کا اس میں کیا نقصان ہے۔ ت)

؎ مہر ست دراز تاب خفاش ۔۔۔ ایمان باید ترانہ کنکاش

(چمگادڑ طویل تجلی والی کا مہر ہے، تجھ میں ایمان ہونا چاہیے نہ کہ صلاح ومشورہ۔ ت)

ابوجہل نے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شتر زجوان کی شکل میں دیکھا کہ منہ کھولے ہوئے اس پر حملہ کیا

کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ جبریل نہ تھے کوئی اور چیز جبریل پر دلالت کرنے والی تھی حاشا یقیناً جبریل ہی تھے اگرچہ یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ جبریل کی صورت جمیلہ ہرگز صورت جملیہ نہیں لہ ستمائۃ جناح قد سد الافق (اس کے یعنی جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں جو آسمان کے کناروں پر روک بن گیا۔ ت) اس راز کو اہلِ حقائق ہی خوب سمجھتے ہیں ہم پر تسلیم و اذعان واجب ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون[1]

جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خاموش ہو کر اُسے کان سے سنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ[2]

تو اسے پناہ دو (یعنی آنے والے کو) تاکہ وہ اللہ تعالٰی کا کلام سُنے (ت)

اور فرماتا ہے:

فاقرءوا ما تیسر من القراٰن[3]

پڑھو، جس قدر قرآن مجید آسان ہو (یعنی آسانی سے پڑھ سکو)۔ (ت)



اور فرماتا ہے:

ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر[4]

یقیناً ہم نے نصیحت کے لئے قرآن مجید آسان کردیا، بھلا ہے کوئی نصیحت ماننے والا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

بل ھو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم[5]

بلکہ وہ روشن اور واضح آیتیں ہیں، اُن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنھیں علم سے نوازا گیا (ت)

اور فرماتا ہے:

وانہ لفی زبر الاولین[6]

بیشک وُہ پہلے لوگوں کے صحیفوں میں موجود ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶
[3] " ۷۳/ ۲۰
[4] " ۵۴/ ۱۷
[5] " ۲۹/ ۴۹
[6] " ۲۶/ ۱۹۶

اور فرماتا ہے:

فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ۔[1] وہ باعزت، بلند اور پاک صحیفوں میں مرقوم ہے (ت)

اور فرماتا ہے:

بل ھو قراٰن مجید فی لوح محفوظ۔[2] بلکہ شرف و بزرگی والا قرآن کریم لوحِ محفوظ (محفوظ تختی) میں (لکھا ہوا) ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

انہ لقراٰن کریم ○ فی کتٰب مکنون ○ لایمسہ الا المطھرون ○[3] بیشک وہ باعزت قرآن مجید ایک پوشیدہ کتاب میں درج ہے اس کو سوائے پاکیزہ افراد کے اور کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

نزل بہ الروح الامین ○ علی قلبک لتکون من المنذرین ○ بلسان عربی مبین ○[4] الی غیر ذٰلک من الاٰیات۔ اسے روح الامین (حضرت جبریل) نے واضح عربی زبان میں تمہارے قلبِ اطہر پر اتارا تاکہ تم سنانے والے حضرات میں سے ہوجاؤ، یہاں تک کہ انکے علاوہ اور بھی بیشمار اس نوع کی آیات ہیں۔ (ت)

دیکھو اُسی کو مقرو اُسی کو مسموع اسی کو محفوظ اُسی کو مکتوب قرار دیا اُسی کو قرآن اور اپنا کلام فرمایا، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

القراٰن کلام اللہ فی المصاحف مکتوب و فی القلوب محفوظ و علی الالسنۃ مقرو و علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منزل و لفظنا بالقراٰن مخلوق و کتابتنا لہ مخلوق و کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق۔[5] قرآن مجید اللہ کا کلام صحیفوں میں لکھا ہے اور دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر پڑھا گیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اتارا گیا ہے، اور ہمارا قرآن مجید کو بولنا اور اسی طرح اس کو لکھنا اور پڑھنا مخلوق ہے لیکن بایں ہمہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۸۰/ ۱۳ و ۱۴
[2] القرآن الکریم ۸۵/ ۲۱
[3] " ۵۶/ ۷۷ تا ۷۹
[4] " ۲۶/ ۱۹۳ تا ۱۹۵
[5] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

نیز وصایا میں فرماتے ہیں :

نقر بان القراٰن کلام اللہ تعالیٰ و وحیہ وتنزیلہ و صفتہ لا ھو ولا غیرہ بل ھو صفۃ علی التحقیق مکتوب فی المصاحف مقرو بالالسن محفوظ فی الصدور من غیر حلول فیھا (الیٰ قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واللہ تعالیٰ معبود ولا یزال عما کان وکلامہ مقرو ومکتوب و محفوظ من غیر مزایلۃ عنہ[1]

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام، اس کی وحی، اس کا نازل کردہ اور اس کی صفت ہے۔ لہذا وہ عین ہے اور نہ غیر، بلکہ بربنائے تحقیق اس کی صفت عالیہ ہے۔ صحیفوں میں لکھا ہوا، زبانوں پر پڑھا ہوا، اور سینوں میں حلول کے بغیر محفوظ شدہ۔ (امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد تک) اور اللہ تعالیٰ سچا معبود ہے اور اس کی شان ہمیشہ "الاٰن کما کان" (ایک شان پر جلوہ گر) ہے۔ پس اس کا کلام پڑھا گیا، لکھا گیا اور حفاظت شدہ ہے، بغیر اس کے کہ اس سے کوئی چیز زائل ہو۔ (ت)

عارف باللہ سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب وفیہ میں فرماتے ہیں :

لاتظن ان کلام اللہ تعالیٰ اثنان ھذا اللفظ المقرو والصفۃ القدیمۃ کما زعم ذلک بعض من غلبت علیہ اصطلاحات الفلاسفۃ والمعتزلۃ فتکلم فی کلام اللہ تعالیٰ بما اداہ الیہ عقلہ وخالف اجماع السلف الصالحین رضی اللہ تعالیٰ عنھم علی ان کلام اللہ تعالیٰ واحد لا تعدد لہ بحال وھو عندنا وھو عندہ تعالیٰ ولیس الذی عندنا غیر الذی عندہ ولا الذی عندہ غیر الذی عندنا



یہ گمان نہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے دو کلام ہیں ایک یہ پڑھے ہوئے الفاظ، دوسری وہ صفت قدیمہ، جیسا کہ بعض ان لوگوں نے گمان کیا کہ جن پر فلاسفہ اور معتزلہ کی زبان (اصطلاحات) غالب ہوگئی۔ پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام میں ایسی گفتگو کی کہ جس تک انھیں ان کی ناقص عقل نے پہنچا دیا۔ اور انھوں نے اسلاف صالحین کے اجماع کا خلاف کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم، باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ہے، کسی حال میں اس کے اندر کوئی تعداد نہیں۔ لہذا جو ہمارے نزدیک ہے وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ اور یوں بھی نہیں جو ہمارے پاس ہے وہ غیر ہے اسکا جو اسکے پاس ہے، اور نہ یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۲۹

بل ھو صفة واحدۃ قدیمۃ موجودۃ عندہ تعالٰی بغیر اٰلۃ لوجودھا وموجودۃ ایضًا عندنا بعینھا لکن بسبب اٰلۃ ھی نطقنا وکتابتنا وحفظنا فمتی نطقنا بھٰذہ الحروف القراٰنیۃ وکتبناھا وحفظناھا کانت تلك الصفۃ القدیمۃ القائمۃ بذات اللہ تعالٰی التی ھی عندھا تعالٰی ھی عندنا ایضا بعینھا من غیر ان یتغیرمن انھا عندہ تعالٰی ولا انفصلت عنہ تعالٰی ولا اتصلت بنا وانما ھی علی ما علیہ قبل نطقنا وکتابتنا وحفظنا[1] الی اٰخر ما اطال واطاب علیہ رحمۃ الملك الوھاب۔

بلکہ وہ ایک ہی صفت قدیمہ ہے جو اللہ تعالٰی کے ہاں موجود ہے۔ جبکہ اس کے وجود میں کسی آلہ کا کوئی دخل نہیں۔ اور وہ بعینہٖ ہمارے پاس بھی موجود ہے مگر اس کا آلہ ہے۔ اور وہ ہمارا بولنا، لکھنا اور یاد رکھنا ہے۔ پھر جب ہم ان حروفِ قرآنیہ کو بولیں، انھیں لکھیں اور انھیں یاد کریں تو جو صفت قدیمہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات سے قائم ہے جو اس کے حضور موجود ہے یہ وہی ہے جو بعینہٖ ہمارے پاس موجود ہے بغیر اس کے کہ اس میں تبدیلی پیدا ہو جائے اُس صفت سے جو اللہ تعالٰی کے حضور موجود ہے اور یہ بھی نہیں کہ اللہ تعالٰی سے کچھ منفصل (جدا) ہو کر ہم سے متصل (پیوستہ) ہو جائے۔ بلکہ وہ صفت اب بھی اسی حالت پر موجود ہے جو ہمارے بولنے، لکھنے اور یاد کرنے سے پہلے جس حالت پر موجود تھی (علامہ موصوف نے) آخر تک یہی طویل اور پاکیزہ کلام فرمایا۔ بخشش کرنے والے، کائنات کے حکمران کی اُن پر بے پایاں اور خصوصی رحمت کا نزول ہو۔ (ت)

حدیقہ ندیہ نوع اوّل فصل اول باب اول میں فرماتے ہیں:

اذا علمت ھذا ظھر لك فساد قول من قال ان کلام اللہ تعالٰی مقول بالاشتراك الوضعی علی معنیین الصفۃ القدیمۃ والمؤلف من الحروف والکلمات الحادثۃ فانہ قول یؤول بصاحبہ الی اعتقاد الشرك فی صفات اللہ تعالٰی واشارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

جب تمھیں یہ معلوم ہو گیا تو پھر تم پر اس کے اس قول کا فساد ظاہر ہو گیا کہ جس نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالٰی کا کلام اشتراکِ وضعی کے طور پر دو معنوں پر بولا گیا ہے: ایک صفت قدیمہ اور دوسرا وہ جو حروف اور کلماتِ حادثہ سے مرکّب ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا قول ہے جو اللہ تعالٰی کی صفات میں اعتقادِ شرک کی طرف راجع (اور پہنچاتا) ہے (لہٰذا یہ قول قطعاً ٹھیک نہیں)

[1] المطالب الوفیہ شرح الفرائد السنیۃ

وسلم ھنا فی ھذا الحدیث (ای حدیث ان ھذا القراٰن طرفہ بید اللہ تعالٰی و طرفہ بایدیکم رواہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی فی الکبیر[1] عن ابی شریح رضی اللہ تعالٰی عنہ) الی القراٰن تفید انہ واحد لاتعدد لہ اصلا وھو الصفۃ القدیمۃ وھو مکتوب فی المصاحف المقروبالالسنۃ المحفوظ فی القلوب من غیر حلول فی شیئ من ذٰلک ومن لم یفھم ھذا علٰی حسب ما ذکرنا لصعوبتہ علیہ یجب علیہ الایمان بہ بالغیب کما یؤمن باللہ تعالٰی وبباقی صفاتہ سبحانہ وتعالٰی ولایجوز لاحد ان یقول بحدوث ما فی المصاحف والقلوب والالسنۃ الٰی اٰخر ما افاد واجاد علیہ رحمۃ الملک الجواد۔[2]

اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کا اس حدیث میں یعنی حدیث ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے۔ یہ قرآن مجید اس کی ایک طرف' اللہ تعالٰی کے بے مثل ہاتھ میں ہے۔ اور اس کی دوسری طرف تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ تو گویا آپ کا قرآن مجید کی اسی حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ محدث ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ پس اس اشارہ سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالٰی کا کلام ایک ہے اس میں بالکل کوئی تعدد نہیں۔ اور وہ صفت قدیمہ ہے جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔ زبانوں سے پڑھا گیا اور دلوں میں ضبط شدہ ہے کہ جس میں کوئی حلول نہیں۔ اور جو کوئی ہمارے ذکر کردہ بیان کے مطابق اس مسئلہ کو بوجہ اس کے اشکال کے نہ سمجھے تو پھر بھی واجب ہے کہ وہ اس پر اسی طرح ایمان بالغیب رکھے کہ جس طرح اللہ تعالٰی پاک اور برتر کی ذات اور دیگر صفات پر ایمان رکھتا ہے۔ اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ مصاحف میں مرقوم، دلوں میں موجود اور زبانوں پر جاری ہے وہ حادث ہے (یہ سب کچھ) آخر تک علامہ موصوف نے افادہ فرمایا اور اس میں کمال کردیا۔ لہٰذا اللہ تعالٰی جو پوری کائنات کا بادشاہ اور نمایاں طور پر سخی ہے اس کی ان پر خصوصی رحمت وبرکات کا دائمی نزول ہو۔ (ت)

امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی باب مایجوز بیعہ ومالا میں فرماتے ہیں:

قد جعلہ (ای المکتوب والمصحف) اھل السنۃ والجماعۃ حقیقۃ کلام اللہ تعالٰی

اہل سنت وجماعت نے جو کچھ مصاحف میں لکھا ہوا ہے اس کو حقیقۃً اللہ تعالٰی کا کلام ٹھہرایا اگرچہ

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی فی الکبیر الترغیب فی اتباع الکتاب والسنۃ حدیث ۲ مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۹

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۶۲-۶۱

وان کان النطق بہ واقعا منا فافہم، واکثر من ذٰلک لا یقال ولا یسطر فی کتاب[1]

ہماری طرف سے اس کا تلفظ (بولنا) واقع ہوتا ہے، لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کیونکہ اس سے زیادہ نہ کہا جاسکتا ہے اور نہ کسی کتاب میں لکھا جاسکتا ہے۔ (ت)

اور پر ظاہر کہ اس بارہ میں سب کسوٹیاں یکساں ہیں جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن کریم میں مرقوم ہے اسی طرح فونو میں جب کسی قاری کی قراءت بھری گئی اور اشکال حرفیہ کہ ہوائے دہن پھر ہوائے مجاور میں بنی تھیں اس آلہ میں مرتسم ہوئیں ان میں بھی وہی کلام عظیم مرسوم ہے اور جس طرح زبان قاری سے جو ادا ہوا قرآن ہی تھا، یونہی اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا جس طرح اس آلہ سے اگر حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کی کوئی غزل ادا کی جائے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہ غزل نہیں یا حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کا کلام نہیں، یونہی جب اس سے کوئی آیہ کریمہ ادا کریں کوئی شبہہ نہیں کرسکتا کہ وہ آیت ادا نہ ہوئی، ضرور ادا ہوئی اور اسی تادیہ سے ہوئی جو اصل قاری کی زبان و گلو سے پیدا ہوا تھا۔

رہا یہ کہ پھر اس کے سماع سے سجدہ کیوں نہیں واجب ہوتا جبکہ فونو سے کوئی آیہ سجدہ تلاوت کی جائے

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) ہاں فقیر نے یہی فتوٰی دیا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ آیت نہیں، اس کا انکار تو بداہت کا انکار ہے، نہ ہماری تحقیق پر یہاں اس عذر کی گنجائش ہے کہ وجوب سجدہ کے لئے قاری کا جنس مکلف سے ہونا عندالاکثر وہو الصحیح اور مذہب اصح پر عاقل بلکہ ایک مذہب مصحح پر بالفعل اہل ہوش سے بھی ہونا درکار ہے۔ طوطی یا مینا کو آیت سجدہ سکھادی جائے تو اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا، اسی طرح مجنون بلکہ ایک تصحیح میں سوتے کی تلاوت سے بھی وجوب نہیں، نہ اس پر اگرچہ جاگنے کے بعد اُسے اطلاع دے دی جائے کہ تُونے آیت سجدہ پڑھی تھی، نہ اس سے سننے والے پر۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لاتجب بسماعہ من الطیر۔[2]

سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا جبکہ کسی پرندے سے آیت سجدہ سُنے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو الاصح زیلعی وغیرہ وقیل

اور وہی زیادہ صحیح ہے۔ زیلعی وغیرہ (میں یہی مذکور ہے)

---

[1] المیزان الکبرٰی باب مایجوز بیعہ ومالایجوز مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۷

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

وقیل تجب وفی الحجۃ ھو الصحیح، تاتارخانیۃ۔ قلت والاکثر علی تصحیح الاول وبہ جزم فی نور الایضاح[1]۔

اور یہ بھی کہا گیا بصورتِ مذکورہ سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ فتاوٰی حجۃ میں ہے کہ یہی صحیح ہے، تاتارخانیہ۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر ائمہ کرام قولِ اوّل کی تصحیح پر قائم ہیں، چنانچہ نور الایضاح میں اسی پر یقین کیا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

النائم اذا اخبرانہ قرأھا فی حالۃ النوم تجب علیہ وھو الاصح تتارخانیۃ وفی الدرایۃ لاتلزمہ ھو الصحیح امداد ففیہ اختلاف التصحیح واما لزومھا علی السامع منہ او من المغمی علیہ فنقل فی الشرنبلالیۃ ایضا اختلاف الروایۃ والتصحیح وکذا من المجنون[2]۔

سونے والے کو جب بتایا جائے کہ اس نے بحالتِ خواب آیتِ سجدہ پڑھی تو اس پر سجدہ کرنا واجب ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، تتارخانیہ۔ اور درایہ میں ہے کہ اس پر (دریں صورت) سجدہ لازم نہیں، اور یہی صحیح ہے، امداد۔ پس اس میں تصحیح کا اختلاف ہے لیکن سامع (سننے والا) اور بیہوش پر سجدۂ تلاوت کا لزوم (تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ شرنبلالیہ میں روایۃ اور تصحیح کا اختلاف نقل کیا گیا ہے اور اسی طرح دیوانے کے بارے میں ہے۔ (ت)



اسی میں ہے:

قال فی الفتح لکن ذکر شیخ الاسلام انہ لایجب بالسماع من مجنون او نائم او طیر لان السبب سماع تلاوۃ صحیحۃ وصحتھا التمییز ولم یوجد وھذا التعلیل یفید التفصیل فی الصبی فلیکن ھو المعتبر ان کان ممیزا وجب بالسماع منہ والا فلا اھ واستحسنہ فی الحلیۃ[3]۔

فتح القدیر میں فرمایا: لیکن شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا اگر دیوانے یا سونے والے یا پرندہ سے آیت سجدہ سُنی تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں کیونکہ اس کا سبب تلاوتِ صحیحہ ہے۔ اور صحتِ تلاوت کا مدار تمیز ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی۔ اور یہ تعلیل اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ یہی تفصیل بچے میں کی جائے۔ لہذا اسی کا اعتبار کرنا چاہئے کہ اگر بچہ عقل وتمیز رکھتا ہے تو اس سے آیہ سجدہ سُنی گئی تو سجدۂ تلاوت واجب ہے ورنہ نہیں اھ اور اس کو حلیہ میں مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] رد المحتار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۱۷

[2] و [3] ؏ ؏ ؏ ؏ ؏ ۱/۵۱۶

ہم ثابت کرتے آئے ہیں کہ یہ جو فونو سے سُننے میں آئی اُسی مکلّف عاقل ذی ہوش کی تلاوت ہے نہ کہ اس کی مثال وحکایت۔ پھر آخر یہاں سجدہ نہ واجب ہونے کی کیا وجہ ہے، **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) ہاں وجہ ہے اور نہایت موجہ ہے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سُنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس کے سُننے سے بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا، نہ خود قاری پر نہ سامع اول پر جس نے تلاوت سُن کر دوبارہ یہ گونج سُنی نہ نئے پر جس نے پہلی تلاوت نہ سُنی تھی یہ صدا ہی سُنی کہ حکم مطلق ہے۔ تنویر و دُر میں ہے:

لا تجب بسماعہ من الصدٰی[1]

آواز بازگشت سے آیتِ سجدہ نہیں تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

تجب علی المحدث والجنب وکذا تجب علی السامع بتلاوۃ ھٰؤلاء الا المجنون لعدم اھلیتہ لانعدام التمییز کالسماع من الصدٰی کذا فی البدائع والصدی مایعارض الصوت فی الاماکن الخالیۃ[2]

بے وضو اور جنبی (ناپاک) پر سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح ان لوگوں سے تلاوت سُننے والے پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے مگر دیوانے پر نہیں، اس لئے کہ وہ اہلیتِ سجدہ نہیں رکھتا کیونکہ اس میں عقل اور تمیز نہیں جیسے آواز بازگشت سُننے سے وجوبِ سجدہ نہیں۔ البدائع میں یہی مذکور ہے۔ اور صدٰی (آواز، بازگشت) وہ ہے جو بلند مقامات میں آواز سے ٹکرائے اور اس کے مقابل پیدا ہوجائے۔(ت)

اب صدا میں علماء مختلف ہیں کہ ہوا اسی تموّج اوّل سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے وہ تموج زائل ہوکر تموّج تازہ اسی کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے مواقف و مقاصد اور اُن کی شروح میں ثانی کو ظاہر بتایا پھر اس ثانی کے بیان میں عبارات مختلف ہیں بعض اس طرف جاتی ہیں کہ پلٹتی وہی ہوا ہے مگر اس میں تموّج نیا ہے یہی ظاہر ہے شرح مواقف و طوالع و بعض شروح طوالع سے، بعض تصریح کرتی ہیں ہوا ہی دوسری اسی کیفیت سے متکیف ہوکر آتی ہے یہ نص مواقف و مقاصد و شرح ہے، مطالع الانظار کی عبارت پھر متحمل ہے ولہٰذا ہم نے یہ مضمون ایسے الفاظ میں ادا کیا کہ دونوں معنی پیدا کریں۔ مواقف

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

[2] بحرالرائق " " مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۱۹

میں ہے :

الظاھر ان الصدی تموج ھواء جدید لارجوع الھواء الاول[1]

ظاہر یہ ہے کہ آوازِ بازگشت ایک نئی ہوا میں موج پیدا ہونا ہے، لہذا وہ پہلی ہوا کا واپس لوٹنا نہیں۔ (ت)

شرح میں ہے :

وذٰلك لان الھواء اذا تموج علی الوجه الذی عرفته حتی صادم جسما یقاومه و یردہ الی خلف لم یبق فی الھواء المصادم ذٰلك التموج بل یحصل فیه بسبب مصادمته ورجوعه تموج شبیه بالتموج الاول، وقد یظن ان الھواء المصادم یرجع متصفا بتموجه الاول بعینه فیحمل ذٰلك الصوت الاول الی السامع الاتری ان الصدی یکون علی صفته وھیأته وھذا وان کان محتملا الا ان الاول ھو الظاھر[2]

یہ اس لئے کہ جب ہوا میں اُس وجہ کے مطابق موج پیدا ہو کہ جس کو آپ پہچان چکے، حتی کہ اگر وہ کسی ایسے جسم سے ٹکرائے کہ جو اس کے مقابلے میں آئے اور وُہ اسے پیچھے کی طرف لوٹا دے تو پھر اس ٹکرانے والی ہوا میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ اس میں تصادم اور رجوع کی وجہ اور سبب سے ایک ایسا تموج پیدا ہوگا جو تموج اوّل کے بالکل مشابہ اور اس کی شبیہ ہوگا۔ اور کبھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ہوا متصادم بعینہٖ یعنی بالکل اسی پہلے تموج کے ساتھ متصف رہتے ہوئے واپس لوٹتی ہے۔ پھر اُس پہلی ہی آواز کو اٹھا کر سامع تک پہنچا دیتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ صدیٰ (بازگشت) اپنی صفت اور ہیئت پر باقی ہوتی ہے اگرچہ اس بات کا احتمال ہے مگر پہلی بات ہی ظاہر ہے۔ (ت)

مقاصد میں ہے :

جعل الواصل نفس الھواء الراجع اواخر متکیفا بکیفیته علی ماھو الظاھر[3]

نفسِ ہوا راجع کو واصل قرار دینا یا دوسری ہوا کو جو پہلی کی کیفیت سے متکیف (اور متصف) ہو جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔ (ت)

شرح میں ہے :

---

[1] المواقف مع شرحہ النوع الثالث المقصد الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۶۷

[2] شرح المواقف " " " " ۵/ ۶۸-۲۶۷

[3] المقاصد علی ہامش شرح المقاصد النوع الثالث دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۲۱۷

تردد وافی ان حدوثہ من تموج الھواء الاوّل الراجع علٰی ھیأتہ او من تموج ھواء اٰخربیننا وبین المقاوم متکیف بکیفیۃ الھواء الراجع وھذا ھو الاشبہ[1]

ماہرینِ عقلیات کو اس بات میں تردد (اور تذبذب) ہے کہ آواز کے پیدا ہونے کا اصل سبب کیا ہے، آیا وہ پہلی ہوا جو اپنی ہیئت پر لَوٹنے والی ہے (وہ اس کے حدوث کا سبب ہے) یا کسی دوسری ہوا کا تموّج (لہرانا) جو ہمارے اور جسم کے مقابل کے درمیان واقع ہے جو لوٹنے والی ہوا کی کیفیت سے متصف اور متکیف ہے (وہ آواز کے حدوث کا سبب ہے) اور یہی اشبہ ہے۔ (ت)

طوالع میں ہے:

الصّدٰی صوت یحصل من انصراف ھواء متموج عن جبل او جسم املس[2]

الصّدٰی آواز بازگشت، ایک ایسی آواز ہے جو کسی پہاڑ یا ملائم (چکنا) جسم سے موج والی ہوا کے لوٹنے سے پیدا ہوتی ہے۔ (ت)

اُس کی شرح مطالع میں ہے:

فان الھواء اذا تموج وقاومہ مصادم کجبل او جدار املس بحیث یصرف ھذا الھواء المتموج الٰی خلف محفوظا فیہ ھیأۃ تموج الھواء الاول حدث من ذٰلک صوت وھو الصدا ه[3]

جب ہوا میں تموّج یعنی لہر پیدا ہو۔ اور کوئی ٹکرانے والا جسم (متصادم) اس کے مقابل ہوجائے جیسے پہاڑ یا کوئی ملائم دیوار کہ یہ مقابل جسم اس تموّج والی ہوا کو پیچھے پھیر دے اور دھکیل دے کہ اُس پہلی ہوا کا تموّج اپنی ہیئت پر بدستور محفوظ ہو۔ پس اِس سے ایک آواز پیدا ہوگی۔ پس وہی "صدٰی" یعنی آواز، بازگشت ہے (ت)

اُس کی دوسری شرح میں ہے:

الصّدٰی صوت یحصل من ھواء متموج منصرف عن جسم املس یقاوم الھواء المتموج و یمنعہ من النفوذ

الصّدٰی آواز بازگشت، ایک آواز ہے جو موج والی ہوا، جو کسی ملائم جسم کی وجہ سے لوٹتی ہے، جو تموّج والی ہوا کے مقابل ہوتا ہے، اور اس کو

---

[1] شرح المقاصد النوع الثالث دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۲۱۸
[2] طوالع الانوار
[3] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار

فیه و بالضرورة ینصرف الهواء المتموج من ذٰلك الجسم الی الخلف علی مثل الهیأة التی کان علیها وحینئذ یحتمل ان یکون الهواء المتموج المصادم للجسم الاملس یرجع متصفا بتموجه الاول بعینه ویحمل الصوت الی السامع وان یکون سبب الصدی تموج جدید حصل للهواء لانه اذا تموج الهواء حتی صادم جسما املس یقاومه و یرده الی الخلف لم یبق فی الهواء المتصادم ذٰلك التموج بل یحصل لسبب المصادمة والرجوع تموج شبیه بالتموج الاول فهذا التموج الجدید الذی کان ابتداءه عند انتهاء الاول هو سبب الصدی قیل الاظهر هو الثانی [1]

اس میں نفوذ سے روکتا ہے۔ لہٰذا اس ضرورت کی بنا پر تموج والی ہوا اس جسم سے اُسی پہلی ہیئت پر پیچھے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں یہ احتمال ہے کہ تموج والی ہوا جو کسی چکنے اور ملائم جسم سے ٹکراتے ہوئے بعینہ پہلے تموج سے متصف رہتے ہوئے لوٹ جائے، اور آواز کو اٹھا کر سامع تک پہنچا دے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آوازِ بازگشت (صدٰی) کا سبب کوئی تموج جدید ہو جو ہوا کو حاصل ہوا ہو۔ کیونکہ جب ہوا میں تموج پیدا ہو جبکہ اس سے کوئی ایسا ملائم جسم مقابل ہو جائے جو اُسے پیچھے کی طرف لوٹا دے، پھر ہوا متصادم میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ تصادم اور رجوع کے سبب سے ہوا میں کوئی ایسی موج پیدا ہو جائے جو بالکل تموج اول کی شبیہ ہو۔ پس یہ تموج جدید کہ جس کی راہنمائی پہلے تموج کی انتہا سے ہے۔ پس یہی آوازِ بازگشت (صدٰی) کا سبب ہے۔ اور کہا گیا کہ یہ دُوسری بات زیادہ ظاہر ہے۔ (ت)

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) برتقدیرِ ثانی ظاہر وہی معنی ثانی ہے کہ راجع ہوائے ثانی ہے،

**اولاً** صدمۂ جبل نے اگر ہوائے اول کو روک لیا اور اس کا تموج دُور کردیا تو دوبارہ اس میں تموج کہاں سے آیا وہ تصادم تو اس کا مسکن ٹھہرا نہ کہ محرک

**ثانیاً** اثرِ قرع دُو تھے، تحرک و تشکل۔ جو صدمہ تحرک سے روک دے گا تشکل کب رہنے دے گا جو نقش بر آب سے بھی نہایت جلد مٹنے والا ہے کیا ہم نہیں دیکھتے کہ پانی کو جنبش دینے سے جو تشکل اس میں پیدا ہوتی ہے اس کے ساکن ہوتے ہی معاً جاتی رہتی ہے۔ خود شرح مواقف میں گزرا اذا انتفی انتفی [2] (جب وہ منتفی ہوگا تو یہ منتفی ہوگا۔ت) اور جب وہ تشکل جاتا رہا تو اب اگر کسی محرک سے پلٹے گی بھی

[1] شرح طوالع الانوار

[2] شرح المواقف المقصد الاول النوع الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/۲۵۸

اشکال حرفیہ کہاں سے لائے گی کہ وہ تحریک غیر ناطق سے ناممکن ہیں تو اس قول ثانی کی صحیح و صاف تعبیر وہی ہے جو مواقف و مقاصد میں فرمائی یعنی مثلاً مقاومت جبل سے یہ ہوا تو رک گئی مگر اس کا دھکا وہاں کی ہوا کو لگا اور اس کے قرع سے اس میں تشکل و تحرک آیا آواز کا ٹھپا اس میں سے اس میں اُتر گیا اور یہ رُک گئی کہ نہ اس میں تحرک رہا نہ تشکل۔

**ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) شاید قائل کہہ سکے کہ پہلا قول اظہر ہے کہ مصادمت اجسام میں وہی پیش نظر ہے، قوتِ محرکہ جتنی طاقت سے حرکت دیتی ہے پھینکا ہُوا جسم اگر راہ میں مانع سے نہیں ملتا اُس طاقت کو پُورا کرکے رُک جاتا ہے اور اگر طاقت باقی ہے اور بیچ میں مقاوم مل گیا تصادم واقع ہوتا ہے اور وہ جسم ٹھوکر کھا کر بقیہ طاقت تحریک کے قدر پیچھے لوٹتا ہے یوں اُس قوت کو پورا کرتا ہے جیسے گیند بقوت زمین پر مارنے سے مشاہدہ ہے۔ اور جواب دے سکتے ہیں کہ یہ اُس حالت میں ہے کہ دونوں جانب سے تصادم ہو، ہوا سا لطیف جسم پہاڑ کے صدمہ سے ٹکر کھا کر پلٹنا ضرور نہیں غایت یہ کہ پھیل جائے بہرحال کچھ ہی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آواز متکلم ہے خواہ پہلی ہی ہوا اُسے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس کے قرع سے آواز کی کاپی دُوسری میں اُتر گئی اور وہ لائی مگر شرع مطہر نے اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا، قول ثانی پر یہ کہنا ہوگا کہ سماع میں ایجاب سجدہ کے لئے اسی تموج اول سے وقوع سماع لازم ہے اور قول اول پر قید بڑھانی واجب ہوگی کہ وہ تموج محض اُسی طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریک گلو و زبان تالی نے پیدا کی تھی پلٹنے میں وہ قوت تنہا نہ رہی بلکہ تصادم کی قوتِ دافعہ بھی شریک ہوگئی، غرض کچھ کہئے یہی حکم سماع فونو میں ہوگا، قول ثانی پر بعینہٖ وہی فونو کا واقعہ ہے کہ تشکل باقی اور متموج ہوائے ثانی، اور قول اول پر یہاں بدرجۂ اولٰی عدم وجوب لازم کہ جب بحال بقائے تموج و تشکل معاصرف تخلل تصادم و رجوع سے ایجاب نہ رہا تو یہاں کہ تموج بدل گیا بروجہ اولٰی وجوب نہ ہوگا۔ اور مختصر یہ ہے کہ سجدہ سماع اول پر ہے نہ کہ مُعاد پر، اگرچہ خاص اس سامع کی نظر سے مکرر نہ ہو اور شک نہیں کہ سماع صدا سماع مُعاد ہے، اور فونو کی تو وضع ہی اعادہ سماع کے لئے ہوئی ہے لہٰذا ان سے ایجاب سجدہ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

جب یہ مقدمہ جلیلہ ممہد ہولیا تو اب بتوفیقہٖ تعالٰی **تنقیح مسئلہ** کی طرف چلئے۔ یہاں صورِ عدیدہ و وجوہِ شتّٰی ہیں:

**وجہ اوّل**: سب میں پہلے تحقیق طلب اُن پلیٹوں گلاسوں کی طہارت ہے، مسالا کہ اُن پر لگایا جاتا ہے اگر اُس میں کوئی ناپاک جُز شامل ہے (جس طرح یورپ کی اکثر اشیاء میں معہود و مشہور ہے

اُن کے یہاں شراب کے برابر کوئی شے حافظ قوت ادویہ نہیں اور تمام تحلیلات و اعمال کیمیاویہ میں جن سے ایسی تراکیب کم خالی ہوتی ہیں اسپرٹ کا استعمال لازم ہے اسپرٹ قطعاً شراب ہے سمیت کے سبب قابلِ شرب نہ ہونا اُسے شراب ہونے سے خارج نہیں کرسکتا بلکہ اس کی سمیت ہی غایت جوش واشتداد وسکر وفساد سے ہے، برانڈیاں کہ یورپ سے آتی ہیں اُن کے نشہ کی قوتیں اس کے قطرات سے بڑھائی جاتی ہیں فلاں قسم کے نوّے قطروں میں اس کا ایک قطرہ ہے فلاں کے سَو میں، اور شرابیں پینے سے نشہ لاتی ہیں اور اسپرٹ صرف سُونگھنے سے، تو وہ حرام بھی ہے اور پیشاب کی طرح نجاستِ غلیظہ بھی، کما ھو الصحیح المعتمد المفتٰی بہ (جیسا کہ صحیح اور قابلِ اعتماد، اور وہ بات کہ جس پر فتوٰی دیا گیا ہے۔ ت) جب تو ظاہر ہے کہ قرآن عظیم کا اس میں بھرنا حرام قطعی اور سخت شدید توہین وبے ادبی ہے جب وہ قالب نجس ٹھہرے تو یہ بعینہٖ ایسا ہوگا کہ کاغذ پیشاب میں بھگو کر معاذ اللہ اُس پر لکھنا جسے مسلمان تو مسلمان کوئی سمجھ والا کافر بھی گوارا نہ کرے گا۔ ہمارے علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ نجاست کی جگہ قرآن عظیم پڑھنا منع ہے ولہذا حمام میں تلاوت مکروہ ہے۔ فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

یکرہ ان یقرأ القراٰن فی الحمام لانہ موضع النجاسات ولایقرأ فی بیت الخلاء[1]۔

مکروہ ہے کہ حمام میں قرآن مجید پڑھا جائے اس لئے کہ وہ محلِ نجاست ہے۔ اور بیت الخلاء (لیٹرین) میں بھی قرآن مجید نہ پڑھا جائے۔ (ت)



قنیہ وہندیہ میں ہے:

لاباس بالقراءۃ راکبا وماشیا اذالم یکن ذلک الموضع معدا للنجاسۃ فان کان یکرہ[2]۔

سوار ہونے والے اور پاپیادہ چلنے والے کیلئے قرآن مجید پڑھنے میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں بشرطیکہ وہ جگہ نجاست کے لئے نہ بنائی گئی ہو، اور اگر گندگی کیلئے بنی ہو تو وہاں تلاوت کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

بلکہ جن کے نزدیک موت سے بدن نجس ہوجاتا ہے اور غسلِ میّت اُسے نجاست حقیقیہ سے تطہیر کیلئے رکھا گیا ہے وہ قبلِ غسل میّت کے پاس بیٹھ کر تلاوت کو منع کرتے ہیں جب تک اُسے بالکل ڈھانک نہ دیا جائے کہ نجاست منکشفہ کا قرب ہوگا۔ تنویر میں ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلوٰۃ فصل فی قراءۃ القرآن مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۷۸

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ القنیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۶

کرہ قراءۃ القراٰن عندہ الی تمام غسلہ[1]

میت کو غسل دینے تک اُس کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

علله الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیھا للقراٰن عن نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث وعلیہ فینبغی جوازھا کقراءۃ المحدث[2]۔

امداد الفتاح میں علامہ شرنبلالی نے اس کی یہ تعلیل ذکر فرمائی تاکہ قرآن مجید کو میّت کی نجاست اور ناپاکی سے بچایا جائے کیونکہ نجاست اسے موت کی وجہ سے ناپاک کردیتی ہے۔ پھر اس نجاست میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض نے کہا کہ یہ نجاست خبث ہے جبکہ بعض کے نزدیک حدث ہے۔ لہذا اس بنیاد پر مناسب ہے کہ میّت کے پاس قرآن مجید جائز ہے جیسے بے وضو کا یا وسے قرآن مجید پڑھنا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وذکر ط ان محل الکراھۃ اذا کان قریبا منہ اما اذا بعد عنہ فلا کراھۃ اھ قلت والظاھر ان ھذا ایضا اذا لم یکن المیت مسجی بثوب یستر جمیع بدنہ[3] الخ۔

علامہ طحطاوی نے ذکر کیا کہ اِس کراہت کا محل یہ ہے کہ جب میّت کے قریب بیٹھا ہو، لیکن جب اس سے دور بیٹھا ہے (اور قرآن مجید پڑھ رہا ہے) تو پھر کراہت نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں یہ کراہت بھی تب ہوگی کہ جب میت کسی ایسے کپڑے سے جو اس کے سارے جسم کو چھپائے ڈھانپی ہوئی نہ ہو الخ۔ (ت)

جب قُربِ نجاست میں تلاوت منع ہوئی کہ اُس ہوا کا جو اشکال حروف قرآن کی حامل ہے محلِ نجاست پر گزر نہ ہو تو خود نجس چیز میں معاذ اللہ اُن اشکالِ طاہرہ کا مرتسم کرنا کس درجہ سخت حرام ہوگا۔

**اقول** وبما بینا ظھر وجہ التقیید بان لایکون جمیع بدنہ مسجی فافھم۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے قید لگانے کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ میّت کا پورا جسم ڈھانپا ہوا نہ ہو۔ پس اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۰

[2] " " " " " " ۱/ ۲۰-۱۱۹

[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۷۳

بلکہ حق یہ ہے کہ اس تقدیر پر جہل مردم و ناواقفی حال آلہ و عدم نیت و عدم تنبہ کا قدم درمیان نہ ہو تو دیدہ و دانستہ اُن میں آیات بھرنے والے کا حکم معاذ اللہ القائے مصحف فی القاذورات (اللہ تعالٰی کی پناہ ۔ یہ تو مصحف شریف کو نجاستوں میں پھینکنا ہے ۔ ت) کے مثل ہوتا ہم روشن کرچکے کہ تمام جلوہ گاہوں میں وہی صفت الٰہیہ بعینہا حقیقۃً جلوہ فرما ہوتی ہے تو اُس کے لئے معاذ اللہ یہ ناپاک کسوت مقرر کرنا کس درجہ ایمان ہی کے مخالف ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ۔ پھر یہ توہین خبیث صرف اُن بھرنے والوں ہی کے ماتھے نہ جائے گی بلکہ باوجود اطلاع اُسے تحریک دے کر الفاظ قرآنی کی آواز اُس سے ادا کرنے والے اسکی خواہش کرکے ادا کرانے والے، سُننے والے، سُنانے والے، اس پر راضی ہونے والے، باوصف قدرت انکار نہ کرنے والے سب اُسی بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے ۔ نہ فقط یوں کہ توہین کے مرتکب صرف بھرنے والے ہوں اور یہ اُس کے روا رکھنے گوارا کرنے والے نہیں ۔ نہیں بلکہ ہر بار لعینہٖ ویسی ہی توہین جدید کے یہ خود پیدا کرنے والے کہ اُنھوں نے گویا نقوش کتابت قرآنیہ اس نجس میں لکھے اُنھوں نے الفاظ تلاوت قرآنیہ اُس پر گزرتے ہوئے ادا کئے بلکہ اس وقت اس کی تجلی بے پردہ و حجاب جلوہ فرما ہوگی بھری ہوئی چوڑیوں میں نقوش قرآنیہ ہونا ہر شخص نہ سمجھے گا اور اب جو ادا کیا جائے گا کسی کو اس کے قرآن ہونے میں اصلاً اشتباہ نہ ہوگا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے تحفظ اور بھلائی کرنے کی قوت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور بڑی شان والے کی توفیق دینے ۔ ت)

**وجہ دوم :** یہ صورت تو وہ تھی کہ اُن کا گلاسوں پلیٹوں کا پلید و نجس ہونا معلوم یا مظنون ہی ہو

فان الظن فی الفقہیات ملتحق بالیقین لاسیما مثل امر الاحتیاط فی الدین ۔

کیونکہ فقہی مسائل میں گمان، یقین کے ساتھ ملحق ہے ۔ خصوصاً اس نوع کے دینی احتیاط کے معاملہ میں ۔ (ت)

بلکہ اگر حالتِ شبہہ ہو جب بھی حکم احتراز ہے کہ محرمات میں شبہہ ملتحق بیقین ہے، کما نص علیہ فی الھدایۃ وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے ۔ ت) اب وہ صورت فرض کیجئے کہ پلیٹ وغیرہ کی طہارت یقینی ہو اس کے اجزاء اور بنانے کا طریقہ معلوم ہو جس میں کہیں کسی نجاست کا خلط نہیں تو اس میں ایک کھُلی سخت شدید نجاست معنوی رکھی ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کا عام بجانا، سُننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے ۔ قرآن عظیم اس لئے نہیں اترا ۔ اُسی عزت والے عزیز عظیم سے پُوچھو کہ وہ کھیل کے طور پر اپنے سننے والوں کی نسبت کیا فرماتا ہے :

اقترب للناس حسابھم وھم فی

لوگوں کے لئے ان کا حساب نزدیک آیا اور وہ

غفلة معرضون ○ ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون ○ لاھیة قلوبھم [1]

غفلت میں روگرداں پڑے ہیں، نہیں آتا اُن کے پاس اُن کے رب سے کوئی نیا ذکر مگر اُسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں دل کھیل میں پڑے ہوئے۔

اور فرماتا ہے:

افمن ھذا الحدیث تعجبون ○ وتضحکون ولا تبکون ○ وانتم سامدون [2]

تو کیا اس کلام کو اچنبا بناتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

اور فرماتا ہے:

وذر الذین اتخذوا دینھم لعبا ولھوا وغرتھم الحیٰوة الدنیا وذکر بہ ان تبسل نفس بما کسبت لیس لھا من دون اللہ ولی ولا شفیع وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منھا اولٰئک الذین ابسلوا بما کسبوا لھم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون [3]

چھوڑ دے اُن کو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا اور دُنیا کی زندگی نے انھیں فریب دیا اور اس قرآن سے لوگوں کو نصیحت دے کہیں پکڑی نجائے کوئی جان اپنے کئے پر کہ خدا سے جدا نہ اُس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی اور اگر اپنے چھڑانے کو سارے بدلے دے کچھ نہ لیا جائے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے کئے پر گرفتار ہوئے انھیں پینا ہے کھولتا پانی اور دکھ کی مار بدلہ ان کے کفر کا۔



اور فرماتا ہے:

ونادٰی اصحٰب النار اصحٰب الجنة ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ قالوا ان اللہ حرمھما علی الکٰفرین ○ الذین اتخذوا دینھم لھوا ولعبا وغرتھم الحیٰوة الدنیا فالیوم ننسٰھم کما نسوا لقاء

دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے فیض سے تھوڑا پانی دو یا وہ رزق جو خدا نے تمھیں دیا وُہ کہیں گے بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا تو آج ہم ان کو بُھلا دیں گے جیسا وہ بُھولے اُس دن

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱ تا ۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۵۹ تا ۶۱

[3] القرآن الکریم ۶/ ۷۰

[4] القرآن الکریم ۷/ ۵۰

یومھم ھذا و ما کانوا بایٰتنا یجحدون [1] کا ملنا اور جیسا جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

واقعی کفار نے یہ بڑا داؤ مسلمانوں سے کھیلا کہ اُن کے دین کی جڑ اُن کے ایمان کی اصل قرآن عظیم کو خود اُن کے ہاتھوں کھیل تماشا بنوا دیا یہ ان لوگوں کے فونو سے قرآن سننے سنانے کا خاص جزئیہ ہے کہ قرآن عظیم نے اس کی ایجاد سے تیرہ سو برس پہلے ظاہر فرما دیا اُس سے بڑھ کر اور سخت بلا کیا ہوگی اس سے بدتر اور گندی نجاست کیا ہوگی۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

**وجہ سوم:** زید اس مجمع لہو و لغو میں ہے تماشے کے طور پر قرآن مجید سنایا جارہا ہے اس کا دعوٰی ہے کہ میں تذکر و تفکر ہی کے طور پر سن رہا ہوں مجھے لہو مقصود نہیں، اگر یہ صحیح ہو جب بھی وہ گناہ و جرم سے بری نہیں ایسے مجمع میں شریک ہونا ہی کب جائز تھا اگرچہ تیری نیت نیتِ خیر ہو۔ کیا قرآن عظیم نے نہ فرمایا:

واذا رأیت الذین یخوضون فی اٰیٰتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین [2]

اور جب تو انھیں دیکھے جو ہماری آیتوں کو مشغلہ بنا رہے ہیں تو اُن سے منہ پھیر لے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات کے شغل میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس سے فوراً اُٹھ کھڑا ہو۔

یہ کیا اسی کی یاددہانی میں دوسری جگہ اس سے بھی صاف تر و سخت تر نہ فرمایا:

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا و یستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنٰفقین و الکٰفرین فی جھنم جمیعا [3]

بیشک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں پر گرویدگی نہیں کی جاتی اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو تم اُن کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات کے شغل میں پڑیں اور وہاں بیٹھے تو تم بھی انھیں جیسے ہو بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

آیتوں کو کھیل بنانے والے کافر ہوئے، اُس وقت اُن کے پاس بیٹھنے والے منافق ٹھہرے،

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۰ و ۵۱
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰

یہاں پاس بیٹھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں بھی اکٹھے رہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ معالم التنزیل میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

دخل فی ھٰذہ الاٰیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الٰی یوم القیٰمۃ۔[1] اس آیت میں قیامت تک کا ہر مبتدع ہر بدمذہب داخل ہے۔

**وجہ چہارم:** صلحاء نے خاص اپنا جلسہ کیا جس میں سب نیت صالح والے ہیں اور تفکر و تذکر ہی کے طور اس میں سے قرآن مجید سنا خاص اُس سے سُننے کی یہ ضرورت تھی کہ اس میں کسی اعلٰی قاری کی نہایت دردناک و دلکش قراءت بھری ہے اس میں سے قراءت سنانے والا بھی انھیں میں کا ہے کہ اس نے اس کا بنانا چلانا سیکھ لیا ہے۔

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) اب یہاں دو نظریں ہیں، نظر اولٰی و نظر دقیق۔

**نظر اولٰی** صاف حکم کرے گی کہ اب اس میں کیا حرج ہے، جب پلیٹیں طاہر و پاک فرض کرلی گئیں تو حرج صرف نیتِ لہو کا رہا اُس سے یہ لوگ منزّہ ہیں اور بھرنے والوں کی نیت فاسدہ کا ان پر کیا اثر۔



قال اللہ تبارک وتعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔[2] اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشاد فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی(ت)

اور کوئی فی نفسہٖ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگرچہ انھیں کی ایجاد ہو جیسے گھڑی، تار، ریل وغیرہا، اور فونو بذاتِ خود معازف ومزامیر سے نہیں کہ اس کے لئے کوئی خاص آواز ہی نہیں جس کے واسطے اُسے وضع کیا ہو یا اس سے قصد کیجاتی ہو وہ تو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف ایسی ہے جیسی اوزان عروضیہ کی کلام کی طرف بلکہ حروف ہجا کی معنی کی طرف، حروف ہجا من حیث ہی حروف الھجا علوم رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے موضوع نہیں بلکہ وہ آلہ تادیہ معانی مختلفہ ہیں جیسے معنی چاہیں اُن سے ادا کرسکتے ہیں اچھے ہوں خواہ بُرے، یہاں تک کہ ایمان سے کفر تک سب انھیں حروف سے ادا ہوتا ہے ایسے آلہ مطلقہ کو من حیث ہی کذا حسن یا قبیح کسی کے ساتھ موصوف نہیں کرسکتے بلکہ وہ مدح و ذم و ثواب و عقاب میں اس چیز کا تابع ہوتا ہے جو اس سے ادا کی جائے، تلوار بہت اچھی ہے اگر اس سے حمایت اسلام

---

[1] معالم التنزیل علٰی ہامش الخازن تحت آیۃ وقد نزل علیکم فی الکتٰب الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱۲

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

کی جائے اور سخت بری ہے اگر خونِ ناحق میں برتی جائے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا:

الشعر بمنزلۃ الکلام فحسنہ کحسن الکلام وقبیحہ کقبیح الکلام۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد[1] والطبرانی فی المعجم الاوسط عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص وابویعلی عنہ وعن ام المومنین الصدیقۃ والدارقطنی عن عروۃ عنہا والشافعی عن عروۃ موسلاً رضی اللہ تعالٰی عنہم واسنادہ حسن۔

شعر بمنزلہ کلام کے ہے تو اس کا اچھا مثل اچھے کلام کے ہے اور اس کا بُرا مثل بُرے کے۔ (امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ اور محدث ابویعلی نے اُن سے اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اور امام دارقطنی نے بواسطہ حضرت عروہ مائی صاحبہ سے۔ اور امام شافعی نے حضرت عروہ سے بطور ارسال اسے روایت فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ اس حدیث کی سند درجہ حسن رکھتی ہے۔ ت)

یہ اسی سبب کے اوزان عروضیہ ادائے ہرگونہ کلام کے آلہ ہیں تو ان پر فی انفسہا کوئی حکم حسن وقبح نہیں ہوسکتا بلکہ مؤدی بہا کے تابع ہوں گے شعر میں اچھی بات ادا کی جائے تو حدیث صحیح میں ان من الشعر لحکمۃ[2] (بیشک بعض شعر ضرور حکمت ہوتے ہیں۔ ت) ارشاد ہوا ہے اور یاوہ سرائی یا ہرزہ درائی کی جائے تو الشعراء یتبعھم الغاؤن[3] (اور شاعروں کی پیروی اور اُن کا اتباع گمراہ کرتے ہیں۔ ت) فرمایا گیا وہاں ان اللہ یؤید حسان بروح القدس (اللہ تعالٰی حضرت جبریل سے حضرت حسان کی تائید کرتا ہے۔ ت) کی بشارت جانفزا ہے اور دوسری طرف امرؤالقیس صاحب لواء الشعراء الی النار (امرؤالقیس شاعروں کا علمبردار آتش دوزخ میں ہے۔ ت) کی وعید جانگزا۔ رواہ احمد[4] والبزار عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے احمد و بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۶۹۲ ریاض ۸/۳۴۰ و ادب المفرد حدیث ۸۶۵ مکتبہ اثریہ شیخوپورہ ص ۲۲۳

[2] ادب المفرد حدیث ۸۶۵ باب من قال ان من البیان سحرا الخ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ص ۲۲۵
صحیح البخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعراء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۷

[3] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۴

[4] کنز العمال برمز حم قت عن عائشہ حدیث ۸۴۲۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۹۶۲
مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۷۲

تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت) بعینہٖ یہی حالت فونو کی ہے کہ وہ کسی صوت خاص کے لئے موضوع نہیں جسے معازف و مزامیر میں داخل کرسکیں بلکہ ادائے ہر قسم آواز کا آلہ ہے تو حسن و قبح و منع و اباحت میں اُسی آواز مؤدّی بہ کا تابع ہوگا جب تک خارج سے کوئی مغیر عارض نہ ہو اگر اس میں سے مزامیر کی آواز سنی جائے تو حکم مزامیر میں ہے اور بہ نیت تذکرہ وعظ و تذکیر کی آواز سنی جائے تو حکم وعظ و تذکیر میں اور واعظ و مذکر کا ذی روح ہونا کچھ شرط نہیں ع

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ‏ ‏ ‏ ‏ ور نبشتست پند بر دیوار

(مرد کو چاہئے کہ اپنے کانوں سے نصیحت سُنے اگرچہ کلماتِ نصیحت کسی دیوار پر لکھے ہوں۔ت)

آلۂ ادا میں فی نفسہٖ کوئی آواز ودیعت ہی نہیں ہوتی آوازیں تو رکاوٹوں میں ہیں آلہ محض مثل گلو و حنجرہ ہے جس سے ہر طرح کی صوت نکال سکتے ہیں تو خراب و ناجائز پلیٹوں کا حکم پاک و جائز قالبوں کی طرف کیوں ساری ہونے لگا اور اگر بھرنے والوں نے ایک ہی ریکارڈ کے ایک پہلو پر کچھ آیات یا اشعار حمد و نعت اور دوسرے پر کچھ خرافات بھری ہیں تو یہ بے ادبی و جمع ضدین ان کا فعل ہے خذ ما صفا و دع ما کدر (جو صاف ہو لے لو، جو گدلا ہو چھوڑ دو۔ت) پر عمل کرنے والے اُس پر کیوں ماخوذ ہوں گے اس کی نظیر کنیز مشترک ہے اس کے ایک صالح مولٰے نے اُسے قرآن عظیم پڑھایا دوسرے فاسق نے گانا سکھایا تو اس کے گلے سے دونوں چیزوں کا ادا ہوسکنا صالح آقا کو اس سے قرآن عظیم سننا منع نہ کریگا عرف میں اسے باجا کہنا مزامیر و معازف ممنوعہ کے حکم میں داخل نہ کر دے گا۔

فان الامور بمقاصدھا وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[1]۔ ‏ ‏ کیونکہ کاموں کا اعتبار بلحاظ ان کے مقاصد کے ہے۔ اعمال کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے کہ جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔(ت)

معازف و مزامیر آلات لہو و طرب ہیں جو خاص موسیقی کی آوازیں ادا کرنے کو لذت نفسانی و نشاط شیطانی کے لئے وضع کئے گئے ہر غیر ذی روح جس سے آواز کسی مقصد حسن یا مباح کے لئے پیدا کی جائے اس میں داخل نہیں ہوسکتا اگرچہ اس سے آواز نکالنے کو بجانا کہیں یوں تو طبل غازی و نقارۂ سحری بھی باجا ہے ریل کے انجن میں جو سوراخ دھواں نکالنے کو رکھا جاتا ہے جس سے لوگوں کا جان و مال بچانے کے لئے اُن کی اطلاع دہی کو آواز نکالی جاتی ہے اس آواز کو بھی سیٹی یا پپیہا کہتے ہیں مگر



---

[1] صحیح البخاری ‏ ‏ باب کیف کان بدء الوحی الخ ‏ ‏ قدیمی کتب خانہ کراچی ‏ ‏ ۱/ ۲

یہ نام اس فعلِ حسن کو ممنوع سیٹی اور پیپے کے حکم میں نہ کر دے گا، بالجملہ یہاں جو کچھ حرج آیا نیتِ لہو سے یا مجمع لہو سے ہے کہ قرآن عظیم کا اس نیت سے سننا لذاتہ حرام قطعی اور اس مجمع میں سننا لغیرہ ممنوع شرعی۔ جب یہ دونوں منتفی ممانعت منتفی۔ یہ نظرِ اولٰی کی تقریر ہے، اور نظرِ دقیق فرمائیگی کہ یہ سب کچھ حق و بجا مگر فعل حرج سے اب بھی نہ بچا، بھرنے والوں کے مقاصدِ فاسدہ معلوم ہیں کہ لہو و لعب ہے اور اس کے ذریعہ سے ٹکا کمانا تو ان کا بنانا حرام اور اُسے استعمال کرنے والے اُس حرام کے معین ہوئے، اگر لوگ نہ خریدتے نہ سنتے تو وہ ہرگز قرآن عظیم بھرنے کی جرأت نہ کرتے۔ شریعتِ مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جس بات سے حرام کو مدد پہنچے اُسے بھی حرام فرمادیتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔(ت)

جو چیز بنانا ناجائز ہو اُسے خریدنا استعمال میں لانا بھی منع ہوتا ہے کہ یہ نہ لیں تو وہ کیوں بنائیں اُن کا مول لینا اور کام میں لانا ہی انھیں بنانے پر باعث ہوتا ہے ولہذا خواجہ سراؤں کا خریدنا اُن سے کام خدمت لینا شرعاً منع ہوا، اور ائمہ کرام نے اس کی علت بھی بیان فرمائی کہ آدمی کو خصی کرنا حرام ہے یہ فعل اگرچہ ان خریدنے والوں کا نہیں مگر ان کا خریدنا ہی ان فاسقوں کو اس پر جرأت دلاتا ہے کوئی مول نہ لے تو کیوں ایسی ناپاکی کریں۔ امام ابوجعفر طحاوی معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

لما نھی عن اخصاء بنی اٰدم کرہ بذلک اتخاذ الخصیان لان فی اتخاذھم مایحمل من تحضیضھم علی اخصائھم لان الناس اذا تحاموا اتخاذھم لم یرغب اھل الفسق فی اخصائھم وقد حدثنا ابن ابی داؤد ثنا القواریری ثنا عفیف بن سالم ثنا العلاء بن عیسی الذھلی قال اتی

جب اولاد آدم کے خصی (نامرد کرنا) کرنے سے منع کر دیا گیا پس اسی لئے خصی افراد سے خدمت لینا اور انھیں کسی کام میں استعمال کرنا مکروہ ہے کیونکہ استعمال کرنے سے لوگوں کا انھیں خصی کرنے پر اُبھار اور آمادگی پیدا ہوتی ہے، کیونکہ جب لوگ انھیں استعمال کرنے سے بچیں اور پرہیز کریں تو پھر بدکار اور اوباش لوگ انسانوں کو خصی کرنے کی طرف رغبت نہ کریں۔ ابن ابی داؤد، القواریری، عفیف بن سالم، العلاء بن عیسٰی الذہلی کے چند وسائط

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

عمر بن عبد العزیز بخصی فکرہ ان یبتاعه وقال ما کنت لاعین علی الاخصاء فکل شئ فی ترك کسبه ترك لبعض اهل المعاصی فلا ینبغی کسبه[1]

ہم تک (یعنی امام ابوجعفر طحاوی تک) یہ حدیث پہنچی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک خصی آدمی لایا گیا تو آپ نے اس کو خریدلینا ناپسند کیا، اور فرمایا میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ انسان کے خصی کرنے پر بدکرداروں سے تعاون کروں۔ پھر ہر کام کہ جس کے نہ کرنے سے بعض گناہگاروں سے گناہ چھوٹ جاتا ہے تو پھر نامناسب ہے کہ ایسا کام کیا جائے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

یکرہ استخدام الخصیان لان الرغبة فی استخدامهم حث الناس علی هذا الصنیع وهو مثلة محرمة[2]

خصی لوگوں سے خدمت لینا مکروہ ہے کیونکہ اُن سے خدمت لینے کی رغبت رکھنا لوگوں کو اس بُرے کام پر آمادہ کرنا ہے، اور یہ "مثلہ" ہونے کی وجہ سے حرام ہے (ت)

غایۃ البیان میں مختصر امام طحاوی سے ہے:

یکرہ کسب الخصیان وملکهم واستخدامهم وقال ابوحنیفه رضی الله تعالٰی عنه لو لا استخدام الناس ایاهم لما اخصاهم الذین یخصونهم[3]

خصی لوگوں کی کمائی، اور اُن کا ملک (یعنی ملکیت) اور اُن سے خدمت لینا یہ سب کام مکروہ ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کا اُن سے خدمت لینا نہ ہوتا تو پھر جو لوگ انھیں خصی کرتے ہیں وہ کبھی انھیں خصی نہ کرتے۔ (ت)

اسی دلیل سے ہمارے علماء نے بیل بکرے کے خصی کرنے اور گھوڑی سے خچر لینے کا جواز ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو خصی دُنبے قربانی کیے اور خچر پر سواری فرمائی، اگر یہ فعل ناجائز ہوتے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کو کام میں نہ لاتے۔ شرح معانی الآثار شریف میں ہے:

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۹
[2] الہدایہ کتاب الکراہیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۲
[3] مختصر الطحاوی " یکرہ کسب الخصیان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴۳

قد رأينا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ضحی بکبشین موجوئین وهما المرضوضان خصاهما والمفعول به ذٰلك قد انقطع ان یکون له نسل فلوکان اخصاؤهما مکروها اذا لما ضحی بهما رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم[1]

بیشک ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی، یعنی وہ دو ایسے دُنبے تھے کہ جن کے دونوں خصیے کوفتہ تھے۔ اور جس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے اسکی نسل ختم ہوجاتی ہے۔ اگر دنبوں کو خصی کرنا مکروہ ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے مکروہ جانوروں کی کبھی قربانی نہ کرتے۔ (ت)

اُسی کے باب انزاء الحمیر علی الخیل میں ہے:

لوکان مکروها لکان رکوب البغال مکروها لانه لولا رغبة الناس فی البغال ورکوبهم ایاها لما انزئت الحمیر علی الخیل[2]

گدھوں کا گھوڑی سے جُفتی کرانا، اگر یہ مکروہ ہوتا تو ضرور خچروں پر سوار ہونا مکروہ ہوتا، اس لئے کہ اگر لوگوں کی خچروں کی طرف اور ان کی سواری کی طرف رغبت نہ ہوتی تو کبھی گدھوں سے گھوڑی پر جفتی نہ کرائی جاتی۔ (ت)



ہدایہ میں ہے:

لاباس باخصاء البهائم وانزاء الحمیر علی الخیل وقد صح ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم رکب البغلة فلوکان هذا الفعل حرام لما رکبها لما فیه من فتح بابه[3]

چوپایوں کے خصی کرنے میں اور گدھوں سے گھوڑی پر جفتی کرانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خچر پر سوار ہوئے ہیں اگر یہ کام حرام ہوتا تو آپ کبھی خچر پر سوار نہ ہوتے کیونکہ اس میں برائی کا دروازہ کھلتا ہے۔ (ت)

اسی باب سے ہے کہ قوی تندرست قابلِ کسب جو بھیک مانگتے پھرتے ہیں اُن کو دینا گناہ ہے کہ اُن کا بھیک مانگنا حرام ہے اور اُن کو دینے میں اس حرام پر مدد، اگر لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور کوئی

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب اخصاء البهائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۲۱

[2] " " کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل " ۲/۱۷۹

[3] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۷۲

پیشہ حلال اختیار کریں۔ درمختار میں ہے :

لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب ویأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم[1]

یہ حلال نہیں کہ آدمی کسی سے روزی وغیرہ کا سوال کرے جبکہ اس کے پاس ایک دن کی روزی موجود ہو یا اُس میں اس کے کمانے کی طاقت موجود ہو، جیسے تندرست کمائی کرنے والا، اور اُسے دینے والا گنہگار ہوتا ہے اگر اس کے حال کو جانتا ہے، کیونکہ حرام پر اس نے اُس کی مدد کی۔ (ت)

یہ اصل کلی یاد رکھنے کی ہے کہ بہت جگہ کام دے گی، جس چیز کا بنانا ناجائز ہوگا اسے خریدنا کام میں لانا بھی ممنوع ہوگا اور جس کا خریدنا کام میں لانا منع نہ ہوگا اس کا بنانا بھی ناجائز نہ ہوگا،

فان رفع التالی ینتج رفع المقدم کما ان وضع المقدم ینتج وضع التالی۔

اس لئے کہ رفع تالی، رفع مقدم نتیجہ دیتی ہے۔ جس طرح وضع مقدم، وضع تالی کا نتیجہ دیتی ہے(ت)۔

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اور یہ خیال کہ ایک ہمارے چھوڑے سے کیا ہوتا ہے ہم نہ لینگے تو اور ہزاروں لینے والے ہیں مقبول نہیں، ہر ایک کا یہی خیال رہے تو کوئی بھی نہ چھوڑے تو حکم شرع معطل رہ جائے چھوٹے گا یوہیں کہ ہر ایک اپنے ہی استعمال کو اس کا ذریعہ اصلاح سمجھے، جب سب چھوڑ دینگے آپ ہی بنانا معدوم ہوجائے گا، اور اگر نہ چھوڑیں تو ہر ایک کو اپنی قبر میں سونا اپنے کئے کا حساب دینا ہے اوروں سے کیا کام، ایسی ہی جگہ کے لئے ارشاد ہوا ہے :

یایها الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اهتدیتم[2]

اے ایمان والو! تم اپنی جان کی اصلاح کر لو تمہیں اوروں کی گمراہی سے نقصان نہیں جبکہ تم خود راہ پر ہو۔

اگر کہئے یہ تو اُن افعال میں سے جو فی نفسہ مذموم ہیں تلاوت کی آواز کا اس میں ودیعت رکھنا بنفسہ مذموم نہیں، اُن کی نیت لہو وغیرہ مقاصد ومفاسد نے اُسے ممنوع کیا۔

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) کام واقع سے ہے نہ محض فرض سے، جب واقع یہ ہے تو اس کی حرمت میں شک نہیں اور اس حرام کا دروازہ تمہیں خریدنے والوں کام میں لانے والوں نے کھولا کوئی

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

[2] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

مول نہ لے تو وہ کیوں ایسی ناپاکی کریں پھر عذر کا کیا محل، واللہ العاصم عن سبیل الزیغ والزلل (ٹیڑھے اور پھسلنے والے راستوں سے اللہ بچاتا ہے۔ ت) اور قرآن عظیم ہی کے حکم میں ہیں اشعارِ حمد و نعت و منقبت و جملہ عبارات و کلماتِ معظمۂ دینیہ کہ نہ اُن کو نجس چیز میں لکھنا جائز، یہ وجہ اول ہوئی۔ نہ انھیں کھیل تماشہ بنانا جائز، یہ وجہ دوم ہوئی۔ نہ انھیں لہو و لغو بنانے کے جلسے میں شریک ہونا جائز اگرچہ اپنی لعب کی نہ ہو یہ وجہ سوم ہوئی۔ نہ اُن کی خریداری و استعمال سے لہو بنانے والوں کی مدد جائز، یہ وجہ چہارم ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لہو مباح میں تو اپنا ذکر کریم ناپسند فرمایا اور انصار کی کمسن لڑکیوں نے بعد تقریب شادی کے گانے میں یہ مصرع پڑھا، ع

وفینا نبی یعلم مافی غد

(ہم میں وہ نبی ہیں جو آئندہ کی باتیں جانتے ہیں)

ان کو منع فرمادیا کہ:

دعی ھٰذہ وقولی بالذی کنت تقولین[1]۔ اسے رہنے دو وہی کہے جاؤ جو کہہ رہی تھیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف اواخر کتاب مسئلۃ السماع میں فرماتے ہیں:

ولذا لما دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیت الربیع بنت معوذ وعندھا جواریغنین فسمع احدٰھن تقول "وفینا نبی یعلم مافی غد" علی وجہ الغناء فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعی ھذا وقولی ما کنت تقولین وھذا شہادۃ بالنبوۃ فزجرھا عنھا وردھا

یہی وجہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام ربیع دختر معوذ کے گھر تشریف لے گئے تو انکے پاس بچیاں گیت گارہی تھیں تو حضور اقدس نے اُن میں سے ایک کو یہ کہتے سنا کہ ہمارے اندر وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ وہ بچیاں گیت کے طور پر گارہی تھیں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اس کو چھوڑ دو اور وہی کہتی رہو جو پہلے کہہ رہی تھیں" تو اس پر نبوت کی گواہی تھی لیکن حضور علیہ السلام نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۷۳

الی الغناء الذی ھو لھو لان ھذا احد محض فلا یقرن بصورۃ اللھو لہ

اس کہنے پر انھیں ڈانٹ دیا اور اُس گانے کی طرف لوٹا دیا جو ایک کھیل کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے کہ یہ ایک خالص سنجیدگی ہے لہذا جو چیز صورۃً کھیل ہو اس سے بھی اس کا ملاپ ٹھیک نہیں۔ (ت)

یعنی یہ مصرع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی تھی کہ خدا کے بتائے سے اصالۃً غیب کا جاننا نبوت ہی کی شان ہے تو حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اُسے صورتِ لہو میں شامل کیا جائے لہذا اس سے روک دیا۔ وہابیہ اس حدیث کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں اور بات صرف اتنی ہے یہ بھی نہیں سُوجھتا کہ اگر نسبت علم امور غیب ہی ناپسند فرماتے تو کن سے، کم فہم عورتوں سے، اور وُہ بھی لڑکیاں کہ منجر بمعنی ناجائز نہ ہو اور جب مرد عاقل مالک بن عوف ہوازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنا قصیدۂ نعتیہ حضور میں عرض کیا ہے جس میں فرمایا: ع

ومتی تشاء یخبرك عما فی غد[2]

تو جب چاہے یعنی تجھے آئندہ کی باتیں بتا دیں۔

اُن پر کیوں نہ انکار فرمایا حالانکہ انھوں نے تو اُن لڑکیوں سے بہت زیادہ کہا جس سے قیامت تک کے کُل غیبوں کا بالفعل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم ہونا یا کم از کم اُن کا جان لینا حضور کے اختیار میں دے دیا جانا ظاہر جس کی تشریح ہم نے اپنی کتاب الامن والعلی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء میں ذکر کی انکار فرمانا درکنار حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس قصیدہ کے صلہ میں اُن کے لئے کلمۂ خیر فرمایا اور انھیں خلعت پہنایا اور انھیں ان کی قوم ہوازن و قبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا

کما رواہ المعافی فی الجلیس و الانیس بطریق الحرمازی عن ابی عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن اسحاق عن ابی وجزۃ یزید بن عبید السعدی۔

جیسا کہ معافی نے اس کو جلیس و انیس میں حرمازی کے طریق پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ابن اسحٰق نے ابی وجزہ یزید بن سعدی سے اسے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد الباب الثانی مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/۳۰۰

[2] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر تحت آیۃ ۹/۲۷ دار احیاء الکتب العربیۃ مصر ۲/۳۴۶

وللہ الحمد جب لہو مباح میں اپنا ذکر پاک پسند نہ فرمایا تو لہو باطل کا کیا ذکر۔

## بالجملہ خلاصۂ حکم یہ کہ

یہاں تین چیزیں ہیں، ممنوعات، معظمات، مباحات۔

**اوّل** کا سُننا مطلقاً حرام و ناجائز ہے اور فونو سے جو کچھ سنا جائے گا وہ بعینہٖ اُسی شے کی آواز ہوگی جس کی صوت اس میں بھری گئی، مزامیر ہوں خواہ ناچ خواہ عورت کا گانا وغیرہا، اصل کا جو حکم تھا بے تفاوت سرمُو اس کا ہوگا کہ یہ خود ہی اصل ہے نہ کہ اس کی نقل، طبلہ یا ستار کی آواز ہے تو بلاشبہہ وہ طبلہ اور ستار کی آواز ہے نہ کہ فونو کی، کہ فونو اپنی کوئی آواز نہیں رکھتا اور وہ بھی اسی طبلہ اور ستار کی ہے نہ کہ دوسرے کی، اور وہ بھی اُسی وقت کی آواز ہے جو بھرتے وقت بجائی گئی تھی نہ کہ اور وقت کی۔ یوں ہی عورت کا گانا ہے تو یقیناً وہ عورت ہی کا گانا ہے نہ کہ فونو کا کہ فونو گانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور وہ بھی اُسی عورت کا گانا ہے نہ کہ دوسری کا، اور وہ بھی اُس کا اُسی وقت کا گانا ہے جو بھرتے وقت وہ گائی تھی۔



**دوم** بھی مطلقاً حرام و ممنوع ہیں، اگر گلاسوں پلیٹوں میں کوئی ناپاکی یا جلسہ لہو و لعب کا ہے تو تحریم سخت ہے اور خود سننے والوں کی نیت تماشا ہے تو اور بھی سخت تر خصوصاً قرآن عظیم میں، اور اگر اس سب سے پاک ہو تو ان کے مقاصد فاسدہ کی اعانت ہو کر ممنوع ہے اور سب سے سخت تر وبال اُن قاریوں غزل خوانوں پر ہے جو نوکری کرکے یا اجرت لے کر یا مفت گناہ خریدنے کو اپنا پڑھنا اس میں بھرواتے ہیں کہ وہ اصل بانیِ فساد ہوئے بھرنے والوں اور جب تک وہ گلاس پلیٹ باقی رہیں اُن کے سننے والوں سنانے والوں سب کا گناہ ان کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوتا رہے گا اگرچہ یہ قبر میں خاک ہوگئے ہوں بغیر اس کے کہ ان سننے سنانے بھرنے بھرانے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا الی یوم القیمۃ من دون ان ینقص من اوزارھم شیئا۔[1]

جس شخص نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر اس کا گناہ اور جتنے قیامت تک اس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ اس پر ہوگا بغیر اس کے کہ اُن کے گناہوں میں کچھ کمی واقع ہو۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بیروت ۴/۳۵۹، ۳۶۱ و صحیح مسلم باب من سن سنۃ الخ ۱/۳۴۱ و سنن ابی داؤد ۲/۲۷۹

سوم میں تفصیل ہے اگر پلیٹوں میں نجاست ہے تو حروف وکلمات کا اُن میں بھرنا مطلقاً ممنوع ہے کہ حرف خود معظم ہیں کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسے کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کردیا ہے۔ت) اور اگر نجاست نہیں یا وہ کوئی خالی جائز آواز بے حروف ہے تو جلسۂ فساق میں اُسے سننا اہل اصلاح کا کام نہیں کہ انھیں اہل باطل سے اختلاط نہ چاہئے اور اگر تنہائی یا خاص صلحا کی مجلس ہے تو کوئی وجہ منع نہیں اور یہاں ہمارے وہ مباحث کام دیں گے جو نظرِ اولے میں گزرے پھر اگر کسی مصلحت شرعیہ کے لئے ہے جیسے عالم کو اس کے حال پر اطلاع پانے یا قوت اشغال دینے کے واسطے ترویح قلب کے لئے جب تو بہتر ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ایک لایعنی بات ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ۔ حدیث صحیح مشہور عن سبعۃ من الصحابۃ منھم الصدیق والمرتضٰی والحسین رضی اللہ تعالٰی عنھم و رواہ الترمذی[1] وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

خوبیِ اسلام یہ ہے کہ آدمی لایعنی بات نہ کرے (حدیث سات صحابہ سے صحیح اور مشہور ہے ان میں سے بعض یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰے عنھم۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

یہ بھی اُس حالت میں ہے کہ نادراً ہو عادت ڈالنا اور وقت اس میں ضائع کیا کرنا مطلقاً مکروہ ہوگا،

لحدیث کل شیئ من لھو الدنیا باطل الا ثلثۃ رواہ الحاکم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی و اذ

اس حدیث کی وجہ سے کہ دنیا کا ہر کھیل سوائے تین کھیلوں کے باطل ہے۔ امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت فرمایا، یہ سب کچھ میرے نزدیک ہے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵
سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵
[2] المستدرک للحاکم کتاب الجہاد من علم الرمی ثم ترکہ الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۹۵

قد خرجت العجالۃ فی صورۃ رسالۃ ناسب ان نسمیہا الکشف شافیا حکم فونوجرافیا [۱۳۲۸] لیکون علما وعلی عام التالیف علما وکان ذلک للتاسع عشر من شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن وقت السحور سنۃ ۱۳۲۸ الف وثلثمائۃ وثمان وعشرین من ھجرۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور ٹھیک اور واقعی علم تو میرے رب کے پاس ہے اور یہ جلدی کیا ہوا کام ایک رسالے کی شکل میں معرضِ وجود میں آگیا، مناسب ہے کہ ہم اس کا نام الکشف شافیا حکم فونوجرافیا (یعنی شافی اور مکمل انکشاف' فونوگراف کے حکم بیان کرنے میں) رکھیں تاکہ یہ اس کا نام ہو اور اس کے سالِ تصنیف پر ایک نشان ہو، اور اس کی تصنیف ماہِ رمضان کہ جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا، سال ہجری ۱۳۲۸ھ سید المرسلین کی ہجرت مبارکہ کے مطابق' محبوب کریم اور تمام رسولوں اور حضور پاک کی سب آل اور تمام صحابہ پر اللہ تعالٰی کی بے حد وشمار رحمت وبرکات ہوں، آمین۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے، اور اس بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)



رسالہ

الکشف شافیا حکم فونوجرافیا

ختم ہوا

رسالہ

# الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ

۱۳۰۶ھ

## (ملعونوں کی اذان کے بارے میں نیزے چبھونے والے دلائل)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**مسئلہ ۱۸۴** از انجمن محب اسلام مرسلہ مولوی صاحب صدر انجمن ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ بالفعل اہل تشیع نے اپنی اذان وغیرہ میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کلمہ خلیفہ رسول اللہ بلا فصل کہنا اختیار کیا ہے، پس اہلسنت کو اس کلمہ کا سُننا بمنزلہ سُننے تبرا کے ہے یا نہیں اور اس کے انسداد میں کوشش کرنا باعث اجر ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وخلفائہ الاربعۃ الراشدین واٰلہ وصحبہ و اھل سنتہ اجمعین۔

تمام حمدیں اللہ تعالٰی رب العالمین کے لئے ہیں اور صلوۃ وسلام رسولوں کے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء اربعہ راشدین اور آپ کی وصحابہ اور تمام اہلسنت پر۔ (ت)

الحق یہ کلمۂ مغضوبہ مبغوضہ مذکورۂ سوال خالص تبرّا ہے اور اس کا سُننا سُنّی کے لئے بمنزلہ تبرّا سُننے کے نہیں بلکہ حقیقۃً تبرّا سُننا ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین، تبرّا کے معنے اظہارِ برأت وبیزاری جس پر یہ کلمۂ خبیثہ نہ کنایۃً بلکہ صراحۃً دال ہے کہ اس میں بالتصریح خلافتِ راشدہ حضرات خلفاءِ ثلٰثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی نفی ہے اور اس نفی کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ وہ بعد حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسند نشین نہ ہوئے کہ اُن کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تختِ خلافت پر جلوس فرمانا فرمان واحکام جاری کرنا نظم ونسق ممالکِ اسلامیہ وتمام امور ملک ومال ورزم وبزم کی باگیں اپنے دستِ حق پرست میں لینا وہ تاریخی واقعۂ مشہور متواتر اظہر من الشمس ہے جس سے دنیا میں موافق مخالف یہاں تک کہ نصارٰی ویہود ومجوس وہنود کسی کو انکار نہیں بلکہ اُن محبانِ خدا ونوابانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روافض کو زیادہ عداوت کا منشا یہی ہے اُن کے زعمِ باطل میں استحقاق خلافت حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی میں منحصر تھا جب بحکمِ الٰہی خلافتِ راشدہ اول ان تین سردارانِ مومنین کو پہنچی روافض نے انھیں معاذ اللہ مولٰی علی کا حق چھیننے والا ٹھہرایا اور تقیۂ شقیہ کی بدولت حضرت اسد اللہ الغالب کو عیاذًا باللہ سخت نامرد وبزدل وتارکِ حق ومطیعِ باطل بنایا[ف] ؎

دوستی بے خرداں دشمنی ست

(بے عقل لوگوں کی دوستی اصل میں دشمنی ہے۔ ت)

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا[1]۔ کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ (ت)

تو لاجرم لفظ بلا فصل میں جو نفی ہے اُس سے نفی لیاقت واستحقاق مراد۔ تو اس مجمل لفظ میں غصب وظلم وانکارِ حق واصرارِ باطل ومخالفتِ دین واختیارِ دنیا وغیرہ وغیرہ ہزاروں مطاعن ملعونہ جو قومِ روافض اپنے اعتقاد میں رکھتی اور زبان سے بکتی ہے سب دفعۃً موجود ہیں اور لائے نفی سے اپنی برأت وبیزاری کا کھلا اظہار، پھر تبرّا اور کس چیز کا نام ہے، میں اس واضح بات کے ایضاح کرنے یعنی آفتاب روشن کو چراغ دکھانے میں زیادہ تطویل محض بیکار سمجھ کر صرف اس الزامی نظیر پر قناعت کرتا ہوں، اگر کوئی شخص کہے (قوم شیعہ میں بعد عبدالرزاق بن ہمام کے جس نے ۲۱۱ھ میں انتقال کیا۔ بلافصل بہاؤ الدین املی ہونے سے محفوظ اور بظاہر تمام اسلام سے محفوظ ہے) تو کیا اُس نے ان دونوں کے بیچ میں

---

ف: روافض کے طور پر حضرت مولٰی علی معاذ اللہ بزدل، تارکِ حق، مطیعِ باطل ٹھہرے۔

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

جتنے شیعے گزرے مثل طوسی و حلی و کلینی و ابن بابویہ وغیرہم سب کو کافر ملعون نہ کہا۔ نہیں نہیں یقیناً اس کے کلام کا صاف صاف یہی مطلب ہے جس کے سبب ہم اہلِ حق بھی اس لفظ پر انکار کریں گے اور اسے ناپسند رکھیں گے کہ ہمارے نزدیک بھی ان سب پر علی الاطلاق حکمِ کفر و لعنت جائز نہیں۔ انصاف کیجئے کیا اگر یہ بات علانیہ برسرِ بازار پکاری جائے تو شیعہ کو کچھ ناگوار نہ ہوگا یا وہ اسے صریح اپنی توہین و تذلیل نہ سمجھیں گے حالانکہ اس بیچ میں جتنے شیعے گزرے کسی کی مدح و عقیدت شیعہ کے اصول مذہب میں داخل نہیں نہ معاذ اللہ قرآن و حدیث یا اقوال ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم ان لوگوں کی نیکی و خوبی پر دال، پھر حضرات خلفائے ثلٰثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم جن کی ثنا و مدحت و ادب و عقیدت ہم اہل سنت کے اصول مذہب میں داخل[1] اور ہمارے نزدیک ہزاروں آیات و احادیث حضرت رسالت و اقوال ائمہ اہلبیت صلوات اللہ علیہ وعلیہم سے ان کی لاکھوں خوبیاں تعریفیں مالا مال اُن کی نسبت الیسا کلمہ مغضوبہ اذان میں پکارا جاتا کیونکر ہماری توہین مذہبی نہ ہوگا یا ہمارے دلوں کو نہ دکھائے گا، غرض یہ تو وہ روشن و بدیہی بات ہے جس کے ایضاح کو جو کچھ کہئے اس سے واضح تر نہ ہوگا مجھے بتوفیق اللہ عزوجل یہاں یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ کلمات جو روافض حال نے سنیوں کی ایذا رسانی کو اذان میں بڑھائے ہیں اُن کے مذہب کے بھی خلاف ہیں۔

(۱) ان کی حدیث و فقہ کی رُو سے بھی اذان ایک محدود عبارت معدود کلمات کا نام ہے جن میں یہ ناپاک لفظ داخل نہیں۔

(۲) اُن کے نزدیک بھی اُس اذان منقول میں اور عبارت بڑھانا ناجائز و گناہ اور اپنے دل سے ایک نئی شریعت نکالنا ہے۔

(۳) ان کے پیشوا خود لکھ گئے کہ ان زیادتیوں کی موجب ایک ملعون[2] قوم ہے جنھیں امامیہ بھی کافر جانتے ہیں۔

میں ان تینوں امور کی سندیں مذہب امامیہ کی معتبر کتابوں سے دُوں گا اور اُن کی عبارتیں مع صاف ترجمہ کے نقل کروں گا و باللہ التوفیق و لہ الحمد علی اراءۃ سواء الطریق (اللہ تعالٰی سے توفیق ہے اسی کے لئے حمد ہے سیدھا راستہ دکھانے پر۔ ت)

---

[1] حضرات خلفائے ثلٰثہ کی ثنا و مدحت، ادب و عقیدت اہل سنت کے اصول مذہب میں ہے۔

[2] روافض کے پیشواؤں نے کہا کہ اذان میں خلیفہ رسول اللہ بلا فصل وغیرہ زیادت کی موجب ایک ملعون قوم ہے۔

**سندامرِ اوّل:** شرائع الاسلام شیخ علی مطبوعہ کلکتہ، مطبع گلدستہ نشاط ۱۲۵۵ھ کے صفحہ ۳۴ پر ہے:

الاذان علی الاشھر ثمانیہ عشر فصلا التکبیر اربع والشھادۃ بالتوحید ثم بالرسالۃ ثم یقول حی علی الصلٰوۃ ثم علی الفلاح ثم حی علی خیر العمل والتکبیر بعدہ ثم التھلیل کل فصل مرتان[1]

اذان مشہورتر قول پر اٹھارہ کلمے ہیں، تکبیر چار بار اور گواہی توحید کی پھر رسالت کی پھر حی علی الصلوٰۃ پھر حی علی الفلاح پھر حی علی خیر العمل اور اس کے بعد اللہ اکبر پھر لا الٰہ الا اللہ ہر کلمہ دوبار۔

خضید حی جو شہید ثانی کہا جاتا ہے اس کی شرح مدارک میں لکھا ہے:

ھذا مذھب الاصحاب لا اعلم فیہ مخالفا والمستند فیہ ما رواہ ابن بابویہ والشیخ عن ابی بکر الحضرمی وکلیب الاسدی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ حکی لھما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلٰوۃ حی علی الصلٰوۃ، حی علی الفلاح حی علی الفلاح، حی علی خیر العمل حی علی خیر العمل، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ، والاقامۃ کذٰلک وعن اسمٰعیل الجعفی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول الاذان والاقامۃ خمسۃ وثلٰثون حرفا



اذان کے وہی اٹھارہ کلمے ہونا مذہب تمام امامیہ کا ہے جس میں میرے نزدیک کسی نے خلاف نہ کیا اور اس کی سند وہ حدیث ہے جو ابن بابویہ و شیخ نے ابوبکر حضرمی و کلیب اسدی سے روایت کی کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے ان کے سامنے اذان یوں بیان فرمائی: اللہ اکبر ۴، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ۲، اشھد ان محمدا رسول اللہ ۲، حی علی الصلٰوۃ ۲، حی علی الفلاح ۲، حی علی خیر العمل ۲، اللہ اکبر ۲، لا الٰہ الا اللہ ۲۔ اور فرمایا اسی طرح تکبیر کہے۔ اور اسمٰعیل جعفی سے روایت ہے میں نے حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام کو فرماتے سُنا کہ اذان و تکبیر کا مجموعہ پینتیس ۳۵ کلمے ہے، پھر حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک ایک کرکے گنے، اذان اٹھارہ

---

[1] شرائع الاسلام المقدمۃ السابقۃ فی الاذان والاقامۃ مطبعۃ الآداب فی النجف الاشرف ۱/۷۵

فعد ذلك بيده واحدا واحدا الاذان
ثمانية عشر حرفا والاقامة سبعة عشر
حرفا، واشار المصنف بقوله على الاشهر
الى ما رواه الشيخ بسنده الى الحسين
بن سعيد عن النضر بن سويد عن عبد الله
بن سنان قال سألت ابا عبد الله عليه
السلام عن الاذان فقال تقول الله اكبر
الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد
ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله
اشهد ان محمدا رسول الله، حي على الصلوة
حي على الصلوة، حي على الفلاح حي على
الفلاح، حي على خير العمل حي على
خير العمل، الله اكبر الله اكبر، لا اله
الا الله، وروى زرارة والفضيل عن ابي عبد الله
عليه السلام نحو ذلك وحكى الشيخ
عن بعض الاصحاب تربيع التكبير في
آخر الاذان وهو شاذ مردود بما تلوناه من
الاخبار[1] اھ ملخصًا۔

کلمے اور تکبیر سترہ، اور وہ جو مصنف (یعنی حلی
نے شرائع الاسلام میں) کہا کہ مشہور تر قول پر
اذان کے اٹھارہ کلمے ہیں وہ اس سے اس حدیث
کی طرف اشارہ کرتا ہے جو شیخ نے بسند خود
حسین بن سعید اُس نے نضر بن سوید اُس نے
عبد اللہ بن سنان سے روایت کی کہ میں نے
ابو عبد اللہ علیہ السلام سے اذان کو پوچھا فرمایا
یوں کہہ اللہ اکبر ۲، اشہد ان لا الٰہ
الا اللہ ۲، اشہد ان محمدا رسول اللہ ۲،
حی علی الصلوۃ ۲، حی علی الفلاح ۲،
حی خیر العمل ۲، اللہ اکبر ۲،
لا الٰہ الا اللہ ۲ (یعنی اس حدیث میں
شروع اذان صرف دو تکبیر سے ہے، تو اذان
کے سولہ ہی کلمے رہیں گے) اور زرارہ و فضیل
نے امام ممدوح سے یونہی روایت کی اور شیخ
نے بعض امامیہ سے آخر اذان میں چار تکبیریں نقل
کیں اور وہ شاذ مردود ہے بسبب اُن حدیثوں
کے جو ہم نے ذکر کیں اھ ملخصًا۔



شہید شیعہ ابو عبد اللہ بن مکی لمعہ دمشقیہ میں لکھتا ہے:

يكبر اربعا في اول الاذان ثم التشهدان
ثم حيعلات الثلث ثم التكبير ثم
التهليل مثنى فهذه ثمانية عشر
فصلا، فهذه جملة الفصول

اول اذان میں چار بار اللہ اکبر کہے پھر دونوں
شہادتیں پھر تینوں حی علی پھر اللہ اکبر
پھر لا الٰہ الا اللہ ہر کلمہ دوبار، یہ اٹھارہ کلمے
ہیں اور کل یہی ہیں جو شرع میں منقول ہوئے

---

[1] مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام

المنقولة شرعا و لایجوز اعتقاد شرعیة غیر ھذہ الفصل فی الاذان و الاقامة کالتشھد بالولایة لعلی[1] اھ ملخصًا۔

اُن کے سوا اذان اور اقامت میں اور[ف1] کسی کو مشروع جاننا جائز نہیں جیسے اشھد ان علیا ولی اللہ اھ ملخصًا۔

**سندِ امرِ دوم :** اُسی مدارک میں ہے :

الاذان سنة متلقاة من الشارع کسائر العبادات فیکون الزیادة فیه تشریعا محرما کما یحرم زیادة "ان محمدا و اٰله خیر البریة" فان ذٰلك وان کان من احکام الایمان الا انه لیس من فصول الاذان[2]۔

اذان ایک سنّت ہے جسے شارع (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے تعلیم فرمایا مثل اور عبادتوں کے، تو اس میں کوئی لفظ بڑھانا اپنی طرف سے نئی شریعت[ف2] ایجاد کرنا ہے اور یہ حرام ہے جیسے ان محمدا و اٰلہ خیر البریہ کا بڑھانا حرام ہوا کہ یہ اگرچہ احکامِ ایمان سے ہے مگر اذان کے کلمات سے نہیں۔

اسی میں ہے :

الاذان عبادة متلقاة من صاحب الشرع فیقتصر فی کیفیتھا علی المنقول والروایات المنقولة عن اھل البیت علیھم السلام خالیة عن ھذا اللفظ فیکون الاتیان به تشریعا محرما[3]۔

اذان ایک عبادت ہے کہ صاحبِ شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سیکھی گئی تو اس کی کیفیت میں اسی قدر اقتصار کیا جائے جس قدر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور حضرات اہلِ بیتِ کرام علیہم السلام سے جو روایتیں منقول ہوئیں وہ اس لفظ سے خالی ہیں تو اس کا بڑھانا نئی شریعت تراشنا ہوگا کہ حرام ہے۔

**سندِ امرِ سوم :** شیخ صدوق شیعہ ابن بابویہ قمی کہ ان کے یہاں کے اکابر مجتہدین و ارکانِ مذہب سے ہے، کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے باب الاذان والاقامة للمؤذنین میں لکھتا ہے :

روی ابوبکر الحضرمی و کلیب الاسدی عن ابی عبداللہ علیه السلام انه حکی لھما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر،

ابوبکر حضرمی و کلیب اسدی حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے راوی کہ اُس جناب نے اُن کے سامنے اذان یوں کہہ کر سنائی اللہ اکبر ۴،

---

[1] اللمعة الدمشقیة

[2] و [3] مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام

[ف1] : بعض اکابر روافض کی تصریح کہ اذان میں اشھد ان علیا ولی اللہ یا اس کے مثل کہنا جائز ہے اور اذان میں اس کی مشروعیت کا اعتقاد باطل ہے۔

[ف2] : بعض پیشوایان کی تصریح کہ کلمات منقولہ اذان سے کوئی کلمہ بڑھانا نئی شریعت گھڑنا ہے اور یہ حرام ہے۔

اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله
الا الله، اشهد ان محمداً رسول الله
اشهد ان محمدا رسول الله، حی
علی الصلوٰة حی علی الصلوٰة، حی علی الفلاح
حی علی الفلاح، حی علی خیر العمل حی علی
خیر العمل، الله اکبر الله اکبر، لا اله الا الله،
وقال مصنف هذا الکتاب هذا هو الاذان
الصحیح لا یزاد فیه ولا ینقص منه و
المفوضة لعنهم الله قد وضعوا اخبارا و
زادوا فی الاذان محمد و آل محمد خیر
البریة مرتین، وفی بعض روایاتهم بعد
اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان
علیا ولی الله مرتین، ومنهم من روی بدل
ذلک واشهد ان علیا امیر المؤمنین
حقا مرتین ولا شک فی ان علیا ولی الله و
انه امیر المؤمنین حقا وان محمدا و آله
صلوات الله علیهم خیر البریة ولکن
لیس ذلک فی اصل الاذان وانما ذکرت
ذلک لیعرف بهذه الزیادة المتهمون
بالتفویض المدلسون انفسهم فی جملتنا[۱]

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ۲، اشھد ان
محمدا رسول اللہ ۲، حی علی الصلوٰۃ ۲،
حی علی الفلاح ۲، حی علی خیر العمل ۲،
اللہ اکبر ۲، لا الٰہ الا اللہ ۲۔ مصنف اس
کتاب کا کہتا ہے یہی اذان صحیح ہے نہ اس میں
کچھ بڑھایا جائے نہ اس سے کچھ گھٹایا جائے،
اور فرقہ مفوضہ نے کہ اللہ اُن پر لعنت کرے کچھ
جھوٹی حدیثیں اپنے دل سے گھڑیں اور اذان میں
محمد و آل محمد خیر البریۃ دو بار
بڑھایا اور انھیں کی بعض روایات میں اشھد
ان محمدا رسول اللہ کے بعد اشھد ان علیا
ولی اللہ دو بار آیا اور اُن کے بعض نے اس کے بدلے
اشھد ان علیا امیر المؤمنین حقا دو بار روایت
کیا اور اس میں شک نہیں کہ علی ولی اللہ ہیں اور
بیشک محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اُن کی
آل علیہم السلام تمام جہان سے بہتر ہیں مگر یہ
کلمے اصل اذان میں نہیں اور میں نے اس لئے ذکر
کر دیا کہ اس زیادتی کے باعث وہ لوگ پہچان
لئے جائیں جو مذہب تفویض سے متہم ہیں اور براہ
فریب اپنے آپ کو ہمارے گروہ (یعنی فرقہ امامیہ)
میں داخل کرتے ہیں۔



دیکھو امامیہ کا شیخ صدوق کیسی صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ اذان کے شروع میں
وہی اٹھارہ کلمے ہیں اور اُن پر یہ زیادتیاں مفوضہ کی تراشی ہوئی ہیں اور صاف کہتا لعنہم اللہ تعالیٰ

---

[۱] من لا یحضرہ الفقیہ باب الاذان والاقامۃ الخ دار الکتب الاسلامیہ تہران ایران ۱/ ۸۹-۱۸۸

اُن پر اللہ لعنت کرے۔

**تنبیہ لطیف:** جس طرح بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے یہ امور پیشوایانِ شیعہ کی تصریحات سے لکھے یونہی مناسب کہ اس کلمۂ خبیثہ کا تبرا ہونا بھی انھی کے معتمدین سے ثابت کر دیا جائے صدر کلام میں جس واضح تقریر سے ہم نے اس کا تبرا ہونا ظاہر کیا اُس سب سے قطع نظر کیجئے تو ایک امام شیعہ کی شہادت لیجئے کہ اس کی تقریر سے اس ناپاک کلمے کا سب صریح و دشنام قبیح ہونا ثابت۔ ان کا علامہ کتاب المختلف میں لکھتا ہے:

المفاخرة لا تنفك عن السباب اذ المفاخرة انما تتم بذكر فضائل له وسلبها عن خصمه او سلب رذائل عنه واثباتها لخصمه وهذا معنى السباب[1]۔

دو شخصوں کا آپس میں تفاخر کرنا (کہ ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے پر کسی فضل و کمال میں ترجیح دے) باہم دشنام دہی سے خالی نہیں ہوتا کہ مفاخرت یونہی تمام ہوتی ہے کہ یہ شخص کچھ خوبیاں اپنے لئے ثابت کرے اور اپنے مقابل کو اُن سے خالی کہے یا بعض برائیوں سے اپنی تبرئ اور اپنے مقابل کے لئے انھیں ثابت کرے، اور یہی معنٰے دشنام دہی کے ہیں۔

نقله بعض محشي الروضة البهية شرح اللمعة الدمشقية على هامشها من كتاب الحج في تفسير السباب صفحه ۱۶۱۔

اس کو روضہ بہیہ شرح لمعہ دمشقیہ کے بعض محشی نے اس کے حاشیہ پر کتاب الحج میں سباب کی تفسیر میں صفحہ ۱۶۱ پر نقل کیا ہے۔ (ت)

اب کہئے کہ خلافت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضیلت ہے یا نہیں، ضرور کہئے گا کہ اعلٰی فضائل سے ہے، اب کہئے "خلیفہ رسول اللہ" کہہ کر آپ نے اُسے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے لئے ثابت اور "بلافصل" کہہ کر حضرات خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے سلب کیا یا نہیں، اقرار کے سوا کیا چارہ ہے۔ اور جب یوں ہے اور آپ کا علامہ گواہی دیتا ہے کہ شرع میں دشنام اسی کا نام، تو کیا محلِ انکار رہا کہ یہ مبغوض کلمہ معاذ اللہ علی الاعلان ہمارے پیشوایانِ دین کو صاف صاف دشنام دیتا ہے پھر تبرا نہ بتانا عجیب سینہ زوری ہے۔

---

[1] کتاب المختلف

# ہاں اب داد انصاف طلب ہے

اگر بالفرض یہ کلمۂ ملعونہ ان کی اذان مذہبی میں داخل ہوتا اور ان کے یہاں روایات میں آتا تو کہہ سکتے کہ صرف اہلسنّت کا دل دُکھانا مقصود نہیں بلکہ اپنی رسم مذہبی پر نظر ہے اب کہ یقیناً ثابت کہ کلمۂ مذکورہ خود اُن کے مذہب میں بھی نہیں، نہ صاحبِ شرع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی روایت نہ حضرات ائمۂ اطہار سے اس کی اجازت، نہ ان کے پیشواؤں کے نزدیک اذان کی یہ ترتیب وکیفیت، بلکہ خود انھیں کی معتبر کتابوں میں تصریح کہ اذان میں صرف اتنا بڑھانا بھی حرام ہے کہ اشھد ان علیاً ولی اللہ، اور یہ زیادتیاں اس فرقۂ ملعونہ کی نکالی ہوئی ہیں جو باتفاقِ اہلسنت وشیعہ کافر ہیں، تو ایسی حالت میں اس کے بڑھانے کو ہرگز کسی رسم مذہبی کی ادا پر محمول نہیں کرسکتے بلکہ یقیناً سوا اس کے کہ اہلسنت کو آزار دینا اور اُن کا دل دُکھانا اور اُن کی توہین مذہبی کرنا مدنظر ہے اور کوئی غرض مقصود نہیں۔ سبحان اللہ! طرفہ بیباکی ہے اگر یہ ناپاک لفظ اُن کی اذان مذہبی میں ہوتا بھی تاہم کوئی فریق اپنی اُس رسم مذہبی کا اعلان نہیں کرسکتا جس میں دوسرے فریق کی توہینِ مذہبی یا اس کے پیشوایانِ دین کی اہانت ہو، نہ کہ یہ ناپاک رسم کہ خود شیعہ کے بھی خلافِ مذہب ملعون کافروں سے سیکھ کر یہ اعلان کریں اور ہمارے پیشوایانِ دین کی جناب میں ایسے الفاظ کہہ کر جو بتصریح انھیں کے عمائد کے صریح دشنام ہیں ہمارا دل دُکھائیں کیا اب ہند میں روافض کی سلطنت ہے یا گورنمنٹ ہند شیعہ ہوگئی یا اس نے ہماری توہین مذہبی کی پروانگی دے دی یا شیعی صاحبوں نے کوئی خفیہ طاقت پیدا کرلی جس کے باعث ارتکابِ جرم میں دہشت نہ رہی، فالی اللہ المشتکی وعلیہ البلاغ وھو المستعان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالیٰ علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العٰلمین۔

---

رسالہ

ادلۃ الطاعنۃ فی اذان الملاعنۃ

ختم ہُوا

# زینت

## کنگھی، سُرمہ، مسّی، مسواک، خضاب، مہندی، سنگار وغیرہ سے متعلق

**مسئلہ ۱۸۵ تا ۱۸۹:** از بمبئی محلہ چھتری سرنگ متصل مسجد حافظ عبد القادر چاندے مرسلہ شیخ عبد اللہ ولد حاجی اللہ رکھا ۔ محرم ۱۳۱۱ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان صورتوں میں کہ ذیل میں معروض ہے:

(۱) کہ دریں زماں عورتوں کو ناک چھیدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہم لوگ کاٹھیا واری اور کچھی اور بعض دیہاتِ ہند میں یہ رواج ہے کہ مرد مرجائے تو عورتیں ناک میں نتھنی پہنتی نہیں اور کہتی ہیں یہ ہمارے مرد کی نشانی ہے اور جب دوسرا مرد کریں گی تب پہنیں گی، یہ عقیدہ ان کا درست ہے یا نہیں؟

(۳) ناک چھیدنا اہلسنت وجماعت کے نزدیک فرض، واجب، سنّت، مستحب ہے یا کیا؟

(۴) اس نہت چھیدنے کو ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن[۱] (جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔ ت) پر حمل کرسکتے ہیں یا کیا؟ کیونکہ عورتوں کی زینت ہے۔

(۵) ناک داہنی طرف کا یا بائیں طرف کا چھیدنا یا کیا کیونکہ اکثر بلادِ ہند کی عورتیں بعض داہنی طرف کا اور بعض بائیں طرف کا ناک چھیدتی ہیں وغیرہ۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ تم اجر پاؤ۔ ت)

---

[۱] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ تجلی اللہ للعبادہ عامۃ ولابی بکر خاصۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۷۸

# الجواب

عورتوں کو نتھ یا بُلاق کے لئے ناک چھیدنا جائز ہے جس طرح بالوں، بالیوں، کان کے گہنوں کے لئے کان چھیدنا،

فی الدر المختار لاباس بثقب اذن البنت استحسانا ملتقط وھل یجوز فی الانف لم ارہ اھ[1] ملخصا قال العلامۃ الطحطاوی قلت ان کان مما یتزین النساء بہ کما ھو فی بعض البلاد فھو فیھا کثقب القرط[2] وقال العلامۃ السندی المدنی قد نص الشافعیۃ علی جوازہ اھ نقلھما العلامۃ الشامی[3] واقرا اقول ولا شك ان ثقب الاذن کان شائعا فی زمن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد اطلع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم ینکرہ ثم لم یکن الا ایلاما للزینۃ فکذا ھذا بحکم المساواۃ فثبت جوازہ بدلالۃ النص المشترك فی العلم بھا المجتھدون وغیرھم کما تقرر فی مقرہ۔

درمختار میں ہے کہ لڑکی کے کان چھیدنے میں بطور استحسان کوئی مضائقہ نہیں، کیا ناک چھیدنا بھی جائز ہے، میں نے اس کو نہیں دیکھا۔ لیکن علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ کام عورتوں کی زیبائش میں شامل ہے جیسا کہ بعض شہروں میں رواج ہے تو پھر یہ بالیوں کے لئے کان چھیدنے کی طرح کا عمل ہے۔ اور علامہ سندھی مدنی نے فرمایا شوافع نے اس کے جائز ہونے کی تصریح کی ہے۔ ان دونوں باتوں کو علامہ شامی نے نقل کرنے کے بعد برقرار رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں کچھ شک نہیں کہ کان چھیدنا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد مبارک میں متعارف اور مشہور تھا اور حضور پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر اطلاع پائی مگر ممانعت نہیں فرمائی۔ یہ دُکھ پہنچانا صرف زیب و زینت کے لئے ہوگا۔ اور اسی طرح یہ بھی ہے کیونکہ دونوں کا حکم مساوی ہے۔ پس اس کا جائز ہونا دلالتِ نص کی بنیاد پر ثابت ہوگیا اس علم سے جس میں مجتہد و غیر مجتہد مشترک ہیں جیسا کہ یہ بات اپنے محل میں ثابت ہوچکی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۰۹

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۷۰

اور وہ صرف ایک امر مباح ہے فرض واجب سنت اصلاً نہیں، ہاں جو مباح بہ نیت محمودہ کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے جیسے مسّی لگانی کہ عورت کو مباح ہے اور اگر شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے لگائے تو مستحب کہ یہ نیت شرعاً محمود ہے، اور جبکہ یہ امر خود زیورہائے گوش کے لئے کان چھیدنے سے کہ خاص زمانہ اقدس حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں رائج تھا اور حضور پرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے جائز و مقرر رکھا بحکم دلالت ثابت، تو اس کے لئے اثر ماراٰہ المسلمون (جس کو مسلمان اچھا کہیں تو وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اچھا ہوتا ہے۔ ت) کی طرف رجوع کی حاجت نہیں فان الثابت بدلالۃ النص کالثابت النص (کیونکہ جو دلالتِ نص سے ثابت ہو وہ اسی طرح ہے جیسے نص سے ثابت ہے۔ ت) اور دہنے بائیں جانب میں مختار ہیں یہ کوئی امر شرعی نہیں، رسمِ زمانہ پر مبنی ہے جس طرف چاہیں چھیدیں۔ رہا موتِ شوہر پر نتھ نہ پہننا ایامِ عدت تک تو شرعاً ضرور ہے کہ نتھ زیور اور زینت ہے اور بیوہ کو کوئی گہنا کسی طرح کا سنگار جائز نہیں،

فی الدر المختار ورد المحتار تحد (ای وجوبا کما فی البحر) مکلفۃ مسلمۃ اذا کانت معتدۃ بت اوموت بترك الزینۃ بحلی (ای بجمیع انواعہ بحر وفی قاضی خان المعتدۃ تجتنب عن کل زینۃ اھ ملتقطا۔

درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت سوگ منائے یعنی اس کے لئے ایسا کرنا واجب اور ضروری ہے جیسا کہ البحرالرائق میں ہے۔ مسلمان عورت، سوگ منانے کی پابند ہے خواہ وہ طلاق کی عدت گزار رہی ہو یا وفات کی۔ سوگ منانے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی قسم کے زیورات نہ پہنے تاکہ زیبائش نہ ہونے پائے (البحرالرائق)، فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت ہر قسم کی زیب و زینت سے پرہیز کرے اھ ملتقطا۔ (ت)

اور بعد ختمِ عدت اگر شرعاً نتھ وغیرہ پہننا ناجائز و ممنوع سمجھے گنہگار ہوگی کہ یہ معاذ اللہ شریعتِ مطہرہ پر افترا ہے اور اگر جائز و روا سمجھ کر یونہی عادۃً نہ پہنے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

؎ درمختار | فصل الحداد | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۵۹
ردالمحتار | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۲/۶۱۶-۶۱۷

**مسئلہ ۱۹۰** از شہر کہنہ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۲۱ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۴ھ

خضاب سیاہ رنگ یعنی مہندی و نیل باہم مخلوط کرکے بلاضرورت شرعی استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ضرورتِ شرعی کیا کیا ہیں؟ صرف مہندی لگانا مسنون ہے یا نہیں؟ سوائے خضاب مذکورہ بالا اور خضاب بھی مثل مازو وہلیلہ وغیرہ کے جائز ہیں یا نہیں؟ جواب مع حوالہ کتاب مرحمت ہو۔

## الجواب

سیاہ خضاب خواہ مازو وہلیلہ و نیل کا ہو خواہ نیل و حنا مخلوط خواہ کسی چیز کا، سوا مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے، اور صرف مہندی کا سُرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں اتنی ملاکر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنتِ مستحبہ ہے۔ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:

خضاب بسواد حرام ست وصحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند وگاہے زرد نیز[1] اھ ملخصاً

سیاہ خضاب لگانا حرام ہے، صحابہ اور دوسرے بزرگوں سے سرخ خضاب کا استعمال منقول ہے اور کبھی کبھار زرد رنگ کا خضاب بھی اھ ملخصاً (ت)



حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک[2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سُرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا۔ (طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

محیط پھر منح الغفار پھر ردالمحتار میں ہے:

اما الحمرۃ فھو سنۃ الرجال

رہی سرخی کی بات تو یہ مردوں کے لئے خصوصًا

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الرجل نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر عبداللہ بن عمر دار الفکر بیروت ۵/ ۴۸۲

وسیما المسلمین[1]

مسلمانوں کے لئے سنّت ہے۔ (ت)

قاضی خان پھر شرح مشارق پھر شامی میں ہے:

مذھبنا ان الصبغ بالحناء والوسمۃ حسن[2]

ہمارا مذہب یہ ہے کہ مہندی اور وسمہ لگانا اچھا ہے۔ (ت)

احادیث میں سیاہ خضاب پر سخت سخت وعیدیں اور مہندی کے خضاب کی ترغیبیں بکثرت وارد ہیں،

وقد حققنا مسألۃ تحریم السواد مطلقا فی فتاوٰنا بما فیہ شفاء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم نے اپنے فتاوٰی میں علی الاطلاق سیاہ خضاب کے حرام ہونے کی ایسے انداز میں تحقیق کی ہے کہ جس میں بیمار طبائع کے لئے شفا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

**مسئلہ ۱۹۱**: مسئولہ حافظ امیر اللہ صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ضعفِ بصر کے سبب سے کہ طب میں علاج کے منجملہ ہر روز کئی دفعہ سر و ریش میں کنگھی کرنا بتایا ہے، اور حدیث میں ایک دفعہ سے زیادہ کنگھا کرنا یا ایک دن کے بعد کرنا آیا ہے اس روایت کی بابت سوال ہے آیا معمول بہ ہے یا نہیں، یہ روایت کہاں ہے؟ صورتِ اول میں بضرورتِ علاج اجازت ہے یا نہیں؟ نہ بنظر زینت و کبر جو منجر بکراست و تضییع وقت ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

احمد و ابوداؤد و ترمذی و نسائی باسانید صحیحہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

نھٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الترجل الا غبا[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر ناغہ کرکے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الخنثٰی مسائل شتّٰی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲
[2] " " ۵/ ۴۸۲
[3] سنن ابی داؤد کتاب الترجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۶

نیز ابوداؤد و نسائی کی حدیث میں بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے :

نہانا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یمشط احدنا کل یوم[1] — ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ہم میں سے کوئی شخص روز کنگھی کرے۔

مقصود احادیث ترفہ وتنعم کی کثرت اور تزئین وتحسین بدن میں انہماک سے نہی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرد کو زنانہ طور پر سنگار اور کنگھی چوٹی میں مشغول نہ چاہیے۔ مرقاۃ میں امام ولی الدین عراقی سے ہے :

ھونھی تنزیہ لاتحریم والمعنی فیہ انہ من باب الترفہ والتنعم فیجتنب۔[2] — یہ نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی ، اور اس کا معنی یہ ہے یہ آسودگی اور خوشحالی کے باب سے ہے لہذا اس کام سے پرہیز کرے۔ (ت)

اور جہاں پرنیتِ ذمیمہ نہ ہو بلکہ بہ نیت صالحہ مثل علاج وغیرہ دن میں کئی بار کنگھی کرے کوئی حرج وکراہت نہیں۔ امام مالک مؤطا میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی کہ انھوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے عرض کی :

ان لی جُمّۃ افارجلہا — میرے بال شانوں تک ہیں کیا میں انھیں کنگھی کروں ؟

فرمایا : نعم واکرمہا ہاں اور اُن کی عزت کر۔

قال فکان ابوقتادۃ ربما دھنہا فی الیوم مرتین لما قال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[3] — یعنی ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰے عنہ اکثر دن میں دو بار بالوں میں تیل ڈالتے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمادیا تھا ہاں اور ان کی عزت کر۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

**مسئلہ ۱۹۲** ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ داڑھی وغیرہ پر مرد کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی البول فی المستحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۲۶

[3] مؤطا امام مالک کتاب الجامع باب اصلاح الشعر میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱، ۲۲

بلا کسی وجہ موجہ کے وسمہ کرنا یا کسی رنگ سے رنگنا جائز ہے یا گناہ؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

تنہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملا کر ایک گھاس مشابہ برگِ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سُرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر اور سیاہ وسمے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقاً حرام ہے، مگر مجاہدین کو۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

مرعلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن ھذا قال فمر اٰخر قد خضب بالحناء و الکتم فقال ھذا احسن من ھذا ثم مر اٰخر قد خضب بالصفرۃ فقال ھذا احسن من ھذا کلہ۔[1]

یعنی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کئے گزرے، فرمایا: یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملا کر خضاب کیا تھا، فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے۔ پھر تیسرے زرد خضاب کئے گزرے، فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔



معجم کبیر طبرانی و مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔[2]

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سُرخ اہلِ اسلام کا اور سیاہ خضاب کافروں کا ہے۔

امام احمد مسند اور ابوداؤد و نسائی و ابن حبان و حاکم و ضیا اپنی اپنی صحاح اور بیہقی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] سُنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی خضاب الصفرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۴

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص دار الفکر بیروت ۳/ ۵۲۶
کنز العمال بحوالہ طب و ک عن ابن عمر حدیث ۱۷۳۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۲۸

فرماتے ہیں :

یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ۔[1]

آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے پوٹے، وہ جنت کی بُو نہ سُونگھیں گے۔

طبرانی کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من خضب بالسواد سوّد اللہ وجھہ یوم القیٰمۃ۔[2]

جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

علامہ حموی وطحطاوی وشامی فرماتے ہیں :

ھذا فی حق غیر الغزاۃ ولا یحرم فی حقھم للارھاب۔[3]

یہ حکم مجاہدین کے سوا دوسروں کے لئے ہے لہذا ان کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال حرام نہیں دشمنوں کو ڈرانے اور انھیں مرعوب کرنے کے لئے وہ اس کا استعمال کرسکتے ہیں۔ (ت)



اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے :

بصحت رسیدہ است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خضاب می کرد بحنا وکتم کہ نام گیاہے است لیکن رنگ آں سیاہ نیست بلکہ سرخ مائل بسیاہی است۔[4]

طریقہ صحت تک یہ روایت پہنچی ہوئی ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کتم گھاس کی پتیاں ملاکر خضاب کیا کرتے تھے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوا کرتا تھا۔ (ت)

اس مسئلے کی تفصیل فتاوٰی فقیر میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ماجاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۲
سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالسواد ۲/ ۲۷۷ و مسند احمد بن حنبل ۱/ ۲۷۳

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

[3] ردالمحتار مسائل شتّٰی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲

[4] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰

**مسئلہ ۱۹۳:** ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد متھراوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو زیبائش و آرائش کے لئے مسّی سیاہ لگانا یا دانتوں کے گرجانے کے خوف سے سیاہ مسّی لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

مسّی کسی رنگ کی ہو عورتوں کو علاجِ دنداں یا شوہر کے واسطے آرائش کے لئے مطلقاً جائز بلکہ مستحب ہے، صرف حالتِ روزہ میں لگانا منع ہے۔

فی الدر المختار کرہ مضغ علك ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر وکرہ للمفطرین الا فی الخلوۃ بعذر وقیل یباح ویستحب للنساء لانہ سواکھن[1] فتح، فی رد المحتار قیدہ بذلك لان الاسود وغیر الممضوغ وغیر الملتئم یصل منہ شیئ الی الجوف[2] الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے سفید گوند کہ جس کے باہم اجزاء ملے ہوئے ہوں اور جو چبائی ہوئی ہو مگر مزید چبائے جانے کے قابل ہو تو اس کے استعمال یعنی چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ غیر روزہ دار کے لئے اس کا استعمال بلاعذر مکروہ ہے البتہ عذر کی وجہ سے خلوت میں اس کا چبانا مکروہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح ہے اور مستورات کے لئے اس کا استعمال مستحب ہے اس لئے کہ یہ ان کی مسواک ہے، فتح القدیر۔ فتاوٰی شامی میں ہے کہ مصنف نے اس کو چند شرائط کے ساتھ مشروط یا مقید کیا (اسود، غیر ممضوغ (چبایا ہوا نہ ہو)، غیر ملتئم (اجزاء باہم پیوستہ نہ ہوں)) اس لئے کہ غیر موصوفہ کے ہونے کی صورت میں اس کا کچھ نہ کچھ حصہ پیٹ میں چلا جاتا ہے الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

**مسئلہ ۱۹۴:** از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

عورت یا مرد کو سر میں کھلی ڈالنا پھوڑے پھنسی پر استعمال کرنا۔

## الجواب

جائز ہے مگر اس کا خیال رہے کہ سر میں بدبو نہ پیدا ہو دھوتا رہے، اگر بدبو آنے لگے گی نماز مکروہ ہوگی، اور مرد کو مسجد میں جانے جماعت میں شریک ہونے سے محروم ہونا پڑے گا، اور یہ جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۱۲

**مسئلہ ۱۹۵، ۱۹۶** مستفسرہ ذکاء اللہ خاں رضوی روز سہ شنبہ بتاریخ ۸ شعبان ۱۳۳۲ھ

(۱) زید کا قول ہے کہ خضاب مہندی میں ملا کر لگانا جائز ہے۔

(۲) زید کا قول ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ وقت جہاد داڑھی کتروانا چاہئے۔

## الجواب

(۱) مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سیاہ آئے حرام ہے قیامت کے دن اُن کے منہ کالے کئے جائیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اختضب بالسواد سوّد اللّٰہ وجھہ یوم القیامۃ۔[1] جو سیاہ خضاب کرے قیامت میں اللہ تعالٰی اس کا منہ سیاہ کرے گا۔

ہاں مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سُرخ ہی رہے مگر اس میں ذرا پختگی آجائے یہ جائز ہے وھوالمراد بالماثور وبما ھوفی الخانیۃ وغیرھا مذکور (حدیث سے منقول اور خانیہ وغیرہ میں مذکور سے یہی مراد ہے۔ ت)

(۲) زید محض جھوٹا ہے، قرآن مجید پر افتراء کرتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۹۷** مسئولہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آباد امام مسجد چھاؤنی بریلی، ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

رات کے وقت آئینہ دیکھنا منع ہے یا نہیں خصوصاً عورتوں کو کہ اپنے خاوند کے لئے بناؤ سنگھار کرتے وقت آئینہ دیکھنے کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔

## الجواب

رات کو آئینہ دیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں، بعض عوام کا خیال ہے کہ اُس سے مُنہ پر چھائیاں پڑتی ہیں اور اس کا بھی کوئی ثبوت نہ شرعاً ہے نہ طبّاً نہ تجربۃً، اور عورت کہ اپنے شوہر کے سنگار کے واسطے آئینہ دیکھے ثواب عظیم کی مستحق ہے، ثواب کی بات بے اصل خیالات کی بناء پر منع نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم

**مسئلہ ۱۹۸** مسئولہ عزیز الحسن طالب علم مدرسہ اہلسنت شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

مردوں کے لئے مہندی کا استعمال شوقیہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس قدر عضوِ بدن میں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لئے حرام ہے اور سر اور داڑھی میں مستحب۔

---

[1] مجمع الزوائد کتاب اللباس باب فی الشیب والخضاب دارالکتاب بیروت ۵/ ۱۶۳
کنزالعمال برمز طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

**مسئلہ ۱۹۹** از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ مولوی عبدالحلیم صاحب میرٹھی ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ
خضاب لگانے اور مردوں کی داڑھی مونچھ اور سر کے بال کالے کرنے کے متعلق شریعتِ بیضا کا کیا حکم ہے؟ یہ حدیث کہ "خضاب لگانے والا جنت کی بُو نہ سُونگھے گا" کس خضاب سے متعلق ہے؟ نیل و مہندی ملا کر جو خضاب کیا جاتا ہے اور جس سے بال بالکل کالے نہیں ہوتے وہ کس حکم میں ہے؟ اور اگر اسی سے بعض طُرق کے تبدل و تغیر کے باعث بالکل سیاہ ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟ نوجوان بیوی یا اور بعض کیفیات میں کیا خضابِ اسود ناجائز ہونے کی صورت میں استثناء رہے گا؟ اگر ایسا ہے تو ان بعض کیفیات کی توضیح کیا ہے؟

## الجواب

سیاہ خضاب حرام ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیّروا ھذا الشیئ واجتنبوا السواد رواہ مسلم[1] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی حدیث اٰخر من خضب بالسواد سوّد اللہ وجھہ یوم القیٰمۃ رواہ الطبرانی[2]۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ان بالوں کو کسی چیز سے تبدیل کر دو لیکن سیاہی سے بچو۔ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اسے روایت کیا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے: جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالٰی اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔ اس کو امام طبرانی سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث مذکور فی السوال سیاہ خضاب ہی کے بارے میں ہے خود اسی کے الفاظ کا ارشاد ہے:

یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لایریحون رائحۃ الجنۃ رواہ ابوداؤد[3] والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کچھ لوگ سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے ہوں، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔ ابوداؤد و نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کو روایت کیا (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۹
[2] کنز العمال بحوالہ الطب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱
[3] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ماجاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۲
سنن النسائی باب النہی عن الخضاب بالسواد نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۷۷

سیاہ خضاب مطلقاً حرام ہے اور سیاہ مقول بالتشکیک نیلا ، اودا ، کاسنی سب سیاہ ہے اور بفرضِ غلط سیاہ نہ ہو تو قریب سیاہ قطعاً ہے ، اور حدیث صحیح کا ارشاد ہے :

لا تقربوا السواد ، رواہ الامام احمد [1] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

سیاہی کے پاس نہ جاؤ ( اس کو امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔ ت )

اور حدیث ابوداؤد و نسائی میں کبوتر کے پوٹے سے تشبیہ بھی اسی طرف ناظر ، جنگلی کبوتروں کے پوٹے اکثر نیلگوں ہوتے ہیں ۔ خاص مہندی کی رنگت گہری نہیں ہوتی ، جب اس میں کچھ پتیاں نیل کی ملا دی جائیں تو سرخ گہرا رنگ ہو جاتا ہے ، یہ حسن ہے ، نہ یہ کہ اتنا نیل ملا دیا جائے کہ سیاہ کر دے ، یا پہلے مہندی سے رنگ کر جب بال خوب صاف ہو گئے اس پر نیل تھوپا کہ یہ سب وہی حرام صورتیں ہیں جن کو اجتنبوا ( سیاہی سے بچو ۔ ت ) فرمایا ، لایجدون رائحۃ الجنۃ ( وہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے ۔ ت ) فرمایا ، جس پر سوّد اللہ وجھہ ( اللہ تعالٰی ان کے چہرے سیاہ کر دے گا ۔ ت ) آیا ، شراب کہ خلط نمک سے سرکہ ہو جائے نہ یہ کہ گھڑے بھر شراب میں نمک کی ایک کنکری ڈال کر پی جائے نہ یہ کہ بہت سا نمک پھانک کر اوپر سے شراب چڑھائے ، تحریم سواد سے صرف مباشران جہاد کا استثنا ہے جیسے اون کو ریشم کا بانا ، اور صاحبین کے نزدیک خالص ریشمیں روا ہے ، اور زوجۂ جوان کی غرض سے ایک روایت مرجوحہ میں جواز آیا ہے اور مرجوح پر حکم فتوٰی جہل و خرقِ اجماع ہے ۔ امام محمود علیہ الرحمۃ فتاوٰی ذخیرہ میں فرماتے ہیں :

الخضاب بالسواد للغزو لیکون اھیب فی عین العدو محمود بالاتفاق وان فعل ذٰلک لیزین نفسہ للنساء فمکروہ وعلیہ عامۃ المشائخ [2]۔

جہاد میں سیاہ خضاب کی اجازت ہے تاکہ دشمن کی نگاہ میں بارعب اور خوفناک ہو جائے ، اور یہ بالاتفاق اچھا ہے ۔ اور اگر اپنے آپ کو عورتوں کے لئے زیب و زینت دے تو یہ مکروہ ہے ، اور اسی پر عام مشائخ قائم ہیں ۔ ( ت )

---

[1] مسند احمد بن حنبل

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الذخیرۃ کتاب الکراہیۃ الباب العشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۵۹

عقود الدریہ میں ہے: العمل بما علیہ الاکثر[1] (اس پر عمل کرنا جس پر اکثر ہیں۔ ت)

قول جمہور پر حدیث صحیح صحاح ستہ:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والناصمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالٰی اُن عورتوں پر لعنت کرے جو "خال" گودنے والی اور خال گدوانے والی ہیں، چہرہ کے بال نوچنے اور نُچوانے والی ہیں، اور خوبصورتی کے پیشِ نظر دانتوں کے درمیان کشادگی بنانے والی ہیں، اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی ہیں۔ (ت)

شاہد عدل ہے، عورت زیادہ اس کی محتاج ہے کہ شوہر کی نگاہ میں آراستہ ہو، جب اسے یہ امور تغیر خلق اللہ کے سبب حرام وموجب لعنت ہوئے تو مرد پر بدرجۂ اولٰی۔

وقد قال تعالٰی لا تبدیل لخلق اللہ[3]

وقال تعالٰی عن عدوہ ابلیس ولا مرنھم فلیغیرن خلق اللہ[4]

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اللہ تعالٰی کی تخلیق (پیدائش) میں کوئی تبدیلی نہیں۔ نیز اللہ تعالٰی نے اپنے دشمن شیطان لعین سے حکایتاً فرمائی (کہ اس نے کہا) ضرور انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیلی کریں گے۔ (ت)

نیز حدیث صحیح:

المتشبع بما لم یعط کلابس

ایسی چیز سے سیری دکھانے والا جو اس کو

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصولۃ و باب المستوشمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹-۸۸۰
صحیح مسلم " باب تحریم فعل الواصلۃ " " " " ۲/ ۲۰۵

[3] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۰

[4] " " ۴/ ۱۱۹

ثوبی زور رواہ الشیخان[1] عن اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

رلی نہیں اس طرح سے جیسے جھوٹ اور فریب کا لباس پہننے والا۔ بخاری اور مسلم نے اس کو سیّدہ اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے (ت)

اُس پر وعید کو بس ہے ظاہر ہے کہ یہ خضاب اسی لئے ہوگا کہ عورت پر اظہارِ جوانی کرے، جوان ہے نہیں اور اس کی نگاہ میں جوان بنے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد سے وہ شخص سر سے پاؤں تک جھوٹ اور فریب کا جامہ پہنے ہے، اس سے بدتر اور کیا درکار ہے بخلاف جہاد حدیث متواتر میں ہے، الحرب خدعۃ[2] (جنگ دھوکا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب المتشبع بما لم ینل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۵
صحیح مسلم کتاب اللباس باب النہی عن التزویر فی اللباس " " " ۲/ ۲۰۶

[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الحرب خدعۃ " " " ۱/ ۴۲۵
صحیح مسلم " باب جواز الخداع فی الحرب " " " ۲/ ۸۳

رسالہ

# حك العيب فی حرمۃ تسوید الشیب

۱۳۰۷ھ

## (سفید بالوں کو کالا کرنے کی حُرمت کے بارے میں عیب کو مٹانا)



**مسئلہ ۲۰:** از شہر کہنہ مرسلہ محمد شفیع علی خاں صاحب ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وسمہ نیل کا جس سے بال سیاہ ہو جائیں جائز ہے یا نہیں اور نیل میں حنا ملا کر لگانا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

**الجواب:** وسمہ نیل حنا ملا کر لگانا جائز ہے بلا کراہت۔

فی الدر المختار ملخصا یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح، ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوٰی[1]،

درمختار میں مختصر طور پر مذکور ہے کہ مرد کے لئے اپنے بالوں اور داڑھی کو خضاب کرنا (یعنی رنگین کرنا) اگرچہ صحیح قول کے مطابق جہاد کے بغیر مستحب ہے البتہ سیاہ کرنا مکروہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکروہ نہیں ہے، مجمع الفتاوٰی اور فتاوٰی شامی

وفی ردالمحتار و ورد ان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ

میں ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق

---

[1] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳

خضب بالحناء والکتم[1] اھ۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔ | رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا (یعنی ان سے بالوں کو رنگدار بنایا) اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

محمد یعقوب علی خاں

## الجواب

صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالتِ جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ و معتبرہ ناطق۔

**فاقول** وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت):

**حدیث اول**: احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے والد ماجد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی داڑھی خالص سپید دیکھ کر ارشاد فرمایا:

غیّروا ھذا الشیئ واجتنبوا السواد[2] | اس سپیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔



**حدیث دوم**: امام احمد اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غیّروا الشیب ولا تقربوا السواد[3] | پیری تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ۔

**حدیث سوم**: امام احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن حبان و حاکم بافادہ تصحیح اور ضیا مختارہ اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ[4] | آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

جنگلی کبوتروں کے سینے اکثر سیاہ نیلگوں ہوتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۱

[2] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۹

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۴۷

[4] " " " " " " عن عبداللہ ابن عباس ۱/ ۲۷۳

ان کے بالوں اور داڑھیوں کو ان سے تشبیہ دی۔

**حدیث چہارم:** ابن سعد عامر رحمہ اللہ تعالٰی مرسلاً راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لاینظر الی من یخضب بالسواد یوم القیٰمۃ[1]

جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔

**حدیث پنجم:** ابن عدی کامل میں اور دیلمی مسند الفردوس میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی یبغض الشیخ الغربیب[2]

بیشک اللہ تعالٰی دشمن رکھتا ہے بوڑھے کوّے کو۔

تعلیقات علامہ حفنی میں ہے:

الغربیب ای الذی یسود شیبہ۔[3]

الغربیب وہ ہوتا ہے جو بڑھاپے (کے روپ) کو بدل ڈالے۔(ت)



عزیزی میں ہے:

الغربیب الذی لایشیب او الذی یسود شیبہ بالخضاب۔[4]

الغربیب وُہ ہوتا ہے جو بوڑھا نہ دکھائی دے یا وُہ جو اپنے بڑھاپے (کی علامت) یعنی سفید بالوں کو خضاب سے سیاہ کردے۔

**حدیث ششم:** طبرانی معجم کبیر اور حاکم مستدرک میں عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المومن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر[5]

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سُرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافر کا۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد رضی اللہ عنہ حدیث ۱۷۳۳۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۶۷۱

[2] الفردوس بماثور الخطاب عن ابی ہریرہ " ۵۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵۲

[3] تعلیقات علامہ حفنی علی ہامش السراج المنیر تحت حدیث ان اللہ یبغض الخ مطبعۃ الازہریۃ المصریۃ ۱/۳۷۹

[4] السراج المنیر تحت حدیث ان اللہ یبغض الشیخ الغربیب " " " ۱/۳۷۹

[5] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ باب الصفرۃ خضاب المومن الخ دار الفکر بیروت ۳/۵۲۶

**حدیث ہفتم:** عقیلی وابن حبان وابن عساکر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الشیب نور، من خلع الشیب فقد خلع نور الاسلام۔[1]

سپیدی نور ہے جس نے اسے چھپایا اس نے اسلام کا نور زائل کیا۔

علامہ محمد حفنی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

خلع الشیب ای ازالہ وسترہ بان خضبہ بالسواد فی غیر جہاد۔[2]

خلع الشیب کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے بڑھاپے کو زائل کیا اور اسے بغیر جہاد کے سیاہ خضاب لگا کر چھپایا۔ (ت)

علامہ مناوی پھر علامہ عزیزی اس حدیث پر تفریع کرتے ہیں:

فنتفہ مکروہ وصبغہ بالسواد لغیر الجہاد حرام۔[3]

یعنی پس سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے اور سیاہ خضاب غیر جہاد میں حرام۔ (ت)

**حدیث ہشتم:** حاکم کتاب الکنی والالقاب میں بسند حسن ام سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:



من شاب شیبۃ فی الاسلام کانت لہ نورا مالم یغیرھا۔[4]

جسے اسلام میں سپیدی آئے وہ اس کے لئے نور ہوگی جب تک اُسے بدل نہ ڈالے (ت)

**حدیث نہم:** دیلمی وابن النجار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اول من خضب بالحناء والکتم ابراھیم و اول من اختضب بالسواد فرعون۔[5]

سب میں پہلے حنا وکتم سے خضاب کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اور سب میں پہلے سیاہ خضاب کرنے والا فرعون۔

---

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۹۲۳ الولید بن موسٰی الدمشقی دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۵۲۶

[2] تعلیقات الحفنی علٰی ہامش السراج المنیر تحت حدیث الشیب نور من خلع الخ المطبعۃ الازہریہ مصر ۲/ ۳۵۲

[3] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر " " " " " " " " " " ۲/ ۳۵۲

[4] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنٰی حدیث ۱۷۲۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۸۱

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۹-۳۰

علامہ مناوی اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں :

فلذلك كان الاول مندوبا والثانی محرما الا للجهاد۔[1] یعنی اسی لئے پہلا خضاب مستحب ہے اور دوسرا غیر جہاد میں حرام۔

**حدیث دہم :** طبرانی معجم کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنۃ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من خضب بالسواد سوّد اللہ وجھہ یوم القیٰمۃ۔[2] جو سیاہ خضاب کرے گا اللہ تعالٰی روز قیامت اس کا مُنہ کالا کرے گا۔

**حدیث یازدہم :** نیز معجم کبیر طبرانی میں بسندِ حسن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من مثّل بالشعر فلیس لہ عند اللہ خلاق۔[3] جو بالوں کی ہیأت بگاڑے اللہ کے یہاں اس کے لئے کچھ حصہ نہیں۔

علماء فرماتے ہیں ہیأت بگاڑنا کہ داڑھی مونڈے یا سیاہ خضاب کرے۔ تیسیر میں ہے :

ای صیرہ مثلۃ بالضم بان نتفہ او حلقہ من الخدود او غیّرہ بالسواد۔[4] یعنی بالوں کا مُثلہ کرے، لفظِ مُثلہ حرفِ میم کی پیش کے ساتھ ہے (مفہوم یہ ہے کہ بالوں کی شکل و رنگت کو بدل ڈالے) بالوں کی ہیئت بگاڑنا یہ ہے کہ سفید بال اکھاڑے جائیں یا انھیں رخساروں سے مونڈ دیا جائے یا انھیں سفید نہ رہنے دے اور سیاہ کر ڈالے۔ (ت)

**حدیث دوازدہم تا پانزدہم :** ابو یعلٰی مسند اور طبرانی معجم کبیر میں واثلہ بن اسقع اور بیہقی شعب الایمان میں انس بن مالک و عبد اللہ بن عباس اور ابن عدی کامل میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

شر کھولکم من تشبہ تمہارے ادھیڑوں میں سب سے بدتر وہ ہے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اول من خضب بالحناء الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/ ۳۹۲

[2] مجمع الزوائد کتاب اللباس باب ماجاء فی الشیب والخضاب الخ دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۱۶۳
کنز العمال بحوالہ طبرانی کبیر حدیث ۱۷۳۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۹۷۷ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۴۱

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من مثل بالشعر الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۴۴۳

بشبابکم[1]

جو جوانوں کی سی صورت بنائے۔

امام ابوطالب مکی قوت القلوب اور امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

الخضاب بالسواد منھی عنہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر شبابکم من تشبہ بشیوخکم و شر شیوخکم من تشبہ بشبابکم[2]

بالوں کو سیاہ خضاب لگانا ممنوع ہے اس لئے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے بہترین جوان وہ ہیں جو بوڑھوں جیسی شکل و صورت بنائیں اور تمہارے بدترین بوڑھے وہ ہیں جو تمہارے جوانوں کی سی شکل وصورت اختیار کریں۔ (ت)

**حدیث شانزدہم:** ابن سعد طبقات میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخضاب بالسواد[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔

افسوس کہ ذرا سے نفسانی شوق کے لئے آدمی ایسی سختیوں کو گوارا کرے۔ محیط میں ہے:

الخضاب بالسواد قال عامۃ المشائخ انہ مکروہ[4]

عام مشائخ نے فرمایا ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے۔ (ت)

ذخیرہ میں ہے:

علیہ عامۃ المشائخ[5]

اسی پر عام مشائخ ہیں (ت)



---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۰۲ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/۸۳
مسند ابویعلٰی ترجمہ واثلہ بن الاسقع مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۶/۴۷۸
شعب الایمان حدیث ۶۸۰۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۶۸
الکامل لابن عدی ترجمہ الحسن بن ابی جعفر دار الفکر بیروت ۲/۷۲۱

[2] احیاء العلوم کتاب اسرار الطہارۃ فصل فی اللحیۃ عشر خصال الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰۳

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد

[4] ردالمحتار بحوالہ المحیط مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲

[5] ردالمحتار بحوالہ الذخیرہ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۷۱

درمختار میں ہے:

یکرہ بالسواد و قیل لا۔[1] | سیاہ خضاب کا استعمال مکروہ ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ مکروہ نہیں ہے۔(ت)

ان تینوں عبارتوں کا یہی حاصل کہ عامہ مشائخ کرام و جمہور ائمہ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے، علماء جب کراہت بولتے ہیں اس سے کراہتِ تحریم مراد لیتے ہیں جس کا مرتکب گناہگار و مستحقِ عذاب ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ علامہ سید حموی پھر علامہ سید طحطاوی پھر علامہ سید شامی رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

ھذا فی حق غیر الغزاۃ ولا یحرم فی حقھم للارھاب۔[2] | یعنی سیاہ خضاب کا حرام ہونا غیر غازی کے حق میں ہے غازیوں کے لئے حرام نہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

پیری نور الٰہی ست و تغییر نور الٰہی بظلمت مکروہ و وعید در باب خضاب سیاہ شدید آمدہ[3] اھ ملخصاً۔ | بالوں کی سفیدی اللہ تعالٰی کا نور ہے اور خدا تعالٰی کے نور کو سیاہی سے بدل دینا شرعاً مکروہ ہے اور سیاہ خضاب کے استعمال کرنے والوں کیلئے سخت وعید ہے اھ ملخصاً۔(ت)



اُسی میں ہے:

خضاب بسواد حرام ست و صحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند و گاہے زرد نیز[4] اھ ملخصاً | سیاہ خضاب کا استعمال حرام ہے، صحابہ کرام اور ان کے علاوہ دیگر حضرات سرخ خضاب کیا کرتے تھے اور کبھی زرد بھی اھ ملخصاً (ت)

بالجملہ یہی قول مختار و منصور و مذہبِ جمہور ثابت بارشاد حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور شک نہیں کہ احادیث و روایات میں مطلقاً سیاہ رنگ سے ممانعت فرمائی تو جو چیز بالوں کو سیاہ کرے خواہ نِرا نیل یا مہندی کا میل یا کوئی تیل، غرض کچھ ہو سب ناجائز و حرام اور ان وعیدوں میں داخل ہے، حدیث و فقہ میں اگر صرف نیل خالص کی ممانعت اور باقی سیاہ خضابوں کی اجازت ہوتی

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۲

[2] ردالمحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۷۰

[4] " " " " " " " " " " ۳/۵۶۹

توبیشک مہندی کی آمیزش کام دیتی اب کہ مطلقاً سیاہ رنگ کو حرام فرمایا تو جب تک اس قدر مہندی نہ ملے جو نیل پر غالب آجائے اور اس کی سیاہی کو دُور کردے کیا کام دے سکتی ہے کہ وجہ حرمت یعنی بالوں کی ظلمت اب بھی باقی، اور وہ جو حدیث میں وارد کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حنا وکتم سے خضاب فرماتے ہرگز مفید نہیں کہ بتصریح علماء وہ خضاب سیاہ رنگ نہ دیتا تھا بلکہ سُرخی لاتا جس میں سیاہی کی جھلک ہوتی، سُرخ رنگ کا قاعدہ ہے جب نہایت قوت کو پہنچتا ہے ایک شان سیاہی کی دیتا ہے ایسا خضاب بلاشبہہ جائز بلکہ محمود جس کی تعریف صحیح حدیث میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول رواہ احمد والاربعۃ وابن حبان عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ (امام احمد اور دیگر چار محدثین اور ابن حبان نے اس کو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ت)

شیخ محقق نوراللہ مرقدہٗ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

بصحت رسیدہ است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ خضاب می کرد بحنا وکتم کہ نام گیاہے ست لیکن رنگ آں سیاہ نیست بلکہ سُرخ مائل بسیاہی ست[2]

صحیح طور پر یہ بات ہم تک پہنچی کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مہندی اور کتم (وسمہ) سے خضاب استعمال کیا، کتم ایک گھاس کا نام ہے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے۔ (ت)



اسی کے قریب علامہ قاری نے جمع الوسائل شرح شمائل شریف ترمذی اور امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں تصریح فرمائی اور قول راجح و تفسیر جمہور پر کتم نیل کا نام بھی نہیں بلکہ وہ ایک اور پتی ہے کہ رنگ میں سُرخی رکھتی ہے شکل میں برگِ زیتون سے مشابہ ہوتی ہے جسے لوگ حنا یا نیل سے ملاکر خضاب بناتے ہیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۲
جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی الخضاب امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۸
سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالحناء والکتم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۷۷
مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۴
موارد الظمآن کتاب اللباس باب تغییر الشیب المطبعۃ السلفیۃ ص ۳۵۵
[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۵۷۰

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں :

الکتم بفتح الکاف والمثناۃ الفوقیۃ نبت یشبہ ورق الزیتون یخلط بالوسمۃ و یختضب بہ[1]

کَتَم چھوٹے کاف اور تار کی زبر کے ساتھ بننے والا یہ لفظ ایک قسم کی گھاس کا نام ہے جو زیتون کے پتّوں سے مشابہت رکھتی ہے جس کو وسمہ میں ملا کر خضاب کیا جاتا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

الکتم بفتحتین نبت فیہ حمرۃ یخلط بالحناء او الوسمۃ فیختضب بہ[2]

کتم کے پہلے دو حروف پر زبر استعمال ہوتی ہے یہ ایک قسم کی گھاس ہے جس کی رنگت سُرخ ہوتی ہے اس کو مہندی یا وسمہ میں ملا کر خضاب کیا جاتا ہے۔ (ت)

ابھی شرح مشکوٰۃ سے گزرا کہ رنگ آں سیاہ نیست[3] الخ (اس کا رنگ سیاہ نہیں ہوتا۔ ت)

**اقول** بلکہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ خود حدیثوں سے ثابت کرسکتا ہے کہ حنا و کتم کے خضاب کا رنگ سُرخ ہوتا تھا، صحیح بخاری و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ میں عثمان بن عبداللہ بن موہب سے مروی،



قال دخلت علی امر سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فاخرجت شعرا من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخضوبا (زاد الاخیران) بالحناء والکتم[4]۔

یعنی میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے موئے مبارک (جو اُن کے پاس تبرکاتِ شریفہ میں رکھے تھے جس بیمار کو اس کا پانی دھو کر پلاتیں فوراً شفا پاتا تھا) نکالے مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

انھیں عثمان بن عبداللہ سے انھیں مُوئے اقدس کی نسبت صحیح بخاری شریف میں مروی :

ان ام سلمۃ ارتہ شعر النبی صلی اللہ

یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے انھیں نبی صلی اللہ

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان احسن ما غیرتم بہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۰۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ حدیث اول من خضب بالحناء والکتم الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۳۹۲

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰

[4] صحیح البخاری کتاب اللباس باب ما یذکر فی الشیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

تعالٰی علیہ وسلم احمر[1] — تعالٰی علیہ وسلم کے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے۔

ثابت ہوا کہ حنا وکتم نے سرخ رنگ دیا بلکہ اسی حدیث میں امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کی دوسری روایت یوں ہے:

شعرا احمر مخضوبا بالحناء والکتم[2] — یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے جن پر حنا وکتم کا خضاب تھا۔

تو واضح ہوا کہ کتم اگرچہ کسی شیئ کا نام ہو مگر روایت مذکورہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت سیاہ خضاب کا گمان کرنا یا اس شئے پر نیل اور حنا ملے ہوئے کو مطلقاً جائز سمجھ لینا محض غلط ہے افسوس کہ ہمارے زمانہ کے بعض صاحبوں نے خضاب وسمہ وحنا کی روایات تو دیکھیں اور ان کا مطلب اصلاً نہ سمجھا اول تو وسمہ نیل ہی کو نہیں کہتے بلکہ ایک اور پتی ہے کہ حنا میں مل کر اس کی سرخی تیز کر دیتی ہے ورنہ خالص حنا کی سرخی گہری نہیں ہوتی۔ قاموس وتاج العروس میں ہے:

الوسمۃ ورق النیل او نبات اٰخر یخضب بورقہ[3] — وسمہ گھاس نما تروں والی نباتات ہے اس کے پتے خضاب کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں (ت)



مغرب میں اسی معنٰی پر جزم کیا اور وسمہ بمعنی نیل کو قول ضعیف کہا،

حیث قال الوسمۃ شجرۃ ورقہا خضاب وقیل یجفف ویطحن ثم یخلط بالحناء فیقنأ لونہ والا کان اخضر[4] — وسمہ کو نیل کہنا ضعیف قول ہے معتدیہ ہے کہ عرب کی زبان میں وسمہ ایک درخت کا نام ہے جس کی پتی سکھا کر پیس کر مہندی میں ملاتے ہیں جس سے اس کی سرخی خوب شوخ ہو جاتی ہے ورنہ پھیکی زردی مائل ہوتی ہے انتہی۔

یوں تو بحمد اللہ روایات میں نیل والوں کے لئے اصلاً پتا نہیں اور اگر قاموس کی طرح دونوں معنی مساوی رکھے جائیں جب بھی نیل والوں کا استدلال باطل کہ قطعاً محتمل کہ وہ پتی مراد ہو جو حنا کی سرخی تیز کرتی

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب مایذکر فی الشیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن عثمان بن عبد اللہ دار الفکر بیروت ۶/۲۹۶

[3] تاج العروس فصل الواو من باب المیم دار احیاء التراث العربی بیروت ۹/۹۳

[4] المغرب

ہے اور بالفرض ان کی خاطر مان ہی لیجئے کہ وسمہ سے نیل مراد تو حاشا وہ روایتیں یہ نہیں کہتیں کہ پہلے مہندی کا خضاب کیجئے جس سے بال خود بخود صاف ہو جائیں اس پر وسمہ چڑھائیے کہ ظلمتیں اپنا پورا عمل دکھائیں نہ یہ کہ برائے نام نیل میں کچھ پتیاں مہندی کی ڈال کر خلط کا حیلہ کیجئے اور روسیاہی کا کامل لطف حاصل کیجئے بلکہ یہ مقصود کہ وسمہ میں اتنی حنا ملے کہ اس پر غالب آکر رنگ میں سیاہی نہ آنے دے بلکہ یہ مراد کہ اصل خضاب حنا کا ہو اور اس میں کچھ پتیاں نیل کی شریک کر لی جائیں جس سے اس کی سرخی میں ایک گونہ پختگی آجائے اس کی نظیر بعینہٖ یہ ہے کہ شراب میں نمک ملانے کو علماء نے باعث تخلیل و تحلیل فرمایا ہے کہ جب سرکہ ہو گئی حقیقت بدل گئی حلت آگئی کہ اب وہ شراب ہی نہ رہی، ان روایات کو دیکھ کر کوئی صاحب پہلے نمک کھا کر اوپر سے شراب پی لیں یا گھڑے بھر شراب میں ایک کنکری نمک ڈال کر چڑھا جائیں کہ ہم تو نمک ملا کر پیتے ہیں، مقصود یہ تھا کہ نمک اس کا جوش بٹھا دے ترش کر کے سرکہ بنا دے ایسے حیلے شرع مطہر میں کیا کام دے سکتے ہیں، الحاصل مدارِ کار رنگ پر ہے، بالفرض اگر خالص مہندی سیاہ رنگت لاتی وہ بھی حرام ہوتی اور خالص نیل زرد یا سرخ رنگ دیتا وہ بھی جائز ہوتا، یوں ہی نیل اور مہندی کا میل یا کوئی بلا ہو جو کچھ سیاہ رنگ لائے سب حرام ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ احکم۔

---

رسالہ

حك الغيب في حرمة تسويد الشيب

ختم ہوا

# کسبِ حصولِ مال

## خرید وفروخت، اُجرت، رشوت، سُود، قمار، بیمہ، پیشہ، صنعت، قرض، نذرانہ، ہبہ، میراث، غصب وغیرہ اور ذرائع آمدنی، حلال وحرام ومشتبہ سے متعلق مسائل

**مسئلہ ۲۰:** از پنجاب



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رنڈیوں اور ڈومنیوں کے یہاں مزدوری کرکے کمانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں جائز تو نصارٰی کی نوکری کیوں جائز ہے؟ اور اگر نہیں جائز تو لوگ اس روپیہ سے مساجد ومدارس میں چندہ کیوں دیتے ہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

### الجواب

اصل مزدوری اگرکسی فعل ناجائز پر ہو سب کے یہاں ناجائز اور جائز پر ہو تو سب کے یہاں جائز، اس امر میں رنڈیاں اور غیر رنڈیاں، نصارٰی وہنود وغیرہم سب برابر ہیں۔ کلام اس میں ہے کہ اگر اُن کے یہاں کسی فعل جائز پر مزدوری کی تو آیا زرِ اجرت اُن کے مال سے لینا روا، اور وہ اکل حلال ہوگا یا نہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ رنڈیوں کو جو مال گانے ناچنے یا معاذ اللہ زنا کی اُجرت میں ملتا ہے اُن کے لئے حرام ہے وُہ ہرگز اس کی مالک نہیں ہوتیں وُہ ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کا حکم رکھتا ہے، نہ اُنھیں خود اس کا اپنے صرف میں لانا جائز نہ دوسرے کو، وُہ مال بعینہٖ اپنے قرض خواہ کسی چیز کی قیمت خواہ مزدوری کی اجرت میں خواہ ویسے ہی بلا معاوضہ بطور ہدیہ خواہ صدقہ خواہ کسی طرح لینا روا ہو سکے بلکہ فرض ہے کہ جن جن سے لیا ہے انھیں کو پھیر دیں،

فی کراھیۃ الھندیۃ عن المحیط عن محمد

فتاوٰی ہندیہ، بحث کراہیۃ میں بحوالہ محیط امام محمد

رحمہ اللہ تعالٰی فی کسب المغنیۃ ان قضی بہ دین لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ[1] الخ وفی حظر رد المحتار عن السغناقی عن بعض المشائخ کسب المغنیۃ کالمغصوب لم یحل اخذہ[2] اھ۔

سے مروی ہے کہ گانے والی عورت کی کمائی سے اگر قرض ادا کیا جائے تو قرض خواہ کو اس کا لینا جائز نہیں الخ۔ ردالمحتار بحث ممنوعات میں امام سغناقی نے بعض مشائخ کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ گویا مغنیہ کی کمائی غصب شدہ چیز کی طرح ہے لہذا اس کا لینا جائز نہیں اھ (ت)

اسی طرح اُن کے آشنا جو مال بطور تحفہ و ہدیہ ان کے راضی رکھنے یا ان کا دل اپنی طرف مائل کرنے کو دے آتے ہیں اگرچہ اُس وقت خالی ملاقات کو جائیں اور زنا یا غنا کچھ مقصود نہ رکھیں اُس کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ رشوت ہے اور رنڈیاں اس کی مالک نہیں ہوجاتیں اس کا واپس دینا بھی واجب ہے،

فی الحاشیۃ الطحطاویۃ علی الدر المختار آثرا عن القنیۃ مقرا علیہ ما یدفعہ المتعاشقان رشوۃ یجب ردہ ولا تملک[3] اھ۔

حاشیہ طحطاوی بر درمختار میں علامہ طحطاوی نے مصنف قنیہ کے کلام کو برقرار رکھتے ہوئے اس سے نقل کیا ہے کہ عاشق معشوق کو جو کچھ بطور رشوت دے اور اسکے حوالے کرے تو اسکا واپس کرنا ضروری ہے اس لئے کہ معشوقہ اسکی مالک نہیں اھ (ت)

اگر لینے والے کو معلوم ہوگا کہ یہ مال بعینہٖ وہی ہے انھوں نے گانے، ناچنے، زنا کی اُجرت یا آشناؤں سے تحفہ ہدیہ رشوت میں پایا ہے تو اسے لینا ہرگز روا نہیں، اور وُہ مال جو اُنھیں گانے ناچ مجلے میں انعام بلا شرط یعنی اُجرتِ مقررہ سے زیادہ ملتا ہے اُن کے حق میں حکم ہبہ کا رکھتا ہے کہ وُہ عقد اجارۂ باطلہ جو ان افعال محرمہ پر ہوا یہ مال اس کے تحت میں داخل نہیں بلکہ بہت لوگ بطور خوشنودی کچھ اپنی ناموری کے خیال سے بعض جاہل یہ سمجھ کر کہ ایسے مقامات پر انعام دینا شانِ ریاست ہے دیا کرتے ہیں تو وُہ اس مال کی مالک ہوگئیں، اسی طرح ڈومنیوں کو جو بیل ملتی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۷
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب القضاء دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۱۷۸

فی الخانیۃ الرجل اذا کان مطربا مغنیا ان اعطی بغیر شرط قالوا یباح لہ ذلک و ان کان یاخذہ علی شرط رد المال علی صاحبہ ان کان یعرفہ وان لم یعرفہ یتصدق بہ[1] اھ **قلت** والمسئلۃ منقولۃ عن محرر المذہب اثرھا فی الھندیۃ عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد وعنھا نقل فی ردالمحتار قال ومثلہ فی المواھب۔

فتاوٰی قاضی خان میں ہے جب کوئی شخص گانے بجانے والا ہو اور اس کو بغیر کسی شرط کے کچھ دیا گیا تو فقہاء کرام نے اس کو مباح قرار دیا ہے لیکن اگر اسے پہچانتا نہیں تو پھر اسے خیرات کردے اھ، میں کہتا ہوں یہ مسئلہ صاحب مذہب سے یعنی مذہب قلم بند کرنے والے سے منقول ہے جس کو فتاوٰی عالمگیری میں "المنتقٰی" کے حوالے سے ابراہیم نے امام محمد سے نقل کیا ہے اور اسی سے فتاوٰی شامی میں نقل کیا گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ المواہب میں اسی کی مثل مذکور ہے۔ (ت)

**اقول** مگر اس قدر تفرقہ ضرور ہے کہ اگر دینے والے نے یہ مال حسب دستور فی الواقع انعام یا بیل کے طور پر دیا تو ہبہ ٹھہرے گا اور اگر اصل مقصود آشنائی بڑھانا اور اپنی طرف لُبھانا ہے تو بیشک رشوت قرار پائے گا اور اسی حکم مغصوب میں داخل ہو جائے گا،

فانما الامور بمقاصدھا وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی۔[2]

کاموں کا مدار ان کے مقاصد پر ہے، اور اعمال کا مدار ارادوں پر ہے لہذا ہر آدمی کیلئے وہی کچھ ہے جو اس نے ارادہ کیا ہے (ت)

اور یہ فرق ملاحظہ قرائن سے معلوم ہو سکتا ہے اسی لئے مسموع یُوں ہے کہ رنڈی ڈومنی سے معاذاللہ جس شخص کو آشنائی ہوتی ہے وہ بلاوجہ بھی حسب مقدرت انعام کثیر اور جلد جلد بیل دیتا ہے، یونہی بعض دیہات کی رسم سُنی گئی ہے کہ نیوتے والے جو بیل رنڈی کو دیتے ہیں صاحب خانہ کا قرض سمجھ کر دیا جاتا ہے اور وہ اس اجرت مقررہ پر مجرا لیتا ہے تو یہ بیل درحقیقت بیل نہیں بلکہ وہی اجرت ہے اور مغصوب میں داخل لان المعھود عرفا کالمذکور لفظا (اس لئے کہ "معہود" رواج میں مذکور کی طرح ہے۔ ت) غرض ان صورتوں سے پاک ہو تو بیشک انعام اور بیل کا روپیہ اُن کی ملک خاص ہے اور انھیں خود اس سے

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۹

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

انتفاع اور دوسرے کو اس میں سے دینا جائز ہے، اس لینے والے کو اگر معلوم ہو کہ مثلاً زرِ اجرت جو اُس نے دیا خاص اس مالِ حلال سے تھا اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر رنڈی کسی سے قرض لے کر اس کی اُجرت دے تو بھی لینا جائز، اب چاہے وہ اپنا قرض کسی مال سے ادا کرتی رہے۔

فی الخلاصۃ فالحیلۃ فی مثل ھذہ المسائل ان یشتری شیئا ثم ینقد ثمنہ من ای مال احب و قال ابو یوسف سألت ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الحیلۃ فی مثل ھذا فاجابنی بما ذکرنا[1] اھ قلت و سیأتی سند اخر۔

خلاصہ میں ہے کہ اس نوع کے مسائل میں حیلہ یہ ہے کہ وہ شخص کسی سے قرض لے پھر جس مال سے بھی چاہے وہ مقروضہ رقم ادا کرے، قاضی امام ابو یوسف نے فرمایا: میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس قسم کے مسائل میں حیلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے مجھے وہی جواب دیا جو ہم نے بیان کیا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں اس کی دوسری سند کا عنقریب ذکر آئے گا۔ (ت)

اور اگر رنڈی مالِ حرام بعینہٖ نہ دے بلکہ اُس مال سے کوئی شے مثلاً غلّہ یا کپڑا خرید کر دینا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:



اوّل یہ کہ خریدنے میں نقد و عقد دونوں اُس مالِ حرام پر جمع ہوئے یعنی رنڈی نے اپنا حرام روپیہ بائع کے سامنے ڈال دیا کہ فلاں چیز دے دے، اس نے دے دی، یا حرام روپیہ دکھا کر کہا اس کے عوض دے دے، اس نے دے دی، اس نے یہی زرِ حرام قیمت میں دیا اس صورت میں جو کچھ رنڈی نے خریدا وہ بھی مثل اُس روپے کے حرام رہا۔

دوم یہ کہ نقد و عقد کا زرِ حرام پر اجتماع نہ ہو کسی رنڈی نے نہ روپیہ پہلے سے دیا نہ دکھایا بلکہ یونہی کہا کہ ایک روپیہ کی یہ چیز دے دے اُس نے دے دی اس نے قیمت میں زرِ حرام دیا، یا حلال روپیہ دکھا کر مانگی، پھر دیا حرام، یا حرام دکھا کر طلب کی پھر دیا حلال کہ وجہیں اولین میں حرام پر عقد، اور ثالث میں اس کا نقد نہ ہوا، اس صورت دوم پر جو چیز رنڈی نے خریدی بہتر تو اس کا بھی نہ لینا ہے،

لان کثیرا من مشائخنا ذھبوا الی تحریم الابدال مطلقا فیما کان الخبث فیہ

اس لئے کہ ہمارے بہت سے مشائخ مطلقاً ابدال کے حرام ہونے کی طرف گئے ہیں اس صورت

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ الفصل الرابع المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۴۹

لعدم الملك۔

میں کہ جس میں خباثت پائی جائے ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے (ت)

پھر بھی اگر لے لے گا تو رنڈی اپنے افعال پر ماخوذ ہے، یہ خریدی ہوئی چیز نہ اس کے حق میں حرام کہی جائے گی نہ اس لینے والے کے حق میں،

لان جمهور ائمتنا المتاخرين افتوا بقول الامام الكرخي المفصل بالتفصيل المذكور رفقا بالمسلمين نظرا الى حال هذا الزمان الفاشي فيه الحرام بل منهم من زعم حل الابدال مطلقا فيما لايتعين بالتعين في ردالمحتار عن التاتارخانية والولوالجية الفتوى اليوم على قول الكرخي دفعا للحرج لكثرة الحرام قال وعلى هذا مشى المصنف في كتاب الغصب تبعا للدرر وغيرها[1] اهـ وفي فتاوى الامام فخر الدين قاضي خان اما الذي اشتراه بالثمن اذا لم يكن الشراء مضافا الى الغصب فظاهر اما الذي اشتراه بالثمن واضاف العقد اليه فالعقد لم يقع على الثمن المشار اليه فلا يتمكن الخبث في المبيع[2] اهـ، **اقول** وههنا تحقيق وازاحة وهم يعرف بالمراجعة الى رسالتنا في اكل الحلال والحرام التي انا في تاليفها

اس لئے کہ ہمارے جمہور ائمہ متاخرین نے امام کرخی کے قول پر فتوی دیا ہے جو ذکر کردہ تفصیل میں مفصل ہے، مسلمانوں کی آسانی کے پیش نظر اس زمانہ پر نظر رکھتے ہوئے کہ جس میں حرام زیادہ ہے، بلکہ ان میں سے کچھ وہ ائمہ ہیں جو مطلقاً ابدال کے حلال ہونے کا گمان رکھتے ہیں، اس صورت میں جس میں تعیین کے ساتھ شئے متعین نہ ہو، ردالمحتار میں تتارخانیہ اور ولوالجیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ آج کے زمانے میں امام کرخی کے قول پر فتوی ہے دفع حرج کے لئے کثرت حرام کی وجہ سے، اس نے کہا کہ مصنف نے کتاب الغصب میں یہی روش اختیار کی ہے درر وغیرہ کا اتباع کرتے ہوئے اھ، اور فتاوی امام فخر الدین قاضیخان میں ہے لیکن اگر اس نے کسی چیز کو ثمن سے خریدا بشرطیکہ اس اشتراء کی اضافت غصب کی طرف نہ ہو تو اس کا حکم ظاہر ہے لیکن اگر اس نے ثمن سے چیز خریدی اور عقد کی اضافت اس کی طرف کی تو پھر عقد، ثمن مشار الیہ پر واقع نہ ہوا تو مبیع میں

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۹

[2] فتاوی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۰

وترصیفها فی هذہ الایام واذا تمت فارجوا ان تکون نافعة مبارکة ان شاء اللہ تعالٰی۔

خباثت پیدا نہ ہوگی اھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہاں تحقیق اور ازالہ وہم ہے جس کی پہچان ہمارے رسالے کی طرف مراجعت پر موقوف ہے جو حلال و حرام کے کھانے کے موضوع پر ہے، میں ان دنوں میں اس کی تصنیف و ترصیف (ترتیب) کر رہا ہوں پھر جب وہ مکمل ہو جائے گا تو میں امید رکھتا ہوں کہ وہ ان شاء اللہ تعالٰی فائدہ بخش اور بابرکت ہوگا۔ (ت)

اور اگر معلوم ہو کہ یہ مال جو وہ مثلاً اُجرت میں دیتی ہے اگرچہ عین حرام نہیں مگر اس میں مال حلال و حرام اس طرح سے ملے ہوئے ہیں کہ تمیز نہیں ہو سکتی یا ہو تو بدقت تمام ہو مثلاً رنڈی کے پاس دس روپیہ ناپاک کمائی کے تھے اور پانچ انعام یا قرض یا زراعت وغیرہ یا کسی وجہ حلال کے اور اُس نے وہ سب ملا دئے اور شناخت نہیں کہ وُہ دس کون سے تھے اور یہ پانچ کون سے، تو اس صورت میں جس قدر مال وجہ حلال سے تھا مثلاً مثال مذکور میں پانچ روپیہ اس قدر لینا تو بلاشبہہ جائز ہے۔

فی الفتاوی العالمگیریة عن التاتارخانیة عن الامام محمد غصب عشرة دنانیر فالقی فیها دینارا ثم اعطی منه رجلا دینارا جاز ثم دینارا اٰخر لا اھ[1]۔

فتاوٰی عالمگیری میں تاتارخانیہ کے حوالے سے امام محمد سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ کسی شخص نے دس دینار چھین لئے پھر ان میں ایک حلال دینار ڈال دیا پھر ان سے ایک شخص کو ایک دینار دیا تو جائز ہے پھر دوسرا دینار دیا تو یہ جائز نہیں اھ۔ (ت)

اور اس سے زائد مثلاً صورت مفروضہ میں چھٹا روپیہ لینے سے احتراز کرے کہ مذہب صاحبین پر حرام محض ہے، اور عامہ محققین نے اسی پر فتوٰی دیا اور بربنائے مذہب امام مکروہ ہونا چاہئے تو ایسے امر میں کیوں پڑے جس کا ادنٰی درجہ کراہت، اور اکثر اکابر کے طور پر حرام،

فی فتاوٰی قاضی خاں ناقلا عن الامام ابی بکر البلخی قیل له لو ان فقیرا یاخذ جائزة السلطان مع علمه ان السلطان یاخذها غصبا یحل له ذٰلك قال ان کان

فتاوٰی قاضیخاں نے امام ابوبکر بلخی کے حوالے سے نقل کیا کہ اُن سے کہا گیا کہ اگر کوئی محتاج بادشاہِ وقت سے کچھ لیتا ہے باوجودیکہ اسے علم ہے کہ بادشاہ نے یہ غصب سے لیا ہے تو اس کے لئے یہ لینا

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الغصب الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۴۱

السلطان خلط الدراھم بعضھا ببعض فانہ لاباس بہ وان دفع عین الغصب من غیر خلط لم یجز اخذہ، قال الفقیہ ابو اللیث ھذا الجواب یستقیم علی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی لان عندہ اذا غصب الدراھم من قوم وخلط بعضھا ببعض یملکھا الغاصب اما علی قول ابی یوسف و محمد فانہ لایملکھا الغاصب ویکون علی ملک صاحبھا[1] اقول واما الکراھۃ علی مذھب الامام فلانہ وان ملکہ بسبب خبیث و التصدق واجب علیہ وفی ھذا اعراض عنہ قال الامام شمس الائمۃ السرخسی فی شرح السیر الکبیر المشتری فاسدا اذا اراد بیع المشتری بعد القبض یکرہ شراؤہ منہ الخ قال الشامی لحصولہ للبائع بسبب حرام ولان فیہ اعراضا عن الفسخ الواجب[2] اھ والایضاح المقام مفوض الی رسالتنا المذکورۃ۔

حلال ہے فرمایا کہ اگرچہ بادشاہ نے درھموں کو ایک دوسرے سے ملا دیا ہو تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر ملائے بغیر عین غصب شدہ چیز حوالے کرے تو اس کا لینا جائز نہیں، فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ جواب امام ابو حنیفہ کے قول پر ٹھیک ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک جب کوئی شخص کچھ لوگوں سے دراھم چھین لے اور پھر انھیں ایک دوسرے سے ملا دے تو غاصب ان کا مالک ہو جائے گا، لیکن صاحبین کے قول کے مطابق غاصب مالک نہ ہوگا بلکہ وہ اصل مالک کی ملکیت میں رہیں گے اقول (میں کہتا ہوں کہ) امام کے مذہب پر اس لئے اس صورت میں کراہت ہوگی کہ اگرچہ غاصب سبب خبیث کی وجہ سے مالک ہو گیا لیکن ان کا خیرات کر دینا اس پر واجب ہے اور اس صورت میں خیرات کرنے سے روگردانی ہے، امام شمس الائمہ سرخسی نے سیر کبیر کی شرح میں فرمایا کہ خریدشدہ چیز فاسد ہے جب یہ خریدی ہوئی چیز کو قبضہ کرنے کے بعد بیچنے کا ارادہ کرے تو اس کا خریدنا مکروہ ہے الخ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اس لئے کہ یہ سبب حرام کی وجہ سے بائع کو حاصل ہوئی اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں فسخ واجب سے اعراض ہے اھ اس

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۹

[2] ردالمحتار بحوالہ شرح السیر الکبیر لشمس الائمۃ السرخسی باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۲۰

مقام کی وضاحت کرنا ہمارے مذکورہ رسالے کے حوالے ہے۔ (ت)

اور اگر رنڈی نے ایک مال حرام کو دوسرے حرام سے خلط کیا مثلاً ناچ کی اجرت میں اُس نے دس روپیہ زید سے پائے تھے اور دس عمرو سے، یہ سب ملا دئے تو اس میں سے ایک روپیہ بھی لینا نہ چاہئے کہ وہ سب وجہ حرام سے ہے جو کچھ لے گا صاحبین حرام بتائیں گے اور امام کے قول پر مکروہ ہونا چاہئے،

ولوجه ماذکرنا انها کعین المغصوب عندهما وکالمشتری فاسدا عنده۔

اس کی وجہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کردیا کہ وہ چیز صاحبین کے نزدیک عین مغصوب کی طرح ہے اور امام صاحب کے نزدیک خرید کی ہوئی چیز کی طرح فاسد ہے (ت)

ہاں اگر اس قسم کے روپیہ سے کوئی چیز مثلاً اناج یا کپڑا خرید کرے تو اس مزدور کو اُس شئے کا لینا امام کے طور پر بالاتفاق حرام نہیں، اور بربنائے مذہب صاحبین اُسی تفصیل پر رہے گا جو خریدی ہوئی چیز کے بارے میں اوپر گزری،



**اقول** وذٰلك لان الملك ثابت عنده بالخلط ولوخبیثا فلایعمل فیما لایتعین کالدراهم واما عندهما فالخبث لعدم الملك فیعمل فی الصفتین جمیعا علی الاطلاق کما اختیار کثیر من المشائخ فلایحل المشتری مطلقا وخالف جماعة فقالوا یحل المشتری بالدراهم مطلقا وقال الکرخی الا اذا عقد علیها ونقدها وبه افتی جمهور المتاخرین کما مر والتفصیل محمول علی الرسالة۔

**اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہ حکم اس لئے ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اگرچہ وہ چیز خبیث ہے لیکن خلط ملط کرنے سے ملک ثابت ہوگئی، پھر جس چیز میں تعین نہیں ہوسکتا جیسا کہ دراہم، تو اس میں اثر نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ملک نہ ہونے کی وجہ سے اس میں خبث پیدا ہوگیا، پھر علی الاطلاق دونوں صفتوں میں اثر ہوگا جیسا کہ بہت سے مشائخ نے اس کو اختیار کیا، لہٰذا خریدی ہوئی چیز مطلقاً حلال نہ ہوگی، لیکن اس میں ایک جماعت نے اختلاف کیا ہے چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ مطلقاً دراہم سے خریدی ہوئی چیز حلال ہے لیکن امام کرخی نے فرمایا

مگر جبکہ یہاں اُن پر عقد اور نقد واقع ہو پس اسی پر جمہور متاخرین نے فتوٰی دیا جیسا کہ گزر چکا ہے، اور تفصیل رسالہ مذکورہ پر محمول ہے۔ (ت)

یہ سب صورتیں اُس وقت تھیں جب اُسے اس مال کا حال معلوم ہو جو اس کی مزدوری میں دیا جاتا ہے کہ خاص مال رنڈی کے پاس کہاں سے آیا ہے اور اُس تک کیوں کر پہنچتا ہے، آیا عین حرام میں سے ہے یا خالص حلال سے؟ یا دونوں مخلوط ہیں؟ یا مال حرام سے خریدا ہوا ہے؟ یا کیا حال ہے؟ اور اگر یہ کچھ نہیں کہہ سکتا نہ اسے کچھ خبر کہ خالص مال جو اسے دیا جاتا ہے یا کس قسم کا ہے، تو اس صورت میں فتوٰی جواز ہے کہ اصل حلت ہے، جب تک خاص اس مال کی حرمت نہ ظاہر ہو، لینے سے منع نہ کریں گے،

فی الھندیۃ عن الظھیریۃ عن الامام الفقیہ ابی اللیث اختلف الناس فی اخذ الجائزۃ من السلطان قال بعضھم یجوز مالم یعلم انہ یعطیہ من حرام، قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی وبہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی واصحابہ[1] اھ وفی فتاوی الامام قاضی خان رجل دخل علی سلطان فقدم علیہ شیئ من الماکولات قالوا ان اکل منھا لاباس بہ اشتراہ بالثمن اولم یشتر الا ان ھذا الرجل ان کان یعلم انہ غصب بعینہ فانہ لایحل لہ ان یاکل من ذلک[2]، وفیھا ان لم یعلم الاخذ

فتاوٰی عالمگیری میں فتاوٰی ظہیریہ کے حوالے سے فقیہ ابواللیث سے روایت ہے بادشاہ سے انعام لینے کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا لینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ مالِ حرام سے دیتا ہے، امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو لیتے ہیں جب تک کسی معین شَے کے حرام ہونے کی شناخت نہ ہو، امام ابوحنیفہ اور انکے ساتھیوں کا یہی قول ہے اھ، امام قاضی خان کے فتاوے میں ہے کہ ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا تو اسکے آگے کچھ کھانے کی چیزیں لائی گئیں، فقہاء نے فرمایا کہ اگر وہ یہیں کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں خواہ اس نے قیمت سے خریدی ہوں یا نہ خریدی ہوں، مگر جب یہ شخص جانتا ہو کہ یہ بعینہٖ غصب ہے تو پھر اس کے لئے حلال نہیں کہ انھیں کھائے اھ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۷۸

انہ من مالہ اومن مال غیرہ فھو حلال حتی یتبین انہ حرام[1] اھ وفی ردالمحتار عن الذخیرۃ سئل ابوجعفر عمن اکتسب مالہ من امر السلطان والغرامات المحرمۃ وغیر ذٰلك ھل یحل لمن عرف ذٰلك ان یاکل من طعامہ قال احب الی فی دینہ ان لایاکل ویسعہ حکما ان لم یکن غصبا اور شوۃ[2] اھ وھکذا فی الھندیۃ عن المحیط عن الفقیہ ابی جعفر، وحاشیۃ السیدی الحموی علی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام وکون الغالب فی السوق الحرام لایستلزم کون المشتری حراما لجواز کونہ من الحلال المغلوب والاصل الحل[3] اھ۔

اور اسی میں ہے کہ اگر لینے والا یہ نہ جانے کہ وہ لی ہوئی چیز دینے والے کے اپنے مال سے ہے یا کسی دوسرے کے مال سے ہے تو پھر وہ حلال ہے حتی کہ یہ ظاہر ہوجائے کہ وہ حرام ہے اھ فتاوی شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے کہ امام ابوجعفر سے اس آدمی کے متعلق پوچھا گیا کہ جو امر سلطان سے مال کماتا ہے اور اس میں حرام وغیرہ جرمانے بھی شامل ہوتے ہیں لہذا جو شخص ان معاملات کو جانتا پہچانتا ہو کیا اس کے لئے حلال ہے کہ وہ اس کا کھانا کھائے، تو انھوں نے فرمایا کہ اس کے دین کے معاملے میں مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ نہ کھائے، اور اس کے لئے اس بات کی حکما گنجائش ہے اگر وہ غصب یا رشوت نہ ہو اھ، اسی طرح فتاوی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے فقیہ ابوجعفر سے روایت ہے الاشباہ والنظائر پر سید حموی کے حاشیہ میں ایک قاعدہ مذکور ہے کہ جب حلال اور حرام جمع ہوجائیں تو حرام غالب ہوگا اور بازار میں حرام کا غالب ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ جو چیز خریدی گئی وہ حرام ہو اس لئے کہ یہ جائز ہے کہ خریدی ہوئی چیز حلال مغلوب ہو حالانکہ حل اصل ہے اھ (ت)

علماء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا نہیں یقینی اکل حلال خالص آج کل حکم عنقا کا رکھتا ہے، غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچ جائے،

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۸

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۷

[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۴۸

فی الخانیۃ لایخلو ذٰلک عن نوع شبھۃ الا انھم قالوا لیس زماننا زمان الشبھات فعلی المسلم ان یتقی الحرام المعاین[1] اھ، وفی الباب الخامس والعشرین من کراھۃ العٰلمگیریۃ عن جواھر الفتاوی فی الجملۃ ان طلب الحلال من ھٰذہ البلاد صعب وقد قال بعض مشائخنا علیک بترک الحرام المحض فی ھذا الزمان فانک لاتجد شیئا لاشبھۃ فیہ[2] اھ۔

فتاوٰی قاضیخان میں ہے یہ چیز نوع شبہہ سے خالی نہیں مگر فقہائے کرام نے فرمایا کہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں لہذا اس زمانے میں مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ دیکھے ہوئے حرام سے بچے اھ، فتاوٰی عالمگیری کے پچیسویں باب کراہۃ میں جواہر الفتاوٰی کے حوالے سے ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ ان شہروں میں حلال تلاش کرنا کسی قدر مشکل ہے، یہی وجہ ہے ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس زمانے میں تم پر خالص حرام کو چھوڑ دینا لازم ہے کیونکہ تم کوئی ایسی چیز نہیں پاسکتے کہ جس میں کوئی شبہہ نہ ہو اھ (ت)



مگر تاہم یہ حکم ظاہر کا ہے دیانۃً اگر معلوم ہو کہ اُس کا مال اکثر وجہ حرام سے ہے تو متقی کا کام اُس سے بچنا ہے جب تک ظاہر نہ ہو کہ یہ خاص مال جو اس کے صرف میں آئے گا وجہ حلال سے ہے، آدمی کو حظوظ نفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں، حق سبحانہ وتعالٰی نے جب انسان کو بحکم الدنیا خضرۃ حلوۃ[3] (دنیا سرسبز میٹھی ہے۔ ت) اس سبزہ زار شہد نما زہر فروش یعنی دنیا میں بھیجا بمحض رحمت ازلی اس کے قاتل زہر کو الگ چھن کر حد مقرر فرمادی اور نواہی شرعیہ عام منادی سُنادی کہ او غافل بکریو! اس احاطہ کے اندر نہ چرنا تمہارا دشمن بھیڑیا کہ عبارت شیطان سے ہے اسی جنگل میں رہتا ہے یہاں کی گھاس اس وقت کی نظر میں تمہیں ہری ہری دوب لہکتی لہلہاتی نظر آتی ہے مگر خبردار اس میں بالکل زہر بھرا ہے، اب

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۴

اس مرغزار کی گھاس تین قسم کی ہوگی، کچھ سب کو معلوم ہے کہ اُسی قطعہ کی ہے جس میں زہر ہے اور کچھ اس ٹکڑے سے بہت دُور ہے جسے ہم یقینی اپنے حق میں نافع یا ضرر سے خالی جانتے ہیں اور جو کچھ اس پہلے خطہ کے آس پاس رہ گئی اس میں شبہہ ہے کیا جانئے شاید اس میں کی ہو وذٰلک۔

**قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم** الحلال بین والحرام بین وما بینھما مشتبھات لایعلمھن کثیر من الناس[1]۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (ت)

تو ہم میں جن کو اپنی جان پیاری اور ہوش وخرد کی پاسداری تھی انھوں نے تو اس تختہ کی کوسوں کا طرار اُبھرا، اور بھولی بھیڑیں اپنی نادانی سے یہی کہتی رہیں کہ ابھی تو وہ ٹکڑا نہیں آیا ہے اور ابھی تو دُور معلوم ہوتا ہے، یہاں تک کہ خاص اس خطہ میں جا پڑیں اور زہر کی گھاس نے کام تمام کیا، آدمی کو اگر پلاؤ کی رکابی دی جائے اور کہہ دیں کہ اس کے خاص وسط میں روپیہ بھر جگہ کے قریب سنکھیا پسی ہوئی ملی ہے ڈرتے ڈرتے کناروں سے کھائے گا اور بجائے ایک روپیہ کے چار روپیہ کی جگہ چھوڑ دے گا، کاش ایسی احتیاط جو اپنے بدن کی محافظت میں کرتا ہے قلب کی نگاہداشت میں بجالاتا۔ اے عزیز! بادشاہوں کا قاعدہ ہے ایک چراگاہ محصور کرلیتے ہیں کہ رعایا اس میں نہ چرانے پائے، عربی میں اسے حِمٰی کہتے ہیں، خدا و رسول کی سچی سلطنت، قاہر بادشاہت میں حِمٰی محرمات شرعیہ ہیں، جسے اپنے دین وآبرو کا خیال ہے شبہات سے بچے گا کہ مبادا آس پاس چراتے چراتے خاص حِمٰی میں جا پڑے، اور جو نہیں مانتے تو قریب ہے کہ انھیں ایک دن یہ واقعہ پیش آجائے، یہ مثال جو میں نے بیان کی کچھ میری ایجاد نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمائی،

کما اخرجہ البخاری[2] ومسلم وابوداؤد جیسا کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

| | | | |
|---|---|---|---|
| [2] صحیح البخاری | کتاب الایمان | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۱۳ |
| صحیح مسلم | کتاب المساقات | " " | ۲/ ۲۹ |
| سنن ابی داود | کتاب البیوع | آفتاب عالم پریس لاہور | ۲/ ۱۱۷ |
| جامع الترمذی | ابواب البیوع | امین کمپنی دہلی | ۱/ ۱۴۵ |

والترمذی والنسائی وابن ماجة عن النعمان بن بشیر والطبرانی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین۔

اور ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر سے تخریج کی، اور طبرانی نے ابن عباس کے حوالے سے ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ (ت)

بلکہ بعض علماء نے تو درصورت غلبہ حرام رخصت ہی نہ دی اور عدم جواز کی تصریح فرمائی یعنی جب دینے والے کا اکثر مال وجہ حرام سے ہے تو اس کے مال سے کچھ لینا جائز نہیں جب تک اس خاص چیز کا وجہ حلال سے آنا ظاہر نہ ہوجائے،

ففی الهندیة عن المختار شرح الاختیار لایجوز قبول هدیة امراء الجور لان الغالب فی مالهم الحرمة[1] الخ وفیها ایضا فی فتاوی اهل سمرقند رجل دخل علی السلطان فقدم علیه شیئ ماکول فان اشتراه بالثمن اولم یشتر ذلك ولكن هذا الرجل لایفهم انه مغصوب بعینه حل له اكله هكذا ذكر والصحیح انه ینظر الی مال سلطان وبین الحكم علیه هكذا فی الذخیرة[2] اھ ما فی الهندیة قلت لكن تصحیح الذخیرة لایعارض قول محرر المذهب محمد به ناخذ ما لم نعرف شیئا حراما بعینه وهو قول ابی حنیفة واصحابه[3] كما مر نقله عن فتاوی الامام الاجل

فتاوٰی عالمگیری میں المختار شرح اختیار کے حوالے سے یہ قول مذکور ہے کہ ظالم امراء کے ہدیہ کو قبول کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ان کا زیادہ تر مال حرام ہوتا ہے الخ۔ اور اسی میں فتاوٰی اہل سمرقند کے حوالے سے مذکور ہے ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا تو اس کے آگے کوئی کھانے کی چیز لائی گئی، اگر دینے والے نے اسے قیمت سے خریدا ہو یا نہ خریدا ہو لیکن یہ لینے والا شخص نہ سمجھ سکا کہ یہ بعینہ چھینی ہوئی چیز ہے تو اس کے لئے اس کا کھانا حلال ہے۔ اہل علم نے اسی طرح ذکر فرمایا، لیکن صحیح یہ ہے کہ شخص مذکور بادشاہ کے مال اور اس پر جو شرعی حکم لاگو ہوتا ہے اس پر غور وفکر کرے، ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں جو کچھ تھا وہ پورا ہوگیا۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) ذخیرہ



---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] " " " " " " " " " ۵/۳۴۲

[3] " " " " " " " " " ۵/۳۴۲

ظهیر الدین المرغینانی رحمة الله تعالیٰ علیهم اجمعین الیٰ یوم الدین۔

کی تصحیح، مذہب قلم بند کرنے والے امام محمد کے قول کے قول کے معارض نہیں ہوسکتی کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شئی کے حرام ہونے کو نہ پہچانیں، امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا یہی قول ہے، جیساکہ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی کے فتاوٰی سے اس کی نقل گزر چکی، اللہ تعالیٰ قیامت تک ان پر نزولِ رحمت فرمائے۔ (ت)

ہاں ازالہ شبہہ کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ جب صاحبِ مال رنڈی یا ڈومن خود بیان کریں کہ یہ مال ہمارے پاس وجہ حلال سے ہے ہمیں انعام ملا یا ہم نے قرض لیا یا مثلاً بذریعہ زراعت وغیرہا وجوہِ حلال سے حاصل کیا اگر اس شخص کو ان کے بیان میں فرق ظاہر نہ ہو تو اب لے لینے میں کسی طرح حرج نہیں۔

فی العالمگیریة عن الینابیع اهدی الی رجل شیئا او اضافه ان کان غالب ماله من الحلال فلاباس الا ان یعلم بانه حرام فان کان الغالب هو الحرام ینبغی ان لایقبل الهدیة ولایاکل الطعام الا ان یخبره انه حلال ورثة او استقرضته من رجل اھ[1] وفیها عن التمرتاشی لایجیب دعوة من کان غالب ماله من حرام مالم یخبر انه حلال وبالعکس مالم تتبین عنده انه حرام اھ[2] وفیها عن الملتقط أکل الربٰو او کاسب الحرام

فتاوٰی عالمگیری میں ینابیع کے حوالے سے مذکور ہے کسی شخص نے کسی کو کوئی چیز بطور ہدیہ دی یا اُس نے اس کی مہمان نوازی کی، اگر اس کا زیادہ تر مال حلال ہے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، مگر یہ کہ اسے معلوم ہوجائے کہ یہ حرام ہے، پھر اگر اس کا غالب مال حرام ہو تو مناسب یہ ہے کہ وہ ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ طعام کھائے، مگر یہ کہ وہ اسے بتادے کہ یہ حلال ہے کیونکہ میں اس کا وارث ہوا ہوں یا میں نے کسی آدمی سے قرض لیا ہے اھ، اور اسی فتاوٰی عالمگیری میں امام تمرتاشی کے حوالے سے منقول ہے یہ اس شخص کی دعوت قبول نہ کرے جس کا غالب مال حرام ہو، جب تک وہ یہ نہ بتائے کہ وہ حلال ہے اور



---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراہیة الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] ″ ″ ″ ″ ۵/۳۴۳

اھدی الیہ أو اضافہ وغالب مالہ حرام لایقبل و لایاکل مالم یخبرہ ان ذٰلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ وان کان غالب مالہ حلالا لاباس بقبول ھدیتہ والاکل منہ[2] اھ اقول وبمثلہ فی الخانیۃ عن الامام الناطفی وعللہ لان اموال الناس لاتخلو عن قلیل حرام فیعتبر الغالب[2] اھ ھذا واما ماذکرت من التقیید بان لایظھر عندہ کذب ما قال فیعرف بالمراجعۃ الی ما فی العلمگیریۃ وغیرھا من تفاصیل الاحکام فی قبول خبر الواحد فارجع واعرف وسنوضحہ فی الرسالۃ ان شاء اللہ تعالٰی۔

اس کے عکس میں جب تک اس کے نزدیک حرام ہونا واضح نہ ہوجائے اھ۔ اسی میں ملتقط کے حوالے سے ہے کہ سُود کھانے والا اور حرام کمانے والا، اگر اس نے کسی کو ہدیہ دیا یا اسکی مہمان نوازی کی، اور حالت یہ تھی کہ اس کا غالب مال حرام ہے تو یہ ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ کھائے مگر یہ کہ وہ بتادے کہ اس مال کی اصل حلال ہے، اور یہ اس کا وارث ہوا ہے یا اس نے قرض لیا ہے، اور اگر اس کا زیادہ تر مال حلال ہو تو ہدیہ قبول کرنے یا اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں اھ اقول (میں کہتا ہوں) اسی کی مثل فتاوٰی قاضیخان میں امام ناطفی کے حوالے سے مذکور ہے اور انھوں نے یہ تعلیل بیان فرمائی کہ لوگوں کے مال تھوڑے حرام سے خالی نہیں ہوتے لہذا غالب کا اعتبار کیا جائیگا اھ، لیکن وہ قید جو میں نے ذکر کی کہ اس شخص کے نزدیک قائل کا جھوٹ ظاہر نہ ہو، پھر عالمگیری وغیرہ میں ایک آدمی کی خبر قبول کرنے کے بارے میں جو تفصیلاتِ احکام ہیں ان کی طرف مراجعت کرنے سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے، لہذا اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پہچان لیجئے، اور ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی اپنے رسالہ مذکورہ میں اس کی وضاحت کردیں گے۔ (ت)

بالجملہ جسے اپنے دین وتقوٰی کا کامل پاس ہو وہ غلبہ حرام کی صورت میں احتراز ہی کرے جب تک خاص اس شَی کی حلت کا پتہ نہ چلے ورنہ فتوٰی تو جواز ہی ہے تاوقتیکہ بالخصوص اس چیز کی حرمت پر دلیل کافی نہ ملے، اور یہ ساری تفصیل جو ابتداء سے اب تک ہم نے بیان کی کچھ رنڈیوں یا ڈومنیوں ہی کے ساتھ خاص

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۳

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور دہلی ۴/ ۷۷۸

نہیں بلکہ یہ ہوں یا ان کا غیر حامد ہو یا محمود ، مسلمان ہوں یا ہنود ، نصارٰی ہوں یا یہود ، سب کو عام ہے ، جو اس قدر سمجھ سکتا ہے کہ نوکریوں اور پیشوں میں کون کون جائز ہے اور کیا ناجائز ، اور کس کس طریقہ کا مال حلال ہوتا ہے کس کس کا پھر ہمارے اس فتوٰی کو پیشِ نگاہ رکھے گا ، وہ ہر جگہ حکمِ شرع نکال سکتا ہے کہ کس کے مال کا کیا حکم ہے اور اس سے معاملہ کہاں تک روا ہے ۔ باقی رہا یہ امر کہ بہت لوگ جن کا مال وجہ حرام سے ہے مثلاً ایک اُن میں رنڈیاں ہیں ، مساجد و مدارس وغیرہا امورِ خیر میں اپنا مال کیوں صرف کرتی ہیں ، یہ اُن کا فعل ہے شرع پر کیا الزام ، ہاں اُن میں جن کا مال حلال اور نیت صحیح ہے قابلِ قبول انھیں کا عمل ہے ورنہ اللہ جل جلالہٗ پاک بے نیاز ہے ،

ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب[1] اللھم کما ختمت فتوی ھذہ علی لفظ طیب من لفظ طیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاختم لی اعمالی واقوالی واحوالی جمیعا بطیب انک انت الطیب ولا طیب الا من طیب ھذا دعائی لی وللمؤمنین اطیب صلوۃ علی اطیب الاطیبین وعلی اٰلہ و اصحابہ الطیبین الطاھرین وقد فصلنا القول بحمد اللہ بحیث لایوجد من غیرنا ان شاء اللہ تعالٰی فاغتنم ھذا التحریر الفرید والتحقیق المفید ، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم والحمد للہ علی ما الھم وعلم ۔

یقیناً اللہ تعالٰی پاک ہے وہ پاکیزہ چیز کے بغیر کسی چیز کو قبول نہیں کرتا ۔ یا اللہ ! جس طرح میں نے اپنے اس فتوٰی کو لفظ "طیب" پر ختم کیا جو میں نے پاکیزہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لیا ہے ۔ پس اسی طرح تو میرے لئے میرے اعمال ، اقوال اور احوال پاکیزہ طور پر ختم کردے ، بلاشبہہ تُو پاک ہے اور کوئی پاک نہیں ہوسکتا مگر وہ جسے تُو پاک کردے ، میری یہ دُعا میرے لئے اور سب مومنوں کے لئے ہے ، پاکیزہ تر درود ہو اس پر جو سب پاکیزہ لوگوں میں زیادہ پاکیزہ ہیں اور اُن کی آل اور ساتھیوں پر جو ظاہری اور باطنی طور پر طیب اور طاہر ہیں ۔ الحمدللہ کہ ہم نے اس قول کو مفصل بیان کیا کہ ہمارے بغیر ان شاء اللہ تعالٰی یہ تفصیل کہیں نہ پائی جائے گی ، لہٰذا اس یکتا تحریر اور مفید تحقیق کو غنیمت سمجھئے اور اللہ تعالٰی ہی سب سے زیادہ جانتا ہے ، اور اسی جلیل القدر بزرگی والے کا علم زیادہ تام اور زیادہ محکم ہے ، سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے کہ جس نے اس تحقیق کا مجھے الہام فرمایا اور علم دیا ۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۲۸

**مسئلہ ۲۰۲:** ایک کافر اگر دوسرے کے پاس کوئی چیز رہن رکھے تو اس کا کاغذ تحریر کرنا مسلمان کو روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

نفس تحریر رہن نامہ میں تو کوئی حرج نہیں خواہ وہ عقد اہلِ اسلام میں ہو یا کفار میں لعدم المدرك المدرك الشرعی بالنهی عنه (اس لئے کہ شرعی طور پر ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ت) مگر ہاں اگر اُس کاغذ میں سُود لکھا جائے اور اسی کی صورتوں سے ہے دیہات کا دخلی رہن یا دکان یا مکان کا کرایہ مرتہن کو زرِ اصل کے علاوہ ملنا تو بیشک ایسا کاغذ ہرگز نہ لکھے اگرچہ وہ عقد مسلمانوں میں ہو کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح سُود کھانے والے پر لعنت فرمائی یونہیں اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر لعنت آئی اور ارشاد فرمایا: وہ سب برابر ہیں۔

اخرج مسلم فی صحیحه عن سیدنا جابر بن عبد الله رضی الله تعالٰی عنهما قال لعن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اٰکل الربٰو و مؤکله وکاتبه و شاهدیه و قال هم سواء[1] انتهی۔ والله تعالٰی اعلم۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے، اس کی گواہی دینے والے، ان سب پر لعنت فرمائی، اور فرمایا یہ سب برابر ہیں انتہی، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

**مسئلہ ۲۰۳:** از پیلی بھیت مرسلہ مولوی محمد وصی احمد صاحب سورتی مدرس اول مدرسہ عربیہ حافظ العلوم ۴ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود کے میلوں میں بقصد فروخت اسباب تجارتی کے نہ بقصد موافقت کفار اور تکثیر جماعت اُن کی کے بلکہ صرف بلحاظ تحصیل نفقہ اہل وعیال جانا جائز ہے یا نہیں؟ برتقدیر اول جواز مع کراہت ہے یا بلا کراہت، اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، برتقدیر عدم جواز یہ معصیت منجملہ کبائر ہے یا صغائر کے قبیل سے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

## الجواب

اگر وہ میلہ اُن کا مذہبی ہے جس میں جمع ہو کر اعلان کفر وادائے رسومِ شرک کرینگے تو بقصدِ تجارت

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

بھی جانا ناجائز ومکروہِ تحریمی ہے' اور ہر مکروہِ تحریمی صغیرہ' اور ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ معابدِ کفار میں جانا مسلمان کو جائز نہیں' اور اس کی علت یہی فرماتے ہیں کہ وہ مجمع شیاطین ہیں' یہ قطعاً یہاں بھی متحقق' بلکہ جب وہ مجمع بغرض عبادت غیر خدا ہے تو حقیقۃً معابدِ کفار میں داخل کہ معبد بوجہ اُن افعال کے معبد ہیں نہ بسبب سقف ودیوار'

وھذا ظاھر جدا فی الھندیۃ عن التتارخانیۃ عن الیتیمۃ یکرہ للمسلم الدخول فی البیعۃ والکنیسۃ وانما یکرہ من حیث انہ مجمع الشیاطین[1]

یہ تو بلاشبہہ ظاہر ہے، فتاوٰی عالمگیری میں تتارخانیہ میں الیتیمہ کے حوالے سے منقول ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں کے گرجوں میں جانا مکروہ ہے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ وہ شیاطین کی جائے اجتماع ہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں اسے نقل کرکے فرمایا:

والظاھر انھا تحریمیۃ لانھا المرادۃ عند اطلاقھم[2]

اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے، اس لئے کہ ائمہ کرام کے علی الاطلاق فرمانے سے یہی مراد ہوا کرتی ہے۔ (ت)



ردالمحتار میں اس پر ان لفظوں سے تفریع کی:

فاذا حرم الدخول فالصلٰوۃ اولٰی[3]

جب وہاں جانا حرام ہے تو وہاں نماز پڑھنا بطریق اولٰی حرام ہوگا۔ (ت)

اور اگر وہ مجمع مذہبی نہیں بلکہ صرف لہو ولعب کا میلا ہے تو محض بغرض تجارت جانا فی نفسہٖ ناجائز وممنوع نہیں جبکہ کسی گناہ کی طرف مودی نہ ہو، علماء فرماتے ہیں مسلمان تاجر کو جائز کہ کنیز وغلام وآلاتِ حرب مثل اسپ وسلاح وآہن وغیرہ کے سوا اور مال کفار کے ہاتھ بیچنے کے لئے دارالحرب میں لے جائے اگرچہ احتراز افضل، تو ہندوستان میں کہ عند التحقیق دارالحرب نہیں' مجمع غیر مذہبی کفرہ میں تجارت کے لئے مال لے جانا بدرجۂ اولٰی جواز رکھتا ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۶

[2] بحرالرائق کتاب الدعوٰی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۲۱۴

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۵۴

فی الهندیة عن المبسوط قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لاباس بان یحمل المسلم الی اھل الحرب ماشاء الاالکراع والسلاح والسبی وان لایحمل الیھم شیئا احب الی[1]

فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ مبسوط درج ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مسلمان دارالکفر میں سوائے گھوڑے، ہتھیار اور غلام کے جو چاہے لیجا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں البتہ کوئی ایسی چیز لے کر دارِکفر میں نہ جائے تو پسندیدہ امر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دارالحرب بامان للتجارۃ ومعہ فرسہ وسلاحہ وھو لایرید بیعہ منھم لم یمنع ذٰلک منہ[2]

جب کوئی مسلمان تجارت اور کاروبار کیلئے دارِحرب میں داخل ہونا چاہے اور اس کے پاس گھوڑے اور ہتھیار ہوں اور وہ انھیں حربیوں پر فروخت کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو مذکورہ اشیاء کے لیجانے سے اسے نہ روکا جائے گا۔ (ت)

پھر بھی کراہت سے خالی نہیں کہ وہ ہر وقت معاذ اللہ محل نزول لعنت ہیں تو اُن سے دُوری بہتر، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اُن کے محلہ میں ہوکر گزرہو تو شتابی کرتا ہوا نکل جائے وہاں آہستہ چلنا ناپسند رکھتے ہیں تو رکنا ٹھہرنا بدرجہ اولٰی مکروہ۔



فی الطحطاویة عن ابی السعود عن الشرنبلالیة دارھم محل تنزل اللعنة فی کل وقت ولاشك انه یکرہ الکون فی جمع یکون کذٰلك بل وان یمر فی امکنتھم الا ان یھرول ویسرع وقد وردت بذٰلك اٰثار الخ[3] قلت والمراد ھٰھنا کراھة التنزیه بدلیل ما مر فی جواز

طحطاوی میں ابوالسعود کے حوالہ سے شرنبلالیہ سے نقل کیا گیا ہے، وہ ایسی جگہیں ہیں جہاں ہر وقت لعنت برستی رہتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں ایسی مجلس اور اجتماع ہو وہاں ٹھہرنا مکروہ ہے بلکہ ان مقامات کے پاس سے گزرنا بھی مکروہ ہے الّایہ کہ دوڑتے ہوئے جلدی سے گزرجائے (اور وہاں سے نکل جائے)

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب السیر الباب السادس الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۳

[2] " " " " " " " " "

[3] حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار

دخول دارھم للتجارۃ وبدلیل ما ثبت حدیثا وفقھا من جواز الذھاب الی ضیافتھم کما فی الھندیۃ وغیرھا ونقلوہ عن محرر المذھب محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔

آثار میں بھی وارد ہے الخ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) یہاں مکروہ سے مکروہ تنزیہہ مراد ہے اس دلیل سے جو پہلے گزر چکی ہے کہ ان کے گھروں یا بستیوں میں بغرضِ تجارت جانا جائز ہے اور اس دلیل سے بھی کہ حدیث اور فقہ سے ثابت ہے کہ انکی دعوتوں میں جانا جائز ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں مندرج ہے اور اس کو ائمہ فقہ نے راقم المذہب حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیا ہے۔ (ت)

پھر ہم صدرِ کلام میں ایما کر چکے کہ یہ جواز بھی اُسی صورت میں ہے کہ اسے وہاں جانے میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرنا پڑے مثلاً جلسہ ناچ رنگ کا ہو اور اسے اُس سے دور وبیگانہ موضع میں جگہ نہ ہو تو یہ جانا مستلزمِ معصیت ہوگا اور ہر ملزومِ معصیت معصیت اور جانا محض بغرضِ تجارت ہو نہ کہ تماشا دیکھنے کی نیت کہ اس نیت سے مطلقاً ممنوع اگرچہ مجمع غیر مذہبی ہو۔

وذلک لان اعیادھم ومجامعھم لاتنفک عن القبائح الشنیعۃ والمنکرات القطعیۃ والتفرج علی الحرام حرام کما نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ[1]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ ان کی عیدیں اور مجلسیں بدترین قباحتوں اور رُسوا کن منکرات پر مشتمل ہوتی ہیں اور حرام سے خوش ہونا بھی حرام ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں تصریح فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالٰی پاک برتر اور خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۲۰۴:** از سہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عمر جلیل ۱۶ شوال ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درزی اگر رنڈی کا کپڑا سیئے تو درزی کو اس کپڑے کی مزدوری لینا چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

وُہ روپیہ جو رنڈی کو زنا یا اُجرت یا میل کی رشوت میں ملا ہے اس سے اُجرت لینا حلال نہیں ہاں اور قسم کا روپیہ ہو تو جائز جو شرعاً رنڈی کی مِلک ہو، اور اگر اس کے پاس دونوں قسم کے مال ہیں تو جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ اُجرت جو اُسے دے رہی ہے اسی مالِ غیر مملوک سے ہے لینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۱

**مسئلہ ۲۰۵:** از ویلور ضلع مدراس مرسلہ محی الدین بادشاہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص انگریزی نوکری علی الخصوص بجانے کی مثلاً کسی نقارخانہ پر مامور ہے یا انگریزی باجا بجانا اس کے متعلق ہے شخص مذکور خوب جانتا ہے کہ یہ فعل بُرا ہے لیکن چونکہ یہ نوکری آباؤ اجداد کی ہوئی ہے علاوہ ازیں اس نوکری پر انگریز نے مجبور کیا ہے طرفہ بریں دوسری نوکری نہیں مل سکتی، نہ اتنی استطاعت کہ تجارت کرسکے اور نہ اتنی وسعت کہ چھوڑ سکے، اور وہ باجا کسی دیو کے رُوبرو نہیں بجایا جاتا، لیکن چونکہ منجملہ لوازم سلطنت سے ہے لہذا نہیں چھوڑ سکتا، آیا اس مجبوری کا بجانا جائز ہے یا نہیں؟ برتقدیر اول مرتکب اس فعلِ شنیع کا کیا ہوگا؟ بحوالہ کتب متداولہ بیان فرمادیں عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں، فقط۔

## الجواب

ایسا باجا بجانے کی نوکری ناجائز اور اس سے جو کچھ حاصل کیا جائے نہ صرف خبیث وناپاک بلکہ مثل مالِ مغصوب ہے یہاں تک کہ اس کا مالک نہ ہوگا نہ اسے کوئی تصرف اس میں حلال۔ عالمگیری میں ہے:

لاتجوز الاجارۃ علی شیئ من الغناء والنوح والمزامیر والطبل (الی قولہ) ولا اجر فی ذٰلک و ھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالٰی کذا فی غایۃ البیان[1]۔

گانا بجانے، رونے پیٹنے، آلاتِ لہو اور طبل وغیرہ بجانے کی نوکری کرنا جائز نہیں (صاحبِ فتاوٰی کے اس قول تک) اور نہ ان کاموں کی کوئی اُجرت ہے۔ ہمارے تینوں ائمہ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا اس باب میں یہی قول ہے، اور اسی طرح غایۃ البیان میں مذکور ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

نقلا عن المحیط عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی امرأۃ نائحۃ اوصاحب طبل اومزمار اکتسب مالا قال ان کان علی شرط ردہ علی

محیط سے منقول ہے اس نے المنتقی سے اس نے ابراہیم سے، اس نے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیا ہے ایسی رونے پیٹنے والی عورت یا طبل بجانے والے یا آلاتِ لہو استعمال کرنے والے کے بارے میں فرمایا گیا کہ انھوں نے جو مال کمایا

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۴۹

اصحابه ان عرفهم يريد بقوله على شرط ان شرطوا الهاقى اوله مالا بازاء النياحة او بازاء الغناء وهذا لانه اذا كان الاخذ على الشرط كان المال بمقابلة المعصية والسبيل فى المعاصى ردها وذلك هٰهنا برد الماخوذ ان تمكن من رده بان عرف صاحبه وبالتصدق منه ان لم يعرفه ليصل اليه نفع ماله ان كان لايصل اليه عين ماله[1] الخ۔

امام محمد کے فرمان کے مطابق وہ مال اگر صاحبِ مال سے علیٰ شرط لیا گیا یعنی انھوں نے نوحہ گری یا گانے بجانے کے مال میں مال لینے کی شرط رکھی جب تو مال بطور شرط ہے تو گویا مال گناہ کی شرط پر دیا گیا اور گناہ کے ذریعے حاصل کردہ مال قابلِ واپسی ہوتا ہے یعنی اس کو صاحبِ مال کی طرف لوٹا دیا جائے۔ یہاں یہی صورت ہے اگر لیا ہوا مال واپس کیا جاسکتا ہے تو واپس کردیا جائے۔ اگر صاحبِ مال سے تعارف نہیں اور اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکتا تو وہ مال خیرات کردیا جائے تاکہ اس مال کا فائدہ مالک تک پہنچ جائے اگرچہ عینِ مال بظاہر اس تک نہیں پہنچا (الخ)

اور باجے کی ممانعت اسی صورت میں منحصر نہیں کہ دیو کے سامنے بجایا جائے تاکہ اس کے انتفاء سے انتفائے معصیت لازم آئے بلکہ باجا اور دیو کے سامنے باجا بجانے والا قصدِ عبادتِ دیو نہ کرے اصل حرمت میں برابر ہیں، اور معاصی میں باپ دادا کی تقلید ذریعہ نجات نہیں ہوسکتی، اور دوسرا طریقہ رزق کا نہ مل سکنا محض جھوٹ ہے رزق اللہ عزوجل کے ذمہ ہے جس نے ہوائے نفس کی پیروی کرکے طریقہ حرام اختیار کیا اُسے ویسے ہی پہنچتا ہے اور جس نے حرام سے اجتناب اور حلال کی طلب کی اُسے رزق حلال پہنچاتے ہیں، امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو نوکری حکام سے منع فرمایا، کہا بال بچوں کو کیا کروں، فرمایا ذرا سنیو یہ شخص کہتا ہے کہ میں خدا کی نافرمانی کروں جب تو میرے اہل وعیال کو رزق پہنچائے گا اور اطاعت کروں تو بے روزی چھوڑدے گا۔ امام عبدالوہاب شعرانی طبقاتِ کبرٰی میں زیرِ ترجمہ امام ممدوح فرماتے ہیں:

نصح يوما انسانا يراه فى خدمة الولاة فقال فما اصنع بعيالى فقال الا تسمعون لهذا يقول انه اذا عصى الله رزق عياله واذا اطاعه ضيعهم[2]

امام سفیان ثوری نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی جو والیوں کی خدمت میں رہتا تھا، اس نے کہا پھر میں بال بچوں کا کیا کروں، آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس شخص کی بات نہیں سنتے جو یہ کہہ رہا ہے کہ جب وہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۹/۵

[2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ سفیان بن سعید الثوری ۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۷۲

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بال بچوں کو روزی دے گا اور اگر وہ اس کی اطاعت کرے تو وہ اس کے بال بچوں کو ضائع کردے گا۔ (ت)

بلکہ اس بارے میں ایک حدیث بھی مروی کہ عمرو بن قرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ! میں بہت تنگ حال رہتا ہوں اس حیلہ کے سوا دوسری صورت سے مجھے رزق ملتا معلوم نہیں ہوتا مجھے ایسے گانے کی اجازت فرما دیجئے جس میں کوئی امر خلافِ حیا نہیں، فرمایا اصلاً کسی طرح اجازت نہیں اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے حلال روزی تلاش کرکہ یہ بھی راہِ خدا میں جہاد ہے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔

اخرج عبدالرزاق فی مصنفه عن یحیٰی بن العلاء عن بشیر بن نمیر عن مکحول ثنا یزید بن عبد ربه عن صفوان بن امیة رضی الله تعالٰی عنه قال کنا عند رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فجاءه عمرو بن قرة فقال یارسول الله ان الله قد کتب علیّ الشقوة و ما اراني ارزق الامن دفی بکفی فاذن لی بالغناء من غیر فاحشة فقال لا اذن لك ولا کرامة ولا نعمة ابتغ علٰی نفسك وعیالك حلالا فان ذٰلك جهاد فی سبیل الله واعلم ان عون الله تعالٰی مع صالحی التجار هکذا اخرجه فی معرفة الصحابة من طریق الحسن بن الربیع عن عبدالرزاق ذکره الحافظ فی الاصابة[1]۔

محدث عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں تخریج فرمائی یحیٰی بن علا کے حوالے سے اس نے بشر بن نمیر اس نے مکحول سے اس نے فرمایا ہم سے فرمایا یزید بن عبد ربہ نے اس نے صفوان بن امیہ کے حوالے سے (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) اس نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے کہ عمرو بن قرہ آئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگ دستی لکھ دی اور میں نہیں سمجھتا کہ مجھے رزق دیا جائے گا مگر میرے دف بجانے سے جو میری ہتھیلی میں ہے لہٰذا مجھے ایسے گانے کی اجازت دیں جو فحش نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں قطعاً اجازت نہیں اس عمل میں کوئی شرافت اور فائدہ نہیں لہٰذا اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے حلال روزی تلاش کرو کیونکہ حلال روزی کی تلاش بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں (ایک گونہ) جہاد ہے، اور جان لو کہ

---

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة ترجمہ ۵۹۴۲ عمرو بن قرة دار صادر بیروت ۳/ ۱۱

اللہ تعالٰی کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔ یونہی اس کی تخریج فرمائی معرفۃ الصحابہ میں حسن بن ابی الربیع کے طریقہ سے بحوالہ عبدالرزاق۔ حافظ نے اس کو الاصابہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حدیث حسن میں ہے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہٖ فرماتے ہیں:

طلب الحلال واجب علٰی کل مسلم، اخرجہ الطبرانی فی الاوسط[1] عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

رزقِ حلال کی طلب ہر مسلمان پر واجب ہے، (امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ ت)

یونہی جبر انگریزی کا عذر بھی اظہار غلط ہے انگریز کسی کی نوکری پر اکراہ نہیں کرتے، غرض یہ جھوٹے حیلے حوالے اللہ عزوجل کے حضور کام نہ دیں گے، ملک جبار قہار سے ڈرے اور حرام سے تائب ہوکر ذریعہ حلال سے حاصل کرے، رزقِ الٰہی کے ہزاروں دروازے کھلے ہیں آخر باجا بجانا بھی سیکھنے ہی سے آیا ماں کے پیٹ سے لے کر تو نکلا ہی نہ تھا، اور کچھ نہ ہو تو بیس قسم کی مزدوریاں کرسکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: خدا کی قسم آدمی رسّی لے کر پہاڑ کو جائے لکڑیاں چُنے اُن کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اُسے بیچ کر کھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور منہ میں خاک بھرلینا حرام نوالہ سے بہتر ہے۔

الامام احمد بسند جید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لأن یاخذ احدکم حبلہ فیذھب بہ الی الجبل فیحتطب ثم یاتی بہ فیحملہ علٰی ظھرہ فیبیعہ فیاکل خیر لہ من ان یسأل الناس ولأن یاخذ ترابا فیجعلہ فی فیہ خیر لہ من ان یجعل فی

امام احمد نے اپنی مسند میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اپنی رسّی لے کر پہاڑ کی طرف جائے پھر لکڑیاں اکٹھی کرے اوران کا گٹھا بنا کر اپنی پیٹھ پر

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۸۶۰۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۲۷۸

فیہ ما حرم اللہ علیہ[1] — لاکر بازار میں لیجائے اور انھیں فروخت کرکے قیمت وصول کردہ سے اپنے کھانے پینے کا بندوبست کرے تو یہ اس کیلئے بھیک مانگنے سے بدرجہا بہتر ہے، اور یہ کہ مٹی لے کر اپنا منہ بھرلے تو اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالٰی نے حرام کیا ہے اسے اپنے منہ میں ڈالے۔ (ت)

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، اللہ عزوجل مسلمانوں کو نیک توفیق وہدایت بخشے، آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

## مسئلہ ۲۰۶: ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے اپنی معاش علانیہ قماربازی اور زناکاری کے ذریعہ سے کر رکھی ہے اور کوئی ذریعہ اس کے یہاں آمدنی کا مطلق نہیں ہے اُس کے مال میں سے نذرونیاز کے کھانے کا کھانا جس کو اس کی آمدنی کا حال معلوم کیسا ہے؟ فاتحہ دینے والے کو اس کے مال کی کیفیت معلوم ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

## الجواب

اگر جو چیز اس نے حرام کاری یا قماربازی سے حاصل کی بعینہٖ اسی شے پر نیاز دلائی مثلاً جُوے میں چاول جیتے تھے انھیں کا پلاؤ پکایا، زانیہ کو اُس کے آشنا نے گوشت بھیجا اُسی پر فاتحہ دلائی جب تو وہ نیاز وفاتحہ یقینی مردود اور اس کا کھانا قطعی حرام، اور فاتحہ دینے والے کو اگر معلوم تھا کہ بعینہٖ یہ وہی شے ہے تو وہ بھی سخت عظیم شدید گناہ میں گرفتار، یہاں تک کہ فاتحہ دینے دلانے والے دونوں پر معاذاللہ خوفِ کفر ہے دونوں پر لازم کہ کلمہ اسلام نئے سرے سے پڑھیں اور نکاح کی تجدید کریں۔

فی الھندیۃ عن المحیط و لوتصدق علٰی فقیر بشیئ من مال الحرام ویرجو الثواب یکفر — فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے مذکور ہے اگر کسی محتاج پر حرام مال میں سے کچھ خیرات کیجائے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۷

ولو علم الفقیر بذٰلك فدعا له و امن المعطی فقد کفرا[1]۔

اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہو جائے گا۔ اگر فقیر ومحتاج کو یہ بات معلوم ہو کر وہ مالِ حرام دے رہا ہے اور اس کے باوجود وُہ اسے دعا دے اور وہ آمین کہے تو دونوں کافر ہو جائیں گے (ت)

اور اگر وہ چیز بعینہٖ بذریعہ حرام حاصل نہ ہوئی تھی بلکہ ثمن حرام سے خریدی تو دو صورتیں ہیں، اگر حرام روپیہ دکھا کر کہا اس کے بدلے یہ شے دے دے، بائع نے دے دی، اس نے وہی زرِ حرام ثمن دے دیا تو اس صورت میں بھی جو کچھ خریدا مال حرام وخبیث ہی ہے اس پر نہ نیاز ہو سکے نہ فاتحہ، اس وقت میں اس پر فاتحہ دینا دلانا بُرا تو ہے مگر اندیشۂ کفر سے دُوری ہے،

لاختلاف العلماء فمنهم من قال یحل الابدال مطلقا کما فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر۔

علماء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے، ان میں سے بعض فرماتے ہیں کہ "بدل" مطلقاً حلال ہے جیسا کہ دُرر وغیرہ بڑی واضح کتب میں مذکور ہے۔ (ت)



اور اگر یہ صورت بھی نہ تھی بلکہ بغیر زرِحرام دکھائے یونہی کہا کہ یہ شے مثلاً ایک روپیہ کی دے دے اس نے دے دی اس نے حرام روپیہ ثمن میں دے دیا یا دکھایا تو زرِحرام کر اس کے عوض دے دے جب اس نے دی اس نے وہ روپیہ رکھ لیا اور کوئی حلال ذریعہ کا روپیہ ثمن میں دیا تو اب جو کچھ خریدا مذہب مفتیٰ بہ پر حرام نہیں اس پر نیاز و فاتحہ جائز ہے اور اس کا کھانا بھی حرام نہیں،

فی التنویر تصدق لو تصرف بالشراء بدراھم الودیعة والغصب ونقدھا وان اشار الیھا ونقد غیرھا اواطلق ونقدھا لا وبه یفتی اھ ملخصا[2]۔

تنویر میں ہے صدقہ کر دے، اگر امانت یا غصب شدہ دراہم میں خریداری کے وقت تصرف کیا کہ دراہم کی طرف اشارہ کرتے وقت وہی نقدی دکھائی مگر دیتے وقت انکی بجائے حلال دراہم دئے یا اطلاق کیا (یعنی حرام درہم دکھائے بغیر کہہ دیا کہ یہ چیز ایک درہم وغیرہ میں دے دے، اس نے دے دی) پھر اسکے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۵-۰۶

عوض وہی حرام نقدی دے ڈالی تو ان دونوں صورتوں میں حرمت نہیں اور اسی قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے تلخیص پوری ہوگئی۔ (ت)

پھر بھی اس سے احتراز بہتر،

لمحل خلاف العلماء فقد قال فی الدر المختار انه لایحل مطلقا کذا فی الملتقی[1] وللتوقی عن التھم والزجر علی المرتکب واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

کیونکہ یہ صورت علماء کے اختلاف کا محل ہے، چنانچہ درمختار میں فرمایا گیا کہ پسندیدہ قول یہ ہے کہ مطلقاً حلال نہیں یونہی "الملتقی" میں ہے اور اس لئے یہ بات ہے تاکہ آدمی تہمت اور ارتکابِ جرم کی سرزنش سے بچ جائے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم جس کی عزت وعظمت بڑی ہے سب سے زیادہ اور نہایت درجہ پختہ ہے (ت)

## مسئلہ ۲۰۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ:

(۱) ڈاک کی نوکری جائز ہے یا نہیں؟

(۲) انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

(۱) ڈپٹی پوسٹماسٹری تک جائز ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ذی علم مسلمان اگر بہ نیت ردِ نصارٰی انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دُنیا کے لئے صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اُس میں مصروف ہوکر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہوجائے ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصارٰی کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روا نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

## مسئلہ ۲۰۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالتِ صحتِ نفس وثباتِ عقل اپنے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۶

ایک وارث کے ہاتھ ایک مکان بیع کیا اور کچھ زرِ نقد بطور ہبہ اس کو دیا کہ اُس نے اُس سے ایک حقیت خریدی، بعد ایک عرصہ کے مورث فوت ہوا، اب اُس کے اور وارثوں کا بھی اُس مکان یا زرِ نقد میں کچھ حق ہے یا نہیں اور وہ بیع وہبہ جائز ٹھہر سکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

صورتِ مسئولہ میں جبکہ وہ بیع وہبہ بحالت ثبات عقل وعدم مرض موت تھی تو ان کے جواز و نفاذ وصحت تمام میں کوئی شبہہ نہیں اب ہرگز ہرگز کسی وارث کا اُس مکان یا زرِ نقد میں کوئی حق نہیں، درمختار میں ہے:

لو وھب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم[1]

اگر کوئی شخص اپنی صحت وتندرستی میں اپنا سارا مال اپنے بیٹے کو ہبہ کردے تو جائز ہے مگر وہ گناہگار ہوگا۔ (ت)

اور سائل کہ ان بیع وہبہ کے جواز وعدم جواز سے پوچھتا ہے اگر اُس کا مقصود صحت وعدم صحت عقد ہے جب تو معلوم ہوگیا کہ قطعًا دونوں عقد صحیح ہیں، اور اگر حلت وحرمت سے سوال کرتا ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ بحالتِ صحت وارث کے ہاتھ قیمت مناسبہ کو بیع کرنے میں تو ہرگز کوئی کراہت نہیں ہاں تنہا ایک وارث کو کوئی چیز بخش دینا کہ اوروں کے ساتھ اس قسم کی رعایت نہ کرے مکروہ ہے حدیث میں اس کو ظلم فرمایا،

حیث قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتشھدنی علٰی جور[2]۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ظلم وزیادتی پر گواہ نہ بناؤ۔ (ت)

لیکن اس کراہت وممانعت سے اُس بیع یا ہبہ میں کوئی حرج نہیں آتا کالبیع عند اذان الجمعۃ (جیسے اذانِ جمعہ کے وقت خرید وفروخت کرنا۔ ت) اور یہ کراہت بھی اُسی وقت ہے جب سب اولاد برابر ہوں اور بجہت دین آپس میں تفاوت نہ رکھتے ہوں ورنہ اگر مثلاً ایک بیٹا یا بیٹی علم یا تقوٰی میں اوروں سے زائد یا یہ موہوب لہ تحصیل علم میں مشغول ہے کہ کسبِ مال کی فرصت نہیں رکھتا تو ایسے شخص کو سب سے زیادہ دینا کوئی حرج نہیں۔ فتاوٰی قاضی خاں

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[2] صحیح مسلم کتاب الھبات باب کراھۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۷

میں ہے:

روی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ لاباس بہ اذا کان التفضیل لزیادۃ فضل فی الدین فان کانا سواء یکرہ۔[1]

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے (کہ اولاد میں سے کسی ایک کو ہبہ کرنے میں) کچھ حرج نہیں جبکہ اسے دوسری اولاد میں ترجیح وتفضیل دینا دینی فضل وشرف کی وجہ سے ہو لیکن اگر سب برابر ہوں تو پھر ترجیح مکروہ ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لوکان الولد مشتغلا بالعلم لا بالکسب فلاباس بان یفضلہ علٰی غیرہ کذا فی الملتقط[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر بیٹا حصول علم میں مشغول ہو نہ کہ دنیوی کمائی میں تو ایسے بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح وتفضیل دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ملتقط میں اسی طرح مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۲۱۱:** از ملک بنگالہ شہر نصیر آباد قصبہ بابارا مرسلہ محمد علیم الدین صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ نے سُود وغیرہ حرام مال چھوڑ کر انتقال کیا اب وُہ مال لڑکے کے واسطے حلال ہوگا یا نہیں، لڑکا حرام خوری میں ناراض تھا۔

## الجواب

جس جس شخص کی نسبت معلوم ہو کہ فلاں سے اتنا مال سود یا رشوت یا غصب یا چوری میں اسکے باپ نے لیا تھا اس پر فرض ہے کہ ترکہ سے اُتنا اُتنا مال اُن لوگوں یا اُن کے وارثوں کو واپس دے اگرچہ وہ مال بعینہٖ جدا نہ معلوم ہو جو ان ناجائز طریقوں سے لیا، اور جس مال کی نسبت بعینہٖ معلوم ہو کہ یہ خاص وہی مال حرام ہے تو فرض ہے کہ اُسے مال غیر و غصب سمجھے اگرچہ وہ لوگ معلوم نہ ہوں جن سے لیا تھا پھر بحالتِ علم اُن مستحقوں یا ان کے وارثوں کو دے ورنہ ان کی نیت سے فقراء پر تصدق کرے، اور اگر اجمالاً صرف اتنا معلوم ہو کہ ترکہ میں مال حرام بھی ملا ہے مگر نہ مال متمیز نہ مستحق معلوم

---

[1] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الھبہ فصل فی ہبۃ الوالد نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۰۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ " الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۹۱

تو دیانۃً افضل احتراز اور حکم جواز۔

فی ردالمحتار اذا علم ان کسب مورثہ حرام یحل لہ لکن اذا علم المالک بعینہ فلا شک فی حرمتہ و وجوب ردّہ علیہ وکذا لایحل اذا علم عین الغصب مثلا وان لم یعلم مالکہ والحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیھم والا فان علم عین الحرام لایحل لہ ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ و ان کان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا یعلم اربابہ ولا شیئا منہ بعینہ حل لہ حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ[1] اھ ملخصاً قلت وھذا اعنی الحکم باولویۃ التنزہ دیانۃ ھو المطابق لمافی عامۃ المعتمدات کالخانیۃ والتبیین والھندیۃ وغیرھا وھھنا ابحاث نفیسۃ ذکرناھا فیما علقنا علی ردالمحتار، واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے جب اسے معلوم ہو کہ مُورِث کی کمائی حرام ہے تو عدمِ تعیین کی وجہ سے اس کے لئے حلال ہے لیکن جب مالک معین معلوم ہو تو پھر مال کی حرمت میں کوئی شک نہیں لہٰذا مال اسکے مالک کو واپس کردینا ضروری ہے۔ اسی طرح جب عینِ غصب یعنی بعینہٖ کوئی شے مغصوب ہو تو اس کا استعمال حلال نہیں اگرچہ مال کا مالک معلوم نہ ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مالکانِ مال معلوم ہوں تو انھیں مال واپس کرنا ضروری ہے لیکن اگر اربابِ مال کو نہیں جانتا اور معیّن شے کے حرام ہونے کا علم رکھتا ہے تو اس صورت میں بھی وہ معیّن حرام مال اس کے لئے جائز نہیں لہٰذا اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کردے، اور اگر مال مخلوط حرام طریقے سے جمع کیا گیا اور یہ اس کے مالکوں کو نہیں جانتا اور نہ کسی معین شے کے حرام ہونے کا علم رکھتا ہے تو ایسی صورت میں یہ مال قضا کے طور پر اس کے لئے حلال ہے لیکن دیانت وتقوٰی کے لحاظ سے زیادہ بہتر پرہیز میں ہے اھ ملخصا، میں کہتا ہوں کہ لفظ ھٰذا سے میری مراد یہ ہے کہ بطور دیانت اس مال سے بچنے کا حکم دینا عام معتبر کتابوں کے مطابق ہے جیسے خانیہ، تبیین اور ہندیہ وغیرہ۔ یہاں چند قیمتی ابحاث ہیں۔ چنانچہ فتاوٰی شامی پر جو ہماری تعلیقات ہیں ہم نے وہاں انھیں بیان کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۰

**مسئلہ ۲۱۱** ازملک بنگالہ ضلع بری سال ڈاک خانہ نمازی پورکوچیا موڑا مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد مبارک ہے) اس مسئلہ میں کہ دربعض دیار بنگال رمضان المبارک میں میانجی و منشیوں کو دعوت کرکے مجتمع کرتے ہیں اور مردگان پر ایصالِ ثواب کے واسطے ختم قرآن و ختم تہلیل وغیرہ پڑھا کے اور زیارتِ قبور کرا کے اُجرت دیتے ہیں یعنی اگرچہ پیسہ وغیرہ کا کچھ تعین نہیں کرتے ہیں مگر ہمیشہ دینا واجب جانتے ہیں اور منشی اور میانجی بھی پیسے کے لالچ سے جاتے ہیں، قرینہ اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی مکان میں پیسہ نہ دیا تو بارِ دیگر اُس مکان میں نہیں جاتے ہیں، اس قسم کا پیسہ دینا اور لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور مُردوں پر ایصالِ ثواب ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

جبکہ اُن میں معہود و معروف یہی لینا دینا ہے تو یہ اُجرت پر پڑھنا پڑھوانا ہوا فان المعروف عرفا کالمشروط لفظاً (کیونکہ عُرف ورواج میں جو کچھ مشہور ہے وہ اس طرح ہے کہ جس طرح الفاظ سے شرط طے کی جائے۔ ت) اور تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام ہے، لینے والے دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں کما حققہ فی ردالمحتار و شفاء العلیل وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی شامی، شفاء العلیل اور دیگر کتب میں اس کی تحقیق فرمائی گئی۔ ت) اور جب یہ فعل حرام کے مرتکب ہیں تو ثواب کس چیز کا اموات کو بھیجیں گے، گناہ پر ثواب کی امید اور زیادہ سخت و اشد ہے کما فی الھندیۃ والبزازیۃ وغیرھما وقد شدد العلماء فی ھذا ابلغ تشدید (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور بزازیہ وغیرہ میں مذکور ہے، علماءِ کرام نے اس مسئلہ میں بہت شدت برتی ہے۔ ت) ہاں اگر لوگ چاہیں کہ ایصالِ ثواب بھی ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو گھنٹے دو گھنٹے کے لئے نوکر رکھ لیں اور تنخواہ اتنی دیر کی ہر شخص کی معین کردیں مثلاً پڑھوانے والا کہے میں نے تجھے آج فلاں وقت سے فلاں وقت تک کے لئے اس قدر اجرت پر نوکر رکھا جو کام چاہوں گا لُوں گا وہ کہے میں نے قبول کیا، اب اتنی دیر کے واسطے اس کا اجیر ہوگیا جو کام چاہے لے سکتا ہے اس کے بعد اُس سے کہے فلاں میّت کے لئے اتنا قرآن عظیم یا اس قدر کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھ دو، یہ صورت جواز کی ہے۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم کامل اور پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۱۲ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں بھٹیارن کا دستور ہے جب ان میں کوئی عورت بدکاری کرتی ہے خاوند اُسے طلاق دے کر چودھری کے سپرد کردیتا ہے پھر جو شخص اُس سے نکاح کرنا چاہتا ہے سرا کے بھٹیارے اُس شخص سے جب تک بیس روپے نہ لے لیں نکاح نہیں کرنے دیتے۔ اُس عورت کو سرا کی گٹھری کہتے ہیں کہ اب گٹھری ہے ہمیں بیس روپے دے دو تو نکاح کرنے دیں گے پھر وہ روپیہ کبھی آپس میں بانٹ لیتے ہیں کبھی اس کا کھانا پکا کر کھالیتے ہیں، اس دفعہ بھی ایک شخص کے ایسے ہی بیس روپے جمع ہیں بھٹیارے چاہتے ہیں ہم انھیں مسجد میں لگادیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

یہ روپے جو باندھے گئے ہیں محض رشوت وحرام ہیں، نہ اُن کا کھانا جائز، نہ بانٹ لینا جائز، نہ مسجد میں لگانا جائز، بلکہ لازم ہے کہ جس شخص سے لئے ہیں اُسے واپس دیں، وہ اگر بخوشی اجازت دے دیں کہ میری طرف سے مسجد میں صرف کردو تو جائز ہوگا،



فی البزازیۃ الاخ ابی ان یزوج الاخت الا ان یدفع الیہ کذا فدفع لہ ان یأخذ منہ قائما اوھالکا لانہ رشوۃ[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی بھائی نے اپنی بہن کی شادی کسی چیز کے حصول کے لئے مشروط کردی اور پھر وہ چیز اس کے حوالے کردی گئی تو اس باقی رہنے والی یا ختم ہوجانے والی چیز کا لینا مالک کو واپس لینا جائز ہے کیونکہ وہ رشوت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳ ۷ رجب ۱۳۱۷ھ عاصی محمد یعقوب

مخدوم ومنادکرمنا جناب مولوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم، آداب! جلسہ سالانہ آریہ سماج کے واسطے کرسیاں کرایہ پر آریہ مانگتے ہیں شرعًا ایسے جلسے کے واسطے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ احقر نے ابھی اقرار نہیں کیا آنجناب کا جواب آنے پر ان کو جواب دوں گا۔

## الجواب

مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ! آپ اپنے کرائے سے غرض رکھیں، کرسی پر بیٹھنا حرام نہیں، اُس کا

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب النکاح الفصل الثانی عشر المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳۶

کرایہ حرام نہیں، اقوال نامشروع جو بیٹھنے والے کفار بکیں گے کرسی پر موقوف نہیں کرسی اُن میں معین و مؤید نہیں کوئی وجہ حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۱۴** از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل احمد صاحب ۹ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشہ وران ذیل کی بابت شرع کیا حکم دیتی ہے

(۱) قاطع الشجر (۲) ذابح البقر (۳) دائم الخمر (۴) بائع البشر

## الجواب

حُر آدمی کی بیع اور شراب پینا دونوں حرام قطعی ہیں خصوصاً شرب خمر کی مداومت کہ وہ تو گناہِ کبیرہ پر اصرار ہوا جو سخت تر کبیرہ عظیمہ ہوگیا اور ذبح بقر و قطع شجر کے پیشے میں مضائقہ نہیں، یہ جو عوام میں بنام حدیث مشہور ہے کہ "ذابح البقر و قاطع الشجر جنت میں نہ جائے گا" محض غلط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۱۵** از بیجاپور گجرات ضلع بڑودہ شمالی کڑی پرانت مرسلہ حافظ محمد بن سلیمان میاں محلہ بہوروائڑ ۵ شعبان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نام ایک طوائف کو خالد ایک امیر نے سَو روپے ماہواری پر نوکر رکھا تاکہ اُس سے وطی کرے اور ہر وقت ہم صحبت رہے، یکایک ہندہ کو ہدایت ربانی نصیب ہوئی اور اس کام سے تائب ہوئی لیکن اس امیر نے وہی پگار اس کے نام پر برقرار رکھا اور اُس کے لڑکے زید نے بعد وفات خالد کے وہی پگار جاری رکھا، وہ ہندہ اس پگار سے کارِ خیر اور مساکین اور یتیم اور رانڈوں کو پرورش کرتی ہے اور خیرات جاری ہے اس سبب سے وہ پگار سے خیرات لینا اور کھانا وغیرہ حلال ہے یا نہیں؟ اور ثواب ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

جب تک وہ وظیفہ ہندہ کو بمعاوضہ زنا ملتا تھا ضرور حرام قطعی تھا، نہ اس سے خیرات ہوسکتی تھی، مگر جب ہندہ تائبہ ہوگئی اور اس کے بعد بھی امیر نے وظیفہ جاری رکھا اب اس کے بیٹے کی طرف سے جاری ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ کسی گناہ کے معاوضہ میں نہیں یہ ضرور مال حلال ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں قصہ اصحاب الرقیم میں جس کا اشارہ قرآن عظیم میں بھی موجود، حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین مسافر رات کو ایک غار میں ٹھہرے پہاڑ سے

ایک چٹان گر کر غار کے مُنہ پر ڈھلک گئی یہ بند ہوگئے، آپس میں بولے خدا کی قسم یہاں سے نجات نہ پاؤ گے الّا ان تدعوا اللّٰہ بصالح اعمالکم مگر یہ کہ نیک اعمال کو وسیلہ کرکے حضرت عزّوجل سے دعا کرو، ہر ایک نے اپنا اپنا ایک اعلیٰ درجے کا نیک عمل بیان کیا اور اُس کے توسّل سے دُعا کی، چٹان تھوڑی تھوڑی کھلتی گئی، تیسرے کی دُعا پر بالکل ہٹ گئی اور اُنھوں نے نجات پائی۔ اُن میں ایک دُعا یہ تھی کہ میرے چچا کی بیٹی مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی میں نے اس سے بدکاری چاہی وہ باز رہی یہاں تک کہ ایک سال قحط میں مبتلا ہوکر میرے پاس آئی فاعطیتھا عشرین ومائۃ دینار علی ان تخلی بینی وبین نفسھا ففعلت میں نے اُسے ایک سوبیس اشرفیاں اس شرط پر دیں کہ مجھے اپنے اوپر قدرت دے اُس نے قبول کیا جب میں نے اس پر دسترس پائی اور قریب ہوا کہ زنا واقع ہو وہ روئی اور کہا میں نے یہ کام کبھی نہ کیا احتیاج نے مجھے مجبور کردیا اللہ سے ڈر اور ناحق طور پر مُہر کو نہ توڑ، میں اس سے ڈرا اور اس فعل سے باز رہا اور وہ اشرفیاں بھی اسی کو چھوڑ دیں اللّٰھم ان کنت فعلت ذٰلك ابتغاء وجھك ففرّج عنا ما نحن فیہ الٰہی! اگر میں نے یہ کام تیری رضا چاہنے کے لئے کیا ہو تو ہمیں اس بلا سے نجات دے، اس پر چٹان سرکی۔[۱] اس حدیث جلیل عظیم سے ظاہر ہے کہ وُہ اشرفیاں اُس عورت کے لئے مالِ حلال ہوگئیں ورنہ اس کا اُسے رکھنا حرام ہوتا اور جب اُسے رکھنا حرام ہوتا اُسے چھوڑ دینا اور واپس نہ کرنا حرام ہوتا کہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے،

ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[۲] والمانع منھما من جھۃ الشرع لا لمجرد حق الغیر فکان یجب علیھما دفعہ اعداما للمعصیۃ۔

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے، ان دونوں کا مانع شریعت کی طرف سے ہے نہ کہ محض حقِ غیر، لہٰذا ان دونوں پر گناہ کو زائل اور ختم کرنے کے لئے اس کا دفع واجب تھا (یعنی عورت لینے والی رقم کو اپنے پاس نہ رکھتی اور دینے والا مرد اسے واپس لیتا) جب یہ دونوں کام نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ رقم حلال ہے۔ (ت)

حالانکہ وُہ اشرفیاں خاص وہی تھیں جو بشرطِ زنا دی گئی تھیں توبہ نے انھیں بھی حلال کردیا

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الاجارہ باب من استاجر اجیرًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۳
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب قصۃ اصحاب الغار " " ۲/ ۳۵۳

[۲] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۶

توبعد توبہ جو وظیفہ جدید دیا گیا اس میں حرمت کیونکر آسکتی ہے وھذا کلہ ظاھر جدا ( بلاشبہہ یہ سب کچھ خوب ظاہر ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶ و ۲۱۷ از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی اکرم یکم ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں،

(۱) اگر کسی سود خوار نے سُودی روپیہ سے مسجد بنائی یا حج کیا یا حج کروایا یا تالاب کھدوایا یا خیرات کی تو وہ شخص مستحقِ ثواب ہوگا یا نہیں ؟

(۲) اُس مسجد میں نماز پڑھنا یا حج کرنے والے کو اس سُودی روپیہ کا حج کے خرچ میں لانا یا اُس تالاب میں وضو وغسل کرنا یا پانی پینا یا اُس مال خیرات کو مستحقین خیرات کا لے لینا جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

(۱) سود کے روپیہ سے جو کارِ نیک کیا جائے اس میں استحقاقِ ثواب نہیں، حدیث شریف میں ہے: جو مالِ حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب لبیک کہتا ہے ہاتف غیب سے جواب دیتا ہے:



لالبیك ولاسعدیك وحجك مردود علیك حتی ترد ما فی یدیك[1] نہ تیری لبیک قبول، نہ خدمت پذیر، اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود ہے یہاں تک کہ تو یہ مال حرام کہ تیرے قبضہ میں ہے اُس کے مستحقوں کو واپس دے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ طیّب لایقبل الّا الطیّب[2] بیشک اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے۔

سُود خوار پر شرعاً فرض ہے کہ جتنا سُود جس جس سے لیا ہے اُسے واپس دے، وہ نہ رہا ہو اُس کے وارثوں کو دے، وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتہ مالک اور اس کے ورثہ کا نہ چلے تو فرض ہے کہ اتنا مال تصدق کردے اور تصدق میں فقیر کو مالک کردینا درکار ہے کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا عامۃ الاسفار (جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان وغیرہ عام بڑی کتب میں اس کی تصریح

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الحج الباب الثالث دار الفکر بیروت ۴/ ۴۳۱

[2] السنن الکبرٰی کتاب صلاۃ الاستسقاء دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۳۴۶

کردی گئی۔ت) اور مسجد یا تالاب بنانا یا حج کرنا اصلاً ادائے حکم نہ ہوگا اور اس پر سے گناہ نہ جائیگا، ہاں خیرات کردینے کا حکم ہے یُوں اس کی توبہ تمام ہوگی اور اِن شاء اللہ تعالٰی گناہ سے بری الذمہ ہوگا اور توبہ کرنے اور حکمِ شرع دربارۂ تصدق بجالانے کا ثواب بھی پائے گا اگرچہ خیرات کا ثواب نہ ہوگا کما حققناہ فی فتاوٰنا، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی پوری تحقیق کردی، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اس کا علم زیادہ مکمل اور پختہ ہے۔ت)

(۲) حج کا جواب گزر چکا کہ اس روپے کو اس صَرف میں اُٹھانا جائز نہیں، ہاں فرضِ حج ذمّہ سے ادا ہوجائے گا،

فان القبول شیئ اٰخر غیر سقوط الفرض وکان کمن صلی فی ارض مغصوبۃ۔

کیونکہ کسی شے کا قبول ہونا اور فرض ساقط ہوجانا دونوں ایک نہیں بلکہ الگ الگ چیزیں ہیں یعنی قبولیتِ شے اور چیز ہے اور سقوطِ فرض اور چیز، جیسا کہ کوئی شخص ناجائز مقبوضہ زمین پر نماز پڑھے تو اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا مگر نماز مقبول نہ ہوگی۔(ت)

اور اگر مسجد یا تالاب بنایا تو اس میں نماز اور اس سے وضو وغیرہ وشرب سب جائز ہے والدلائل تعرف فی فتاوٰنا (دلائل کا تعارف ہمارے فتاوٰی میں موجود ہے۔ت) بلکہ خانیہ وہندیہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

لواشتری رجل دارا شراء فاسدا وقبضھا ثم وقفھا علی الفقراء والمساکین جاز وتصیر وقفا علی ما وقفت علیہ وعلیہ قیمتھا[1] اھ وتحقیق الکلام فیہ فیما علقنا علی رد المحتار من اول الوقف۔

اگر کوئی شخص بیع فاسد سے گھر خریدے پھر اس پر قابض ہوجائے پھر اسے فقیروں اور محتاجوں کیلئے وقف کرے تو جن پر یا جن کے لئے وہ گھر وقف کیا گیا وہ وقف قرار پاجائے گا مگر اس کی قیمت کی ادائیگی اس پر لازم ہوگی اھ اس میں تحقیق کلام وہی ہے جس کو ہم نے فتاوٰی شامی کی بحث وقف کے آغاز میں حاشیہ میں بیان کیا ہے(ت)

بلکہ جامع المضمرات وعالمگیریہ میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ فتاوٰی قاضیخان کتاب الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۵۴

قال ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اذا غصب ارضا فبنی فیہا مسجدا او حماما او حانوتا فلا باس بالصلوۃ فی المسجد والدخول فی الحمام للاغتسال وفی الحانوت للشراء ولیس لہ ان یستأجرها وان غصب دارا فجعلہا مسجدا لایسع لاحد ان یصلی فیہ ولا ان یدخلہ[1] الخ قلت وذکرنا ثمہ ان التفرقۃ فی الدار والارض کانہا مبنیۃ علی غیر الارجح فی مسألۃ غصب الساحۃ بالحاء المہملۃ وایّاما کان فدلالتہا علی ماھنا تام کما لایخفی وبالجملۃ فخبث الملک لایمنع صحۃ الوقف وصحتہ تعتمد آثارہ فافہم۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کوئی آدمی زمین غصب کرے یعنی زبردستی چھین لے پھر وہاں مسجد، حمام اور دکان تعمیر کردے تو مسجد میں نماز پڑھنے، حمام میں غسل کرنے اور دکان سے اشیاء خریدنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں، البتہ غاصب کیلئے جائز نہیں کہ اسے کرایہ پر دے، اور اگر اس نے کوئی حویلی چھین لی پھر اسے مسجد بنادیا تو کسی کے لئے وہاں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں اھ میں کہتا ہوں کہ ہم نے پہلے بھی یہ بیان کردیا کہ گھر اور زمین کے حکم میں فرق کرنا گویا غیر راجح قول پر مبنی ہے جو غصب صحن کے مسئلہ میں ہے "الساحۃ" حاء بغیر نقطہ ہی درج ہے پس جو بھی ہو اس کی دلالت یہاں تام ہے جو ظاہر ہے (الحاصل) ملک کی خباثت وقف کی صحت سے مانع نہیں، اس کی صحت کا دارومدار اس کے آثار پر ہے، یہاں اس کو سمجھ لیا جائے۔ (ت)



اور فقیر کو اُس کا خیرات میں لینا تو بدرجہ اولٰی جائز ہے کہ یہ تو عین حکم شرع ہے جبکہ مالک کا پتا نہ رہا ہو اور ویسے بھی مال ربا میں بعد قبضہ عدم ملک نہیں صرف خبث ملک،

فی الرد المحتار عن البحر الرائق عن القنیۃ عن الامام البزدوی ان من جملۃ صور البیع الفاسد جملۃ العقود الربویۃ یملک العوض فیہا بالقبض[2] انتہی۔

ردالمحتار نے بحرالرائق سے بحرالرائق نے قنیہ سے اور قنیہ نے امام بزدوی سے نقل کیا ہے بیع فاسد کی تمام صورتوں میں سودی معاملات ہیں ان میں قبضہ کرنے کے عوض مالک ہو جاتا ہے انتہی۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۰

[2] ردالمحتار باب الربٰو داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸۶

قلت فما وقع فی مداینات العقود الدریۃ سھو کما نبھت علیہ فیما علقت علی ردالمحتار۔

میں کہتا ہوں جو کچھ عقود الدریہ کی بحث مداینات میں واقع ہوا وہ سہواً ہے اور بھول ہے جیسا کہ میں نے فتاوٰی شامی کی تعلیق (حاشیہ) میں اس پر تنبیہ اور آگاہ کیا ہے۔(ت)

اور خبث ملک فقیر کو تصدق میں لینے سے مانع نہیں،

فی الھندیۃ عن الحاوی عن الامام ابی بکر قیل لہ ان فقیرا یأخذ جائزۃ السلطان مع علمہ ان السلطان یأخذھا غصبا ایحل لہ قال ان خلط ذٰلک بدراھم اخری فانہ لاباس بہ[1] الی اٰخرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

چنانچہ عالمگیری میں الحاوی اس نے امام ابوبکر سے نقل کیا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ فقیر بادشاہ سے انعام لیتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ بادشاہ نے وہ انعام یا مال بطور غصب لے رکھا ہے تو کیا یہ اس کے لئے حلال ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ دراہم، انعام دوسرے دراہم میں ملاڈالے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں (عبارت مکمل)۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم نہایت درجہ مکمل اور پختہ ہے۔(ت)



**مسئلہ ۲۱۱:** از جائس رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراھیم مرسلہ ولی اللہ ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں سُود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

## الجواب

زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہوسکتا بلکہ توبہ کے لئے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے واپس دے، وہ نہ رہے ہوں ان کے وارثوں کو دے، پتا نہ چلے تو اُتنا مال تصدق کردے، بے اس کے گناہ سے برأت نہیں، اس کے یہاں نوکری کرنا تنخواہ لینا، کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہٖ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو۔

کما فی الھندیۃ[2] عن الذخیرۃ

جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ذخیرہ کے حوالہ سے

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراھیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

[2] " " " " ۵/ ۳۴۲

عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۲۱۹** از بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبداللطیف صاحب ۱۹ رجب ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) کہ ایک لڑکی کو اُستاد نے اس کے باپ کے یہاں قرآن شریف وغیرہ پڑھایا اور اس مدتِ تعلیم میں والدِ لڑکی نے اُستاد کو کچھ اُجرت ومشاہیر وغیرہ نہیں دیا پھر بروقت شادی اس لڑکی کے استاد کو دولھا کی طرف والوں سے یعنی دُولھا یا والد وغیرہ سے روپیہ دلوایا، گویا نوشاہ والوں نے بغرض مجبوری یا خوشی سے دیا لہذا اس صورت میں اس اُستاد کو وہ روپیہ لینا جائز ہوا یا ازروئے شرع شریف کے ناجائز؟

## الجواب

اگر بخوشی دیا لینا جائز ہے، اور مجبوری سے دیا تو حرام۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) آپس میں اپنے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمھاری رضامندی سے تجارت اور کاروبار ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۲۲۰** از شہر کہنہ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا والد ایک عرصہ سے اعمٰی ہوگیا ہے دونوں خیاطی کرتے ہیں اور عدد فروخت کے واسطے تیار کرتے ہیں، والدِ زید فروخت مال کے لئے بازار کو دو چار گھنٹے کو جایا کرتا ہے کہ قدیم سے اس کی عادت ہے شرعًا اس میں زید پر تو کوئی الزام نہیں۔ باپ کا مال بیٹے کو کھانا حرام ہے یا حلال؟ دونوں کی خورش یکجائی ہے، باپ کا حق بیٹے پر کب رہتا ہے اور بیٹے کا باپ پر کب تک؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

اگر زید کا باپ اپنی خوشی سے حسبِ عادت جاتا ہے تو زید پر الزام نہیں اگرچہ بمقتضائے سعادتمندی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

یہ ہے کہ اسے آرام دے اور خود کام کرے، ہاں اگر زید اسے مجبور کرتا ہے تو ضرور گنہگار و نالائق ہے؛ باپ کا مال بیٹے کو اس کی رضا سے قدر رضا تک حلال ہے ورنہ حرام، شریک ہوں خواہ جدا، باپ کا حق بیٹے پر ہمیشہ رہتا ہے، یونہی بیٹے کا باپ پر۔ ہاں بعض حقوق وقت تک محدود ہیں جیسے لڑکا جب جوان ہوجائے باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۲۱:** از ضلع شیب ساگر ڈاکخانہ انگوری مقام شام گوری ملک آسام
مرسلہ عبدالمجید صاحب ۱۱ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انگریز نے ہندہ مسلمہ کو قریب بیس برس کے عورت بنا کر رکھا اُن کی طرف سے کئی ہوئے موجود ہیں، اب ہندہ ضعیفہ ہوئی، ہندہ نے انگریز سے کہا کہ کچھ روزینہ بندوبست کرکے مجھ کو چھوڑدو ہم آپس میں بھائی بند کے پاس مسلمان ہوکر رہے تاکہ اللہ تعالٰی خاتمہ بالخیر کرے۔ اب ہندہ نے کسی عالم کے پاس چند مسلمان کے مقابل توبہ کیا اور ضامن بھی دیا آمدورفت نہ ہونے کے لئے، فاصلہ درمیان دونوں کے ۳ روز کی راہ ہے اسباب حاصلہ اور تنخواہ کے سوا اور کوئی صورت اوقات بسری کے واسطے نہیں اور اگر اسباب حاصلہ اور چار روپیہ روزینہ جاریہ سے منع کیا جائے تو پھر انکار اسلام کا خوف ہے، اب آیا ان صورتوں میں ان کا مسلمان ہونا صحیح ہوگا یا نہ ہوگا؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)



## الجواب

ہندہ کا اسلام صحیح ہے بلکہ اگر اس مدت بست۲۰ سال میں کہ وہ انگریز کے پاس رہی کوئی قول فعل کفر نہ کیا تھا تو وہ جب بھی مسلمان تھی اگرچہ اشد سخت ملعون کبیرہ کی مرتکب تھی کہ ایک تو زنا' دوسرے وہ بھی کافر سے۔ اہلسنت کے مذہب میں آدمی کسی گناہ کے باعث اسلام سے خارج نہیں ہوتا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان زنٰی وان سرق علٰی رغم انف ابی ذر[1] حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے "اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے، ابوذر کی ناک خاک آلود ہونے کے باوجود (یعنی بالفرض وہ تنگی اور کوفت محسوس کریں تب بھی)۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اگر بالفرض ہندہ نے اُس زمانے میں معاذاللہ اپنا دین بدل دیا اور کفر

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۶۶

اختیار کیا تھا اور اب اسلام لاتی ہے تو اب بھی اسلام قبول تھا اگرچہ وہ معاذ اللہ اس زنا سے باز بھی نہ آتی کہ زنا کفر نہیں زنا کا وبال رہتا اور اسلام صحیح ہوجاتا، اب کہ وہ بحمد اللہ زنا سے بھی جدا ہوئی، اسلام صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، نہ اس تنخواہ سے ممانعت کی کوئی ضرورت کہ وہ معاوضہ زنا میں نہیں بلکہ صراحۃً اس انگریز سے صاف کہہ دیا ہے کہ اب وہ زنا سے باز رہے گی اور اپنی قوم میں اپنے دین پر رہے گی تو یہ تنخواہ محض بلاعوض اور ہندہ کے لئے حلال ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

الرجل اذا کان مطربا مغنیا ان اعطی بغیر شرط قالوا یباح[1] اھ ومثلہ فی ردالمحتار[2] عن الھندیۃ عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب کوئی شخص گانے بجانے والا ہو اگر اسے بغیر کسی تقاضے اور شرط کے کچھ دیا جائے تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ اس کے لئے مباح ہے چنانچہ فتاوٰی شامی میں فتاوٰی عالمگیری سے اس نے المنتقی سے اس نے ابراہیم سے اس نے صاحبِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۲۲۲:** از شہر کہنہ ۲۰ صفر ۱۳۲۲ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھال مردار گھوڑے اور گدھے کی گیلی خریدنا جائز ہے یا نہیں اور اس گیلی کھال کو سڑا کر ہاتھ سے ملنا اور بنانا یعنی نجاست صاف کرنا اس غلیظ کام کرنیوالے کے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

گھوڑا گدھا کہ بے ذبح مرجائے اُس کی کھال کہ پکائی نہ گئی ہو بیچنا خریدنا حرام ہے اور دباغت کرنا جائز ہے اور اس کا پیشہ مکروہ، اور اس کے کھانے سے احتراز اولٰی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اما جلود السباع والحمر والبغال[3] فما کانت مذبوحۃ او مدبوغۃ جاز بیعھا والا فلا الخ

لیکن درندوں، گدھوں اور خچروں کی کھالیں اگر ذبح کئے ہوئے جانوروں سے اتاری جائیں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۰
[2] ردالمحتار فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۷
[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۱۵

وفی الحدیث کسب الحجام خبیث[1] وعللوہ بالتلبس بالنجاسات وقد ثبت ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احتجم واعطی الحجام[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

یا خود کھالیں پکالی جائیں تو ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن بصورت دیگر جائز نہیں الخ اور حدیث مبارکہ ہے کہ پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔ ائمہ کرام نے اسکی یہ علت بیان فرمائی کہ اس کا نجاستوں سے تلبس ہُوا کرتا ہے اور بلا شبہہ یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۲۲۳:** از مقام کول مانک چوک مسئولہ زوجہ عبدالرشید خاں مرحوم ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کسبی نے جو کچھ مال حرام پیدا کیا تھا چہ نقدی وچہ زیور وچہ جائداد خریدی ہوئی اُسی مال سے پیدا کی تھی، جب وہ کسبی تائب ہوئی تو اس نے اس قسم مال حرام کو پیدا کردہ اپنا سب چھوڑ دیا اور اپنی ماں اور بہنوئی سے کہا کہ مجھے درکار نہیں ہے میں نے تم کو چھوڑا، یہ کہہ کر الگ ہوگئی، اُنھوں نے اس مال اور جائداد کو صرف کرڈالا، اب یہ استفسار ہے کہ یہ دے دینا اُس کا اُن کو صحیح ہوگیا یا کیا اور جو صحیح نہ ہوا ہو تو اس کو یہ واپس کرسکتی ہے یا نہیں اور اس غرض سے واپس چاہتی ہے کہ اگر مل جائے تو اس وقت کی نقدی سے جائداد خرید کرکے اُسے مصرف خیر میں صرف کرے اس کی کیا صورت ہے؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

رنڈی جو مال اُس حرام وناپاک ذریعے سے حاصل کرتی ہے اس کی ملک نہیں ہوتا حکم غصب رکھتا ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ جن سے لیا واپس دے، وہ نہ رہے ہوں تو اُن کے ورثہ کو دے، وہ نہ ملیں تو فقرا پر تصدق کرے، اور ظاہر ہے کہ بعد ایک مدت مدیدہ کے جو عورت تائب ہو وہ ہرگز حساب نہ لگا سکے گی کہ کب کتنا کس سے لیا، تو جو مال اُس کے ہاتھ میں ہے اموالِ ضائعہ کے قبیل سے ہوا کہ اس کے مصرف فقراء ہیں، اور اُس کی ماں بہنیں کہ وہ بھی رنڈیاں اور اُس وقت تک اُسی پیشہ ملعونہ میں آلودہ ہیں اگرچہ اُس ناپاک ذریعہ سے لاکھوں روپے اُن کے پاس ہوں شرعاً محض محتاج ونادار ہیں لما عرفت من ان

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۶۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاجارہ باب فی کسب الحجام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۲۹

ما بایدیھن غصب لا یملکنہ (اس لئے کہ تمھیں معلوم ہوگیا کہ جو کچھ عورتوں کے ہاتھوں میں ہے وہ غصب شدہ ہے جس کی وُہ مالک نہیں ہیں۔ ت) تو وُہ بھی اُسی تصدق کی محل ہیں اور رہاں ہونا اس صدقہ واجبہ کے منافی نہیں کہ یہ صدقہ خود اُس کے اپنے مال کا نہیں،

کما علمو بل اموال ضوائع لا یعرف اربابھا فیحل لھا التصدق بھا علی ابیھا وابنھا وامھا وبنتھا وفی الھندیۃ عن القنیۃ لہ مال فیہ شبھۃ اذا تصدق بہ علی ابیہ یکفیہ ذلک ولا یشترط التصدق علی الاجنبی وکذا اذا کان ابنہ معہ حین کان یبیع ویشتری وفیھا بیوع فاسدۃ فوھب جمیع مالہ لابنہ ھذا اخرج من العھدۃ[1] اھ اقول فاذا کان ھذا فیما قد ملکہ ملکا ففیما لم یملکہ اظھر واولٰی۔

جیسا کہ معلوم ہوگیا بلکہ یہ اموالِ ضائعہ کی قسم سے ہے کہ جن کے مالک نامعلوم ہیں لہذا ان مالوں کا اپنے ماں باپ اور بیٹے بیٹی پر خیرات کردینا حلال ہے، فتاوی عالمگیری میں قنیہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ اگر کسی کے پاس مشکوک ومشتبہ مال ہو تو وہ اپنے والد کو بطور صدقہ خیرات دے دے تو یہ اس کیلئے کافی ہے لہذا کسی اجنبی پر صدقہ کرنا شرط نہیں۔ اسی طرح جب اس کا بیٹا کاروبارِ خرید وفروخت میں اُس کے ساتھ ہو اور اس کاروباری سلسلے میں فاسد سودے بھی ہوں پھر وہ شخص اپنا تمام مال اس بیٹے کو ہبہ کردے تو وہ ذمہ داری سے بری الذمہ ہوجائے گا اھ میں کہتا ہُوں جب یہ حکم اس میں ہے کہ جس کا یہ مالک ہے اور جس کا یہ مالک نہیں تو اس میں اجرائے حکم زیادہ واضح اور زیادہ بہتر ہے۔ (ت)



پس اگر اس عورت نے وہ مال انھیں دے ڈالا تھا اور انھوں نے قبضہ کرلیا جب تو ظاہر ہے کہ صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا اُس کی ماں بہنیں اُس کی مالک ہوگئیں اور وُہ مال اُن کے لئے طیب ہوگیا ولا یضر الشیوع الصدقۃ وان ضر الھبۃ (صدقہ کو غیر منقسم ہونا کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اگرچہ ہبہ کو نقصان دیتا ہے۔ ت) اب عورت کو اُن سے واپسی کا اختیار نہیں لان الصدقۃ لا تسترد وکان القرابۃ المحرمۃ مانعۃ للرجوع (اس لئے کہ صدقہ واپس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ محرم رشتہ واپس کرنے سے مانع ہے۔ ت) اور اگر دے ڈالنا نہ تھا بلکہ صرف آپ اُس ناپاک مال سے بے علاقہ ہونا منظور تھا اور "تم کو چھوڑا" کے معنی تھے کہ تم ہنوز اسی ناپاک پیشے میں ہو تم جانو اور یہ ناپاک مال مجھے اس سے تعلق نہیں اس صورت میں بھی جبکہ انھوں نے قبضہ کرلیا تو ایک مال ضائعہ حق فقراء تھا جس پر فقراء کا قبضہ ہوگیا یہ عورت اُس کی مالک نہ تھی کہ فقراء سے مطالبہ واپسی کرسکے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

**مسئلہ ۲۲۴** از شہر چاٹگام موضع نیا گاؤں از جانب محمد قدرت اللہ عفی عنہ

چہ میفرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ اگر شخصے معاملہ سود نمودہ اموال کثیرہ فراہم نماید پس رحلت از دارِ دنیا بدارِ آخرت اموالیکہ از معاملہ جمع شدہ برائے وارثان وغیرہ جائز و حلال باشد یا نہ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورتِ مسئلہ میں کہ ایک شخص نے سُودی کاروبار اور لین دین کر کے بہت سا مال اکٹھا کیا پھر دارِ دنیا سے دارِ آخرت کی طرف کوچ کرگیا لہذا جو مال سودی کاروبار سے جمع کیا گیا وہ اس کے وارثوں وغیرہ کے لئے جائز اور حلال ہے یا نہیں؟

## الجواب

اگر وارثان دانند کہ از فلاں فلاں کس اینقدر ربا گرفتہ است واجب ست کہ بآنہا واپس دہند اگر ایشاں نماندہ باشند بوارثان ایشاں رسانند اگر وارثان ہم نیا بند یا از سرِ فلاں فلاں ندانستہ باشند مگر عین اموال ربا معلوم و معین است آں اموال را بر فقراء تصدق کنند و اگر ہیچ در علم ایشاں نیست جز اینکہ ربا می گرفت ترکہ مر اینہارا حلال است فی ردالمحتار الحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیھم والا فان علم عین الحرام لایحل لہ ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ وان کان مالامختلطا مجتمعا من الحرام ولا یعلم اربابہ ولا شیئا منہ بعینہ حل لہ حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم

اگر ورثاء جانتے ہیں کہ اس قدر مال فلاں فلاں سے بطور سود لیا گیا تو ضروری ہے کہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں لیکن اگر وہ مالکان وفات پاچکے ہوں تو ان کے ورثاء کو لوٹا دیں، اگر ورثاء موجود ہی نہ ہوں یا ان کی تفصیل معلوم نہ ہو سکے اور سودی رقم کی مقررمقدار معلوم ہو تو اس مال معینہ کو فقراء ومساکین میں تقسیم کردیں۔ اگر مذکورہ امور میں سے کوئی بات ان کے علم میں نہ ہو تو ایسی صورتحال میں ورثاء کے لئے اس میت کا ترکہ حلال ہے۔ چنانچہ فتاوٰی شامی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر اربابِ مال کو جانتا ہے تو مال انھیں لوٹا دینا ضروری ہے لیکن اگر یہ نہیں جانتا اور مال حرام معین کا علم رکھتا ہے تو اس کے لئے حلال نہیں بلکہ مالکِ مال کی نیت سے اسے خیرات کردے اور اگر مال مخلوط (ملا جلا) ہو جو حرام طریقہ سے جمع کیا گیا اور اس کے مالکوں کو نہیں جانتا اور نہ اس

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۰

میں سے کسی حرام شے کو بعینہٖ جانتا ہے تو اس صورت میں اس کے لئے بطور حکم حلال ہے ہاں تقوٰی اور دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرے تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے۔(ت)

**مسئلہ ۲۲۵** از بجنور مرسلہ محمد حسن نائب محافظ دفتر کلکٹری ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس باب میں کہ کسی شخص نے کچھ مال بذریعہ سُود یا رشوت یا تغنّی یا چوری وغیرہ کسی ذریعہ حرام سے حاصل کیا اور اس مال کے ذریعہ سے کوئی جائداد خرید کی یا کام تجارت جاری کیا تو اب اس جائداد یا تجارت کی آمدنی اس شخص کے اور اس کے توابعین ولاحقین کے حق میں مباح ہے یا نہیں؟ اگر مباح ہے تو کس صورت اور کس دلیل سے؟ اور اس وبال دارین سے سبکدوش ہونے کا عندالشرع کیا طریقہ ہے؟ فقہ حنفی کی رُو سے مع حوالہ کتب جواب بوالپسی ڈاک ارشاد فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

## الجواب

جو مال رشوت یا تغنّی یا چوری سے حاصل کیا اس پر فرض ہے کہ جس جس سے لیا اُن پر واپس کردے، وہ نہ رہے ہوں اُن کے ورثہ کو دے، پتا نہ چلے تو فقیروں پر تصدق کرے، خرید وفروخت کسی کام میں اُس مال کا لگانا حرام قطعی ہے، بغیر صورت مذکورہ کے کوئی طریقہ اس کے وبال سے سبکدوشی کا نہیں۔ یہی حکم سُود وغیرہ عقودِ فاسدہ کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں جس سے لیا بالخصوص انھیں واپس کرنا فرض نہیں بلکہ اسے اختیار ہے کہ اسے واپس دے خواہ ابتداءً تصدق کردے،

وذٰلك لان الحرمة فی الرشوة وامثالها لعدم الملك اصلا فهو عنده كالمغصوب فيجب الرد على المالك او ورثته ما امكن اما فی الربٰو واشباهه فلفساد الملك وخبثه واذا قد ملكه بالقبض ملكا خبيثا لم يبق مملوك

یہ اس لئے کہ رشوت اور اس جیسے مال میں ملکیت بالکل نہ ہونے کی وجہ سے حرمت ہے لہٰذا وہ مال رشوت لینے والے کے پاس غصب شدہ مال کی طرح ہے لہٰذا ضروری ہے کہ جس حد تک ممکن ہو وہ مال اس کے مالک یا اسکے ورثاء کو لوٹا دیا جائے پس ایسا کرنا واجب ہے، سُود یا اس جیسی اشیاء میں فسادِ ملک اور خباثت کی بناء پر بوجہ قبضہ اس کا مالک بن گیا تو جس سے

المأخوذ منه لاستحالة اجتماع ملكين على شیئ واحد فلم يجب الرد و انما وجب الانخلاع عنه اما بالرد و اما بالتصدق كما هو سبيل سائر الاملاك الخبيثة ۔

مال لیا گیا اب اس کی ملکیت باقی نہ رہی (بلکہ ختم ہوگئی) اس لئے کہ ایک چیز پر بیک وقت دو ملک جمع ہونے محال ہیں (کہ اصل شخص بھی مالک ہو اور سود خور بھی ۔ مترجم) لہذا مال ماخوذ کا واپس کرنا ضروری نہیں بلکہ اس سے علیحدگی واجب ہے خواہ بصورتِ رد (یعنی لوٹانے کے) ہو یا بصورتِ خیرات، جیسا کہ تمام املاکِ خبیثہ میں یہی طریقہ ہے۔ (ت)

ہاں جس سے لیا انھیں یا ان کے ورثہ کو دینا یہاں بھی اولٰی ہے كما نص عليه فی الغنية والخيرية والهندية وغيرها (جیسا کہ غنیہ، خیریہ اور ہندیہ وغیرہ میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ ت)

رہا استبدال یعنی اس مال کے عوض دوسری چیز خریدنا، اس کی دو صورتیں ہیں اگر وہ مال کہ ناجائز ذرائع سے حاصل کیا زر و سیم کے سوا اشیاءِ متعینہ سے تھا جیسے زمین یا کپڑا یا برتن وغیرہا اُس کے عوض کوئی جائداد خریدی یا اس سے تجارت کی تو وہ جائداد و تجارت سب خبیث و حرام ہے، اور اگر وہ مال سونا چاندی روپیہ اشرفی تھا اور اس سے کوئی جائداد مول لی یا تجارت کی تو مذہب مفتٰی بہ میں اگر عقد و نقد دونوں اس زرِ حرام پر جمع ہوئے یعنی وہی حرام روپیہ بائع کو دکھا کر کہا کہ اس کے عوض فلاں شَے دے دے پھر وہی روپیہ اس کے ثمن میں دے دیا یا پہلے سے وہ حرام روپیہ بائع کو دے دیا اور اُس کے بدلے کوئی چیز مول لی تو وہ چیز مطلقاً حرام و خبیث ہے جبکہ یہ روپیہ غصب یا سرقہ یا رشوت و اجرتِ زنا یا غنا و امثال ذلک کا ہے جن میں اس کی مِلک اصلاً نہیں ہوتی، اور اگر عقد و نقد دونوں جمع نہ ہوئے مثلاً مطلقاً خریدی کہ فلاں چیز دے دے پھر ثمن میں وہ زرِ حرام دیا یا زرِ حرام دکھا کر خریدی مگر دیتے وقت دوسرا روپیہ دیا تو وہ خرید کردہ شے پاک ہے۔ یونہی اگر روپیہ ربا وغیرہ عقود فاسدہ سے حاصل کیا تھا اور اس کے عوض کوئی شے خریدی تو اس خریدی ہوئی شے میں خباثت نہ آئے گی۔ تنویر الابصار میں ہے:

تصدق لو تصرف فی المغصوب والوديعة وربح اذا كان متعينا بالاشارة او بالشراء بدراهم الوديعة او الغصب و نقدها

اگر غصب کردہ چیز اور امانت میں اس نے تصرف کیا اور نفع کمایا ہو تو اسے خیرات کردے جبکہ وہ اشارہ سے متعین ہو اور اگر امانت اور غصب شدہ دراہم سے کوئی چیز خریدی اور وہی دراہم تبادلہ میں

وان اشار الیھا ونقد غیرھا او الی غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ یفتی[1] دے تو وہ چیز حرام ہے اور اگر ان کی طرف اشارہ کیا لیکن دیتے وقت دوسرے دراہم بصورت نقدی دے یا دوسرے دراہم کی طرف اشارہ کیا یا چیز خریدتے وقت ثمن سے اطلاق کیا (کہ فلاں چیز دے دے، پھر قیمت دیتے وقت وہی حرام درہم دے تو اسے خیرات نہ کرے (اس لئے کہ وہ پاک ہے) اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

الخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لایتعین واما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیھما کما بسطہ خسرو وابن الکمال[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

ملک فاسد ہونے کی وجہ سے جو خباثت پیدا ہوتی ہے وہ متعین شے پر اثر کرتی ہے جبکہ غیر متعین میں مؤثر نہیں ہوتی لیکن عدمِ ملک کی وجہ سے جو خباثت پیدا ہو جیسے غصب وغیرہ تو وہ متعین، غیر متعین دونوں میں اثر کرتی ہے جیسا کہ خسرو اور ابن کمال نے تفصیل سے اس کو بیان فرمایا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے۔(ت)

**مسئلہ ۲۲۶:** از بریلی حاضر کردہ محمد صدیق عفی عنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی محمد قاسم صاحب نے آٹھ سو روپیہ کے نوٹ واشرفیاں سکتر صاحب کو برائے عمارت جامع مسجد دئے تھے سکتر صاحب نے چھ سو کا سامان منگوایا دو سو باقی رہے اور کام مسجد کا شروع کروا دیا اہل محلہ نے کسی وجہ سے اس کام کو روکا سکتر صاحب کو اس سے ملال ہوا اور کار سے دست بردار ہوئے اور قصد عمارت کا ترک کر دیا، سکتر صاحب سے دریافت کیا گیا کہ حاجی صاحب نے جو روپیہ دیا تھا وہ آپ کے پاس بجنسہٖ ہے یا اس میں کچھ تصرف ہوا ہے، اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ حاجی صاحب نے اشرفیاں ونوٹ دئے تھے میں نے اشرفیاں اپنی اشرفیوں میں ڈال دیں اور نوٹ خزانچی کو

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۶ - ۲۰۵

[2] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد " " " ۲/ ۲۹

دے دئے تھے چونکہ اشرفیاں خلط ملط ہوگئیں اب مجھ کو ان کی تمیز بھی باقی نہیں رہی کہ وہ کون سی ہیں اور حاجی صاحب خواہ مجھ سے بالکل روپیہ لے لیں خواہ اشرفیاں خواہ نوٹ، لہٰذا اس صورت مذکورہ میں حاجی محمد قاسم صاحب اس روپیہ میں سے کسی شخص کو سوا سو روپیہ حج کے واسطے دلا سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع مطہرہ کے اس کی ممانعت تو نہیں ہے؟ اور حاجی صاحب اس کا ثواب عند اللہ تعالٰی پائیں گے؟ بیّنوا و عند اللہ تعالٰی توجروا (بیان فرمائیے تاکہ اللہ تعالٰی کے ہاں سے اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

## الجواب

جبکہ وہ اشرفیاں وکیل نے اپنے مال میں خلط کرلیں کہ اب تمیز نہیں ہوسکتی تو وہ مال ہلاک ہوگیا اور وکیل پر اس کی ضمان لازم ہوئی فان الخلط استھلاك والمستھلك کغاصب والغصب مضمون والضمان مغیر (اس لئے کہ کسی کے مال کو اپنے مال میں ملا دینا اسے ہلاک کرتا ہے اور ہلاک کرنے والا غاصب کی طرح ہے اور غصب میں ضمان ہے اور ضمان تبدیلی پیدا کرنے والا ہے۔ ت) تو دینے والے کو اس روپے میں تصرف مذکور جائز ہے خصوصًا اب کہ وہ کام ہی ملتوی ہوگیا اور دینے والا اُسے اب بھی کار قربت میں صرف کرنا چاہتا ہے تو یہ صورت ثواب کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم



**مسئلہ ۲۲۷:** از سراگنج ضلع مظفر پور مرسلہ مولوی ظہیر الدین یکم ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے یہاں پشتہا پشت سے شراب کی بکری کا روزگار رہتا تھا اب اس نے ایک لائق و شریف آدمی کی ہدایت و فہمائش پر شراب کی بکری کے روزگار سے تائب ہوکر اس امر کا منتظر ہوا کہ جس قدر مال و زر میرے پاس ہے اس کے پاک ہونے کی کیا صورت ہے، جس پر ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ بعض علماء کے نزدیک حیلہ شرعی یہ ہے کہ تبادلہ جنس کر ڈالنے سے ان شاء اللہ تعالٰی وہ مال پاک ہوجائیگا، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ اُسی جلسہ میں دوسرے عالم صاحب نے یہ فرمایا کہ نہیں نہیں ہرگز نہیں وہ مال کسی صورت سے پاک نہیں ہوسکتا ہے بلکہ اس مال کو دریا بُرد کردینا چاہئے بجز دریا بُرد کردینے کے اس مال کے استعمال کی کوئی صورت نہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ سائل اس مال کو کیا کرے، آیا دریا بُرد کرکے محتاج رہ جائے یا اس کے جواز کی کوئی صورت بھی ہے جیسا کہ عالم صاحب نمبر ایک نے فرمایا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت) فقط۔

## الجواب

دریا بُرد کردینے کا حکم محض باطل ہے اور دوسری جنس سے بدلنے میں عہدہ برآری نہ ہوگی حکم شرع

جواس کے ذمّہ ہے ادا نہ ہوگا اُس پر شرع مطہریہ فرض کرتی ہے کہ اُس مال کو تصدق کردے، مساکین کو دے ڈالے، بغیر اس کے اس کی توبہ صحیح نہیں، اور اس میں اس کے لئے حیلہ شرعی بھی نکل آئے گا، یہ تصدق کچھ اجنبی مساکین ہی پر ضرور نہیں بلکہ اپنے محتاج بیٹے یا باپ یا بھائی یا بی بی پر بھی کرسکتا ہے انھیں دے کر ان کا قبضہ کرا دے پھر وہ کل یا بعض جتنا چاہیں اسے ہبہ کردیں پاک ہوجائے گا۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

له مال فيه شبهة اذا تصدق به على ابيه يكفيه ذٰلك ولا يشترط التصدق على الاجنبي وكذا اذا كان ابنه معه حين كان يبيع ويشتري وفيها بيوع فاسدة فوهب جميع ماله لابنه هذا خرج من العهدة كذا في القنية۔[1]

کسی شخص کے پاس مشتبہ اور مشکوک مال ہو تو اسے کسی اجنبی پر ہی خیرات کردینا ضروری نہیں بلکہ وہ اپنے والد پر بھی خیرات کرکے بری الذمہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح اگر اس کا بیٹا اس کے ساتھ شریک کاروبار ہو اور خرید و فروخت کرتا ہو اور فاسد سودے بھی ہوتے ہوں اور وہ اپنا تمام مال اس بیٹے کو ہبہ کردے تو وہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوجائے گا۔ قنیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)



اور یہاں تحقیقات عظیمہ فقہیہ ہیں جن کے بیان میں طول ہے اور حاصل حکم اسی قدر ہے،
وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۲۲۸:** غرہ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ حبیب اللہ شاہ محلہ شاہ آباد بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ باجا بجانے کا پیشہ کرتے ہیں، ہولی کے دن ہندوؤں کے یہاں بھی جاکر بجایا کرتے تھے مگر اب کی مرتبہ سب برادری نے یہ بات کہی کہ یہ بات ذلت کی ہے ہندوؤں کے یہاں نہیں جانا چاہئے۔ سبھوں نے جانا چھوڑا ایک شخص نہیں مانا اس سے یہاں تک کہا گیا کہ اگر تم ایسے نہیں مانتے ہو دو تین روپیہ لے لو، خدا کا واسطہ بھی دیا، اس نے اس پر بھی نہ مانا آخر گیا، ہم لوگوں نے اس کی پنچایت کی، دو آدمی اسے پنچایت میں لانے کے لئے گئے، اس نے کہا تم نے مجھے چھوڑا میں نے تمھیں چھوڑا تم میرے نزدیک مثل بھنگی کے چمار کے ہو۔ اب از روئے شرع ایسے شخص کے حکم میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

## الجواب

باجا بجانا خود ہی ناجائز تھا اور ہندوؤں کے یہاں بجانا اور سخت ناجائز، اور ان کے شیطانی تہوار میں بجانا اور بھی سخت حرام در حرام در حرام، اب کہ ان مسلمانوں کو ان کے رب عزوجل نے یہ توفیق دی کہ ہندوؤں کے یہاں نہ بجانے پر اتفاق کر لیا اور خدا نے آنکھیں کھولیں کہ مسلمان ہو کر خدا کے دشمنوں کے سامنے ذلت اٹھانے کو برا جانا تو اس پر تمام برادری کو اس ترک میں ان کی پیروی خدا و رسول کے حکم سے لازم تھی جس شخص نے نہ مانا وہ صرف گنہگار ہی نہیں بلکہ سرکش شریر بدکار ہے اس پر توبہ فرض ہے اگر وہ نہ مانے تو برادری والوں پر لازم کہ اسے مثل بھنگی چمار کے چھوڑیں اس کی کسی بات میں شریک نہ ہوں نہ اپنی کسی بات میں اسے شریک کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۲۲۹** از ضلع متھرا محلہ بلوچپاڑہ قصبہ نائت مرسلہ غلام محمد امیر خاں صاحب حنفی

۲۰ نومبر ۱۹۰۹ء

جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کمترین کا سن اکیاون سال کا ہے اور گیارہ لڑکیاں ہیں۔ پیشہ وثائق نویسی کرتا ہوں اور دوسرا کوئی کام نہیں جانتا ہوں۔ مسلمانوں کی سودی دستاویزات لکھنے سے اجتناب کرتا ہوں حتی کہ اس وقت تک میرے قلم سے کسی مسلمان کی کوئی دستاویز نہیں لکھی گئی۔ آج ایک مولوی صاحب کی زبانی یہ مسئلہ سنا کہ کفار کے سودی دستاویزات کہ جس میں فریقین کافر ہوں ہندوستان میں یہ بھی جائز نہیں ہیں اور جیسا گناہ سود کھانے والے کو ہے ویسا ہی کاتب کو اور گواہوں کو ہے۔ پس یہ سن کر مجھ کو خوفِ الٰہی نے اس بات پر مجبور کیا کہ جناب سے اس مسئلہ کو دریافت کروں، اور اگر فی الحقیقت جیسا کہ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا ہے حضور بھی فتویٰ دیں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اس پیشہ کو چھوڑ دوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کروں تاکہ اللہ تعالیٰ گزشتہ کو معاف کر دے۔ حضور بھی میرے حق میں دعائے خیر فرمادیں اور فتویٰ عطا فرمائیے، جمیع حاضرین کی خدمت میں سلام علیک عرض کرتا ہوں۔ بینوا توجروا

## الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل

جو اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نجات کی راہ رکھے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ پہنچے

علی اللہ فھو حسبہ[1]۔ اورجو اللہ پر بھروسا کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔

اے اپنے رب سے ڈرنے والے بندے! بیشک سُود لینا اور دینا اور اس کا کاغذ لکھنا اور اس پر گواہی کرنا دینا سب کا ایک حکم ہے اور سب پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم أکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[2]۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسے دیکھنے والے، اسے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (ت)

فوراً اس کا چھوڑ دینا اور اس سے توبہ کرنا فرض ہے، اور بشارت ہو کہ یہ نیک پاکیزہ خیال کہ اللہ عزوجل کے خوف سے پیدا ہوا بحکم آیت مذکورہ وجہ حلال سے رزق طیب ملنے اور اللہ عزوجل کی رضا کی خوشخبری دیتا ہے اور بیشک جو اللہ تعالٰی پر توکل کرتا ہے اللہ اُسے بس ہے۔ فقیر اسلامی محبت سے چند اعمال مجربہ جو بارہا بفضلہ تعالٰی تیر بہدف ثابت ہوئے ہیں آپ کو بتاتا ہے:

(۱) بعد نمازِ عشاسر برہنہ ایسی جگہ کہ سر و آسمان میں چھت یا درخت وغیرہ کچھ حاجب نہ ہو ۵۰ بار روزانہ پڑھے یا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابْ (اے اسباب کا سبب بنانے والے۔ ت) اول آخر ۱۱، ۱۱ بار درود شریف۔ جتنے دنوں زیادہ پڑھے زیادہ نفع ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی، اور ہمیشہ پڑھے تو بہتر۔

(۲) بعد نمازِ مغرب ستارہ قطب کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو کر آیۂ قطب کہ پارۂ چہارم کے نصف پر ہے ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ سے علیم بذات الصدور[3] تک ۴۱ بار روز پڑھے ۴۱ روز تک، اول آخر ۱۰، ۱۰ بار درود شریف۔

(۳) خاص طلوع صبح صادق کے وقت اور نہ ہو سکے تو حتی الامکان سنتِ صبح سے پہلے ستّو بار روزانہ پڑھیں سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم، اول آخر درود شریف ۱۰، ۱۰ بار۔ اس کا ورد ہمیشہ رہے۔ اول وقت پڑھنے کی کوشش ہو مگر اس کے سبب جماعت میں خلل نہ پڑے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۳
[2] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷
[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۴

اگر آنکھ دیر میں کھلے سنتیں پڑھ کر اسے شروع کریں، اگر بیچ میں جماعت قائم ہو شریک ہوجائیں، باقی عدد بعد میں پُورا کریں۔ وظائف واعمال کے اثر کرنے میں تین شرائط ضروری ہیں:

(۱) حُسنِ اعتقاد، دل میں دغدغہ نہ ہو کہ دیکھئے اثر ہوتا ہے یا نہیں، بلکہ اللہ عزّوجل کے کرم پر پورا بھروسا ہو کہ ضرور اجابت فرمائے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ[۱]

اللہ تعالٰی سے اس حال پر دعا کرو کہ تمہیں اجابت کا یقین ہو۔

(۲) صبر وتحمل، دن گزریں تو گھبرائیں نہیں کہ اتنے دن پڑھتے گزرے ابھی کچھ اثر ظاہر نہ ہوا یُوں اجابت بند کردی جاتی ہے بلکہ لپٹا رہے اور لَو لگائے رہے کہ اب اللہ ورسول اپنا فضل کرتے ہیں۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ولوانھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون[۲]

کیا خوب ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے پر راضی ہوجاتے اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ہمیں عطا فرماتے ہیں اللہ ورسول اپنے فضل سے، بیشک ہم اللہ کی طرف لَو لگائے ہیں۔

حدیث میں ہے:

یستجاب لاحدکم مالم یعجل فیقول قد دعوت فلم یستجب لی[۳]

تمہاری دعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک جلدی نہ کرو کہ میں نے دُعا کی اور اب تک قبول نہ ہوئی۔

(۳) میرے یہاں کی جملہ اجازات ووظائف واعمال وتعویذات میں شرط ہے کہ نماز پنجگانہ باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی کامل پابندی رہے وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۲۳**

ازروئے شرع شریف کے تاوان کا روپیہ جمع کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

---

[۱] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۸۶
مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات الفصل الثانی مجتبائی دہلی ص ۱۹۵

[۲] القرآن الکریم ۹/ ۵۹

[۳] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب انہ یستجاب للداعی مالم یعجل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵۲

## الجواب

حرام تاوان کا حرام اور جائز کا جائز۔ سائل نے متعدد سوال گول اور مجمل لکھے جو کسی صورت خاصہ میں حکم معلوم کرنا چاہے اسے مفصل وہ خاص صورت بیان کرنا چاہئے کہ اس کا حکم بتایا جائے۔

**مسئلہ ۲۳۱** از سرونج مسئولہ جناب محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

ایک عزیز زید کا زید کو از راہ صلہ رحمی ماہوار یا وظیفہ دیتا ہے مگر مہاجن سے سودی روپیہ قرض لے کر دیتا ہے کسی اپنی دنیوی وجہ سے تو ایسے روپے سے خیرات جائز یا ناجائز؟

## الجواب

بلاضرورت شرعیہ ومجبوری صادق سودی روپیہ قرض لینا حرام اور شدید گناہ کبیرہ ہے۔ صحیح حدیث میں سود لینے والے اور سود کھانے والے کو برابر بتایا اور دونوں پر سخت وعید فرمائی تو یہ روپیہ کہ ایک عقد فاسد سے اس نے حاصل کیا خود خبیث ہے اور اسے واپس دینا اور اس عقد کو فسخ کرنا واجب ہے امور خیر یا اپنے کسی مصرف میں نہیں لا سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۳۲** از شہر مذکورہ بالا مسئولہ مذکور الصدر بتاریخ مذکورہ بالا



زید نے عمر کو روپیہ قرض دیا، عمر نے ادائگی روپیہ زید کی ناپاک روپے سے کی، تو ایسی حالت میں روپیہ زید کا پاک رہا یا ناپاک؟

## الجواب

ناپاک روپیہ دو قسم ہے، ایک وہ جو اس شخص کی ملک ہی نہیں جیسے غصب یا رشوت یا چوری کا روپیہ، یہ روپیہ اس سے نہ کوئی اپنے قرض میں لے سکتا ہے نہ اپنی کسی بیچی ہوئی چیز کی قیمت میں، اور اگر لے گا تو وہ اس کے لئے حرام و ناپاک ہوگا جبکہ اسے معلوم ہو کر دینے والے کے پاس بعینہ یہ روپیہ اس قسم سے ہے۔ اور اگر دینے والے کے پاس علاوہ حرام ہر قسم کا روپیہ ہے اور لینے والے کو معلوم نہیں کہ یہ روپیہ جو کچھ دے رہا ہے خاص وجہ حرام کا ہے تو لینے میں حرج نہیں۔

فی الهندیة عن الذخیرة عن محمد به ناخذ مالم نعرف شیئا حرام لعینه[1]

فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے امام محمد کے حوالے سے یہ روایت نقل فرمائی کہ ہم اسی مسئلہ کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی شیئ کے عین حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

دوسری قسم وہ کہ اس کی ملک بروجہ خبیث ہے جیسے وہ روپیہ کہ کسی عقد فاسد سے حاصل کیا جائے یہ بعد قبضہ ملک ہوجاتا ہے۔ اور دوسرے کو اپنے کسی جائز ذریعہ میں لینا روا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۲۳۳** مرسلہ کفایت اللہ خاں صاحب از موضع ابھئی پور ضلع بریلی ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں ایک چندہ کیا گیا واسطے مجلس میلاد شریف وقوالی کے چندہ جمع ہونے کے بعد چند اشخاص نے یہ کہا کہ ہم نے اب کی مرتبہ دیا ہے لیکن آئندہ نہ دیں گے اور اب مسجد کی مرمت کے واسطے دیں گے تو اُس میں اُن کا مبلغ لعہ جمع تھا ان کو بجائے لعہ کے مبلغ عہ اُن کو دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ لو مسجد کی مرمت میں لگانا، وہ روپیہ وہ لوگ جنھوں نے چندہ دیا تھا آپس میں تقسیم کرکے کھاگئے، اب اُن کے حق میں کیا حکم ہوتا ہے؟

## الجواب

مجلس میلاد مبارک اعظم مندوبات سے ہے جبکہ بروجہ صحیح ہو جس طرح حرمین طیبین میں ہوتی ہے اور قوالی کہ یہاں رائج ہے ناجائز ہے اور اس کے لئے چندہ دینا بھی جائز نہیں یہ چندہ کہ اُن کو واپس دیا گیا اگر لعہ ہی دئے جاتے جتنا انھوں نے دیا تھا تو انھیں اُس کا کھالینا حرام نہ ہوتا وہ ان کی ملک تھا اور جو وعدہ مسجد میں صَرف کرنے کا کیا تھا اگر اس پر قائم تھے اور بوجہ حاجت اس وقت صرف کرلیا اور دل میں یہ نیت تھی کہ اس کے عوض مسجد میں اتنا لگادیں گے تو اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی بھی نہ ہوا اور اگر یہ نیت نہ تھی تو خلاف وعدہ کا وبال ہوا اور معاذ اللہ اس کی نحوست شدید ہے۔

| | |
|---|---|
| قال اللہ تعالٰی فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الٰی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون[1]۔ | (اللہ تعالٰی نے فرمایا) پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اُن کے دلوں میں نفاق جما دیا اُس دن تک کہ اس سے وہ ملیں گے اس لئے کہ انھوں نے اپنے کئے ہوئے وعدہ کی اللہ تعالٰی سے خلاف ورزی کی اور اس لئے کہ وہ جھوٹ کہا کرتے تھے (ت) |

مگر وہ ایک روپیہ زائد جو اُن کو دیا گیا اُس کا کھالینا ہر طرح انھیں حرام تھا بہرحال وہ مرتکب غصب حرام ہوئے اُن پر توبہ فرض ہے اور اس ایک روپیہ کا تاوان دینا لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۳۴** مسئولہ محمد سید علی صاحب طالب علم از کانپور مسجد حاجی بدلو صاحب سطر نجی محل ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی ایک بازاری عورت یعنی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۷

رنڈی نے مدتوں سے زناکاری اور رقاصی کرکے بہت مال جمع کیا اور اپنے حالات فسق وفجور ہی میں اس مال سے ایک مکان بنایا اور کئی بیگھ زمین خریدی اُس عورت کے پاس اور کوئی مال بھی نہ تھا اور ہونے کی صورت متصور نہ تھی جس سے زمین اور مکان کی قیمت دے سکے اب دو تین برس سے اُس عورت نے توبہ کرکے اور بازار چھوڑ کر اُس مکان میں سکونت پذیر ہوئی اور چاہتی ہے کہ اپنی ملک سے عوام وخواص کی دعوت کرے اور کھلائے پلائے اور لوگوں کو اُس کے مکان میں جانا اور کھانا پینا اور خود عورت مذکورہ کو اس مکان وزمین ودیگر اشیاء کہ جو اس مال سے خرید کی ہیں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالکتاب (کتاب کے حوالہ سے بیان فرماؤ۔ ت)

## الجواب

اگر اس نے زمین اور مکان کی اینٹ، کڑی وغیرہ اپنے روپے دکھا کر نہ خریدی بلکہ مطلق روپے کو خریدی اور پھر وہ مال حرام زرِ ثمن میں دیا اور بیشک آجکل عام خریداریاں اسی طرح پر ہوتی ہیں تو وہ زمین ومکان اس کے لئے حرام نہیں،

لان الدراھم لاتتعین فی العقود فاذا لم یجتمع علیھا العقد والنقد لم یسر الخبث الی البدل کما ھو قول الامام الکرخی وعلیہ الفتوی۔

اس لئے کہ عقد کے معاملات میں دراہم متعین نہیں ہوتے، پھر جب اُن پر عقد اور نقد جمع نہ ہوں تو خباثت بدل کی طرف سرایت نہیں کرتی، جیسا کہ امام کرخی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔ اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

مگر وہ مال حرام جو اُس کے پاس ہے اُس پر لازم ہے کہ سب تصدق کردے اُس میں سے کوئی پیسہ اپنے کھانے پہننے یا کسی اور مصرف میں اُسے اٹھانا حرام ہے وہ اگر اُسے پاک کرنا چاہے تو اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ کسی محتاج کو اگرچہ اس کا کیسا ہی عزیز وقریب ہو اپنا وہ کل مال ایک ایک پیسہ ایک ایک تار بہ نیت تصدق دے دے اس میں سے کچھ اپنے پاس نہ رکھے، اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ چند محتاجوں پر اس حساب سے تصدق کرے کہ ہر ایک کو چھپّن روپے سے کم کا مال پہنچے، پھر جن کو اُس نے بطور تصدق دیا ہے وہ اپنی خوشی سے اپنی طرف سے تھوڑا یا بہت جتنا اسے ہبہ کردیں وہ اس کے لئے حلال طیب ہوجائیگا اگرچہ کل دے دیں اس کے بعد اُس کے یہاں کی دعوت وغیرہ کسی امر میں حرج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۳۵** از شہر کرلہ ڈاکخانہ گھٹیا مرسلہ وصی علی صاحب معرفت مولوی قاسم علی صاحب طالبعلم مدرسہ منظر اسلام ۲۸ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی آسامی نے اپنا حق موروثی اگر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو اس میں زمیندار کو آسامی مشتری سے کچھ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا بحوالہ کتاب (کتاب کے حوالے سے بیان کرکے اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

حق موروثی قابل بیع نہیں، نہ اس پر زمیندار کچھ لے سکتا ہے نہ یہ حق جسے قانون نے حق موروثی ٹھہرایا ہے شرعاً کوئی حق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۳۶** از ضلع گوڑگاؤں مقام ریواڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ کوئی جانور یا شیرینی، مندر میں بُت پر یا دیبی بھیروں وغیرہ کی تھان پر یا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وغیرہ کی قبر پر چڑھائی جائے اور اس بُت کا پجاری یا تھان کا پجاری یا قبر کا مجاور اس چڑھاوے کو تلے اور اس کو بیچے تو مول لینا درست ہے یا نہیں؟ اور مجاور یا پجاری مفت دے تو لینا درست ہے یا نہیں؟ اور مجاور اور پجاری کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور اولیائے کرام کی قبر کے چڑھاوے اور بُت یا تھان پر چڑھاوے ایک ہے یا علیحدہ علیحدہ حکم ہے؟ فقط۔

## الجواب

عجب وہ مسلمان کہ اسلام اور کفر میں فرق نہ کرے۔ عجب وہ مسلمان کہ بتوں کے تھان اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مزارات طیبہ کو ایک ساتھ گِنے، بُت پر چڑھاوا چڑھانا کفر ہے اور اولیاء کو ایصال ثواب طریق اسلام، تو مالک پجاری بھی ہوجاتا ہے بیچے تو مول لینے میں حرج نہیں کہ بُت کے چڑھاوے کی خباثت اس تک منتہی ہوگئی اور مفت دینا اگر اس طرح ہو جیسے اُن کے یہاں پرشاد بٹتا ہے، تو لینا ہرگز جائز نہیں، کہ اس میں ذلت مسلم ہے اور اگر اس طریقہ پر نہ ہو بلکہ وہ اپنی مِلک میں لے کر اُسے بطور ہدیہ دے تو اس کا حکم ہدیہ مشرکین کا حکم ہے کہ صور و احکام و اقوال مختلف ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے، اور اس خاص صورت سے بچنا ہی بہتر ہے۔ حدیث میں فرمایا:

انّی نھیت عن زبد المشرکین[1] مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں شرک کرنے والوں کا مکھن (ہدیہ) لوں۔ (ت)

مزارات طیبہ پر جو کچھ بغرض ایصال ثواب حاضر کیا جائے اور عادۃً خدام اُسے تقسیم کرلیتے اور دینے والے جانتے ہیں اور اس پر راضی ہوتے ہیں وہ ان کی ملک ہے اُن سے ہدیۃً وشراءً دونوں طرح لینا جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۲۷:** از ضلع شاہجہانپور مقام میران پور کٹرہ محلہ نادر سانیاں ڈاکخانہ خاص روز یکشنبہ بتاریخ ۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

جنگِ بلقان کے وقت چند اشخاص نے مل کر چندہ مجروحین وبیوگان ترکوں کے واسطے قصبہ اور دیہات سے جمع کیا اس اثناء میں چندہ فراہم کرنے والوں میں سے ایک شخص نے چھ روپیہ اپنے صرف میں کرلیا اور آج تک نہیں دیا برابر جھوٹے وعدے کرتا رہا اور بقیہ روپیہ بھی اُس روپیہ کے نہ ملنے کی وجہ سے اب تک نہیں روانہ کیا گیا اب اس روپیہ کو کسی صرف میں لانا چاہئے یا اُن اشخاص کو واپس کر دینا چاہئے، یا صرف مسجد یا مدرسہ میں یا مطبع علماء میں صرف کرنا چاہئے اور جس شخص نے وہ روپیہ نہیں دیا ہے اس کی بابت کیا حکم ہے، ایسے شخص اس بار امانت سے سبکدوش ہوجائے جن کے پاس جمع ہے، زیادہ حدِ ادب!

## الجواب

چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کا ملک رہتا ہے جس کام کے لئے وہ دیں جب اُس میں صرف نہ ہو تو فرض ہے کہ انھیں کو واپس دیا جائے یا کسی دوسرے کام کے لئے وہ اجازت دیں ان میں جو نہ رہا ہو ان کے وارثوں کو دیا جائے یا ان کے عاقل بالغ جس کام میں اجازت دیں ہاں جو اُن میں نہ رہا اور اُن کے وارث بھی نہ رہے یا پتا نہیں چلتا یا معلوم نہیں ہوسکتا کہ کس کس سے لیا تھا، کیا کیا تھا، وہ مثل مالِ لقطہ ہے، مصارفِ خیر مثل مسجد اور مدرسہ اہل سنت ومطبع اہل سنت وغیرہ میں صرف ہوسکتا ہے، وھو تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۲۸:**

چہ میفرمایند علمائے دین متین اندریں مسئلہ کہ علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۹۹۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/۳۶۴
جامع الترمذی ابواب السیر باب ما جاء فی قبول ہدایا المشرکین امین کمپنی دہلی ۱/۱۹۱

وقتیکہ قضاۃ را وظیفہ مقررہ از بیت المال باشد و مع ہذا اینان وہ بدہ بگردند و برائے خود بلا اجازۃ سلطانی خلد اللہ تعالٰی سلطنتہ آمین ثم آمین مال از خاص رعایا بعضے جبرًا و قہرًا و بعضے سوالاً وتضرعاً جمع میکنند و خلاف او جائز می شمارند میخورند نہ آنکہ در معظمات امور مملکت و سلطنت صرف میکنند پس این فعل وقول قضاۃ مذکور موافق شرع قویم وصراط مستقیم ہست ویانہ۔ بینوا توجروا۔

جو شرعی جج (قضاۃ) ہیں، بیت المال سے آتنا وظیفہ مقرر ہے مگر اس کے باوجود وہ بستی بستی میں چکر لگاتے ہیں، اور خود اپنے لئے بغیر اجازت شاہی، اللہ تعالٰی اس کی بادشاہی کو ہمیشہ برقرار رکھے، آمین پھر آمین پھر آمین، خاص رعایا سے مانگتے ہیں، کچھ ان میں جبر اور زبردستی اور کچھ منت و سماجت سے گڑگڑا کر مال جمع کرتے ہیں اور خلاف کو جائز سمجھتے ہوئے جمع شدہ مال کھا جاتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ بادشاہی اور مملکت کے بڑے بڑے کاموں میں اس کو خرچ کریں، پس جج صاحبان کا یہ رویہ اور قول شرع مقدس اور صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان فرما کر اللہ تعالٰی سے اجر و ثواب پاؤ۔ (ت)

## الجواب

اگر بجبر میگیرند ظالم و غاصب اند قال اللہ تعالٰی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1] و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ[2] واگر بسوال و تضرع میگیرند نیز حرام ست قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی[3] در ہندیہ وغیرہا ست ما جمع السائل

اگر وہ لوگوں سے زبردستی لیتے ہیں تو اس صورت میں ظالم اور غاصب ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگو! ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون، مال اور آبرو۔ اور اگر عاجزانہ طور پر گڑگڑا کر سوال کرتے اور لیتے ہیں تو پھر بھی حرام ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

[2] صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۷

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن عمرو دارالفکر بیروت ۲/۱۹۲

سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب من یعطی من الصدقۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۱

بالتکدی فھو خبیث[1] بر سلطان اسلام و ولاۃ وحکام ومحتسبان ولاۃ مقام فرض است کہ آنہارا ازیں کردار بازدارند قال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان[2] قال اللہ تعالٰی لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ماکانوا یصنعون[3] نسأل اللہ العفو والعافیۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔

وخیرات کسی مالدار اور طاقتور اور تندرست آدمی کے لئے حلال نہیں، چنانچہ فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے، کاوش اور چھینا جھپٹی سے جو کچھ سائل نے جمع کیا ہے وہ خبیث (ناپاک) مال ہے۔ لہذا شاہ اسلام مقرر کردہ والی، حکام اور احتساب کرنے والے بلند عہدہ رکھنے والے، اُن پر فرض ہے کہ ایسے ذلیل سائلوں کو اس کارروائی سے روک دیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے زور بازو سے بدل دے (یعنی اسے بند کردے) اگر یہ طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے اصلاح کرے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر اسے دل سے برا جانے لیکن یہ سب سے ضعیف تر ایمان ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے اللہ والے اور پادری انھیں کیوں نہیں روکتے بلاشبہہ بہت بری کارروائی ہے جو وہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)



**مسئلہ ۲۲۹:** حکیم محمد حسن از بہیڑی ضلع بریلی ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محکمہ آبکاری میں جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے ملازمت کرتے ہیں مثلاً جیسے کہ انسپکٹر آبکاری، یہ ملازمت جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو کس وجہ سے اور ناجائز ہے تو کس وجہ سے؟ دلائل بیان فرمائیے فقط۔

## الجواب

شراب کا بنانا، بنوانا، چھونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا، مول لینا دلوانا سب

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۳/۴۹

[3] القرآن الکریم ۵/۶۳

حرام حرام حرام ہے۔ اور جس نوکری میں یہ کام یا شراب کی نگاہداشت اُس کے داموں کا حساب کتاب کرنا ہو سب شرعًا ناجائز ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ :

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] (لوگو) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایکدوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لعن اللہ الخمر وشاربها وساقیها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة الیہ وآکل ثمنها۔ رواہ ابوداؤد[2] والحاکم وصححه عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

شراب، اسے پینے والا، پلانے والا، فروخت کرنے والا، خریدنے والا، کشید کرنے والا، کشید کروانے والا، اسے اٹھانے والا، جس تک اٹھاکر لے گیا اور اس کی قیمت استعمال کرنے والا، اللہ تعالٰی نے ان سب پر لعنت فرمائی۔ امام ابوداؤد اور امام حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور اس نے (یعنی حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما کی سند سے اس کی تصحیح فرمائی، واللہ تعالٰے اعلم (ت)

**مسئلہ ۲۴۰:** مسئولہ مولوی ظفرالدین صاحب مدرس مدرسہ نورالہدی پانکی پور ڈاک خانہ سندرو چہارشنبہ ۱۵ شوال ۱۳۳۴ھ

حضور کا کیا حکم ہے کہ ایک عورت کے اُوپر جن آتا ہے اور وُہ علانیہ اُس کو دیکھتی ہے اور وہ اُس کے پاس آکر روپے وغیرہ نوٹ دے کر جاتا ہے تو آیا اُس نوٹ اور روپے کو صرف کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور استعمال میں لانا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

وُہ جن جو کچھ اُس عورت کو دیتا ہے اس کا لینا حرام ہے کہ وُہ زنا کی رشوت ہے۔ درمختار میں ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب العصیر للخمر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۱
المستدرک للحاکم کتاب الاشربہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۴۵

ما يدفعه متعاشقان رشوة[1] آپس میں معاشقہ کرنے والے جو کچھ دیں وہ رشوت میں شمار ہے۔ (ت)

اگر وُہ لینے پر مجبور کرے لے کر فقرا پر تصدق کردیا جائے اپنے صرف میں لانا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۴۱:** از فرخ آباد شمس الدین احمد ۱۸ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

درخت تاڑ کی فصل فروخت کرنا یعنی تاڑی نکال کر بیچنے کی اجازت دینا اور اس کی قیمت لینا درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

## الجواب

ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۴۲:** مسئولہ ولی محمد کلاہ فروش بازار چوک بہرائچ چہارشنبہ ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

خیاط لوگ اُن کپڑوں میں سے جو اُن کے پاس بغرض سلائی لے جاتے ہیں کچھ تھوڑا کپڑا بمقدار ایک کُلاہ کے بچالیتے ہیں اور اُس کپڑے کی کُلاہ وغیرہ بنا کر بدست کُلاہ فروش بہ نسبت شرح قیمت دوسری ٹوپیوں کے کم قیمت پر فروخت کرلیتے ہیں کوئی شخص بازار کے تمام کلاہ فروشاں میں سے سوائے ایک شخص کے انکار اُن خیاطوں کی ٹوپیاں وغیرہ خریدنے اور اُن کے منافع سے مستفیض ہونے سے نہیں کرتا ہے، اور محترز کی سعی سے اصلاحِ حال خیاط لوگوں کی اور خریدکرنیوالے کلاہ فروشاں کی غیر ممکن ہے۔ کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین کہ محترز اگر ایسے پارچہ کی ٹوپیاں وغیرہ خیاط لوگوں سے خرید کرلے تو محترز باعثِ معصیت ہوگا یا نہیں؟

## الجواب

ضرور معصیت وحرام ہے، اور یہ خیال کہ ان کے پاس چھوڑے تو یہ بند نہیں ہوتا محض بے معنی ہے، اس کا حساب اس پر اور اُن کا حساب اُن پر۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۴۳:** مرسلہ مرزا عبدالرحیم بیگ مدرس مدرسہ جماعت ناروا ڑی محلہ رنچھوڑ لین کراچی بندر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین متین:

میں نے سُنا ہے کہ بیاج کے جائز ہونے کا بھی آپ نے کوئی حیلہ کیا ہے آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو کس طرح؟ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۶۲

## الجواب

بیاج کے جائز کرلینے کا حیلہ کرلینا مسلمان کی شان نہیں یہ بھی مجھ پر محض افترا ہے میرے فتاوٰی میں جابجا اس کا رد موجود ہے، اور اگر اس کا نام حیلہ ہے کہ کوئی شرعی جائز صورت کی جائے جس میں نفع حاصل ہو اور بیاج حرام مردود و نجس سے نجات ہو تو اسے خود صاحبِ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح البخاری میں ہے۔ ت) ائمہ دین نے اس کی متعدد صورتیں ارشاد فرمائیں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں اُس کے لئے خاص ایک فصل تحریر فرمائی اسے بیاج جائز کرلینا نہ کہے گا مگر گمراہ، اس کی تفصیل میرے رسالہ کفل الفقیہ[ع] میں ہے جو مطبع اہلسنت سے مل سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۴۲:** از سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ جناب مولوی چودھری عبدالحمید خانصاحب زید مکارمہم رئیس ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

جناب اعلحضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ ادام اللہ ظلالہ علی رؤس الطالبین حاکم اگر اپنے کسی کام کے لئے قرض مانگے اور اس پر سُود دے اور جو سُود نہ لے اُس سے جو رقم ناجائز لی جاتی ہے اُس میں اسی حساب سے تخفیف کردے اس کی بابت کوئی مطالبہ نہیں، نہ شرط ہے، لہذا وہ کمی اُن کے واسطے جائز ہوگی یا نہیں اگرچہ اس قرض میں حاکم کا حکم اتنا ہے کہ خوشی سے ضرور دینا چاہئے جبر نہیں بایں ہمہ اُس کے ملازمین اپنے اثر سے ہر ایک کو اس کے دینے پر مجبور کرتے ہیں، ان سب باتوں پر غور فرما کر ارشاد فرمایا جائے کہ بموجب اس کے عمل کیا جائے۔ والسلام مع الاکرام۔

## الجواب

کوئی زمیندار مثلاً کاشتکاروں سے جبراً کوئی ناجائز رقم وصول کرتا ہو کاشتکار بمجبوری دیتے ہوں پھر اس کا کوئی کام آکر پڑے اور وہ کہے کہ اس کام میں میری مدد کر تو یہ رقم چھوڑ دوں گا یا اتنی تخفیف کردوں گا، تو اس ترک یا تخفیف کا قبول کرنا اس پر واجب ہے کہ جب وہ رقم ناجائز ہے تو جس طرح اُس کا لینا گناہ ہے دینا بھی حرام ہے ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[۱] (جس کا

---

[ع] رسالہ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام القرطاس الدراھم فتاوٰی رضویہ جلد ۱۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں صفحہ ۳۹۵ پر مرقوم ہے۔

[۱] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۶

لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔ ت) حرام سے جتنا بچ سکے لازم ہے مگر وہ کام جس کے صلہ میں یہ ناجائز رقم زمیندار چھوڑے اس کا دیکھنا لازم ہے اگر وہ خود ناجائز ہے تو اس میں اسے مدد دینی حرام ہے اور اس رقم کی بچت اس کا عذر نہیں ہوسکتی کہ رقم ناجائز کا جبراً لینا اس کا جرم ہے اور دوسرے کے ناجائز کام میں شریک ہونا اس کا جرم ہے ہاں اگر وہ اس ناجائز کام پر مجبور کرے اور مجبوری واقعی ہو جس پر وہ زمیندار قدرت رکھتا ہے تو بحالت اکراہ شرعی جس فعل ناجائز کی رخصت دی جاتی ہے رخصت دیں گے اور اس حالت میں اس رقم ناجائز کی کمی قبول کرنا اس پر واجب ہوگا لیکن اگر زمیندار مجبور نہیں کرتا اس کے نوکر چاکر دباتے ہیں اور وہ اسے مجبور شرعی نہیں کرسکتے تو صرف اُن کی خاطر یا دھمکی سے ناجائز کام جائز نہ ہوجائیگا اور اگر وہ کام جائز ہے تو اس میں بقدر ضرورت مدد دے کر وہ صلہ قبول کرنا شرعاً واجب ہے کما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۴۳** ازمقام مذکور مرسلہ چودھری صاحب مذکور ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

آخر فقرہ جو اُس مکتوب میں درج ہے کہ لیکن اگر زمیندار خود مجبور نہیں کرتا اس کے نوکر چاکر دباتے ہیں اور وہ اسے مجبور شرعی نہیں کرسکتے تو صرف اُن کی خاطر یا دھمکی سے ناجائز کام جائز نہ ہوجائے گا' یہ بالکل سچ ہے مگر غور طلب یہ امر ہے کہ وہ نوکر جو ذی اختیار ہوں اور جن کو سزا و جزا کا پورا اختیار ہو اور جن کی رپورٹ پر اُن کے آقا ضبطی جائداد وغیرہ سب کچھ کرتے ہوں تو اُن کا دبانا یا اظہار ناخوشی کرنا اور وعید سے کام لینا ایسا نہ ہوگا جیسا معمولی نوکروں کا کہنا سننا یا دبانا بلکہ اُن کا کہنا سننا دبانا یا وعید سے کام لینا یہ سمجھنا چاہئے کہ ہو بہو اُس کے آقاؤں کا وہ فعل ہے اگرچہ بظاہر اُن کے آقا اس امر کا اعتراف کرتے ہوں کہ یہ ہمارے حکم کی تعمیل ہماری رعایا کی خوشی پر منحصر ہے۔

## الجواب

ایک تخویف واقع ہوتی ہے معلوم ہے کہ ایسا نہ ہوا تو معاذ اللہ ضبطی جائداد وغیرہ ناقابل مضرتوں کا سامنا ہے اور ایک نری دھمکی ثانی کا اعتبار نہیں۔

قال اللہ تعالٰی وذلکم الشیطان یخوف اولیاءہ فلاتخافوہ وخافون ان کنتم مؤمنین[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) یہ شیطان ہے کہ تمھیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو اُن سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۵

اور اول ضرور معتبر ہے اور الامن اکرہ کی حد میں داخل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۲۴۶** کوہ رانی کھیت صدر بازار مرسلہ منشی عنایت خاں صاحب مورخہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس باب میں کہ پیش امام صاحب رانی کھیت نے ایک رنڈی کی نماز جنازہ پڑھائی کہ جس کا کوئی عمل اور بظاہر وضع نہ لباس مسلمانوں کا تھا اس واقعہ کے چند یوم کے بعد پیش امام صاحب نے نماز جمعہ سے قبل اپنے اس فعل کی تائید میں بطور وعظ کے فرمایا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں تھا کہ یہ عورت کون ہے اور جو شخص مجھ کو بلاکر واسطے نماز جنازہ کے لے گیا ہے یہ کون ہے میں نے نہ سمجھا کہ یہ مرد بھڑوا اور یہ عورت رنڈی ہے اور اس نماز جنازہ میں کچھ معاوضہ بھی مولانا صاحب کے نذر کیا جس کو مولانا صاحب نے دوران وعظ فرمایا کہ ہم تیراک ہیں ہم تیرنے کے ذریعہ سے غرقاب ہونے سے بچ سکتے ہیں جاہل نہیں بچ سکتا ہے اور بازار والوں نے جو مجھ پر نکتہ چینی کی ہے وہ بھی رنڈیوں کے ہاتھ اپنا مال فروخت کرنا بند کردیں کیونکہ رنڈیوں سے مال کے بالعوض بھی پیسہ ناجائز ہی حاصل ہوتا ہے اور جب بازار والے اس میں اتفاق کرلیں تو مجھ کو بھی اُن سے اتفاق ہوگا' اور مولانا صاحب نے یہ فرمایا کہ جو پیسہ اس جنازہ کی نماز میں مجھ کو ملا ہے اس پیسہ کو جیسی اس کی اصلیت ہے ایسی ہی جگہ صرف کردوں گا مثلاً پاخانہ اٹھانیوالی بھنگن کو دے دوں گا' اور ایک قصہ اس ناجائز پیسہ کی صرف کرنے کی بابت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ذکر فرمایا کہ ایک بادشاہ کے یہاں خزانہ میں روپیہ کی کمی ہوئی تو انھوں نے وزیر صاحب سے روپیہ حاصل کرنے کی بابت مشورہ کیا تو وزیر صاحب نے ان کو رائے دی کہ فلاں فقیر کے پاس بہت سا روپیہ ہے اس سے روپیہ طلب کیا جائے، غرض کہ فقیر بلایا گیا فقیر سے روپیہ طلب کیا گیا فقیر نے بادشاہ سے عرض کی کہ حضور چونکہ آپ بادشاہ اسلام ہیں اور جو پیسہ میرے پاس ہے وہ ناجائز طریقہ سے میں نے حاصل کیا ہے لہٰذا وہ پیسہ اچھا نہیں ہے آپ کے صرف کے قابل نہیں ہے بادشاہ نے فرمایا کہ رعایا کے مکانات مسمار ہوگئے ہیں ہم بھی تیرے پیسہ کو رعایا کے پاخانوں میں صرف کردیں گے' اور مولوی عبدالحی صاحب کے فتوٰی کے حوالہ سے مولانا صاحب نے فرمایا کہ اگر کسی بزرگ یا علمائے دین کی دعوت وغیرہ کرنی ہو اور اس کے پاس پیسہ اچھا نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے اپنے پیسہ کے بالعوض اچھا پیسہ حاصل کرے اور آپ کی دعوت وغیرہ میں صرف اسی دوران وعظ میں مولانا صاحب یعنی پیش امام صاحب نے متقی شخص کی بزرگی آیات قرآنی سے بڑے شدومد کے ساتھ ثابت کی ہے چند مسلمانوں کے خیالات میں لفظ تیراک اور جیسا پیسہ ہے جنازہ کی نماز پڑھانے کے عوض میں مولانا صاحب کو حاصل ہوا اور اس کا صرف ویسی جگہ کردیں گے اور علمائے دین اور بزرگوں کی دعوت وغیرہ دینے

خواب پیسہ کے بجائے دوسرے آدمی سے اچھا پیسہ حاصل کرکے صرف کرنا یہ امور قابلِ اعتراض ہیں۔
امید ہے کہ جواب باصواب مرحمت ہو تاکہ جو شکوک دلوں میں پیدا ہوگئے ہیں وہ رفع ہوں۔

## الجواب

نماز جنازہ پڑھادینے میں حرج نہ تھا جبکہ اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی یہ حالت ہے مگر نماز جنازہ پڑھانے پر اجرت لینی جائز نہیں اگرچہ پاک مال سے نہ کہ ناپاک مال سے کہ دوہرا حرام ہے، اور یہ عذر کہ وہ اپنے یہاں کے پاخانہ میں صرف کر دے گا محض مردود ہے یوں بھی اپنے ہی صرف میں لانا ہوا اور وہ حرام ہے، یہیں سے ثابت ہوا کہ وہ تیراک نہیں اس نے دو غوطے کھائے اور اپنے غرقاب ہونے پر متنبہ بھی نہ ہوا، اور یہ بھی غلط ہے کہ جس کے پاس ناپاک پیسہ ہو وہ اپنے پیسے کے عوض دوسرے پیسہ پاک حاصل کرے اور وہ مطلقاً پاک ہوجائے، بلکہ مسئلہ یوں ہے کہ جس کا مال حرام ہے اس نے اگر اپنا پیسہ کسی کام میں نہ لگایا بلکہ قرض لے کر کوئی کام کیا تو وہ کام جائز ہے اور اگر ایسا شخص کسی کو کچھ دام دے یا دعوت کرے اور کہے کہ یہ میں نے قرض لے کر کی ہے اس کا قول مانا جائے گا جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے ہاں اس نے سچ کہا کہ دکانداروں کو بھی حرام ہے کہ کوئی چیز حرام مال والوں کے ہاتھ بیچ کر وہ زر حرام قیمت میں لے مگر اس کا یہ کہنا خطا ہے کہ دکاندار اس سے باز آئیں گے تو وہ بھی باز آئے گا اوروں کا گناہ کرنا اس کے لئے سند نہیں ہوسکتا ہر شخص اپنی اپنی قبر سنبھالے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۴۷** ازسوائی مادھوپور قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

فریق مغلوب سے خرچہ کچہری ڈگری یا مقدمہ میں جبکہ کچہری دلادے تو اس کا لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

## الجواب

جتنا واجبی خرچہ ہے مدعا علیہ جھوٹے مدعی سے لے سکتا ہے اور سچے مدعی سے لینا حرام، اور مدعی سچا ہو خواہ جھوٹا مدعا علیہ سے شرعاً نہیں لے سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۴۸** ازبلرام پور محلہ پورینا تالاب ضلع گونڈا مرسلہ محمد تیغ بہادر خاں صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک مہتر حال میں مسلمان ہوا ترک پیشہ خود نہ کرکے مثل قدیم اہل اسلام و نیز دیگر اقوام کے جائے ضرور کو صاف کرتا ہے اس نے مسلمانوں کی دعوت کی اپنے کسب سے، چند اشخاص نے اُسکے

گھر پکا ہوا کھانا کھایا باقی لوگ جو مدعو تھے نیز سکنائے قصبہ نے بدیں وجہ انکار کیا کہ وہ اب تک مثل سابقہ مہتر ہے علاوہ مسلمانوں کی جائے ضرور کے دیگر اقوام کی بھی صاف کرتا ہے دشمنانِ دین سے دلی میل وملاپ کے شارع علیہ السلام مانع ہیں چہ جائیکہ ایسی ذلیل خدمت کا برتاؤ اُن کے ساتھ عمل میں لاکر کیسے کوئی کامل الایمان رہ سکتا ہے لکھنؤ یا اور شہر جہاں بڑے بڑے فضلا موجود ہیں کیوں مہتروں کے ساتھ خورد ونوش جاری نہیں ہے پہلے علماء وفضلا نوش فرمائیں اور رواج دیں تب ہم لوگ کھاسکتے ہیں تمام اہل ہنود اس پر معترض ہیں کہ جن جن مسلمانوں نے بھنگی کے یہاں کھایا ہے اُن لوگوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جائے اور انھیں میں یہ قوم بھی متصور ہو یہاں کے مالک ریاست اہلِ ہنود ہیں اور یہی قوم زیادہ تر با اختیار ہے سب مسلمانوں کی ذریعہ معاش وغیرہ اسی سے ہے اگر عمائدین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہو تو کس قدر ذلت اہل اسلام کی ہوگی جن صاحبوں نے کھایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا دینی بھائی ہے ہم برابر خورد ونوش رکھیں گے اور ازدواج کی بابت نہیں معلوم کیا خیال ہو وہ اپنے بھائی کو ایسی ذلیل حالت میں زندگی بسر کرتے نہیں معلوم کیسے ملاحظہ فرمانا پسند کر رہے ہیں جبکہ ہزاروں اور ذرائع معاش جو اس حالت سے طیب وپاک ہیں بآسانی ہوسکتے ہیں کیوں دریغ فرمارہے ہیں اور باعثِ ننگ وعار اسلام ہیں۔



## الجواب

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، کسب الحجام خبیث[1] پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔ علماء فرماتے ہیں، لتلوثہ بالنجاسات اس لئے کہ اُسے نجاست سے کام پڑتا ہے۔ تو بھنگی کا پیشہ کس درجہ خبیث تر ہوگا۔ علماء فرماتے ہیں، لایجوز خدمۃ الکافر باجر کافر کی خدمت گاری کی نوکری جائز نہیں کہ اس میں معاذ اللہ مسلمان کی تذلیل ہے تو ایسی سب سے ذلیل تر خدمت کیونکر حلال ہوسکتی ہے، اور جب وہ مسلمان ہے تو دینی بھائی ضرور ہے مگر دینی بھائی ہونے سے یہ لازم نہیں کہ باوصف اس کی ایسی شنیع حرکت کے وہ مسلمان ہو کر کافروں کے آگے اپنے آپ کو اس درجہ ذلیل کرتا ہے اور حرام اُجرت کھاتا ہے اُس سے میل جول ایسا ہی رکھیں جیسا صالحین سے، اور جبکہ اس کی کمائی خبیث ہے تو اُسے بھی یونہی کھائیں جیسے پاک مال کو، اُس پر لازم ہے کہ جب وہ مسلمان ہوا اس ناپاک پیشہ کو ترک کرے اور کافروں کے سامنے اسلام کا نام ذلیل نہ کرے اُس سے میل جول نہ کیا جائے اور اُس کی ناپاک کمائی کا کھانا نہ کھایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی کسب الحجام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۳۰

**مسئلہ ۲۴۹** از شہر محلہ باقر گنج مرسلہ عنایت خاں ۱۲ جمادی الاُخریٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب کافروں کا میلہ دریا پر ہوتا ہے تو یہ پنڈتوں کو اپنے گھر سے دال چاول لیجاکر دیتے ہیں یعنی پُن کرتے ہیں، وہ لوگ اس کو جمع کرکے فروخت کرڈالتے ہیں دکانداروں کے ہاتھ، اور اُن دکانداروں سے ہم لوگ خریدتے ہیں اگر ہم خود اس پنڈت سے خریدلیں بازار سے کچھ زیادہ دی جائیں تو جائز ہے یا نہیں، اور اُن کو خرید کر اگر نیاز دلوائی جائے مثلاً حضرت پیرانِ پیر کی، جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

اُس اناج کا بازار سے بھی خریدنا حلال، پنڈت سے بھی خریداری جائز، اس پر نیاز شریف بھی مباح۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۵۰** از جھالرا پاٹن راجپوتانہ مرسلہ محمد ثواب علی صاحب سوداگر چرم

یہاں ایک روپے کا نوٹ چلا ہے اور ریاست سے تنخواہ داروں کو روپیہ کے عوض نوٹ ملتا ہے، بازار میں خریدار صراف وغیرہ پندرہ آنے اور ساڑھے پندرہ آنے کو خریدتے ہیں، یہ آنہ اور آدھ آنہ مسلمانوں کو لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس قسم کا لین دین سُود میں داخل ہوگا یا منافع میں؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

روپے کا نوٹ پندرہ آنے کو بیچنا خریدنا مطلقاً جائز ہے جبکہ باہم رضامندی اور کوئی مانع شرعی عارض نہ ہواسے سُود سے کوئی علاقہ نہیں۔ حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا:

اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم[1]۔ جب دو نوع مختلف ہوں تو پھر جس طرح چاہو خرید وفروخت کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۲۵۱** از جھالرا پاٹن راجپوتانہ مرسلہ محمد ثواب علی صاحب سوداگر چرم

افیون کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ غیر قوم اس سے فائدہ حاصل کررہی ہے اور اہل اسلام محروم ہیں شرع شریف نے اس قسم کا بٹہ لینا دینا اور تجارت کسی طریقہ سے جائز رکھی ہو تو جواب تشریح کے ساتھ مرحمت فرمایا جائے۔

---

[1] نصب الرایۃ کتاب البیوع المکتبۃ الاسلامیہ ۴/۴

## الجواب

افیون نشہ کی حد تک کھانا حرام ہے اور اسے بیرونی علاج مثلاً ضماد و طلاء میں استعمال کرنا یا خوردنی معجونوں میں اتنا قلیل حصہ داخل کرنا کہ روز کی قدر شربت نشے کی حد تک نہ پہنچے تو جائز ہے اور جب وہ معصیت کے لئے متعین نہیں تو اس کے بیچنے میں حرج نہیں مگر اس کے ہاتھ جس کی نسبت معلوم ہو کہ نشہ کی غرض سے کھانے یا پینے کو لیتا ہے،

لان المعصیۃ تقوم بعینہا فکان کبیع السلاح من اھل الفتنۃ۔

اس لئے کہ گناہ عین شے کے ساتھ قائم ہوتا ہے پھر اس کی مثال اس طرح ہوتی جیسے "اہل فتنہ" پر ہتھیار فروخت کرنا۔ (ت)

اور جب اس کی تجارت مطلقاً حرام نہ ہوئی بلکہ جائز صورتوں پر بھی مشتمل ہوئی تو زیادہ مقدار تاجروں کے ہاتھ بیچنا اور ہلکا ہو گیا کہ یہاں تعین معصیت اصلاً نہیں اور ان کا نشہ داروں کے ہاتھ بیچنا ان کا فعل ہے،

وتخلل فعل فاعل مختار یقطع النسبۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا۔

کسی فاعل مختار کا درمیان میں گھسنا نسبت کو منقطع کر دیتا ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

یہ صورتیں اس کے جواز کی نکلتی ہیں اور اہل تقوٰی کو اس سے احتراز زیادہ مناسب۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۵۲:** از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ مولوی عبدالحلیم میرٹھی ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کچہری کا ملازم چپراسی جو روپیہ مقدمہ بازوں سے انعام کی صورت میں وصول کرتا ہے اور بعض صورمیں بجبر و رصورتیکہ رشوت کے حکم میں داخل ہوا اب توبہ کرنے کے بعد درانحالیکہ ان اشخاص کو واپس کرنا اُن سے اجازت لینا اور قصور معاف کرانا از قبیل محالات ہو گیا ہو کس مصرف میں لایا جائے۔ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

انعام اگر واقعی بطورِ انعام بلا جبر ظاہر و بے اندیشہ اضرار آئندہ بطیب خاطر ہو حلال ہے اور جو بجبر یا رشوۃ ہو حرام قطعی وغصب وغیر مملوک ہے جبکہ واپس دینے کی راہ نہ رہی ہو لازم کہ تمام عمر میں جتنے اموال ایسے لئے ہوں سب کی قدر فقرائے مسلمین پر تصدق کرے اگرچہ یہ تصدق اس کے مال کا استیعاب کرے بے اُس کے اُس سے برا ءت و توبہ نہیں اگر یہ بھی پتا نہ چلے تو برا ءت مطلقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا کل مال قلیل وکثیر، نقیر و قطمیر سب کسی مسلمان غیر صاحب نصاب پر تصدق کر دے اور اس کے قبضہ میں دے دے

اگرچہ وہ فقیر جس پر تصدق کیا اس شخص کا جوان بیٹا یا باپ یا بھائی یا بہن یا زوجہ یا اور کوئی قریب یا بعید ہو بعد قبضہ وہ متصدق علیہ اپنی خوشی سے بعض یا کُل مال اسے واپس کردے یعنی اپنی طرف سے اسے ہبہ کرے یا اُس پر تصدق، تو وہ مال اب اس کے لئے حلال طیب ہوجائے گا مطالبہ سے بھی ادا ہوا اور مال بھی پاک و حلال ملا۔ ہندیہ میں ہے:

له مال فیه شبهة اذا تصدق به علی ابیه یکفیه ذٰلك ولایشترط التصدق علی الاجنبی وکذا اذا کان ابنه معه حین کان یبیع ویشتری وفیها بیوع فاسدة فوهب جمیع ماله لابنه هذا خرج من العهدة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کسی کے پاس مشتبہ مال ہے، جب اسے اپنے والد پر خیرات کردے تو یہ اس کے لئے کافی ہے۔ کسی اجنبی شخص پر صدقہ کرنا شرط نہیں۔ اور اسی طرح جب اُس کا بیٹا اُس کے ساتھ ہو، جبکہ یہ شخص خرید و فروخت کرتا ہو، اور اُس کے کاروبار میں کچھ فاسد سودے ہوں تو یہ اپنا سارا مال اپنے اس بیٹے کو ہبہ کردے تو اس صورت میں یہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۲۵۳:** از رنگون مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل ۷ شعبان ۱۳۳۷ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں کہ اس شہر میں چند سال سے ایک قسم کی سواری جاری ہوتی ہے یعنی انگریزی ساخت کی ٹم ٹم شکل کا دو پہئے والا ہلکا گاڑی ہوتا ہے جسے انسان لے کر دوڑتے ہیں لوگ اُس گاڑی پر سوار ہوتے ہیں اور مناسب معاوضہ گاڑی لے کر دوڑنے والے کو دیتے ہیں غرض گاڑی میں جو کام جانور آتے ہیں وہی کام قریب قریب آدمی کرتے ہیں تو کیا اہلِ اسلام کو اس سواری پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

وہ لوگ اپنی خوشی سے ایسا کرتے اور اس پر اُجرت لیتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں جیسے پالکی کے کہار،

وقد مرت محفة سیدنا شیخ الشیوخ السهروردی رضی اللہ تعالٰی عنه من العراق الی مکة المکرمة علی اعناق الرجال۔ واللہ سبحٰنه اعلم۔

بے شک ہمارے سردار شیخ الشیوخ سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ عراق سے لے کر مکہ مکرمہ تک لوگوں کی گردنوں پر سوار ہو کر گئے واللہ سبحٰنہ اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

**مسئلہ ۲۵۴** ازبریلی گورنمنٹ بوچڑ خانہ مرسلہ نعمت اللہ صاحب ٹھیکہ دار گوشت
۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کٹھلہ گوشت بکری کا اس قسم کا ہے کہ ذبحہ و جھٹکہ گردن مارا ہوا دونوں قسم کا شامل ہے اگر خریدنے سے قبل ہم دو شخص اس کو اس ارادے سے خرید کر کہ ذبحہ ایک آدمی اور جھٹکہ ایک آدمی مگر نام میں وہ کام میرے رہے گا اب وہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور میرے ذمہ کوئی نقصان شرعی رہا یا کہ نہیں؟

## الجواب

جبکہ حلال گوشت میں حرام ملا ہوا ہے اُس کا خریدنا مطلقاً حرام ہے اور اگر متمیز ہو کہ یہ ٹکڑا حلال کا ہے یہ مردار کا، تو صرف حلال کا خریدنا جائز اور مردار کا خریدنا سخت حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۵۵** از شہر جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مرسلہ محمد امین صاحب
۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بازاری عورت کے ہاتھ قیمتاً چیزیں فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟



## الجواب

اُس کے ہاتھ کچھ بیچ کر اس کے زرِ حرام سے قیمت لینا حرام، اُس کے یہاں کوئی اجرت کا کام کرکے اس کے زرِ حرام سے اجرت لینا حرام لان الذی عندھن کالمغصوب کما فی الھندیۃ وغیرھا (اس لئے کہ جو کچھ اُن بازاری عورتوں کے پاس ہے وہ غصب کردہ (یعنی چھینی ہوئی) چیز کی طرح ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ ت) ہاں اگر اس کے سوا کوئی اور ذریعہ حلال بھی اُسکے پاس ہو اور لینے والے کو معلوم نہ ہو کہ یہ قیمت یا اجرت کون سے مال سے ہے تو لینا جائز ہے جبکہ وہ چیز کہ بیچی بعینہٖ اس سے اقامت معصیت نہ ہو جیسے مزامیر، ورنہ بیچنا خود ہی جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۵۶** از سیلیہ علاقہ سیلانہ اسٹیشن ناملی ضلع رتلام مالوہ ریلوے مرسلہ نور محمد و لد صدیق کھتری
۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

مسلمانوں میں ایک قوم کھتری ہے جو رنگائی وغیرہ کا پیشہ کرتی ہے، ان کی قوم میں بائیس ۲۲ گوٹ ہیں یعنی فرقہ، اور اُن میں باہم اتفاق تھا۔ لین دین کھانا پینا وغیرہ ہوتا تھا۔ اب عرصہ پانچ چھ برس سے آپس میں تکرار فساد ہو کر باہم تنازع پیدا ہوا اور علیحدہ ہو گئے۔ ایک فرق سترہ گوٹ والا اور دوسرا

پانچ گوٹ والا، اور اسی نام سے یہ مشہور ہیں، ایک فریق ستراوالے اور فریق ثانی دھڑے والے۔
بنائے فساد یہ ہے کہ جب اُن میں اتفاق تھا اُس وقت میں شادی غمی کا کھانا وہ اس طرق سے پکتا تھا جس کے گھر خوشی ہوتی تو جملہ پنچ اُس کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اور دیگچی میں پانی بھر کر پنچوں کے بیچ میں رکھتے ہیں اور ایک برتن میں علیحدہ گڑ رکھتے ہیں پھر ایک آدمی اٹھیں سے اٹھ کر پنچوں سے اجازت کھانا پکانے کے واسطے گڑ گلانے کی طلب کرتا اُن کی زبان میں کہتا (پنچا موکل) یعنی پنچ اجازت گڑ گلانے کی دو، تو اُس وقت پنچ جواب دیتے ہیں (بسم اللہ) یعنی اجازت دی گئی۔ اس وقت پانچ گوٹ والے جن کا نام دھڑے والے ہے پانچ آدمی اُٹھ کر ایک ایک ڈلی گڑ کی لے کر بسم اللہ کہہ کر اس دیگچی میں ڈال دیتے ہیں، تب کام شروع ہو کر اختتام کو پہنچ جایا کرتا تھا۔ یہ رسم قدامت سے باپ دادا کی قائم تھی، ستراوالوں کو حسد پیدا ہوا کہ دھڑے والے گڑ گلائیں جب کھانا پکے اور یہ اپنا حق جتاتے ہیں کہ گڑ گلانا ہمارا کام ہے تو ہم کو ایسا کھانا منظور نہیں ہے ہم دھڑے والوں سے علیحدہ ہی اچھے ہیں، اس سبب سے آپس میں دو فریق ایک ستراوالے اور دوسرے دھڑے والے ہو گئے۔ دھڑے والوں نے تو اپنی رسم قدیم قائم رکھی کہ ہم اللہ کے ساتھ اس کام کو کرتے ہیں کوئی شرک کفر نہیں کرتے۔ اور ستراوالوں نے رسم قدیم چھوڑ کر نیا طریقہ اختیار کیا کہ جس کے یہاں کھانا وغیرہ پکے تو مالک کھڑا ہو کر اجازت کھانا پکانے کی مانگ لیتا ہے اور وہ کھانا پکا کر کھا لیتے ہیں، ستراوالے کے کھانے کو دھڑے والے نہیں کھاتے اور دھڑے والوں کا ستراوالے، اور یہی باعث نفاق ہے، ستراوالے کہتے ہیں کہ ہم رسمی کھانا نہیں کھاتے شریعت سے منع ہے اُس رسم کو چھوڑ کر اتنا ضرور ہوتا ہے کہ جس کے یہاں کام ہوتا ہے وہ پنچوں سے اجازت ضرور لیتا ہے۔ اگر اور طریقہ سے کھانا پکایا جائے گا تو ستروالے بھی نہیں کھائیں گے، ان دونوں فریق میں سے ایک شخص تنہا اپنے مکان سے نکلا اس کا یہ کہنا ہے کہ میں دونوں فریق کی رسم سے علیحدہ ہوں میں تو سنت رسول اللہ کے موافق سب کو دلوا کر کھانا پکوا کر جو صاحب کھائیں میں کھلاؤں اور اسی طرق پر میں بھی کھاؤں اور بموجب شریعت عورت کو پردے میں رکھتا ہوں اور بیوپار بھی اس طور پر کرتا ہوں کہ سُود نہ لوں نہ دُوں بموجب شریعت کے کرتا ہوں ستراوالوں اور دھڑے والوں کی عورتیں باہر پھرتی ہیں پردہ نہیں ہے میرے اس سنتِ رسول اللہ پر چلنے سے فریقین بیزار ہیں اس واسطے دریافت کیا جاتا ہے کہ جوابات علیحدہ علیحدہ مرحمت فرمایا جائے کہ ستراوالوں کے لئے از رُوئے شرع شریف کیا حکم ہے اور دھڑے والوں کے واسطے کیا حکم ہے اور بیچارے تنہا کا جو شریعت پر چل رہا ہے کیا حکم ہوتا ہے؟

# الجواب

(۱) حدیث میں ہے، جو ایک درہم سُود کا دانستہ کھائے گویا اس نے چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کیا۔[۱] ایک درہم تقریباً یہاں کے اٹھارہ پیسے کا ہوتا ہے تو فی دھیلا ایک بار ماں سے زنا ہوا۔

(۲) یوں ہی نری سخت مجبوری و ناچاری شرعی کے سوا سود دینا بھی ویسا ہی حرام ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُود کھانے والے اور سُود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں سب پر لعنت فرمائی، اور فرمایا: وہ سب برابر ہیں۔[۲]

(۳) عورتوں کا راستوں میں یُوں بے پردہ پھرنا کہ سر کا کوئی بال یا گلے کا کچھ حصّہ یا کلائی یا پنڈلی کا کھلا ہو یا کپڑے باریک ہوں کہ بال وغیرہ اعضاء مذکورہ میں سے کچھ چمکے (سینے یا پیٹ یا پیٹھ میں سے کچھ کھلا ہونا یا چمکنا تو اور بھی سخت ہے) یہ صورتیں حرام ہیں اور اُن عورتوں کے شوہر اگر اس پر راضی یا ساکت ہیں یا بقدرِ ضرورت بند و بست نہیں کرتے تو سب دیّوث ہیں، اور حدیث میں ہے: دیّوث پر جنت حرام ہے۔[۳]



یہ تینوں باتیں یا ان میں سے کوئی جس میں پائی جائے فاسق فاجر مستحق عذاب النار ہے، دھڑے والا ہو یا سترا والا یا کوئی اور، اگر ان باتوں کی ممانعت کے باعث اس شخص تنہا سے بیزار ہیں تو اور اشد سے اشد گناہگار و سزاوارِ غضبِ جبار ہیں۔ ان تین باتوں کا تو یہ جواب ہے، ربا کھانے کا جھگڑا، اُس میں سترا والوں پر چار الزام ہیں:

---

[۱] اللاٰلی المصنوعۃ کتاب المعاملات دار الکتاب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۲۷ و ۱۲۸
اتحاف السادۃ المتقین کتاب آفات اللسان الآفۃ الخامسۃ عشر دار الفکر بیروت ۷/ ۳۵۳
الترغیب والترھیب الترھیب من الربا حدیث ۱۲، ۱۵ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶ و ۷
الموضوعات لابن جوزی باب تعظم امر الربا علی الزنا دار الفکر بیروت ۲/ ۲۴۵
الکامل لابن عدی ترجمہ عبداللہ بن کیسان " " " ۴/ ۱۵۴۸
الدر المنثور بحوالہ ابن ابی الدنیا والبیہقی تحت آیۃ ۲/ ۲۷۵ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/ ۳۶۴
[۲] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷
[۳] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۹ - ۱۲۸

(i) ایک یہ کہ دھڑے والوں کا ایک قومی امتیاز جو قدیم سے چلا آتا تھا اُس پر حسد کیا اور حسد کار شیطان ہے۔

(ii) دوسرے یہ کہ اُس کے سبب جماعت میں تفریق کر دی، بندھی گرہ کے دو گروہ مختلف کر دیئے کہ یہ اُن کے یہاں نہ کھائیں وہ اُن کے یہاں نہ کھائیں۔

(iii) تیسرے یہ کہ وُہ کھانا جسے قدیم سے ان کے باپ دادا اور یہ خود کھاتے آئے اسے اب نفسانیت کے سبب شریعت سے حرام بتایا یہ سخت جرم ہے وہ کھانا نہ اُس رسم کے باعث شرعًا جب حرام تھا نہ اب ہے۔

(iv) چوتھے یہ کہ خود ایک رسم نکالی اور اُس طرح کھانا نہ پکے تو نہ کھائیں گے، تو ان کے مُنہ خود ان کا کھانا شریعت سے حرام ہوا، رسم کی پابندی اگرچہ عوام حد سے زیادہ کرتے ہیں مگر اس کو شرعًا واجب نہیں جانتے رسم ہی سمجھتے ہیں، تو جس رسم میں خود کوئی شرعی برائی نہ ہو اس میں قوم کی موافقت ہی کا حکم ہے اور اُس میں اختلاف ڈال کر نکو بننا شرعًا معیوب ہے، یہ ایک الزام اس تنہا شخص پر بھی خاص اس بارے میں ہے۔ حدیث میں ہے:

خالقوا الناس باخلاقھم[1] لوگوں سے ان کے اخلاق کے مطابق اخلاق کا برتاؤ اور سلوک کرو۔ (ت)

دھڑے والوں پر اس بارے میں کوئی الزام نہیں، ہاں اگر کوئی شخص اُس گڑ کی رسم کو ضروری و حکم شرعی جانے تو وُہ ضرور جھُوٹا اور سخت اشد الزام کا مورد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۵۷:** از شہر بریلی مسئولہ شوکت علی صاحب ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں کہ ناجائز روپیہ یعنی سُود و شراب و رشوت وغیرہ اگر نیک کام مسجد، مدرسہ، چاہ، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اُس مسجد میں نماز، مدرسہ میں علم اور چاہ کا پانی اور فاتحہ عرس کا کھانا کھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اُسی روپیہ کو خیرات کیا جائے اور امیدِ ثواب رکھی جائے تو کیا حکم ہے؟ ایسے روپیہ کو کسی شرعی حیلہ سے جائز کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ حیلہ کیا ہے؟

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الباب الثانی الفائدۃ الثالثۃ دار الفکر بیروت ۶/ ۳۵۴

## الجواب

حرام روپیہ کسی کام میں لگانا اصلاً جائز نہیں، نیک کام ہو یا اور، سوا اس کے کہ جس سے لیا اُسے واپس دے یا فقیروں پر تصدق کرے۔ بغیر اس کے کوئی حیلہ اُس کے پاک کرنے کا نہیں، اُسے خیرات کرکے جیسا پاک مال پر ثواب ملتا ہے اس کی امید رکھے تو سخت حرام ہے، بلکہ فقہائے نے کفر لکھا ہے۔ ہاں وہ جو شرع نے حکم دیا کہ حقدار نہ ملے تو فقیر پر تصدق کردے اس حکم کو مانا تو اس پر ثواب کی امید کرسکتا ہے مسجد مدرسہ وغیرہ میں بعینہ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں خریداری میں اگر یہ نہ ہوا کہ زرحرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے اُس نے دی اُس نے قیمت میں زرحرام دیا تو جو چیز خریدی وہ خبیث نہیں ہوتی، اس صورت میں فاتحہ وعرس کا کھانا جائز ہے اور اکثر یہی صورت ہے، مسجد میں نماز مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے اور کنویں کا پانی تو ہر طرح جائز ہے اگرچہ اس میں وہ نادر صورت پائی گئی ہو کہ خباثت آتی تو اینٹوں مسالے میں نہ کہ زمین کے پانی میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۵۸ تا ۲۶۱:** از بھیرہ ضلع شاہ پور محلہ پراچگان مسئولہ محمد رحیم پراچہ بابلی ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) کسی امر کے ثبوت یا عدم ثبوت پر مسلمین عاقلین کا طرفین سے شرط مالی لگانا حلال ہے یا حرام؟

(۲) طرفین سے ایک کا دعوٰی ثابت ہوجانے پر مطابق شرط دوسرے کی طرف آیا ہوا مال کھانا حلال ہے یا حرام؟

(۳) ایک متقی عالم دین کا شرط کو حرام کہہ کر پھر اسی شرط کے مال سے کھالینا کیا حکم رکھتا ہے؟

(۴) جس مال پر شرط لگائی گئی ہو اس کے استعمال کرنیوالے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا اجزاکم اللہ (بیان فرمائیے اللہ آپ کو جزا دے۔ ت)

## الجواب

(۱) طرفین سے شرط بدنا حرام ہے، تنویر الابصار میں ہے،

حل الجعل ان شوط المال من جانب واحد وحرم لو شرط من الجانبین[1]۔ انعام یافتہ مال حلال ہے اگر شرط ایک طرف سے ہو، اور حرام ہے اگر شرط دونوں طرف سے ہو۔ (ت)

(۲) جب طرفین سے شرط بدی گئی تو جو جیتے اُسے مال لینا اور کھانا اور ہارنے والے کو اُسے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

مال دینا سب حرام لانہ خبیث حصل بسبب خبیث (اس لئے کہ وہ ناپاک ہے کیونکہ ناپاک سبب سے حاصل ہوا ہے۔ ت)

(۳) اگر وُہ عالم خود ایک فریق تھا تو مستحق کب ہوا، حرام کار ہے، اور اُسے کھائے تو حرام خور ہے۔ اور اگر یہ کسی فریق میں نہ تھا اور جیتنے والے نے مال لے کر اُسے دیا جب بھی حرام ہے کہ وہ مال مغصوب ہے جن سے لیا تھا فرض ہے کہ انھیں پھیر کردے نہ کہ دوسرے کو، اور اگر جیتنے والے نے مال لیا اور ہارنے والے کی اجازت سے عالم کو دیا تو عالم کے لئے حلال ہے کہ باجازت مالک ہے۔

(۴) اس کا حکم بیان سابق سے واضح ہے جیتنے والے کو حرام اور ثالث کو بھی بلا اجازت مالک حرام، ان دونوں صورتوں میں وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ اور باجازت مالک حلال ہے اور امامت میں مخل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۶۲** ازشہر بریلی مسئولہ شوکت علی صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا کہ ملازمت چونگی کی جائز ہے یا نہیں؟ اور حاکمِ وقت کو اس کا روپیہ تحصیلنا جائز ہے یا نہیں، یہ روپیہ رعایا سے تحصیل کرکے رعایا ہی کی آسائش کے واسطے روشنی سڑک وغیرہ کے کام میں لگادیتے ہیں اور چونگی کا محصول چرانا جائز ہے یا نہیں؟



## الجواب

نیک نیت سے چونگی کی نوکری تحصیل وصول کی جائز ہے نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الخ (درمختار وغیرہ بڑی کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی الخ۔ ت) چوری یعنی دوسرے کا مال معصوم بے اُس کے اذن کے اُس سے چھپاکر ناحق لینا کسی کو بھی جائز نہیں اور نوکر کا خلاف قرار داد کرنا غدر ہے اور غدر مطلقاً حرام ہے نیز کسی قانونی جُرم کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو بلاوجہ ذلت و بلا کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی جُرم ہے کما استفید من القراٰن المجید والحدیث (جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ ت) رہا یہ کہ حکام وقت کو اس کا تحصیلنا شرعاً کیسا ہے نہ حکام کو اس سے بحث ہے نہ سائل کو حاکم سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۶۳** ازانگت پوری ضلع ناسک مرسلہ سعید الدین صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طوائف نے اپنی ناپاک کمائی حرام کاری کے روپیہ سے ایک مکان خرید کیا اور اس کو بنام چند اشخاص سپرد کرکے لکھ دیا کہ اس مکان کی آمدنی مسجد کے اصراف میں خرچ کی جائے اور ان کو اس کا اختیار بیع و رہن حاصل نہیں کیا ایسے مکان کی آمدنی

اصراف اخراجاتِ مسجد میں صرف کرنا درست و جائز ہے۔ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

ایسی اشیاء اکثر قرض سے خریدتے ہیں جب تو ظاہر کہ وہ مال حلال ہے ورنہ عام خریداریوں میں عقد و نقد مالِ حرام پر جمع نہیں ہوتا یعنی یہ نہیں ہوتا کہ حرام روپیہ دکھا کر کہیں اس کے عوض دے دو پھر وہی روپیہ قیمت میں دے دیں، ایسی صورت میں بھی روپے کی خباثت اس شے میں سرایت نہیں کرتی کما ھو مذھب الامام الکرخی المفتی بہ (جیسا کہ امام کرخی کا مذہب ہے کہ جس پر فتوٰی دیا گیا۔ت) ان صورتوں میں اُس مکان کی آمدنی مسجد میں صرف ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۴: از بریلی بازار شہامت گنج مسئولہ عاشق علی دکاندار ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک شخص کی زمین ہے اُس میں ایک اور شخص رہتا ہے عملہ اس کا خام ہے زمیندار زمین فروخت کرنا چاہتا ہے اور اہل محلہ چندہ کرکے خریدنا چاہتے ہیں اس لئے کہ اس مکان کا کرایہ مسجد میں صرف ہوتا رہے جو شخص اس میں رہتا ہے وہ مسجد کے لئے خریدنے سے ناراض ہے وُہ چاہتا ہے کہ میں خریدوں، وہ شخص مسلمان ہے، اس زمین کا خریدنا ہم اہل خیر کو جائز ہے یا اُس شخص کو جائز ہے؟



## الجواب

ظاہر ہے کہ اس شخص کو مکان کی حاجت ہے کہ کرایہ کے مکان میں رہ رہا ہے لہذا اُس کا اپنے لئے چاہنا مذموم نہیں، اور اختیار مالک مکان کو ہے جس کے ہاتھ چاہے بیع کرے، اس میں کسی فریق پر کوئی الزامِ شرعی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵: از کانپور محلہ ٹپکاپور متصل اسٹار پریس مرسلہ برکات احمد صاحب ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ پیشہ کسب اور ناچ گانے کا کرتی تھی اس کو قدرتی طور پر میلان ہوا کہ پیشہ کسب یعنی زنا چھوڑ دے چنانچہ اُس نے اُس سے توبہ کی پھر وُہ ایک بزرگِ طریقت زید سے مرید ہوگئی تاہم پیشہ ناچ گانے کا اب تک کرتی ہے پیر صاحب نے اُس کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اس پیشہ کو اس وقت تک جب تک اُس کے پاس ایک معقول سرمایہ جمع ہوجائے کرتی رہے ایسی حالت میں ہندہ اور اس کا مرشد زید کسی گناہ کے مرتکب ہیں اگر ہیں تو بروئے احکام شریعت اُن کی کیا سزا ہے؟

## الجواب

یہ ملعون پیشہ حرام قطعی ہے اگر اسے حلال جاننے کا فر ہے کہ نصوص قرآنیہ کا منکر ہے وقد ذکرناھا فی فتاوٰنا (اس کا ذکر ہم نے اپنے فتاوٰی میں کردیا ہے۔ت) جو مال اس سے جمع ہوگا حرام حرام حرام مثل مال غصب ہوگا کہ ہندہ نہ اسے اپنے صرف میں لاسکے گی نہ اپنے پیر کے۔ ہندہ صورتِ مذکورہ میں فاسقہ فاحشہ ہے اور جس نے اس کی اجازت دی اور اس ملعون کام سے سرمایہ جمع کرنے کو کہا وہ حرام کا دلال فاسق فاجر ضال ہے، عجب کہ سائل بزرگِ طریقت لکھتا ہے، بزرگانِ طریقت شیطان خصلت نہیں ہوتے۔ رہی سزاو تعزیر، وہ یہاں کون دے سکتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۶۶** ازموضع بہار ضلع بریلی مرسلہ محمد اسمٰعیل خاں صاحب ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح عدت سے دو ماہ پیشتر ہوا اس میں جو شاہد گواہ بنے ان کو جو کچھ ملا وہ کچھ تو اسی حصہ اس رقم کا مسجد شریف میں دینا چاہتے ہیں تو صرفہ مسجد میں لگایا جائے کہ نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو ہم کو نکاح میں ملا ہے وہ مسجد کے خرچ کے واسطے لے لو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)



## الجواب

اگر اُن کو معلوم تھا کہ یہ نکاح عدت کے اندر ہوا ہے اور پھر شاہد بنے اور اُس پر کچھ لیا تو وہ حرام ہے مسجد میں ہرگز نہ لیا جائے، اور اگر معلوم نہ تھا اور شاہد بننے پر اجرت لی جب بھی باطل و مردود ہے نہ لی جائے، اور اگر معلوم نہ تھا نہ اجرت لی مگر دینے والے نے بطور شاہد دیا کہ یہ وقت پر ہماری سی کہیں جب بھی وہ واقع میں ناجائز ہے، شاہدان کو چاہئے اُسے واپس دیں اور مسجد میں نہ لیا جائے، ہاں اگر یہ صورت ہوتی کہ شاہدوں کو لوگ کبھی کبھی بطور صلہ کچھ دیتے ہیں جس کی عادت نہیں اور اُسی صلے کے طور پر اُن کو دیا جائے اور انھیں نکاح عدت میں نہ ہونے کی خبر ہوتی تو جائز ہوتا اور مسجد میں لینا بھی جائز ہوتا لیکن ظاہر ایسا ہوتا نہیں لہذا نہ لیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۶۷** از دیوگڑھ میواڑ راجپوتانہ مرسلہ عبدالعزیز صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُود لینا باری تعالٰی نے حرام فرمایا جسے موافق فرمانِ خداوندی ہر شخص بُرا جانتا ہے اسی طرح سُود دینا بھی بُرا جانتے ہیں لیکن ایسا شخص جسے روپے کی سخت ضرورت ہے اور قرضِ حسنہ بھی آج کل کسی کو نہیں دیتا اور میواڑ کے مسلمانوں کی حالت

تو بہت کمزور ہے ایسی حالت میں کسی غیر مذہب سے سودی روپیہ لے آئے اور اپنی ضرورت رفع کرے تو کیسا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز میں تو کوئی قباحت نہیں؟

## الجواب

لوگ بے ضرورت باتوں کو ضرورت ٹھہرا لیتے ہیں مثلاً شادی میں کثیر خرچ درکار ہے کچے مکان میں رہتے ہیں پختہ مکان بنانا منظور ہے گزر کے لائق تجارت کر رہے ہیں اور بڑا سوداگر بننا مقصود ہے ان اغراض کے لئے سودی قرض لیتے ہیں یہ حرام ہے، اس کا اور سود دینے کا ایک حکم ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اٰکل الربٰو و مؤکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اُسے لکھنے والے اور اس کے گواہ ان سب پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔ (ت)

وہاں اگر واقعی ضرورت ہے کہ بے اس کے گزر نہیں مثلاً کھانے پینے کو درکار ہے اور کسب پر قادر نہیں، نہ حاجاتِ ضروریہ سے زائد کوئی چیز قابلِ بیع پاس ہے یا قرضخواہ کی ڈگری ہوگئی پاس کچھ نہیں، ادا نہ کرے تو رہنے کا مکان یا جائداد کا ٹکڑا کہ وہی ذریعہ معاش ہے نیلام ہو جائے تو ایسی مجبوریوں میں قرض لے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربا[2] والله تعالٰی اعلم۔

ضرورت مند اور مجبور کو سودی قرض لینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

### مسئلہ ۲۶۸: از مفتی محمد احمد بنگالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص عالم صاحب کو دعوت دے کے مکان میں لائیں اور بنظرِ عزت اچھا کھانا پکا کے کھلائیں اور مربیوں کی ثواب رسانی کے لئے کچھ دعا کرائیں اور آتے وقت اُن کو بطور ہدیہ کچھ نقد دیں تو یہ لینا جائز ہے یا نہیں، اور اجرت علی الطاعۃ اس پر صادق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۶

بحرالرائق باب الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۲۶

## الجواب

اگر یہ معہود واعراف ہے بلانے والا جانتا ہے کہ دینا پڑے گا آنے والا جانتا ہے کہ کچھ ملے گا تو یہ مثل اجرت ہے فان المعروف کالمشروط (جو بات لوگوں میں مشہور ہو وہ شرط کردہ بات کی طرح ہے۔ ت) اور اگر یہ نہیں تو عالم کی خدمت عالم کا اعزاز سب باعثِ اجرِ عظیم ہے اور بلا شرط اعراف جو روز آنہ ملے جائز ہے اور طریقہ نجات یہ ہے کہ عالم پہلے کہہ دے کہ میں دعا کروں گا پڑھ کر ثواب بخشوں گا مگر ہرگز اس پر عوض نہ لوں گا اس کے بعد جو کچھ ملے خالص نذر ہے،

فان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الغنیۃ وغیرھا[1]

اس لئے کہ صریح قول' دلالت (یعنی اشارہ کنایہ سے) فوقیت یعنی اوپر ہوتا ہے، جیسے غنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

اور یہ دعوت بھی ایامِ موت میں نہ ہو،

فانہا شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرھا[2]

کیونکہ دعوت خوشی میں جائز ہے نہ کہ صدمے اور تکلیف میں، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)



ایامِ موت کی دعوت قبول نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

## مسئلہ ۲۶۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کچھ مال بطور قرض حسنہ دے تو یہ قرض دینے والا قرض لینے والے سے اپنا مال طلب کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اگر قرض لینے والا مالدار ہے اور قرض ادا نہ کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

قرضِ حسنہ دے کر مانگنے کی ممانعت نہیں، ہاں مانگنے میں بیجا سختی نہ ہو،

وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ

اگر مقروض تنگدست (اور نادار) ہو تو اُسے آسانی

---

[1] ردالمحتار کتاب الدعوٰی باب دعوی الرجلین دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۳۷

[2] فتح القدیر باب الشہید مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

الی میسرۃ[1]۔ تک مہلت دینی چاہئے۔ (ت)

اور اگر مدیون نادار ہے جب تو اسے مہلت دینا فرض ہے یہاں تک کہ اس کا ہاتھ پہنچے اور جو دے سکتا ہے اور بلا وجہ لیت ولعل کرے وہ ظالم ہے اور اس پر تشنیع وملامت جائز۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطل الغنی ظلم ولیّ الواجد یحل مالہ وعرضہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا مالدار کا ادائیگی قرض میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور پانے والے کا کتراناا ور پہلو بچانا اس کے مال اور عزت کو مباح کردیتا ہے، واللہ تعالٰے اعلم (ت)

**مسئلہ ۲۷:** از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ یہاں دستور ہمیشہ سے ہے کہ کسی کی تقریب شادی یا ختنہ یا اور کوئی تقریب ہوتی تو اعزا واقربا، دوست وآشنا کچھ نقد کچھ روٹی، دال، چاول، تیل، دہی، کپڑا وغیرہ لاتے ہیں جس کو نویدیا نوتا کہتے ہیں جو پہلے بطور مدد ومعونت سمجھا جاتا تھا نہ ادا کرنے پر کوئی گرفت یا تقاضا نہیں تھا لیکن اب ان تقریبوں میں میرے یہاں کوئی سامان نوید لائے اور میں کسی وجہ یا بلاوجہ سامان نہ لے گیا اس پر بعد کو تقاضا ہوتا ہے شکایت ہوتی ہے کہ ہم اُن کے یہاں لے گئے وہ میرے یہاں نہ لائے ایسی حالت میں مجھ سے اگر ادا نہ ہوسکے تو اس کے لئے قیامت میں پرسش ہوگی یا نہیں؟ اس کا حق باقی رہا یا نہیں؟ اور بغیر معاف کئے ہوئے اُس کے معاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

## الجواب:

اب جو نیوتا دیا جاتا ہے وہ قرض ہے اس کا ادا کرنا لازم ہے اگر رہ گیا تو مطالبہ رہے گا اور بے اس کے معاف کئے معاف نہ ہوگا والمسئلۃ فی الفتاوی الخیریۃ (اور یہ مسئلہ فتاوٰی خیریہ میں موجود ہے۔ ت) چارہ کار یہ ہے کہ لانے والوں سے پہلے ہی صاف کہہ دے کہ جو صاحب بطور امداد وعنایت فرمائیں مضائقہ نہیں مجھ سے ممکن ہُوا تو اُن کی تقریب میں امداد کروں گا لیکن میں قرض لینا نہیں چاہتا، اس کے بعد جو شخص دے گا وہ اس کے ذمہ قرض نہ ہوگا ہدیہ ہے جس کا بدلہ ہوگیا فبہا، نہ ہوا تو مطالبہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۰

[2] صحیح البخاری کتاب الاستقراض باب مطل الغنی ظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳

مسئلہ ۲۷۱ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

دستور ہے کہ درختوں سے مسواک و پتہ بلا اجازت مالکِ درخت کے توڑتے ہیں یا مٹی کسی کے مکان کی کلوخ استنجا کے لئے بلا اجازت لیتے ہیں، یا تنکا برائے خلالِ دندان کسی کے چھپر سے کھینچ لیتے ہیں اور اس پر کوئی گرفت و تلاش مالکِ شے کی طرف سے نہیں ہوتی ہے آیا یہ جائز ہے کہ بلا اجازت لیں و تصرف میں لائیں یا نہیں؟

## الجواب

ایسی شے جس کی عادۃً اجازت ہے اور اس پر مالک مطلع ہوگا تو اصلاً ناگوار نہ ہوگا اسکے لینے میں حرج نہیں ورنہ حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۲، ۲۷۳ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) کسی شخص کے پاس چوتھائی حصہ کسی کے پاس نصف کسی کے پاس کل مال سود کا ہے اسکا کھانا کیسا ہے؟



(۲) کوئی شخص چوری میں مشہور ہے لیکن لوگوں کو کھلاتا ہے یہ کھانا کھلانا کیسا ہے؟

## الجواب

(۱) نہ چاہئے احتراز اولٰی ہے اور اگر معلوم ہو کہ یہ گیہوں یا چاول جو ہمارے سامنے کھانے کو آئے عین سود کا ہے تو حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) چوری کا مال خود کھانا بھی حرام اور دوسروں کو کھلانا بھی حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۴ سلطان الاسلام احمد صاحب اجمیر شریف

مہاجن سے اللہ روپیہ ماہوار عہ روپیہ سود کے حساب سے قرض لے کر تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس کا نفع حلال ہے یا حرام؛ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

## الجواب

جب تک صحیح ضرورت و مجبوری محض نہ ہو سُود لینا اور دینا دونوں برابر ہیں، صحیح مسلم شریف میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربا وموکلہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سود دینے والے اور اسکا

وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1] کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

بے مجبوری محض ایسی تجارت حرام ہے مگر اُس کا نفع حرام نہیں جبکہ عقدِ صحیح سے ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۵: از شہر باغ احمد علی خاں مسئولہ حاجی خدا بخش صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی طوائف اگر اپنا ناجائز حاصل کردہ کو کسی مدرسہ یا مسجد کے نام وقف کردے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو جواز کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

اُجرتِ زنا وغیرہ میں روپیہ ملتا ہے اور وہ وقف نہیں ہوتا، جائداد وقف ہوتی ہے اگر اُس کی خریداری زرِحرام سے نہ ہوئی یا زرِحرام اس کے عقد و نقد میں جمع نہ ہوا یعنی یہ نہ ہوا کہ زرحرام دکھا کر کہا ہو کہ اس کے عوض یہ جائداد دے دے اور پھر وہی روپیہ ثمن میں دے دیا ہو جب ایسا نہ ہو تو وہ خرید کردہ جائداد حرام نہیں اگرچہ قیمت میں وہ زرحرام ہی دیا ہو، اس صورت میں تو خود اُسے وقف کرسکتی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

وان اشار الیھا ونقد ما غیرھا او الٰی غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ یفتی[2] اگر کسی شخص نے زرحرام کی طرف اشارہ کیا لیکن معاوضہ ادا کرتے وقت کوئی اور ثمن ادا کئے (جو مال حرام نہ تھا) یا جو زرحرام نہ تھا اسکی طرف اشارہ کیا، یا ثمن ذکر کرنے میں اطلاق سے کام لیا یعنی بغیر قید حلال وحرام ثمن کا ذکر کیا مثلاً یوں کہہ دیا ثمن کے عوض چیز دے دو) لیکن ادائیگی کے لئے وہی حرام نقدی دے دی، تو ان سب صورتوں میں خرید کردہ چیز حرام نہ ہوگی، اور اسی قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے (ت)

ہاں اگر خود جائداد اجرت حرام میں ملی یا خریداری میں زرحرام پر عقد و نقد جمع ہوں یا خود زرحرام مسجد یا مدرسہ پر صرف کرنا چاہیں تو ناجائز وحرام ہے لیکن اگر وہ تائب ہو اور اپنا مال حرام اگرچہ خود بعینہٖ وہی زرحرام ہو مسلمان فقیر پر تصدق کردے اور وہ فقیر اس میں سے بعض یا کل

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۶

روپیہ یا جائداد بعد قبضہ اپنی طرف سے اُسے ہبہ کردے اور قبضہ تامہ دے دے تو وہ زر و جائداد اب اس کے حق میں حلال وطیب ہے اُسے وقف وغیرہ جمیع امورِ خیر میں صرف کرسکتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

لہ مال فیہ شبھۃ اذا تصدق بہ علی ابیہ یکفیہ ذٰلك ولا یشترط التصدق علی الاجنبی وکذا اذا کان ابنہ معہ حیث کان یبیع ویشتری وفیھا بیوع فاسدۃ فوھب جمیع مالہ لابنہ ھذا خرج من العھدۃ[1]۔ واﷲ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی کے پاس مشتبہ اور مشکوک مال ہو اور وہ اسے اپنے والد پر خیرات کردے تو اس کے لئے یہی کافی ہے، اور یہ شرط نہیں کہ کسی بیگانے پر خرچ کرے۔ اور اسی طرح جب بیٹا والد کے ساتھ اس کے کاروبار میں شریک ہو جبکہ اس کے کاروبار میں کئی فاسد سودے ہوں، پھر اس نے اپنا تمام مال اپنے اس بیٹے کو ہبہ کردیا تو وہ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہوجائے گا۔ اور اﷲ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)



## مسئلہ ۲۷۶: از شہر محلہ قاضی ٹولہ بلند بیگ ۱۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنی کوئی چیز طوائف کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں اور اجرت پر اس کے کپڑے سینا اور کوئی کام اس کا اجرت پر کرنا اور اس کے گانے وغیرہ کی چیزیں بنانا جائز ہے یا نہیں یا اس کی آمدنی مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں جبکہ وہ جائداد کسب سے خریدی گئی ہو۔ بیّنوا توجروا

## الجواب

طوائف کے ہاتھ کسی چیز کا بیچنا یا جائز شے کا کرایہ پر دینا جائز ہے مگر اس کے زرِ حرام سے قیمت یا اجرت لینا حرام ہے، اور گانے کی چیز بنانے کا سائل مطلب بیان کرے اس کا جواب دیا جائے گا۔ خریداریِ جائداد میں اگر زرِ حرام پر عقد و نقد جمع ہوئے یعنی زرِ حرام دکھا کر کہا کہ اس کے عوض دے دے، اور پھر وہی زرِ حرام ثمن میں دیا گیا تو وہ جائداد بھی خبیث اور اس کی آمدنی بھی خبیث، اور اس کا مسجد یا مدرسہ میں لینا جائز نہیں، اگر عقد و نقد جمع نہ ہوئے جس طرح عام

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

خریداریاں آجکل ہوتی ہیں کہ یہ چیز ہزار روپے کو بیچی کسی خاص روپیہ کا نام نہیں رکھا تو اس صورت میں وہ جائداد اس کے حق میں حرام نہیں اگرچہ ثمن میں زرِ حرام ادا کیا ہو اس کی آمدنی مسجد وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے مگر مہتمم کو معلوم ہو تو اس سے احتراز کرے اگر وہ تائب ہوچکی اور توبہ کے بعد اسے اپنی جائداد باوجود وہ روپیہ جو بطور حرام حاصل کیا تھا کسی مسلمان فقیر کو ہبہ کرکے قبضہ دے دیا اس کے بعد اس فقیر نے وہ روپیہ یا جائداد کل یا بعض اسے اپنی طرف سے ہبہ کیا تو وہ اس عورت کے حق میں حلال طیب ہے اور وہ کل کارِ خیر مدرسہ مسجد وغیرہ میں بلا دغدغہ صرف ہوسکتا ہے اور توبہ کے بعد جو اس پر الزام رکھے سخت گناہ کا مرتکب اور سخت سزا کا مستوجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۷۷** از شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ مسئولہ انعام اللہ صاحب ۱۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگوں کی قوم پنچایتی ہے اس میں چودھری اور پنچوں نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا ہے کہ فی راس مسجد کو ایک پیسہ ملنا چاہئے لہٰذا ہر ایک محلہ کا چندہ وہاں کی مسجدوں میں تقسیم ہوجاتا ہے اعظم نگر میں پانچ مسجدیں ہیں وہاں کا چندہ پانچ مسجدوں میں برابر تقسیم ہوجاتا ہے جس میں چار مسجدیں سابقہ ہیں اور ایک جدید ہے لیکن سب کا حصہ برابر ہے، شہر کہنہ پر ایک مسجد تھی تمام چندہ اسی کو ملا کرتا تھا لیکن اب ایک جدید مسجد تعمیر ہو رہی ہے، چودھری اور پنچوں نے فیصلہ کیا کہ جدید مسجد کو تہائی حصہ ملنا چاہیے، چار پانچ شخص بنام مسیت ولد منگل، چھدن ولد سالار بخش، چھوٹے ولد نتھو، کلن ولد گھسو، نظیر ولد سکن خارج ہوتے ہیں کہ مسجد جدید کو کچھ نہ دیا جائے۔ اس پر شرع کیا حکم دیتی ہے کیونکہ جدید مسجد کے بھی منتظم قصاب ہی ہیں۔

## الجواب

چندہ کا اختیار چندہ دہندوں کو ہوتا ہے، جو یہ کہیں کہ ہمارا چندہ مساوی طور پر تمام مساجد کو تقسیم ہو وہ مساوی تقسیم کیا جائے اور جو یہ کہیں کہ بعض مساجد کو دیا جائے ان کا اس بعض کو دیا جائے اور ان کا چندہ اس چندہ میں نہ ملایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۷۸** از شہر محلہ اعظم نگر مسئولہ حشمت اللہ ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے قرب میں رنڈیاں رہتی ہیں اور ان کے آشناؤں سے پیسہ لے کر خرچ کرتی ہیں اور ان کا کوئی پیسہ نہیں ہے اور اگر ہے تو اسی پیسہ کا ہے اور اسی پیسہ سے وہ شیرینی ہمارے سامنے لائی اور کہا فاتحہ دے دو۔ ہم نے

جو عذر کیا تو انھوں نے کہا ہم نے اسے بدل لیا ہے اب ہم نے انکار کیا تو وہ کہتی ہیں کہ تم وہابی ہو، اور اسی میں سے طالب علموں کو اور مدرسہ میں اور مساجد وغیرہ میں خرچ کرتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

جبکہ وہ کہتی ہیں کہ ہم نے دام بدل لئے ہیں اور اُن سے خریدی ہے تو اُن کا یہ کہنا قبول کیا جائیگا اور اس کھانے پر فاتحہ وغیرہ سب جائز ہے، نص علیہ فی عالمگیریۃ (فتاوٰی عالمگیری میں اسکی صراحت کردی گئی ہے)۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۷۹:** از شہر محلہ سوداگران مسئولہ سید عزیز احمد صاحب ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عشرۂ محرم میں تخت بنانے کی غرض سے محلہ سے چندہ وصول کرتا ہے لہذا اس میں چندہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟ پیش امام مسجد نے نمازیوں سے کہا کہ تخت میں چندہ دینا داخلِ حسنات ہے۔ چنانچہ جملہ نمازیوں میں سے ایک نمازی نے کہا کہ اس میں چندہ وغیرہ دینا میرے نزدیک ناجائز ہے اُس پر پیش امام صاحب نے کہا کہ اگر تم شرکت نہیں کروگے تو تم کو وہابی کہا جائے گا ایسی صورت میں یہ شخص قابلِ امامت ہے یا نہیں؟

## الجواب

تخت ایک بے معنی وفضول بات ہے اس میں مال صرف کرنا ضائع کرنا ہے اور مال ضائع کرنا جائز نہیں لہذا اس میں چندہ دینا ناجائز ہے، امام نے جہالت کی بات کہی اُسے سمجھا دیا جائے مگر اتنی بات پر اس کے پیچھے نماز ناجائز نہیں ہوسکتی جبکہ اور کوئی وجہ عدمِ جواز کی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۸۰:** آفتاب الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان سُنّی نے کسی وہابی یا یہودی یا نصرانی یا کافران میں سے کسی کے ساتھ گفتگو کرے یا ان میں سے کسی کے پاس بیٹھے یا ان میں سے کسی کی نوکری کرے تو آیا وہ مسلمان بھی کافر ہے اگر کافر نہ ہو اور اس مسلمان کو کسی دوسرے شخص نے کافر کہا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

## الجواب

کافر اصلی غیر مرتد کی وہ نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور کسی دنیوی معاملہ کی بات چیت اُس سے کرنا اور اس کے لئے کچھ دیر اُس کے پاس بیٹھنا بھی منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا، ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب باتیں مطلقاً منع ہیں اور کافر اُس وقت بھی نہ ہوگا

مگر یہ کہ اُس کے مذہب وعقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائیگا، بغیر ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت عظیم گناہ ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۸۱: از ضلع رنگپور ڈاک خانہ جلیباری مکتب اسلامیہ بنگالہ مسئولہ جناب عبدالصمد صاحب**

۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں کہ مال مکسوب از زنا (زانیہ خواہ از قوم ہنود آیند یا ربا باشد یا از اہل اسلام) بعد از اسلام وتوبہ حلال ست یا حرام؟ بینوا ببراھین الجیاد، توجروا من اللہ الکریم الجواد۔

اے علمائے کرام، اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے، تمھارا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ جو مال بدکاری کی وجہ سے حاصل ہو۔ زانیہ خواہ ہندو قوم سے ہو یا سود خواہ مسلمانوں سے حاصل ہو اسلام لانے اور توبہ کرنے کے بعد کیا وہ مال حلال ہے یا حرام؟ عمدہ دلائل سے بیان فرماؤ اور اللہ کریم وسخی سے اجر وثواب پاؤ۔ (ت)



## الجواب

حرام ست ومثل مغصوب، فرض است کہ آنہمہ بر فقراء تصدق کند تمامی توبہ اش ہمیں ست فی الھندیۃ عن المحیط عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی کسب المغنیۃ ان قضی بہ دینا لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ[1] اھ وکتبت علیہ فعدم جواز الاخذ من کسب المومسات اللاتی یبغین بفروجھن وفیھا

مال مذکور حرام ہے، اور غصب کی مثال چھنے ہوئے مال کی طرح ہے، لہذا اس پر فرض ہے کہ اُس سب مال کو محتاجوں پر خیرات کردے، لہذا اُس کی توبہ کے مکمل ہونے کی یہی صورت ہے۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت ہے کہ گویا عورت کی کمائی سے اگر قرض ادا کیا جائے تو قرضخواہ کو اُس کا لینا جائز نہیں اھ، میں نے اس پر نوٹ لکھا (صاحب فتاوٰی مراد ہے) کیونکہ زانیہ عورتیں اپنی شرمگاہوں کے بدلے میں مال وصول کرتی ہیں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

عن المحیط عن المنتقی عن ابراهیم
عن محمد فی امرأة نائحة او صاحب
طبل او مزمار اکتسب مالا قال
ان کان علی شرط رده علی
اصحابه ان عرفهم
لانه کان المال بمقابلة
المعصیة فکان الاخذ معصیة
والسبیل فی المعاصی
ردها وذلك ههنا برد
الماخوذ ان تمکن من رده بان
عرف صاحبه وبالتصدق به
ان لم یعرفه لیصل الیه نفع ماله اه
وکتبت علیه **اقول** ویجب ان ینظر
ان المعروف کالمشروط وکتبت علی
قوله بالتصدق منه **اقول** هذا اذا
کان الماخوذ منه مسلما اما
ان کان کافرا فلا یحل
التصدق منه ویستحیل ان
یصل الیه نفعه ولا شك فی
وجوب التصدق لا لهذا
بل لمحو آثار المعصیة
واخلاء الید من المال الخبیث
والتحرز عن معصیة

اس لئے ان کی کمائی لینا چاہیے۔ فتاوٰی ہندیہ میں
محیط کے حوالے سے، المنتقٰی سے بحوالہ ابراہیم عن
محمد منقول ہے کہ ناچنے والی عورت یا طبلہ بجانیوالا
یا گانے بجانے والے آلات استعمال کرنے والے،
فرمایا اگر اس شرط پر لیتا ہے کہ اس کے ساتھیوں
کو واپس کردے گا کیونکہ یہاں مال گناہ کے برابر
ہے اور مال مذکور بھی، اور اس طرح کے گناہوں
میں مال کو واپس کردینا ہے اور یہاں حاصل کردہ
مال لوٹا دینا ہے، اگر لوٹانے پر طاقت پائے،
اگر مالک کو پہچانتا ہو، اگر پہچانتا نہیں تو خیرات کردے
تاکہ مالک تک اس کے مال کا نفع پہنچے اھ میں نے
اس پر نوٹ لکھا **اقول** (میں کہتا ہوں) یہاں
ضروری ہے کہ غور کرے کیونکہ معروف مشروط کی طرح
ہے۔ اور میں نے مصنف کے قول "بالتصدق
منه" پر نوٹ لکھا **اقول** (میں کہتا ہوں کہ)
یہ تب ہوسکتا ہے جبکہ جس سے مال لیا گیا ہو وہ
مسلمان ہو، لیکن وہ اگر کافر ہو تو پھر اس کے
مال کو خیرات کرنا جائز نہیں، اور یہ محال ہے کہ کافر
کو اپنے مال کا نفع پہنچے، اور اس میں شک نہیں
کہ اس صورت میں وجوب صدقہ ہے، لیکن مذکورہ
وجہ کی بنا پر نہیں بلکہ نافرمانی کے آثار مٹا دینے اور
مال خبیث سے اپنے ہاتھ کو خالی کرنے کی وجہ سے
ہے، اور اس وجہ سے ہے کہ اپنی ذات کے لئے

---

لہ فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراهیة الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۹

التصرف فیہ لنفسہ وقد عرف فی مسائل لا تحصی ان ھذا ھو سبیل المال الخبیث وبہ یبرؤ عن عھدتہ آری اگر بزر مکسوب بزنا منقولے خواہ عقارے خرید وشرائی او نقد وعقد بزرحرام جمع نشد چنانکہ ہمیں اکثرست آنگاہ آں چیز مشتری بروحرام نبود کما ھو قول الامام الکرخی وعلیہ الفتوی وقد فصلناہ غیر مرۃ فی فتاونا واللہ تعالٰی اعلم۔

اس میں تصرف کرنے کے گناہ سے بچے، اور بے شمار مسائل میں معلوم ہوا کہ مال خبیث سے نجات کا یہی طریقہ ہے۔ لہذا اسی طریقے کی بنا پر وہ اُس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہے، ہاں اگر وہ بدکاری میں حاصل کردہ رقم سے کوئی منقول چیز خواہ زمین ہی ہو خریدے اور اس کی خرید میں عقد ونقد میں زر حرام جمع نہ ہوئی جیساکہ اکثر یہی طریقہ ہوا کرتا ہے، تو پھر وُہ خرید کردہ چیز حرام نہ ہوگی۔ چنانچہ امام کرخی علیہ الرحمۃ کا یہی ارشاد ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں کئی مرتبہ اس کی تفصیل بیان کردی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

**مسئلہ ۲۸۲** ازمین پوری مسئولہ محمد حبیب اللہ صاحب ومولوی حکیم محمد احمد صاحب علوی



۲۸ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل ایک عرصہ سے یہ بات رائج ہے کہ لوگ اپنی جان کا بیمہ کراتے ہیں لہذا دریافت طلب یہ بات ہے کہ آیا جان کا بیمہ کرانا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اس کی مثال مثلاً ایک شخص جس کی عمر تیس ۳۰ سال کی ہے تاریخ اجرائے پالیسی (سند) سے بیس سال تک مبلغ دوسو چھیالیس روپیہ چار آنہ سالانہ ادا کرنے کے بعد مبلغ پانچ ہزار روپیہ خود لے سکتا ہے یا اس کے ورثا قبل از وقت موت واقع ہوجانے پر حاصل کرسکتے ہیں عہ للعہ ۴ × ۲۰ = للعہ ۲۵ ۴۹ مسہ ۴ = اصل رقم = ۰۰ــــ ۴۹۲۵ روپیہ رقم جو ملے گی ۵۰۰۰ــــ روپیہ زائد = ۷۵ روپیہ۔ اس کے علاوہ اس اصل روپیہ پر منافع بعوض استعمال روپیہ دیا جاتا ہے۔ یہ منافع اول بیمہ کنندگان یا بیمہ شدگان کو دیا جاتا ہے جن کی مدت بیمہ اختتام کو پہنچتی ہے جس وقت کہ اُن کا چندہ بحساب للعہ ۳ فیصدی سود در سود اُس اصل رقم بیمہ کے برابر ہوجاتا ہے اس منافع میں سے ۱۰ فی صدی کمپنی لیتی ہے اور ۹۰ فیصدی بیمہ کرنے والے کو ملتا ہے بہت توضیح وتشریح کے ساتھ تحریر فرمایا جائے کہ اس طرح روپیہ حاصل کرنا یا اپنا روپیہ اس کمپنی کو دینا شرعًا کیا حکم رکھتا ہے؟ اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

# الجواب

جس کمپنی سے یہ معاملہ کیا جائے اگر اُس میں کوئی مسلمان بھی شریک ہے تو مطلقاً حرام قطعی ہے کہ قمار ہے اور اُس پر جو زیادت ہے ربا، اور دونوں حرام و سخت کبیرہ ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی مسلمان اصلاً نہیں تو یہاں جائز ہے جبکہ اس کے سبب حفظ صحت وغیرہ میں کسی معصیت پر مجبور نہ کیا جاتا ہو جواز اس لئے کہ اُس میں اپنے نقصان کی شکل نہیں، اگر بیس برس تک زندہ رہا پورا روپیہ بلکہ مع زیادت ملے گا، اور پہلے مرگیا تو ورثہ کو اور زیادہ ملے گا مثلاً سال بھر بعد ہی مرگیا تو دیئے ۲۴۶ روپے چار آنے اور ملے ۵۰۰۰ روپے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جو زائد ملے ربا سمجھ کر نہ لے بلکہ یہ سمجھے کہ غیر مسلم کا مال اس کی خوشی سے بلا غدر ملا، یہ حلال ہے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ قبل الھجرۃ حین انزل اللہ تعالٰی الم غلبت الروم قالت لہ قریش ترون ان الروم تغلب قال نعم فقال ھل لک ان تخاطرنا فخاطرھم فاخبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذھب الیھم فزد فی الخطر ففعل و غلبت الروم فارسا فاخذ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ خطرہ فاجازہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو القمار بعینہ بین ابی بکر و مشرکی مکۃ وکانت مکۃ دار شرک ولان مالھم مباح انما یحرم علی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہجرت سے پہلے جبکہ اللہ تعالٰی نے الٓمّ غلبت الروم کے کلمات نازل فرمائے تو قریش نے اُن سے کہا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ رومی غالب آئیں گے؟ فرمایا: ہاں۔ پھر کہا: کیا آپ ہم سے شرط لگاتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر نے اُن سے شرط لگادی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دی تو حضور اقدس نے ارشاد فرمایا: تم اُن کے پاس جاؤ اور شرط میں اضافہ کردو۔ تو ابوبکر صدیق نے ایسا ہی کیا۔ تو رومی ایرانیوں پر غالب آگئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے شرط وصول کرلی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اس کی اجازت دے دی، صدیق اکبر اور مشرکین کے درمیان بعینہٖ رضامندی جُوا تھا بخلاف اُس آدمی کے جو ہمارے پاس دار السلام میں امن کے لئے سکونت اختیار کرے

المسلم اذاکان بطریق الغدر فاذا لم یاخذ غدرًا فبای طریق یاخذہ حل بعدکونہ برضا بخلاف المستأمن منھم عندنا لان مالہ صار محظورًا بالامان فاذا اخذہ بغیر الطریق المشروعۃ یکون غدرا الا انہ لایخفی انہ انما یقتضی حل مباشرۃ العقد اذاکانت الزیادۃ ینالھا المسلم و قد التزم الاصحاب فی الدرس ان مرادھم من حل الربا و القمار اذا حصلت الزیادۃ للمسلم نظرا الی العلۃ وان کان اطلاق الجواب خلافہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم[1]

لھذا اس کا مال امن کی وجہ سے دوسروں کیلئے ممنوع ہے۔ اگر شرعی طریقے کے بغیر لیا تو فریب کاری ہوگی، مگر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ کام مباشرتِ عقد کو حلال ہونے کو چاہتا ہے جبکہ اضافہ کسی مسلمان کو حاصل ہو، چنانچہ اصحاب نے درس میں یہ انتظام کیا ہے کہ ان کی مراد سود اور فتوے کے جواز سے یہ ہے کہ جب زیادت مسلمان کو حاصل ہوجائے علّت پر نظر کرتے ہوئے اگرچہ مطلق جواب اس کے خلاف ہے، اور اللہ تعالٰی پاک و برتر سب سے زیادہ جانتا ہے۔ (ت)



**مسئلہ ۲۸۳:** از جے پور بیرون اجمیری دروازہ کوٹھی حاجی محمد عبدالواحد علی خاں مسئولہ محمد حامد حسن قادری ۱۴ رمضان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اس زمانہ میں عام طور پر جو جیل خانہائے انگریزی یا جیل خانہائے ریاست ہائے ماتحت انگریزی میں جو طرح طرح کی اشیاء تیار ہوتی ہیں ان کا خرید کر استعمال کرنا کیسا ہے خصوصًا جائے نماز یعنی مصلی وغیرہ خرید کر خود نماز پڑھنا یا ان کو مساجد میں بغرضِ نماز بچھوانا۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

احتراز چاہئے کہ اُن سے کام جبرًا لیا جاتا ہے پھر بھی اگر اصل مال بالعوں کی ملک ہو تو حکم حرمت نہیں کہ ان کے منافع کا اتلاف اس شے کی ذات سے جُدا ہے ھذا ما ظھر ولیراجع ولیحرر (یہی بات ظاہر ہوئی اور چاہئے کہ مراجعت کی جائے اور لکھا جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب الربا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۷۸/۶

**مسئلہ ۲۸۴ تا ۲۸۶:** از پیلی بھیت محلہ شیر محمد مکان نمبری ۲۹۴ مسئولہ لطافت حسین خان صاحب ۳ رجب ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ رشوت کس کو کہتے ہیں ؟ اور اس کا لینا کیسا ہے ؟ اور کس صورت میں لینا جائز ہے اور کس میں ناجائز ؟

(۲) تسبیح کس چیز کی ہونی چاہیے ؟ آیا لکڑی کی یا پتھر وغیرہ کی ؟

(۳) مسجد میں جمعہ کے وقت خطبہ کے وقت سلام وکلام کیسا ہے ؟

## الجواب

(۱) رشوت لینا مطلقاً حرام ہے کسی حالت میں جائز نہیں جو پرایا حق دبانے کے لئے دیا جائے رشوت ہے یوہیں جو اپنا کام بنانے کے لئے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے لیکن اپنے اُوپر سے دفع ظلم کے لئے جو کچھ دیا جائے دینے والے کے حق میں رشوت نہیں یہ دے سکتا ہے لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام۔

(۲) تسبیح لکڑی کی ہو یا پتھر کی مگر بیش قیمت ہونا مکروہ ہے اور سونے چاندی کی حرام۔

(۳) خطبہ کے وقت سلام وکلام مطلقاً حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم



**مسئلہ ۲۸۷:** از دہلی مدرسہ نعمانیہ فراشخانہ مسئولہ محمد حبیب اللہ صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافروں کی خصوصاً انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنا جس کی وجہ سے مسلمانوں خصوصاً ترکوں اور عربوں اور افغانوں کے مقابلہ میں ان سپاہیوں کو جانا پڑتا ہے اور مسلمانوں کو قتل کرنا پڑتا ہے، آیا یہ نوکری جائز ہے یا حرام یا کفر ہے۔ بیّنوا توجروا

## الجواب

مسلمان تو مسلمان، بلاوجہ شرعی کسی کافر، ذمی یا مستامن کے قتل کی نوکری، کافر تو کافر، کسی مسلمان بادشاہ کے یہاں کی شرعاً حلال نہیں ہوسکتی بلکہ ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے کما فی الخانیۃ والدر والھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ خانیہ، در اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) حدیث میں ہے:

من اٰذی ذمیا فانا خصمہ ومن کنت خصمہ خصمتہ یوم القیٰمۃ[1] رواہ الخطیب عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

جس نے کسی ذمی کافر کو ستایا تو میں اس سے جھگڑا کرونگا اور جس سے میں جھگڑا کروں تو قیامت کے دن جھگڑا کرنے میں غالب آؤنگا۔ خطیب بغدادی نے

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ داؤد بن علی ۴۳۷۴ دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۳۷۰

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر کفر نہیں جب تک استحلال نہ ہو یا خود بوجہ اسلام قتل کما ھو مذھب اھل السنۃ والتاویل المعروف فی الکریمۃ (جیسا کہ اہلسنت کا مذہب ہے، اور آیہ کریمہ میں تاویل مشہور ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۸: از بریلی محلہ گھیر جعفر خاں مسئولہ قدرت حسین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

قادیانیوں کے ہاتھ مال فروخت کرنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

قادیانی مرتد ہیں، اُن کے ہاتھ نہ کچھ بیچا جائے نہ اُن سے خریدا جائے، اُن سے بات ہی کرنے کی اجازت نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایاکم وایاھم[1] اُن سے دُور بھاگو انھیں اپنے سے دُور رکھو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۹ تا ۲۹۴: از بمبئی پوسٹ ۹۰ معرفت احمد علی صاحب مسئولہ شیخ فتح محمد صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ



(۱) علمائے دین سے دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ جو حاجی ادائے فریضہ حج اور زیارت پاک نبی کریم کے بمبئی اور کراچی سے روانہ ہوتے ہیں ان سے دوہرا کرایہ جہاز پر جانے آنے کا لیا جاتا ہے، اس سال جانے آنے کا کرایہ ایک سو پچھتر روپیہ مقرر ہوا ہے اس میں جانے کا ایک سو دس روپیہ لگایا جاتا ہے اور آنے کے واسطے کمپنی کے پاس پینسٹھ روپیہ جمع رہتا ہے اس وقت تک کہ حاجی اپنے فرض سے فارغ ہوکر واپس نہ آئیں وہ باقی روپیہ بینک گھر میں جمع رہتا ہے کمپنی کی طرف سے اب سوال یہ ہے کہ کمپنی کو اس روپیہ کا سود ملے گا قریب چار ماہ تک کیونکہ اس سے پہلے حاجی واپس نہیں آسکتے اس سود کے بارے میں حاجی گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(۲) اسی مسئلہ کا دُوسرا پہلو یہ ہے کہ جو کمپنی حاجیوں کو دوہرا ٹکٹ دیتی ہے اس کا منیجر انگریز ہے اور وہی مالک ہے اور انگریز کے مذہب میں سود جائز ہے اور جانے والے حاجی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہمارا روپیہ ایک انگریز کے پاس جمع ہے اور وہ اس روپیہ سے تاوایسی بلاواسطے فائدہ اٹھائے گا یا سُود میں چلائے گا اتنا سمجھ کر بھی حاجی اس کمپنی میں سفر کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۴۹

(۳) مخفی نہ رہے کہ بمبئی اور کراچی دونوں جگہ سے حاجی روانہ ہوتے ہیں اور ان دونوں مقاموں میں ایک اسلامی کمپنی موجود ہے اور یہ کمپنی ایک طرف کا ٹکٹ حاجیوں کو دیتی ہے انگریزی کمپنی سے بہت کم بھاؤ میں۔ ایسا ہوتے ہوئے بھی حاجی آنے جانے کا ٹکٹ لے تو تعاون ہے یا نہیں، حاجی کچھ مواخذہ دار ہوگا یا نہیں؟

(۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب حاجی چاہیں کہ ہم دوہرا کرایہ دے کر اپنے روپیہ سے غیر مذہب کو مدد نہیں دینگے اور ایک طرف کا ٹکٹ لیں گے تو گورنمنٹ کمپنی پر ضرور ہے کہ حکم کرے گی کہ ایک طرف کا ٹکٹ دو۔ اس صورت میں اوپر کے سوال میں حاجی بری ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور ایسا کرنا ثواب ہے یا گناہ؟

(۵) دیگر یہ کہ اکثر حاجی اثنائے سفر میں فوت ہو جاتے ہیں اور اُن کا کوئی وارث ہمراہ نہ ہو تو ضرور ان کے واپسی کے ٹکٹ ضائع ہو جاتے ہیں اور اس ٹکٹ کا روپیہ بے سبب ایک کمپنی کھا جاتی ہے اگر وہی روپیہ حاجی کے ساتھ حاجی کی کمر میں ہو اور وہ فوت ہو جائے تو ضرور اس کا روپیہ اس کے ہمراہیوں کو ملے گا یا مکہ معظمہ میں فوت ہو جائے تو کسی معلم کو ملے گا یا راستے میں فوت ہو جائے تو کسی بدوی کو ملے گا جو تینوں بھائی مسلمان ہوں گے ایسی صورت میں حاجی کو ثواب ہوگا یا اوپر کی صورت میں؟

(۶) اور ظلم یہ ہے کہ کمپنی نے ٹکٹ پر چھاپ دیا ہے کہ حاجی کو اگر واپس کرنا ہو تو دس سیکڑہ کاٹ کر حاجی کو روپیہ ملے گا، یہ قانون ہے کہ امانت رکھنے والا اپنی امانت واپس مانگے تو کمیشن میں سُود دے یہ دوہرا سُود ہوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

## الجواب

(۱) حاجی نہ اپنی خوشی سے جمع کرتا ہے نہ اس کی یہ نیت ہے کہ کمپنی سُود لے، اگر لے گی تو اُس کا وبال اس پر ہے حاجی پر الزام نہیں،

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] ۵ وتخلل فعل فاعل مختار یقطع النسبۃ کما فی الہدایۃ وغیرھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ فاعل مختار کا فعل درمیان میں آڑے آگیا جو نسبت کو قطع کر دیتا ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

(۲) اس کا جواب اوپر گزر چکا کہ گناہ نہیں، ہاں اگر کوئی اسلامی کمپنی ایسی موجود ہو جو اسے سود پر نہ چلائے گی اور جو باتیں سفر میں اپنے آرام کی ہیں ان میں کوئی کمی نہ ہو تو بلاوجہ اسلامی کمپنی پر اسے ترجیح دینا سخت معیوب ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جب اسلامی کمپنی موجود ہے اور وہ کرایہ بھی کم لیتی ہے اور ایک ہی طرف کا لیتی ہے تو ان ترجیحوں کے ہوتے ہوئے سخت احمق ہوگا جو اس کے غیر کو اختیار کرے مگر اس حالت میں کہ اپنے آرام وغیرہ کی صحیح مصلحت اور ارزاں بعلت وگراں بحکمت نہ ہو بلاوجہ زیادہ کرایہ دینا کوئی نہ چاہے گا اور بالفرض اگر ایسا کوئی نکلے کہ بغیر کسی صحیح مصلحت کے اپنا نقصان گوارا کرے اور اسلامی کمپنی پر غیر اسلامی کو ترجیح دے تو وہ بیشک مواخذہ وار ہے اور اس پر متعدد مواخذے ہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

(۴) دو طرف کا کرایہ دینے میں بلاوجہ کی پابندیاں اپنے ذمے ہو جاتی ہیں ممکن ہے کہ یہ وقت موعود تک واپس نہ آسکے یا سرکاروں میں زیادہ حاضر رہنا چاہے جب اس طریقے سے یہ آزادی مل سکتی ہو تو بغیر کسی اہم مصلحت کے پابندی کو اس پر ترجیح نہ دے گا مگر سخت احمق یا وہ جس کے دل میں مرض ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰے اعلم۔



(۵) یہ نیت بھی محمود ہے اور آزادی خود عظیم مقصود ہے اسے ملتے ہوئے بے کسی اہم مصلحت کے پابندی کو ترجیح دینا مردود ہے، واللہ تعالٰے اعلم۔

(۶) یہ صورت اور زیادہ شناعت کی ہے، اور حتی الامکان اس سے بچنا لازم کہ اگرچہ سود نہیں مگر اضاعتِ مال ہے اور وہ بھی شرعاً حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات و وأد البنات ومنعا وھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السوال واضاعۃ المال[1]

بے شک اللہ تعالٰی نے تم پر حرام فرما دیا ہے ماؤں کو ایذا دینا اور بیٹیوں کو زندہ در گور کرنا اور یہ کہ آپ نہ دو اور اوروں سے مانگو اور ناپسند فرماتا ہے تمہارے لئے فضول حکایات اور کثرت سوالات اور مال کا ضائع کرنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۴
صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل الخ " " " ۲/ ۷۵

مسئلہ ۲۹۵ از وارجلنگ انجمن اسلامیہ مسئولہ ولی الحسن مدرس مدرسہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ
علمائے اسلام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ افیون کی تجارت اور اس کی دُکان کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

افیون کی تجارت دوا کے لئے جائز اور افیونی کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے،

لان المعصیۃ تقوم بعینہ وکل ما کان کذٰلک کرہ بیعہ کما فی تنویر الابصار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس لئے کہ گناہ ذات شَی کے ساتھ قائم ہے اور جس میں اس طرح ہو تو اس کا بیچنا مکروہ ہے جیساکہ تنویر الابصار میں مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۹۶ از بیلی بھیت کچہری کلکٹری مسئولہ عرفان علی صاحب رضوی شب ، ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ
قبلہ جانم وکعبہ ایمانم ظلّہم الاقدس، بعد سلام مسنون عرض ہے کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً جائز ہے یا حرام؟ صورت اس کی یہ ہے جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اس سے یہ قرار پاجاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپے للعہ یا ے رما ہوار کے حساب سے تنخواہ سے وضع ہوتے رہیں گے اگر وہ شخص ۵۵ سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر مقرر میعاد کے اندر مرگیا تو اس کے ورثا کو دو ہزار یکمشت ملے گا خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مرجائے اور اگر میعاد مقرر تک زندہ رہا تو بھی وہی دو ہزار ملے گا یہ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہورہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

جبکہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمے کسی خلافِ شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

# خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال

۱۳۱۸ھ

## (کمانے اور مانگنے کے حکم میں بہترین امید)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**مسئلہ ۲۹۷:** از ملک بنگالہ ضلع پاپنا ڈاکخانہ سوبگاچہ موضع چر قاضی پور مرسلہ مولوی امید علی صاحب ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ کمانا کس وقت فرض ہے، کس وقت مستحب، کس وقت مکروہ، کس وقت حرام، اور سوال کرنا کب جائز ہے کب ناجائز؟ بینوا توجروا۔

### الجواب

یہ مسئلہ بہت طویل الذیل ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار، یہاں اس کے بعض صور و ضوابط پر اقتصار۔

**فاقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ت) کسب کے لئے ایک **مبدء** ہے یعنی وہ ذریعہ جس سے مال حاصل کیا جائے، اور ایک **غایت** یعنی وہ غرض کہ تحصیل مال سے مقصود ہو، ان دونوں میں ذاتاً خواہ عارضاً احکام نہ گانہ فرض، واجب، سنت،

مستحبؔ، مباحؔ، مکروہؔ تنزیہی، اساءتؔ، مکروہؔ تحریمی، حرامؔ سب جاری ہیں، اور دونوں کے اعتبار سے کسب پر احکام مختلفہ طاری ہیں نفس کسب بے لحاظ مبادی وغایات کوئی حکم خاص نہیں رکھتا۔

**ذرائع میں حرام** جیسے غصب و رشوت و سرقہ و ربا، یوہیں زنا و غنا و حکم خلاف ما انزل اللہ وغیرہ امورِ محرمہ کی اجرت، تلاوتِ قرآن و وعظ و تذکیر و میلاد خوانی وغیرہا عبادات بیچ کر اسی طرح جملہ عقود باطلہ و فاسدہ قطعیہ۔

**مکروہِ تحریمی** جیسے اذانِ جمعہ کے وقت تجارت۔

فی الدر المختار کرہ تحریما مع صحة البیع عند الاذان الاول[1] قلت وعبر فی الھدایة بالحرمة واعترضه الاتقانی بان البیع جائز لکنه یکرہ کما صرح به فی شرح الطحطاوی لان المنع لغیرہ لایعدم المشروعیة واشار فی الدر الی جوابه بقوله افاد فی البحر صحة اطلاق الحرمة علی المکروہ تحریما[2] اھ وانا اقول الصحة اذا لم تناف المنع لغیرہ لم تناف الحرمة ایضا کذلك فان المنع ولو لغیرہ یشمل المنع ظنا فیکرہ وقطعا فیحرم ولا شك ان النھی ھٰھنا قطعی فلا ادری ما احوجھم الی تاویل الحرمة بالکراھة۔

درمختار میں ہے جمعہ کی پہلی اذان کے وقت بیع اگرچہ صحیح ہے لیکن مکروہِ تحریمہ ہے، میں کہتا ہوں اس کراہت کو ہدایہ میں حرمت سے تعبیر کیا ہے اور اس پر اتقانی نے اعتراض کیا کہ بیع صحیح لیکن مکروہ ہے جیسا کہ شرح طحطاوی میں یہ تصریح ہے اس لئے کہ منع لغیرہ مشروعیت کو ختم نہیں کرتی اور درمختار میں اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بحرالرائق نے افادہ کیا ہے کہ مکروہ تحریمہ پر حرمت کا اطلاق صحیح ہے اھ، **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) جس طرح صحت منع لغیرہ کے منافی نہیں اسی طرح وہ حرمت کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ منع اگرچہ لغیرہ ہو وہ منع ظنی اور قطعی دونوں کو شامل ہے منع ظنی ہو تو مکروہ ہے اگر قطعی ہو تو حرام ہے اور بیشک یہاں نہی قطعی ہے تو مجھے معلوم نہیں کہ حرمت کو کراہت سے ان کو تاویل کی کیا حاجت ہوئی۔ (ت)

اسی طرح دوسرا مسلمان جب ایک چیز خرید رہا ہو اور قیمت فیصل ہوگئی ہو اور گفتگو ہنوز

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۰
[2] " کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ " " " ۱/۱۱۳

قطع نہ ہوئی ایسی حالت میں قیمت بڑھا کر خواہ کسی طور پر خود خرید لینا،

فی الدر کرہ تحریما السوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا اومستامنا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن والا لا لانہ بیع من یزید[1] اھ مختصرا۔

درمختار میں ہے کہ کسی کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا مکروہِ تحریمی ہے، اگرچہ پہلے بھاؤ والا ذمی ہو یا مستامن ہو جبکہ مبلغ ثمن پر اتفاق ہو چکا ہو ورنہ ثمن پر اتفاق کے بغیر دوسرے کا بھاؤ لگانا مکروہ نہیں کیونکہ اس صورت میں نیلامی والی بیع ہو جائے گی اھ مختصراً (ت)

یونہی تلقی جلب وبیع الحاضر للبادی وتفریق الصغیر من محرمہ وغیرہا کہ مع قیود وشروط کتب فقہ میں مفصل ہیں اسی قسم میں ہے یا نیچری وضع کے کپڑے یا جُوتے سینا یا ان اشیاء خواہ تانبے پیتل کے زیوروں وغیرہا کا بیچنا اور جملہ عقود ومکاسب ممنوعہ قضیہ۔

فی رد المحتار من الحظر عن المحیط بیع المکعب المفضض للرجل ان لیلبسہ یکرہ لانہ اعانۃ علی لبس الحرام وان کان اسکافا امرہ انسان ان یتخذ لہ خفا علی زی المجوس او الفسقۃ اوخیاطا امرہ ان یتخذ لہ ثوبا علی زی الفساق یکرہ لہ ان یفعل لانہ سبب التشبہ بالمجوس والفسقۃ[2]۔

ردالمحتار میں محیط کی کتاب الحظر سے منقول ہے کہ چاندی کے جڑاؤ والا جوتا مرد کو پہننے کے لئے فروخت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حرام لباس میں اعانت ہے، اور موچی کو اگر کوئی کہے میرے لئے مجوس یا فساق کی وضع والا جوتا بنا دے، یا درزی سے کہے کہ فساق والا لباس بنا دے تو ان کو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس اور فساق کی مشابہت کا سبب ہوگا۔ (ت)

اساءت یعنی وہ کام جسے نہ مکروہِ تنزیہی کی طرح صرف خلافِ اولٰی کہا جائے جس پر ملامت بھی نہیں، نہ تحریمی کی طرح گناہ وناجائز جس پر استحقاقِ عذاب ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ بُرا کیا قابلِ ملامت ہوا جس کا حاصل مکروہِ تنزیہی سے بڑھ کر ہے اور تحریمی سے کمتر۔

کما جنح الیہ العلامۃ الشامی

جیسا کہ علامہ شامی کا اس طرف میلان ہے

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۱

فی ردالمحتار **اقول** ولابد منه فان کل مرتبۃ للطلب فی جانب الفعل فان بازائھا مرتبۃ فی جانب الترک فالتحریم فی مقابلۃ الفرض فی الرتبۃ وکراھۃ التحریم فی رتبۃ الواجب، والتنزیہ فی رتبۃ المندوب، کما فی ردالمحتار من بحث اوقات الصلوٰۃ وقد بقیت السنۃ وھی فوق المندوب ودون الواجب فوجب ان یقابلھا ماھو فوق کراھۃ التنزیہ دون التحریم وھو الاساءۃ وقد نصوا علیھا فی غیرما فرع وان اغفلھا کثیرون فی ذکر الاقسام فلیحفظ قال فی الدر ترک السنۃ لایوجب فسادا ولاسھوا بل اساءۃ لوعامدا غیر مستخف[1] الخ وفی ردالمحتار عن التحریر تارکھا ای السنۃ یستوجب اساءۃ ای التضلیل واللوم[2]۔

ردالمحتار میں، **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ ضروری ہے کیونکہ فعل میں طلب کا جو مرتبہ ہے اس کے مقابل میں ترک کا مرتبہ ہے، تحریم کا رتبہ بمقابلہ فرض اور مکروہ تحریمی کا بمقابلہ واجب اور مکروہ تنزیہہ بمقابلہ مندوب ہے جیسا کہ ردالمحتار میں نماز کے اوقات کی بحث میں ہے جبکہ سنّت کا رتبہ باقی ہے اور وہ مندوب سے فائق اور واجب سے پست ہے تو ضروری ہے کہ اس کے مقابلہ میں حکم مکروہ تنزیہہ سے فائق اور مکروہ تحریمہ سے کم ہو اور یہ مرتبہ اساءت ہے، فقہاء نے اس بحث پر کئی فروعات میں نص فرمائی ہے اگرچہ حکم کے اقسام سے بہت سے لوگوں سے غفلت ہوئی ہے، اس کو محفوظ کرو۔ درمختار میں فرمایا سنّت کے ترک سے فساد کا حکم نہ ہوگا اور نہ ہی سہو کا، بلکہ اساءت کا حکم ہوگا جب غیر مستحب کو قصداً کرے الخ۔ ردالمحتار میں تحریر کے حوالہ سے ہے کہ سنّت کا تارک اساءت یعنی ملامت و تضلیل کا مستحق ہوگا۔ (ت)

مثلاً اپنے سے اعلم کے ہوتے ہُوئے عہدۂ قضاء کی نوکری جبکہ وہ اس پر راضی ہو،

وھو فی الدرالمختار لوقدموا غیرالاولی اساؤا بلا اثم[3]۔ فی ردالمحتار عن التتارخانیۃ اساءوا اذ ترکوا السنۃ لکن لایاثمون لانھم

درمختار میں ہے اگر لوگ غیر اولیٰ شخص کو امام بنائیں تو اساءت کے مستحق ہوں گے گنہگار نہ ہونگے۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے منقول ہے اساءت والے ہونگے جب وہ سنت کو ترک کریں گنہگار

---

[1] الدرالمختار | کتاب الصلوٰۃ | باب صفۃ الصلوٰۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۷۳
[2] ردالمحتار | " | " | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/۳۱۹
[3] الدرالمختار | " | باب الامامۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

ھ ۲۳
38
38

قدموا رجلا صالحا وکذا الحکم فی الامارۃ والحکومۃ اما الخلافۃ وھی الامامۃ الکبرٰی فلایجوز ان یترکوا الافضل وعلیہ اجماع الامۃ۔[۱]

نہ ہوں گے کیونکہ انھوں نے صالح شخص کو امام بنایا ہے اگرچہ غیر اولٰی ہے، اور یہی حکم امارت اور حکومت کا ہے لیکن خلافت میں جو امامت کبرٰی ہے یہ جائز نہیں کہ وہ افضل کو ترک کریں اور اس پر اجماعِ امت ہے (ت)

**اقول** یوہیں ظہر و مغرب وعشاء کے فرض پڑھ کر سُنتوں سے پہلے بیع وشراء اور ظاہراً طلوعِ فجر کے بعد نمازِ صبح سے پہلے خرید وفروخت بھی اسی قبیل سے ہے جبکہ ضرورت داعی نہ ہو یوہیں ہر وہ کسب کہ خلافِ سنت یا اس کا شغل ترکِ سنت کی طرف مؤدی ہو۔

**مکروہ تنزیہی** جیسے بیع عینیہ جبکہ مبیع بائع کے پاس عود نہ کرے، مثلاً جو قرض مانگنے آیا اُسے روپیہ نہ دیا بلکہ دس کی چیز پندرہ کو اس کے ہاتھ بیچی کہ اس نے دس کو بازار میں بیچ لی،

فی الدرالمختار شراء الشیئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف[۲] فی اٰخر الکفالۃ بیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعھا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربا وھو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض[۳] وفی ردالمحتار عن الفتح ان فعلت صورۃ یعود الی البائع جمیع ما اخرجہ اوبعضہ یکرہ تحریما فان لم یعد کما اذا باعہ المدیون فی السوق فلاکراھۃ بل خلاف الاولٰی[۴] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے سستی چیز کو قرض کی ضرورت پر مہنگے داموں خریدنا جائز ہے اور مکروہ ہے اس کو مصنف نے ثابت رکھا ہے، اور انھوں نے باب الکفالہ کے آخر میں بیع عینہ کے متعلق فرمایا یعنی عین چیز کو نفع کے ساتھ ادھار فروخت کرنا تاکہ قرض لینے والا اس کو کم قیمت پر فروخت کرکے حاجت پوری کرے یہ طریقہ سود خوروں نے ایجاد کیا ہے اور یہ مکروہ اور شرعاً مذموم ہے کیونکہ اس میں قرض دینے کی نیکی سے اعراض ہے، اور ردالمحتار میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ یہ ایسی صورت ہو کہ اس میں بائع کی طرف سے دی ہوئی چیز اس کو کل یا بعض واپس لوٹ آتی ہو اس لئے یہ مکروہ تحریمی ہے اور ایسا نہ ہو مثلاً مقروض اس

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۵
[۲] الدرالمختار کتاب البیوع فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۰
[۳] " کتاب الکفالہ ۲/۶۶
[۴] ردالمحتار داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۷۹

چیز کو بازار میں فروخت کرے تو مکروہ نہیں بلکہ خلافِ اولیٰ ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

**مباح** جیسے بن کی لکڑی، جنگل کے شکار، دریا کی مچھلیاں۔

**مستحب** جیسے خدمتِ اولیاء وعلماء کی نوکری۔

وقد کان انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ یخدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی شبع بطنہ[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ صرف شکم سیری کے عوض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کرتے تھے۔ (ت)

یونہی ہر وقت کسب جس میں امورِ خیر پر اعانت ہو اگرچہ خیر صرف تقلیلِ شر و خیر ہو مثلاً گھاٹ یا چنگی یا بندوبست کی نوکری اس نیت سے کہ بندگانِ خدا کارکنوں کے جبر و تعدی وظلم و زیادہ ستانی سے بچیں،

فی کفالۃ الدر النوائب ولو بغیر حق کجبایات فی ماننا قالوا من قام بتوزیعها بالعدل اجر[2] اھ ملخصا، وفی شهادات رد المحتار قدمنا عن البزدوی ان القائم بتوزیع هذہ النوائب السلطانیة والجبایات بالعدل بین المسلمین ماجور وان کان اصلہ ظلما[3] الخ قلت وکذٰلک نص علیہ فی کفایة الهدایة وغیرها۔

درمختار کے باب کفالہ میں ہے کہ ٹیکس اگرچہ ناحق ہوں ان کو فروخت کرنا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہوتا ہے فقہا کہتے ہیں جو شخص مزدوری پر یہ سرکاری وصولیاں کرے گا اس کو اتنا عوض دیا جائیگا اھ ملخصاً، ردالمحتار کے باب الشہادات میں ہے کہ بزدوی سے منقول گزرا ہے سرکاری وصولیاں عدل کے ساتھ اجرت پر وصول کرنے پر ثواب ہوگا اگرچہ یہ اصل میں ظلم ہوں الخ۔ میں کہتا ہوں اسی طرح کفایۃ الہدایہ میں ہے۔ (ت)

**سُنّت** جیسے احباب کا ہدیہ قبول کرنا اور عوض دینا،

احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنها ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

احمد، بخاری، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۶۸۳۸ و ۳۶۸۴۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۸۸

[2] الدرالمختار کتاب الکفالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۶

[3] ردالمحتار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۷۰

وسلم کان یقبل الهدیة ویثیب علیها[۱]

ہدیہ وصول کرتے اور اس پر بدل عطا فرماتے (ت)

اور افضل واعلیٰ کسب مسنون سلطان اسلام کے زیر نشان جہاد شرعی ہے۔

احمد وابو یعلی والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال بعثت بین یدی الساعة بالسیف حتی یعبد الله تعالٰی وحده لاشریك له وجعل رزقی تحت ظل رمحی[۲] الحدیث، واخرج ابن عدی عن ابی هریرة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الزموا الجهاد وتصحوا وتستغنوا[۳]۔ الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اطیب کسب المسلم سهمه فی سبیل الله[۴] قال المناوی فی التیسیر لان ما حصل بسبب الحرص علی نصرة دین الله تعالٰی لاشیئ اطیب منه فهو افضل من البیع وغیره مما مر لانه کسب المصطفٰی وحرفته صلی الله تعالٰی علیه وسلم[۵]۔ و

احمد، ابو یعلٰی اور طبرانی کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے قیامت سے آگے تلوار دے کر بھیجا گیا تاکہ لوگ اللہ کی عبادت کریں، اور میرا رزق نیزوں کے سائے میں ہے الحدیث۔ ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جہاد لازم کرو تاکہ تم صحت مند اور غنی ہوجاؤ۔ شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مسلمان کا پاک کسب اس کا فی سبیل اللہ تیر بنانا ہے۔ امام مناوی نے تیسیر میں فرمایا: یہ اس لئے کہ جو چیز اللہ تعالٰی کے دین میں حرص کے طور ہو اس سے بڑھ کر کوئی چیز اطیب نہیں ہے لہذا یہ عمل تجارت وغیرہ سے افضل ہے کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسب وعمل ہے اھ۔ اور



---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی قبول الهدایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۴۲

[۲] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/۹۲

[۳] الکامل لابن عدی ترجمہ بشر بن آدم بصری دار الفکر بیروت ۲/۴۴۹

[۴] الجامع الصغیر بحوالہ الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس حدیث ۱۱۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۷۰

[۵] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اطیب کسب المسلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۱۶۶

فی صید رد المحتار عن الملتقی ومواھب الرحمٰن فی تفاضل انواع الکسب[۱] افضلہ الجہاد ثم التجارۃ ثم الحراثۃ ثم الصناعۃ۔[۱]

ردالمحتار کے باب الصید میں ملتقی اور مواہب الرحمٰن سے منقول ہے کہ کسب کے اقسام میں فضیلت والا عمل جہاد ہے، پھر تجارت، پھر کاشتکاری، پھر صنعت کاری۔ (ت)

**واجب** جیسے قبول عطیۂ والدین جبکہ نہ لینے میں اُن کی ایذا مظنون ہو اور اگر تیقن ہو تو **فرض** ہوگا کہ ایذائے والدین حرام قطعی ہے اور حرام سے بچنا فرض قطعی، اسی طرح عہدۂ قضاء کا قبول فرض ہے جبکہ اس کے سوا اور کوئی اہل نہ ہو،

فی الدرالمختار کرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز وان تعین لہ اوامنہ لایکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولٰی عدمہ ویحرم علی غیر الاھل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ۔[۲]

درمختار میں ہے کہ جو شخص قضاء میں ظلم یا عجز کا خطرہ رکھتا ہو اس کو قضاء کا عہدہ قبول کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر وہی متعین ہو یا کمزوری کا خطرہ خوف نہ رکھتا ہو تو مکروہ نہ ہوگا، فتح۔ پھر اگر یہ عہدہ اسی پر موقوف ہے تو قبول کرنا فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ ہے، بحر۔ اور قضاء کو قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک عزیمت ہے عام فقہائے کے نزدیک، بزازیہ۔ تو اولٰی یہ ہے کہ نہ قبول کرے اور غیر اہل کے لئے حرام ہے قطعاً بلاتردد، تو اس میں پانچ حکم ہیں۔ (ت)



**غایات میں فرض** جیسے خورد ونوش وپوشش بقدر سدرمق وستر عورت بلکہ اتنا کھانا جس سے نمازِ فرض کھڑے ہوکر ہوسکے اور رمضان میں روزے پر قدرت ملے۔

فی الدرالاکل فرض مقدار ما یدفع الھلاك وتمکن بہ من الصلٰوۃ قائما وصومہ[۳] اھ ملخصاً۔

درمختار میں ہے ہلاکت سے بچنے کی مقدار کھانا فرض ہے اتنا کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے، اھ، ملخصاً (ت)

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصید دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۹۷
[۲] الدرالمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۳
[۳] ؍؍ کتاب الحظر والاباحۃ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۲۳۶

**یوہیں کفایت اہل وعیال واداۓ دیون ونفقات مفروضہ۔**

فی خزانۃ المفتین الکسب فرض وھو بقدر الکفایۃ لنفسہ وعیالہ وقضاء دیونہ ونفقۃ من یجب علیہ نفقتہ[1]

خزانۃ المفتین میں ہے اپنے لئے بطور کفایت، اپنی عیال، قرض کی ادائیگی اور جن کا نفقہ ذمہ میں ہے اس مقدار کے لئے کسب فرض ہے (ت)

**یوہیں حج فرض جبکہ بعد فرضیت مال نہ رہا،**

لان الذمۃ قد شغلت وابراؤھا عن الفرض فرض ومقدمۃ الفرض فرض۔

کیونکہ ذمہ میں بوجھ ہے اور فریضہ سے عہدہ برآ ہونا فرض ہے جبکہ فرض کا مقدمہ بھی فرض ہوتا ہے (ت)

زوجہ اگرچہ غنیہ ہو اُس کا کفن دفن شوہر پر ہے، یونہی اقارب کا جبکہ مال نہ چھوڑیں بلکہ ہر مسلمان کا کفن دفن مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے جب ایک شخص میں منحصر ہو جائے فرض عین ہو جائے گا۔

فی التنویر کفن من لامال لہ علی من تجب علیہ نفقتہ واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنہا علیہ وان ترکت مالا[2] وفی ردالمحتار الواجب علیہ تکفینھا وتجہیزھا الشرعیان من کفن السنۃ والکفایۃ وحنوط واجرۃ غسل وحمل ودفن[3]

تنویر میں ہے جس کا کفن نہ ہو مال نہ ہونے کی وجہ سے، تو جس پر اس کا نفقہ واجب ہے کفن بھی اس کے ذمہ ہے اور خاوند کے متعلق اختلاف ہے فتوٰی اس پر ہے کہ بیوی کا کفن واجب ہے اگرچہ بیوی نے اپنا مال چھوڑا ہو الخ۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ خاوند پر بیوی کی تکفین وتجہیز شرعی شوہر پر واجب ہے جو کفن سنّت یا کفن کفایہ ہے اور حنوط، غسل کی مزدوری جنازہ لے جانے اور دفن کا خرچہ شوہر پر واجب ہے (ت)

**واجب** جیسے اتنا کھانا کہ اداۓ واجبات پر قادر ہو زوجہ کا حق جماع ادا کر سکے۔

وھذا یعد مرۃ من واجبات الدیانۃ وان لم یجبر علیہ قضاء کما فصلناہ فی الطلاق من فتاونا۔

یہ واجبات دیانت میں شمار ہے اگرچہ قضاءً اس پر جبر نہ ہو گا جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کی طلاق کی بحث میں تفصیل ذکر کی ہے (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ قلمی نسخہ ۲/۲۱۰
[2] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۱
[3] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۸۱

کپڑے میں اتنی زیادت کہ انتقالات نماز وغیرہ میں زانو نہ کھلیں، یوہیں صدقہ فطر و اضحیہ جبکہ بعد وجوب مال نہ رہا غرض ہر واجب جس کی تحصیل کو مال درکار۔

**سنّت** جیسے نماز کے لئے عمامہ وجُبّہ ورداوغیرہا لباس مسنون وتجمل عیدین وجمعہ و بنا و توسیع و تطییب مساجد وصلہ رحم وہدیہ احباب ومواساتِ مساکین وخبرگیری یتامی و بیوگان وخدمت مہماناں و امثال ذٰلک سنن مالیہ یوہیں عطر ومشک وسرمہ وشانہ وآئینہ بقصد اتباع اور کھانے میں تہائی پیٹ کی مقدار تک پہنچنا۔

**مستحب** جیسے بنائے سقایہ وسبیل وسرا ومدارس وپُل وغیرہا،

| | |
|---|---|
| فی ردالمحتار عن تبیین المحارم عن بعض العلماء فی ذکر مراتب الاکل "مندوب وھو مایعینہ علی تحصیل النوافل وتعلیم العلم وتعلمہ"۱؎ | ردالمحتار میں تبیین المحارم کی نقل میں بعض علماء سے منقول ہے کہ کھانا کھانے کے مراتب کئی ہیں جن میں مندوب ومستحب وہ ہے جو نوافل اور تعلیم و تعلّم کے لئے معاون بنے۔ (ت) |

بلکہ مہمان کے ساتھ پورا پیٹ بھر کھانا بھی کہ وہ ہاتھ اٹھا لینے سے شرماکر بھوکا نہ رہے، یوہیں عورت کی سیر خوری اس نیت سے کہ شوہر کے لئے حفظِ جمال کرے کم خوری لاغری وشکستِ رنگ وحُسن کی موجب نہ ہو۔

| | |
|---|---|
| فی الدرعن الوھبانیۃ وللزوجۃ التسمین لافوق شبعھا اھ قال الشامی قال الطرسوسی فی الزوجۃ ینبغی ان یندب لھا ذٰلک وتکون ماجورۃ، قال الشارح ولایعجبنی اطلاق اباحۃ ذٰلک فضلا عن ندبہ ولعل ذٰلک محمول علی ما اذا کان الزوج یحب السمن والا ینبغی ان تکون | درمختار میں وہبانیہ سے منقول ہے کہ بیوی کو فربہ بننا مندوب ہے جو کہ سیر ہو کر کھانے سے زائد نہ ہو اھ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ طرسوسی نے فرمایا ہے کہ بیوی میں یہ بات مستحب ہے اور وہ اجر پائے گی۔ شارح نے فرمایا مجھے اس بات میں اباحت پسند نہیں چہ جائیکہ مستحب ہو، ہوسکتا ہے کہ استحباب کا معاملہ اس صورت میں ہو جب خاوند فربہ پن کو پسند کرتا ہو، ورنہ مناسب یہ ہے کہ بیوی معتدل |

---

۱؎ ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۵

۲؎ الدرالمختار " " " فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۴

موزونة[1] اھ اقول فی ھذا کلام فان الاکل الی الشبع حلال و نیۃ السمن غایتھا کراھۃ التنزیہ نعم عدم الاجر ظاھر ثم ھذا کلہ فی التسمین اما ماذکرت فواضح لاغبار علیہ۔

ہوا ھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) اس میں کلام ہے کیونکہ سیر ہونے تک کھانا حلال ہے اور اس میں فربہ ہونے کی نیت زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہ ہے، ہاں اجر نہ ہونا ظاہر ہے، پھر یہ بحث فربہ ہونے میں ہے لیکن میں نے جو ذکر کیا وُہ واضح اور بے غبار ہے۔ (ت)

**مباح** جیسے زینت وآرائش، لباس ومکان وزیورِ زناں۔

فی خزانۃ المفتین بعد مامر و مباح و ھو الزیادۃ للزیادۃ والتجمل[2]۔

خزانۃ المفتین میں گزشتہ مضمون کے بعد ہے احکام انواع میں ایک نوع مباح ہے جیسے خوبصورتی اور جسم کو بڑھانے کے لئے عمدہ کھانا کھانا۔ (ت)

جبکہ یہ سب امور منکرات ومقاصد مذمومہ سے خالی ہوں ورنہ مذموم ہیں اور مقاصد محمودہ کے ساتھ بھی خالی مباح نہ رہیں گے مستحب ہوجائیں گے۔



فان المباح اتبع شیئ للنیات کما ذکرہ فی البحرالرائق ورد المحتار وغیرھما و ذٰلک لخلوہ فی نفسہ عن کل حکم فلا یزاحم شیئا یطرأ علیہ من صواحبہ کنیۃ او تأدیۃ الی خیر او شر کما لایخفی۔

مباح چیز نیت کے تابع ہوتی ہے جیسا کہ بحرالرائق اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے کیونکہ مباح ہر حکم سے خالی ہوتا ہے لہذا کسی بھی طاری ہونے والے حکم سے متعارض نہ ہوگا، مثلاً نیت سے خیر یا شر کسی کی نیت مراد ہوسکتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے (ت)

**مکروہ تنزیہی** جیسے اپنے لئے انواعِ فواکہ سے تفکہ،

فی الدر لا بأس بانواع الفواکہ وترکہ افضل[3]۔

درمختار میں ہے مختلف انواع کے پھلوں میں کوئی حرج نہیں جبکہ ترک افضل ہے۔ (ت)

**اساءت** جیسے اتباع شہوت نفس ولذت طبع کے لئے ترفّہ وتنعّم بالحلال میں انہماک اسی نیت

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۵

[2] خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۰

[3] الدرالمختار کتاب الحظروالاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

سے عمدہ کھانے، دونوں وقت سیر ہو کر کھانا، باریک نفیس بیش بہا جامے پہنا کرنا، شبانہ روز عورتوں کی طرح کنگھی چوٹی میں گرفتار رہنا کہ یہ امور اگرچہ حدِ تحریم و گناہ تک نہ پہنچیں خلافِ سنّت ضرور ہیں،

ولا شك فی توجه اللوم علیه و ان لم یستحق العقاب والاحادیث فی ذٰلك کثیرة شهیرة لانسردها مخافة الاطناب **اقول** وبه علم ان ماجنحت الیه اولٰی ممافی رد المحتار عن شرح الملتقی فی انواع الکسوة مباح وهوالثوب الجمیل للتزین فی الاعیاد والجمع ومجامع الناس لافی جمیع الاوقات لانه صلف وخیلاء وربما یغیظ المحتاجین فالتحرز عنه اولٰی ومکروه وهواللبس للتکبر[1] وکذا ماذکر من محض الاباحة فی تجمل الجمع والاعیاد والمجامع محمله ما اذا لم ینوا الا التجمل اما اذا نوی الاتباع فسنة لا شك کما ذکرت وکذا الکراهة فی التکبر تحمل علی الحرمة فانه حرام وکبیرة عظیمة قطعا۔

اس پر ملامت میں شک نہیں اگرچہ مستحقِ عقاب نہیں ہے، اور اس میں کثیر احادیثِ مشہورہ وارد ہیں، ہم طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کرتے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) اس سے معلوم ہوا کہ میرا موقف بہتر ہے اس سے جس کو ردالمحتار نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ لباس کے اقسام مباح ہیں تو وہ عیدوں، جمعہ اور مجمع کے لئے مباح ہیں، نہ کہ تمام اوقات میں ہر وقت ایسا کرنا بے مقصد تکبّر و غرور، اور کبھی محتاج لوگوں کو چڑانا ہے، لہذا اس سے بچنا بہتر ہے، اور تکبّر کے طور پر لباس پہننا مکروہ ہے اھ اور یوں جو انھوں نے عید، جمعہ وغیرہ میں اباحت کا ذکر کیا ہے اس کا محمل بھی وہ ہے کہ تکبر کی بجائے صرف اپنا جمال بنانا مقصود ہو مگر اس نے شریعت کی پیروی میں ایسا لباس پہنا تو سنّت ہے تو مذکور میں شک نہیں اور یونہی تکبر کی صورت میں کراہت سے مراد تحریمی ہے کیونکہ تکبر حرام ہے اور عظیم کبیرہ گناہ ہے۔ (ت)

**مکروہ تحریمی** جیسے محض تکاثر و تفاخر کے لئے جمع اموال۔

فی خزانة المفتین بعد ما مر ومکروه وهو الجمع للتفاخر والتکاثر وان کان من حل[2]

خزانۃ المفتین میں مذکور بیان کے بعد فرمایا: انواعِ احکام میں ایک نوع مکروہ ہے جیسے اظہارِ کثرت و فخر کے لئے مال جمع کرنا اگرچہ حلال مال سے ہو۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[2] خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۰

یوہیں پیٹ سے زیادہ چند لقمے کھانا جن کا معدے میں بگڑ جانا مظنون نہ ہو،

فی الخانیۃ یکرہ الاکل فوق الشبع اھ[1] اقول وبھذا الحمل تندفع المخالفۃ بینہ وبین مایأتی عن الدر من نص التحریم۔

خانیہ میں ہے سیر ہوجانے کے بعد کھانا مکروہ ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) اس بیان سے درمختار میں آئندہ تحریم کی نص میں اور اس میں مخالفت ختم ہوگئی (ت)

مگر جبکہ روزے کی قوت مقصود ہو یا مہمان کا ساتھ دینا۔

فی التنویر مباح الی الشبع لتزید قوتہ وحرام وھو ما فوقہ الا ان یقصد قوۃ صوم الغد اولئلا یستحیی ضیفہ اھ[2] اقول والاستثناء اذا حمل علی ماذکرت صح قطعا ویکون قولہ حرام یشمل المکروہ فلا یکون منقطعا فافھم۔

تنویر میں ہے سیر ہونے تک کھانا مباح ہے جبکہ حصول قوت مقصد ہو اور اس سے زائد حرام ہے، لیکن اگر صبح روزہ رکھنے یا مہمان کے حیاء کے احساس کی وجہ سے زائد کھائے تو حرام نہ ہوگا اھ اقول (میں کہتا ہوں) آپ کے ذکر کردہ پر محمول کیا جائے تو استثناء قطعاً صحیح ہے اور حرام سے مراد مکروہ تحریمہ ہو تو یہ استثناء منقطع نہ ہوگا، غور کرو۔ (ت)



یوہیں لباس شہرت پہننا یعنی اس قدر چمکیلا نادر ہو جس پر انگلیاں اُٹھیں اور بالقصد اتنا ناقص و خسیس کرنا بھی ممنوع ہے جس پر نگاہیں پڑیں یونہی ہر انوکھی اچنبھے کی ہیأت وضع تراش خراش کہ وجہ انگشت نمائی ہو۔ سنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لبس ثوب شھرۃ البسہ اللہ یوم القیمۃ ثوبا مثلہ[3] وعند ابن ماجۃ ثوب مذلۃ[4] زاد ابوداؤد فی روایۃ ثم یلھب

جس نے شہرت کا لباس پہنا اس کو اللہ تعالٰی بھی ایسا ہی لباس پہنائے گا، اور ابن ماجہ میں "ذلت کا لباس" اور ابوداؤد کی ایک روایت میں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ ومایکرہ اکلہ الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

[2] الدر المختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

[4] سنن ابن ماجہ " باب من لبس شہرۃ من الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۶

فیه النار[1]

"پھر جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا" کے الفاظ ہیں۔ (ت)

جو شہرت کے کپڑے پہنے گا اللہ تعالٰی اسے روزِ قیامت ویسا ہی لباسِ شہرت پہنائے گا جس سے عرصاتِ محشر میں معاذ اللہ ذلت و تفضیح ہو پھر اس میں آگ لگا کر بھڑکادی جائے گی والعیاذ باللہ تعالٰی۔

فی ردالمحتار عن الدر المنتقی نھی عن الشھرتین وھو ما کان فی نھایۃ النفاسۃ اوالخساسۃ[2] اھ اقول ولایختص بھما بل لو کان بینھما وکان علی ھیأۃ عجیبۃ غریبۃ توجب الشھرۃ وشخوص الابصار کان لباس شھرۃ قطعا۔

ردالمحتار میں الدرالمنتقٰی سے منقول ہے کہ دو شہرتوں سے منع فرمایا، ایک حد سے زیادہ نفاست اور دوسری حد سے زیادہ رسوائی سے، اھ، اقول (میں کہتا ہوں) ان دونوں سے خاص نہیں بلکہ عجیب وغریب حالت بنانا جو شہرت کا باعث اور لوگوں کے لئے نظارہ بنے وہ قطعاً سبب شہرت کا لباس ہے۔ (ت)

حرام جیسے ریشمی کپڑے، مغرق ٹوپیاں۔ یوہیں پیٹ سے اوپر اتنا کھانا جس کے بگڑجانے کا ظن ہو۔



فی الدر حرام فوق الشبع وھو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ افسد معدتہ وکذا فی الشرب قھستانی[3]۔

درمختار میں ہے سیرابی سے زیادہ وہ کھانا حرام ہے جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ معدہ کو خراب کرے گا، اور یونہی پینے کا معاملہ ہے' قہستانی۔ (ت)

جب یہ صورتیں معلوم ہولیں اب احکامِ کسب کی طرف چلئے، فاقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ کسب یعنی تحصیل مال کو خواہ روپیہ ہو یا طعام یا لباس یا کوئی شے سبب وغرض دونوں سے ناگزیر ہے اور احکام نہ گانہ میں پہلے چار جانب طلب ہیں جن میں فرض وواجب کی طلب جازم ہے اور سنت ومستحب کی غیر جازم اور پچھلے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

چار جانب نہی ہیں جن میں مکروہ تنزیہی واساءت سے نہی ارشادی اور تحریمی وحرام سے حتمی اور مباح طلب ونہی دونوں سے خالی، اب اگر سبب وغرض دونوں اقسام تسعہ سے ایک ہی قسم کے ہیں جب تو ظاہر کہ وہی حکم کسب پر ہوگا مثلاً ذریعہ بھی فرض اور غرض بھی فرض، تو ایسا کسب دوہرا فرض ہوگا اور دونوں حرام تو دونا حرام وعلٰی ھذا القیاس اور اگر مختلف اقسام سے ہیں تو تین حال سے خالی نہیں:

اولاً اختلاف جانب واحد مثلاً طلب یا نہی کے اقسام میں ہو جیسے سبب فرض ہو غرض واجب یا سبب مکروہ تنزیہی غرض حرام۔

ثانیاً اختلاف، اختلاف جانب وسط ہو مثلاً سبب واجب یا حرام اور غرض مباح یا بالعکس، ان دونوں صورتوں میں کسب اشد واقوی کا تابع ہوگا مثلاً فرض ووجوب کا اختلاف ہے تو فرض اور وجوب وسنیت کا تو واجب، اور ایک مباح اور دوسرا اور کسی قسم کا ہے تو کسب اسی قسم کا ہوگا۔

لما مر من ان المباح ساذج عار یکتسی بکل سداء ویتلون بلون کل ما یمازج والضعیف من جانب یندرج فی القوی منہ۔

جیسے گزرا کہ مباح، احکام سے خالی ہوتا اور ہر پہلو اختیار کرلیتا ہے، اور ایک طرف سے ضعیف ہو تو اپنے سے قوی میں درج ہوتا ہے۔ (ت)



ثالثاً اختلاف، اختلاف جانبین ہو یعنی سبب جانب طلب میں ہے اور غرض جانب نہی یا بالعکس، صورتِ اولٰی میں کسب مطلقاً حکم غرض کا مورد رہے گا مثلاً غرض حرام ہے تو حرمت وگناہ نقد وقت ہے گو سبب فرض واجب ہو حتی کہ اگر سبب اعلٰی درجۂ طلب میں ہو یعنی فرض اور غرض ادنٰی درجۂ نہی میں یعنی مکروہ تنزیہی جب بھی کسب مکروہ تنزیہی سے خالی نہیں ہوسکتا اگرچہ سبب فی نفسہٖ فرض ہے وجہ یہ کہ کوئی غرض معین کسب کے لئے لازم نہیں وہ اختلاف نیت سے مختلف ہوسکتی ہے اور ہر وقت اپنے اختیار سے امکانِ تبدل رکھتی ہے، مانا کہ سبب فرض تھا مگر جب اس نے اُسے کسی امرِ حرام یا ناپسندیدہ کی نیت سے کیا ضرور حرمت وناپسندی میں گرفتار ہوا کہ ایسی نیت کیوں کی، اگر کوئی نیت فرض یا واجب حاضر نہ تھی تو اقل درجہ نیت مباح پر قادر تھا اس کی نظیر نماز ہے کہ دکھاوے کو پڑھی جائے اگرچہ نماز فی نفسہٖ فرض ہے مگر نیت خبیثہ موجبِ تحریم ہوگی، اور صورت عکس میں یعنی جب سبب جانبِ نہی ہوا اور غرض جانبِ طلب۔ اگر وہ سبب متعین نہ تھا بلکہ اس کا غیر کہ نہی سے خالی ہو ممکن تھا تو اس صورت

میں بھی کسب مطلقاً موردِ نہی ہوگا کہ غرض اگرچہ فرض ہے جب ذریعہ مباح سے مل سکتی تھی تو حرام یا مکروہ کی طرف جانا اپنے اختیار سے ہوا اور اُس کا الزام لازم آیا اور اگر سبب متعین تھا کہ دوسرا طریقہ قدرت ہی میں نہیں تو اب دو صورتیں ہوں گی:

اوّل غرض وسبب کی نہی وطلب دونوں ایک ہی مرتبہ میں ہوں مثلاً سبب حرام، غرض فرض سبب مکروہ تحریمی، غرض واجب، سبب میں اسارت، غرض سنت، سبب مکروہ تحریمی غرض واجب سبب میں اسارت، غرض سنت، سبب مکروہ تنزیہی غرض مستحب اور صرف اسی قدر کافی نہیں بلکہ نوعِ واحد میں تفاوت وقوت پر بھی نظر لازم کہ حرام کا ترک فرض ہے اور فرض کا ترک حرام، اور بعض فرض بعض دیگر سے اعظم وآکد ہوتے ہیں، اور بعض حرام بعض دیگر سے اشنع واشد، تو یہ دیکھا جائے گا کہ مثلاً فرض غرض کے ترک سے جو حرمت لازم آئے گی وہ اس حرمت سے کیا نسبت رکھتی ہے جو اس سبب حرام کے ارتکاب میں ہے جب سب وجوہ سے طرفین میں تساوی قوت ثابت ہو تو حکمِ کسب میں اتباع سبب یعنی جانبِ نہی کو ترجیح رہے گی،

لان اعتناء الشرع بالمنہیات اشد من اعتنائہ بالمامورات ولذا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا امرتکم بشیئ فأتوا منہ مااستطعتم واذا نہیتکم عن شیئ فاجتنبوہ[1] وروی فی الکشف حدیثاً لترک ذرۃ مما نہی اللہ عنہ افضل عن عبادۃ الثقلین، قالہ فی الاشباہ[2] ولنا فی المقام تحقیقات نفائس المنا بکثیر منہا فی ما علقنا علی کتاب "اذاقۃ الاثام

کیونکہ ممنوعات سے متعلق شرع کا حکم اہم ہوتا ہے جبکہ مامورات کا اہتمام اس قدر نہیں تا اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اپنی استطاعت پر بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اجتناب کرو۔ کشف میں مروی ہے کہ اللہ تعالٰی کے منع کردہ سے ذرہ بھر بھی باز رہنا جن وانسان کی عبادت سے افضل ہے، انھوں نے اشباہ میں یہ بیان کیا ہے، ہمارا یہاں کلام نفیس ہے جس کو ہم نے اپنے والد گرامی قدر کی کتاب "اذاقۃ الاثام لمانعی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۲
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ " " " ۲/ ۲۶۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۵

لمانعی عمل المولد والقیام من تصانیف خاتمۃ المحققین الاماجد سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد۔

عمل المولد والقیام" کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

دونوں کی قوت کم وبیش ہو اس صورت میں اقوی کا اتباع ہوگا، سبب ہو خواہ غرض۔ مثلاً مال غیر بے اذن لینا حرام ہے اور خوک وخمر کی حرمت اس سے بھی زائد اور سد رمق اور دفع جوع قاتل وعطش مہلک کی فرضیت ان سب سے اقوی ہے لہذا حالت مخمصہ میں ان اشیاء کا تناول اسی قدر جس سے ہلاک دفع ہو لازم ہوا اور جانب غرض کو ترجیح دی گئی اور اگر مضطر کچھ نہیں پاتا مگر یہ کہ کسی انسان کا ہاتھ کاٹ کر کھائے تو حلال نہیں اگرچہ اس شخص نے اجازت بھی دی ہو کہ حرمت انسان اس فرض سے اقوی ہے لہذا جانب سبب کو ترجیح رہی۔

فی الدر الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام اومیتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث ولکن مقدار ما یدفع الانسان الھلاک عن نفسہ اھ[1] وفی الشامیۃ عن وجیز الکردری ان قال لہ اٰخر اقطع یدی وکلھا لایحل لان لحم الانسان لایباح فی الاضطرار لکرامتہ[2]۔

درمختار میں ہے: غذا کے لئے کھانا اور پیاس کی وجہ سے پینا اگرچہ حرام، مردار یا غیر کا مال ہو تو جب اس کے ضمن میں فرض ہے تو ثواب پائیگا حدیث کے مطابق۔ لیکن یہ اس مقدار کے لئے جس قدر سے انسان اپنے کو ہلاکت سے بچا سکے اھ، اور شامی کے فتاوٰی میں وجیز کردری سے منقول ہے اگر کسی نے دوسرے شخص کو کہا میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو، تو یہ حلال نہیں کیونکہ انسان کا گوشت اضطراری حالت میں بھی مباح نہیں انسانی کرامت کی وجہ سے۔ (ت)



یہ تقریر منیر حفظ رکھنے کی ہے کہ اول تا آخر اس تحقیق جمیل وضبط جلیل کے ساتھ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گی وباللہ التوفیق انھیں ضوابط سے دوسرے سوال اعنی مسئلہ سوال کا حکم منکشف ہو سکتا ہے جب غرض ضروری نہ ہو تو سوال حرام، مثلاً آج کا کھانے کو موجود ہے تو کل کے لئے سوال حلال نہیں کہ کل تک کی زندگی بھی معلوم نہیں کھانے کی ضرورت درکنار۔ یونہی رسوم شادی کے لئے سوال حرام کہ نکاح شرع

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظروالاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۵

میں ایجاب وقبول کا نام ہے جس کے لئے ایک پیسہ کی بھی ضرورت شرعاً نہیں، اور اگر غرض ضروری ہے اور بے سوال کسی طریقۂ حلال سے دفع ہوسکتی ہے جب بھی سوال حرام، مثلاً کھانے کو کچھ پاس نہیں مگر ہاتھ میں ہُنر ہے یا آدمی قوی تندرست قابل مزدوری ہے کہ اپنی صنعت یا اُجرت سے بقدرِ حاجت پیدا کرسکتا ہے قبل اس کے کہ احتیاج تابحد مخمصہ پہنچے تو اسے سوال حلال نہیں، نہ اسے دینا جائز کہ ایسوں کو دینا انھیں کسبِ حرام کا مؤید ہوتا ہے اگر کوئی نہ دے تو جھک مار کر آپ ہی محنت مزدوری کریں اور اگر دوسرا طریقۂ حلال میسر نہیں حرفت وصنعت کچھ نہیں جانتا نہ محنت ومزدوری پر قادر ہے خواہ بوجہ مرض یا ضعف خلقی یا نازپروردگی یا کسب کرتو سکتا ہے مگر حاجت فوری ہے کسب پر محول کرنا تا تریاق از عراق کا مضمون ہوا جاتا ہے تو سوال حلال ہوگا کہ ہر ان صورتوں میں کارروائی یونہیں ہوسکتی ہے کہ مانگ کرلے یا چھین کر یا چُرا کر یا کوئی حرام یا مُردار کھائے اور سرقہ وغصب کی حرمت سوال سے اشد ہے اور حرام ومردار کی غصب وقہر سے بھی سخت تر، یہ صورتیں تو ظاہر ہیں اور علمائے نے بوجہ اشتغال جہاد و مشغولی طلب علم دین فرصت کسب نہ پانے کو بھی وجوہِ معذوری سے شمار فرمایا اور ایسے کے لئے سوال حلال بتایا جب مدار ضرورت غرض وتعین ذریعہ پر ٹھہرا تو کچھ اکل وشرب ہی کی تخصیص نہیں کہ جس کے پاس ایک دن کا قوت ہے اسے سوال مطلقاً منع ہو بلکہ اگر دس دن کا کھانا موجود ہے اور کپڑا نہیں یا کپڑا بھی ہے مگر ہلکا کہ جاڑے کی آفت روک سکتا نہیں اور طریقۂ تحصیل کوئی دُوسرا نہیں کپڑے کے لئے سوال ناروا نہیں، یونہیں اگر کھانے پہننے سب کو موجود ہے مگر مدیون ہے تو اگر کچھ مال فاضل رکھا ہے جسے بیچ کر ادا کرے یا کما کر دے سکتا ہے تو سوال حرام، اور اگر کمائی سے بعد نفقۂ ضروری کے کچھ نہیں بچا سکتا اور قرض خواہ گردن پر چھری رکھے ہوئے ہے تو ادا کے لئے سوال حلال۔



في الدرالمختار لا يحل ان يسأل شيئا من القوت من له قوت يومه بالفعل اوبالقوة كالصحيح المكتسب و يأثم معطيه ان علم بحاله لاعانته على المحرم ولو سأل للكسوة او لاشتغاله عن الكسب بالجهاد او طلب العلم جاز لو محتاجا[1] اھ وفيه من النفقات تجب

درمختار میں ہے جائز نہیں اُسے سوال جس کے پاس ایک دن کا گزارہ بالفعل یا بالقوۃ ہے جیسا کہ تندرست شخص کمائی کے قابل ہو اور اس کے حال سے آگاہی کے باوجود اس کو دینے والا گنہگار ہوگا حرام پر اعانت کی وجہ سے، اگر جسم ڈھانپنے کے لئے یا جہاد میں مصروف ہونے کی وجہ سے کسب نہ کرسکنے یا طلب علم کی مصروفیت میں کسب نہ کرسکنے کی وجہ سے سوال کیے تو ضرورتاً یا حاجتمند ہو تو سوال کرنا جائز ہے اھ، اسی

[1] الدرالمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

ایضاً لکل ذی رحم محرم صغیرا او انثی[1] ولو بالغۃ صحیحۃ او الذکر بالغا عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج زاد فی الملتقی والمختار او لا یحسن الکسب لحرفۃ او لکونہ من ذوی البیوتات[1] اھ قال الشامی ای من اھل الشرف[2] الخ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

باب النفقہ میں ہے نفقہ واجب ہے ہر نابالغ ذی محرم یا عورت اگرچہ بالغہ صحیحہ یا مرد بالغ ہو لیکن جسمانی معذور ہونے کی وجہ سے کسب سے عاجز ہے جیسے نابینا، ہاتھ پاؤں مفلوج وغیرہ۔ ملتقی اور مختار میں زائد کیا جو کوئی اچھا کسب نہیں رکھتا یا گھریلو عورتیں اھ۔ شامی نے فرمایا یعنی اہل شرف لوگ الخ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

رسالہ

خیر الأمال فی حکم الکسب والسوال

ختم ہوا



---

[1] الدر المختار کتاب الطلاق باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۸۶

[2] رد المختار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱

# علم وتعلیم

## عالم، متعلم، مفتی، واعظ، افتاء، کتابت، تقلید، علوم وفنون، تعلیم گاہ سے متعلق



**مسئلہ ۲۹۸:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم ومسلمۃ (ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ت) میں عموماً ہر علم مراد ہے یا کوئی علم خاص مقصود ہے؟ اگر خاص مقصود ہے تو وہ کون سا علم ہے؟ بینوا توجروا۔

### الجواب

حدیث طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم ومسلمۃ[1] (ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ت) کہ بوجہ کثرت طرق وتعدد مخارج حدیث حسن ہے اُس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلب علم کی فرضیت تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اُس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو اور فرض عین نہیں مگر اُن علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا اعم واشمل واعلٰی واکمل واہم واجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنّی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۸۶۵۲ ۱۰/ ۱۳۱
الجامع الصغیر حرف الطاء حدیث ۵۲۶۴ ۲/ ۳۲۵

کافر یا بدعتی، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں، پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض و شرائط و مفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کرسکے، پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ، صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج، نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے، تاجر ہو تو مسائل بیع و شراء، مزارع پر مسائل زراعت، موجر و مستاجر پر مسائل اجارہ، وعلیٰ ھذا القیاس ہر اس شخص پر اُس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انھیں میں سے ہیں مسائل حلال وحرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع و اخلاص و توکل وغیرہا اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر و ریا و عُجب و حسد وغیرہا اور اُن کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق و فاجر و مرتکب کبائر ہے یونہی بعینہ ریاء سے نماز پڑھنے والا انھیں مصیبتوں میں گرفتار ہے فنسئل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں و بس۔ علامہ مناوی تیسیر میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں:



اراد بہ مالا مندوحۃ لہ عن تعلمہ کمعرفۃ الصانع و نبوۃ رسلہ وکیفیۃ الصلوٰۃ و نحوھا فان تعلمہ فرض عین[1]

اس سے وہ علم مراد ہے جس کے سیکھنے سے کوئی چارہ نہیں، جیسے صانع کی پہچان، رسولوں کی نبوت، کیفیت نماز اور اس جیسے دوسرے مسائل کی معرفت، کیونکہ ان باتوں کا سیکھنا فرض عین ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

اعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین و ھو بقدر مایحتاج لدینہ[2]

جان لیجئے! علم سیکھنا اور اسے حاصل کرنا فرض عین ہے، اور اس سے مراد اتنی مقدار ہے کہ جس کی دین میں ضرورت پڑتی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں فصول علامی سے ہے:

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی — مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۱۱۵

[2] درمختار مقدمہ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶

۲۳ فرض علی کل مکلف ومکلفۃ بعد تعلمہ علم الدین والھدایۃ تعلم علم الوضوء و الغسل والصلٰوۃ والصوم وعلم الزکوٰۃ لمن لہ نصاب والحج لمن وجب علیہ والبیوع علی التجار لیحترزوا عن الشبہات و المکروھات فی سائر المعاملات وکذا اھل الحرف وکل من اشتغل بشیئ یفرض علیہ علمہ وحکمہ لیمتنع عن الحرام فیہ[1]

دینی علم اور ہدایت حاصل کرنے کے بعد ہر عاقل، بالغ، مرد، عورت پر وضو، غسل، نماز اور روزہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے، اور اسی طرح مسائلِ زکوٰۃ کا اس شخص کے لئے جاننا جو صاحبِ نصاب ہے۔ اور حج کے مسائل اس کے لئے جس پر وہ واجب ہے، اور خرید و فروخت کے مسائل جاننا کاروبار کرنیوالوں کیلئے تاکہ وہ اپنے تمام معاملات میں مشکوک اور مکروہ کاموں سے بچ جائیں۔ یونہی پیشہ ور اور ہر ایسا آدمی جو کسی کام میں مشغول ہو تو اس پر اس کام کا علم رکھنا فرض ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے تاکہ وہ اس معاملے میں حرام سے بچ جائے۔ (ت)

40 اور اسی میں ہے:



فی تبیین المحارم لا شک فی فرضیۃ علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحۃ العمل موقوفۃ علیہ وعلم الحلال والحرام وعلم الریاء لان العابد محروم من ثواب عملہ بالریاء وعلم الحسد والعجب اذھما یاکلان العمل کما تاکل النار الحطب وعلم البیع والشراء والنکاح والطلاق لمن اراد الدخول فی ھذہ الاشیاء وعلم الالفاظ المحرمۃ او المکفرۃ ولعمری ھذا من اھم المھمات فی ھذا الزمان[2]

تبیین المحارم میں ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ پنجگانہ فرض نمازوں کی فرضیت جاننا اور حصولِ اخلاص کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ ہر عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔ یونہی حلال، حرام کا علم اور ریاء کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ عابد ریاکار اپنی ریاکاری کی وجہ سے اپنے عمل کے اجر وثواب سے محروم ہوتا ہے۔ حسد اور خود بینی کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں انسانی اعمال کو اس طرح کھاجاتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو۔ خرید و فروخت، نکاح، طلاق وغیرہ کے مسائل جاننا اس شخص کیلئے ضروری ہیں

[1] رد المحتار مقدمہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۹

[2] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۹

جو ان کاموں کو کرنا چاہے، یوں ہی حرام اور کفر پر الزام جاننا ضروری ہیں، مجھے اپنی زندگی کی قسم اس زمانے میں یہ سب سے زیادہ ضروری امور ہیں۔ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحت حدیث مسطور فرماتے ہیں،

مراد بعلم درینجا علمیست کہ ضروری وقت مسلمان ست مثلاً چوں در اسلام در آمد واجب شد بروئے معرفت صانع تعالٰی وصفات وعلم بہ نبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجز آں از انچہ صحیح نیست ایمان بے آن و چوں وقت نماز آمد واجب شد آموختن علم باحکام صلاۃ وچوں رمضان آمد واجب گردید تعلم احکام صوم[1] الخ۔

اس جگہ (یعنی حدیث مذکور میں) علم سے وہ علم مراد ہے جو مسلمان ہونے کے وقت ضروری ہے، مثلاً جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس پر اللہ تعالٰی اور اس کی صفات کی معرفت، یونہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا علم رکھنا اور اس کے علاوہ وہ اسلامی مسائل کہ جن کو جانے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، پھر جب نماز کا وقت آجائے تو مسائل نماز کو سیکھنا ضروری ہے اور جب رمضان شریف آجائے تو احکام روزہ سیکھنے ضروری ہیں الخ (ت)



غرض اس حدیث میں اسی قدر علم کی نسبت ارشاد ہے، ہاں آیات واحادیث دیگر کہ فضیلت علماء وترغیب علم میں وارد، وہاں ان کے سوا اور علوم کثیرہ بھی مراد ہیں جن کا تعلم فرض کفایہ یا واجب یا مسنون یا مستحب، اس کے آگے کوئی درجہ فضیلت وترغیب اور جو ان سے خارج ہو ہرگز آیات واحادیث میں مراد نہیں ہوسکتا، اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالۃً جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط خواہ وساطۃً مثلاً نحو وصرف ومعانی و بیان کہ فی حد ذاتہا امر دینی نہیں مگر فہم قرآن وحدیث کے لئے وسیلہ ہیں، اور فقیر غفراللہ تعالٰی اس کے لئے عمدہ معیار عرض کرتا ہے مراد متکلم جیسے خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے نہیں ہوسکتی مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنھوں نے علم وعلماء کے فضائل عالیہ وجلائل غالیہ ارشاد فرمائے انھیں کی حدیث میں وارد ہے کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں انبیاء نے درہم ودینار ترکہ میں نہ چھوڑے علم اپنا ورثہ چھوڑا ہے جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا،

اخرجہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ

ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثانی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۶۱

وابن حبان والبیھقی عن ابی درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فذکر الحدیث فی فضل العلم وفی اٰخرہ ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر۔[1]

بیھقی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرماتے سُنا پھر انھوں نے فضیلتِ علم میں حدیث بیان فرمائی اور اس کے آخر میں فرمایا کہ بلاشبہہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام نے درھم و دینار ورثہ میں نہیں چھوڑے بلکہ انھوں نے وراثت میں علم چھوڑا ہے پھر جس نے اس کو حاصل کیا تو اس نے وافر حصہ حاصل کیا۔ (ت)

بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لینا کافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت نفیس مال ہے جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا جب تک تو بیشک محمود اور فضائل جلیلہ موعودہ کا مصداق، اور اس کے جاننے والے کو لقب عالم و مولوی کا استحقاق ورنہ مذموم و بد ہے جیسے فلسفہ و نجوم یا لغو و فضول جیسے قافیہ و عروض یا کوئی دنیا کا کام جیسے نقشہ و مساحت، بہرحال اُن فضائل کا مورد نہیں، نہ اس کے صاحب کو عالم کہہ سکیں۔ ائمہ دین فرماتے ہیں جو علم کلام میں مشغول رہے اس کا نام دفتر علماء سے محو ہوجائے،

فی الطریقۃ المحمدیۃ عن التاتارخانیۃ عن ابی اللیث الحافظ وھو کان بسمرقند متقدما فی الزمان علی الفقیہ ابی اللیث قال من اشتغل بالکلام محی اسمہ من العلماء۔[2]

طریقہ محمدیہ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے ابواللیث حافظ سے منقول ہے یہ بزرگ سمرقند کے رہنے والے تھے اور مشہور فقیہ ابواللیث سے زمانے میں پہلے ہوئے ہیں، انھوں نے فرمایا جو علمِ کلام میں مشغول ہوگیا اس کا نام زمرہ علماء سے مٹ گیا۔ (ت)

سبحان اللہ! جب متاخرین کا علم کلام جس کے اصل اصول عقائد سنت و اسلام ہیں بوجہ اختلاط فلسفہ و زیادات مزخرفہ مذموم ٹھہرا اور اس کا مشتغل لقب عالم کا مستحق نہ ہوا تو خاص فلسفہ و

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷

[2] الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثانی فی منہی عنہا مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/ ۹۳ و ۹۴

منطق فلسفہ و دیگر خرافات کا کیا ذکر ہے، ولہذا حکمِ شرعی ہے کہ اگر کوئی شخص علمائے شہر کے لئے کچھ وصیت کر جائے تو ان فنون کا جاننے والا ہرگز اس میں داخل نہ ہوگا،

فی الهندیة عن المحیط اذا اوصی لاهل العلم ببلدة کذا فانه یدخل فیه اهل الفقه و اهل الحدیث ولا یدخل من یتکلم بالحکمة[1] الخ ونقل مثله فی شرح الفقه الاکبر للمتکلمین عن کتب الفتاوی لاصحابنا وسمی منها الظهیریة

فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے روایت ہے اگر کوئی شخص شہر کے اہلِ علم کے لئے کسی چیز کی وصیت کر جائے تو یقیناً اس میں اہلِ فقہ اور اہلِ حدیث داخل ہوں گے لیکن جو علم حکمت میں کلام کرے وہ اس وصیت میں داخل نہیں الخ اور اسی جیسا کلام ہمارے اصحاب کے فتاوٰوں کے حوالے سے "شرح فقہ اکبر" میں متکلمین کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ان فتاوٰوں میں سے فتاوٰی ظہیریہ کا خاص نام لیا گیا ہے۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ قرآن وحدیث سے بکثرت دلائل اس معنی پر قائم کرسکتا ہے کہ مصداق فضائل صرف علوم دینیہ ہیں وبس۔ ان کے سوا کوئی علم شرع کے نزدیک علم نہ آیات واحادیث میں مراد، اگرچہ عرف ناس میں یا باعتبار لغت اُسے علم کہا کریں ہاں آلات ووسائل کے لئے حکم مقصود کا ہوتا ہے مگر اُسی وقت تک کہ وہ بقدرِ توسل وبقصدِ توسل سیکھے جائیں اس طور پر وہ بھی موردِ فضائل ہیں جیسے نماز کے لئے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہے جب تک نماز کا منتظر کرتا ہے، نہ یہ کہ انھیں مقصود قرار دے لیں اور اُن کے توغل میں عمر گزار دیں نحوی لغوی ادیب منطقی کہ انھیں علوم کا ہو رہے اور مقصود اصلی سے کام نہ رکھے زنہار عالم نہیں کہ جس حیثیت کے صدقہ میں انھیں نام ومقام علم حاصل ہوتا جب وہی نہیں تو یہ اپنی حدِ ذات میں نہ اُن خوبیوں کے مصداق تھے نہ قیامت تک ہوں، ہاں اسے یہ کہیں گے کہ ایک صنعت جانتا ہے جیسے آہنگر ونجار، اور فلسفی کے لئے یہ مثال بھی ٹھیک نہیں کہ لوہار بڑھئی کو ان کا فن دین میں ضرر نہیں پہنچاتا، اور فلسفہ تو حرام ومضرِ اسلام ہے، اس میں منہمک رہنے والا اجہل جاہل، اجہل بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، ہیہات ہیہات اُسے علم سے کیا مناسبت۔ علم وہ ہے جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترکہ ہے، نہ وہ جو کفارِ یونان کا پس خوردہ۔ سیدی عارف باللہ فاضل

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوصایا الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۲۱

ناصح عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں :

الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم لم یکونوا یشغلوا انفسھم بھذا الفشار الذی اخترعہ الحکماء الفلاسفۃ بل من اعتقد فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یعلم ھذہ الشقاشق والھذیانات المنطقیۃ فھو کافر لتحقیرہ علم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ[1] قلت فاذا کان ھذا قولہ فی المنطق فما ظنک بالتفلسف الموبق نسأل اللہ العافیۃ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ایسے نہ تھے کہ وہ اپنے آپ کو اس خلفشار میں مشغول رکھتے کہ جس کو حکماء فلاسفہ نے ایجاد کیا بلکہ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھا کہ وہ منطقی یا وہ گوئی اور غیر معقول باتیں جانتے تھے تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی تحقیر کی الخ۔ میں کہتا ہوں جب منطق کے بارے میں اُن کا یہ قول ہے تو پھر تباہ کن فلسفہ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت چاہتے ہیں (ت)

اسی طرح وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسمان وتکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات وامور مخالفہ شرع تعلیم کئے جائیں وہ بھی مثل نجوم حرام و ملوم اور ضرورت سے زائد حساب یا جغرافیہ وغیرہا داخل فضولیات ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے (گویا اجماع وقیاس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں) اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب فضول۔

اخرج ابوداؤد وابن ماجۃ والحاکم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العلم ثلثۃ اٰیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ وما کان سوا ذلک فھو فضل[2]۔

ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (اللہ تعالٰی دونوں سے راضی ہو) کے حوالے سے تخریج کی، انھوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا علم تین ہیں: (۱) پختہ آیت (۲) سنت قائمہ (۳) فریضہ عادلہ (یعنی وہ ضروری چیز جو وجوب

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثانی من الانواع الثلاثۃ فی العلوم المنہی عنہا مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۳۶
[2] سنن ابی داؤد کتاب الفرائض باب ما جاء فی تعلیم الفرائض آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۴۳

عمل میں کتاب وسنت کے برابر ہو) اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے وہ زائد ہے۔ (ت)

اشعہ میں ہے:

فریضۃ عادلۃ فریضہ کہ مثل وعدیل کتاب و سنت ست اشارت ست باجماع وقیاس کہ مستند ومستنبط اند ازان وبایں اعتبار آنرا مساوی ومعادل کتاب وسنت داشتہ اند وتعبیر ازاں بفریضہ کردند تنبیہ برآنکہ عمل بآنہا واجب ست چنانکہ بہ کتاب وسنت وماکان سوی ذٰلک فھو فضل وہرچہ کہ ہست از مواد علوم جزیں پس آں فضل ست ولایعنی ؎

ہرچہ قال اللہ نے قال الرسول
فضلہ باشد فضلہ می خواں اے فضول[1] ملخصاً

"فریضۃ عادلۃ" جو کتاب وسنت کے مماثل اور ان کے برابر ہو، یہ اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے، جو اُن سے منسوب اور ماخوذ ہو، اسی اعتبار سے اس کو کتاب وسنت کے مساوی اور برابر ٹھہراتے ہیں، اور اس کی تعبیر فریضہ کے ساتھ کرکے اس بات پر آگاہ کیا کہ اس پر کتاب وسنت کی طرح عمل کرنا واجب ہے، اور جو کچھ ان تین کے علاوہ ہے وہ فالتو ہے یعنی ان کے علاوہ جو مواد علوم ہے وہ فضول اور لایعنی ہے ؎ جو کچھ اللہ تعالٰی اور رسول کا ارشاد نہیں، وہ زائد ہے اسے فضول اسے زائد سمجھو۔ ملخصاً (ت)



اسی حدیث کا پورا خلاصہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ؎

کل العلوم سوی القراٰن مشغلۃ
الا الحدیث وعلم الفقہ فی الدین[2]

(قرآن وحدیث اور فقہ دینی کے علاوہ تمام علوم ایک مشغلہ ہیں۔ ت)

یہ مجمل کلام ہے باقی تفصیل مقام کے لئے دفتر طویل درکار، جسے منظور ہو احیاء العلوم وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ و درمختار و ردالمحتار وغیرہا اسفار علماء کی طرف رجوع کرے،

وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اہلِ دانش کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس جلیل القدر کا علم نہایت کامل اور بڑا پختہ ہے۔ (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶۷

[2] دیوان امام الشافعی قافیۃ النون (افضل العلوم) دارالفکر بیروت ص ۳۸۸

**مسئلہ ۲۹۹** ازصاحب گنج گیا مرسلہ مولوی کریم رضا صاحب ۳۰ شوال ۱۳۱۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعلیم وتعلم فنون عقلیہ مثل منطق وحکمت و ریاضی وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو ملا نظام الدین صاحب کے آج تک ہزاروں علماء، دیندار دیدہ و دانستہ برضا ورغبت کیوں اس امر کے پابند رہے اور ہمیشہ درس دیتے رہے، زید کہتا ہے کہ ہرگز اس علم کا پڑھنا پڑھانا جائز نہیں یہاں تک کہ بسبب اشتمال بعض مقامات توضیح وتلویح کے مسائل معقول پر اس کتاب کے پڑھانے سے منع کرتا ہے زید کی تقریر سے ترک بعض علوم دینیہ مثل عقائد اور اصول کا لازم آتا ہے۔

(۲) زید عمرو کا استاد ہے اور بوقت درس حدیث کے زید نے عمرو سے عہد لیا تھا کہ تم کبھی فن معقول نہ پڑھانا اب عمرو اکثر کتابیں دینیات کی طلبہ کو پڑھاتا ہے اور چونکہ مسائل عقائد اور اصول فقہ کے بسبب عدم مہارت معقولات کے طلبہ کی سمجھ میں بخوبی نہیں آتے ہیں اور طلبہ عمرو کو تقاضا معقولات کے پڑھانے کا کرتے ہیں، اس صورت میں اگر عمرو بخیال اس کے کہ طلبہ اگر معقولات پڑھیں گے تو فن اصول وغیرہ خوب سمجھیں گے معقولات پڑھائے تو عمرو بسبب نقض عہد استاد کے آثم ہوگا یا نہیں، اگر آثم ہوگا تو اس کا کچھ کفارہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

(۱) نفس منطق ایک علم آلی وخادم علم اعلی الاعالی ہے اس کے اصل مسائل یعنی مباحث کلیات خمسہ وقول شارح وتقاسیم قضایا وتناقض وعکوس وضاعات خمس کے تعلم میں اصلاً حرج شرعی نہیں، نہ یہ مسائل شرع مطہر سے کچھ مخالفت رکھیں، بیان کرنے والے دائمہ کی مثال میں کل شیئ معلوم للّٰہ دائمًا (بے شک اللہ تعالٰی کو ہمیشہ ہر چیز کا علم ہے۔ ت) کی جگہ کل فلک متحرک دائمًا (ہر آسمان ہمیشہ سے حرکت کرنے والا ہے۔ ت) لکھیں تو یہ اُن کی تقصیر ہے منطق کا قصور نہیں، ائمہ مؤیدین بنور اللہ المبین اپنی سلامت فطرت عالیہ کے باعث اس کی عبارات و اصطلاحات سے مستغنی تھے تو ان کے غیر بیشک ان قواعد کی حاجت رکھتے ہیں جیسے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو نحو وصرف ومعانی بیان وغیرہا علوم کی احتیاج نہ تھی کہ یہ اُن کے اصل سلیقہ میں مرتکز تھے اس سے ان کے غیر کا افتقار منتفی نہیں ہوتا ولہذا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے فرمایا:

من لم یعرف المنطق فلاثقۃ جو کوئی علم منطق سے ناآشنا ہے اسکے علوم

لہ فی العلوم اصلاً[1] ناقابلِ اعتبار وناقابلِ اعتماد ہیں۔ (ت)

بہت ائمہ کرام نے اُس سے اشتغال رکھا بلکہ اس میں تصانیف فرمائیں بلکہ اسفارِ دینیہ مثل کتب اصول فقہ واصول دین کا مقدمہ بنایا، ردالمحتار میں ہے:

اما منطق الاسلامیین الذی مقدماتہ قواعد اسلامیۃ فلاوجہ للقول بحرمتہ بل سماہ الغزالی معیار العلوم وقد الف فیہ علماء الاسلام ومنہم المحقق ابن الھمام فانہ اتی منہ ببیان معظم مطالبہ فی مقدمۃ کتابہ التحریر الاصولی[2]۔

اہلِ اسلام کی منطق کو حرام کہنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس کے مقدمات قواعد اسلامیہ ہیں، بلکہ امام غزالی نے تو معیار العلوم (علوم کے پرکھنے کی کسوٹی) قرار دیا ہے اور اس میں علمائے اسلام نے سیکڑوں تصنیفات کی ہیں، انہی میں سے محقق ابن ہمام بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب "التحریر الاصولی" کے مقدمہ میں اس کا ایسا بیان فرمایا جس کے مطالب عظیم ہیں۔ (ت)

ہاں علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہئے اس میں منہمک ہوجانے والا سفیہ جاہل اور مقاصد اصلیہ سے محروم وغافل ہے، اسی طرح بہت اجزائے حکمت مثل ریاضی ہندسہ وحساب وجبرومقابلہ وارثماطیقی وسیاحت ومرایا ومناظر وجرثقیل وعلم مثلث کروی ومثلث مسطح وسیاست مدن وتدبیر منزل ومکائد حروب وفراست وطب وتشریح وبیطرہ وبیزرہ وعلم زیجات واسطرلاب وآلات رصدیہ ومواقیت ومعادن ونباتات وحیوانات وکائنات الجو وجغرافیہ وغیرہا بھی شریعت مطہرہ سے مضادت نہیں رکھتے بلکہ اُن میں بعض بلاواسطہ بعض بالواسطہ امور دینیہ میں نافع ومعین اور بعض دیگر دُنیا میں بکار آمد ہیں اگرچہ مقاصد اصلیہ کے سوا حاجت سے زیادہ کسی شے میں توغّل فضول وبیہودگی ہے،

ومن حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ[3]۔

کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لایعنی امور کو ترک کردے۔ (ت)

---

[1]

[2] ردالمحتار مقدمہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۱

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حسین بن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۰۱

خصوصاً علم طب کا مفید و محمود و محتاج الیہ ہونا تو ظاہر یونہی فرائض کے لئے ضروری حساب اور ہمیں معرفت صحیحہ اوقات طلوع فجر کاذب و صادق و شمس و ضحوۂ کبرٰی و استواء و ظل ثانی غایۃ الارتفاع و مثل اول و ثانی و غروب شمس و شفق احمر و ابیض کہ نماز و سحری و افطار وغیرہا امورِ دینیہ و مسائل شرعیہ میں ان کی سخت حاجت عامہ کو بروجہ تحقیق بقدر قدرت بشری بے علم زیجات یا آلات رصدیہ نامتصور ان کی ناواقفی سے بہت لوگ سخت غلطیوں میں مبتلا رہتے ہیں مثلاً اذہان عامہ میں جما ہوا ہے کہ جس وقت توپ چلی اور جس گھڑی میں بارہ بجے استواء ہوگیا جب تک وقتِ ظہر نہ آیا تھا اور اس کے بعد شروع ہوگیا حالانکہ دونوں غلط بعض موسموں میں ہنوز توپ چلنے بارہ بجنے میں پاؤ گھنٹہ یا زائد باقی ہوتا ہے کہ وقت ظہر ہوگیا اور بعض میں سوا بارہ بجے بھی وقتِ ظہر نہیں ہوتا اوقاتِ سحری و افطار میں عوام جہال کی جنتریوں یا ناواقف پڑھے لکھوں کی فہرستوں پر عمل کرتے اور بلاوجہ بزعم احتیاط دونوں جانب تعجیل سحور و تاخیر افطار سے ترکِ سنتِ مؤکدۂ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مُصر رہتے ہیں بعض حضرات بنام حفظ سنت تاخیرِ سحور و تعجیلِ افطار میں حد سے متجاوز ہوکر صحت و بطلان صوم کو حالت شک میں ڈال دیتے ہیں، یہ سب علمِ زیجات سے ناواقفی پر مبنی ہے، ابھی چند سال ہوئے گنگوہ سے آئے ہوئے کچھ مسائل فقیر



کے پاس بغرض استصواب آئے جن میں تین سوال متعلق ضحوۂ کبرٰی و نیت صوم و صلٰوۃ تھے بعض بے علم مفتیوں نے کہا کہ آج کل بہت عامیوں کے معتمد ٹھہرے ہیں ان میں دو کا جواب تو قطعاً قلم انداز کیا ایک کا جواب جو دیا نہ دینا اس سے ہزار درجہ بہتر تھا وہ فاحش غلطیاں کیں جن سے احکام شرعیہ یکسر منقلب ہوگئے یہ وہی ناواقفی علم زیجات و میقات تھی زید و عمرو پدر و پسر نے ایک تاریخ معین میں دو مختلف شہروں میں ٹھیک طلوعِ شمس کے ساتھ انتقال کیا ناواقف فرائض داں بخیال اتحاد وقت موت مطلقاً حکم عدم توریث کرے گا اور واقف اطوال و عروض بلاد و دقائق مرئیہ قطر شمس و مطالع بلدیہ بروج مستخرجہ عند تقارب الامر خصوصاً وقتِ وقوع کہ در بدرجات عروض و درج سوا جمیعا کما ھو الغالب بوامرۃ زیج نہ بمجرد تعدیل بین السطرین کے لحاظ سے حکم صحیح دے گا۔ جامع الرموز میں ہے:

انھم قالوا لو مات زید وقت الطلوع من اول رمضان مثلاً بالصین کان ترکتہ لاخیہ عمرو قد مات فیہ بسمرقند مع انھما لو ماتا معاً لم یرث احدھما

فقہاءِ کرام فرماتے ہیں مثلاً زید یکم رمضان کو عین طلوعِ آفتاب کے وقت چین میں فوت ہوگیا تو اس کا ترکہ اس کے بھائی عمرو کو ملے گا جبکہ وہ بھی اسی وقت سمرقند میں فوت ہوگیا حالانکہ وہ اگر دونوں اکٹھے یکجا مرتے تو ان میں سے کوئی

عن الاٰخر کما تقرر [1]

ایک دوسرے کا وارث نہ ہوتا جیسا کہ (اپنی جگہ) یہ ثابت ہوچکا ہے۔ (ت)

یونہیں بعض مسائل حیض و نفاس و عدت وغیرہا میں بھی ان علوم کی حاجت مثلاً عورت ٹھیک وقت غروب شمس حائضہ ہوئی پھر سفر کیا دسویں دن وہاں ٹھیک وقت غروب دم منقطع ہوا ناواقف مطلقاً اسے عشرہ کاملہ حیض جان کر انقطاع للاکثر کے احکام جاری کرے گا اور واقف بلحاظ امور معلومہ کبھی انقطاع للاقل لے گا کبھی زیادۃ علی العشرہ پر آگاہ ہوکر عادت سے جو دن زائد ہوئے انھیں استحاضہ مانے گا، یونہیں اگر شہر دیگر میں تیسرے دن وقت غروب انقطاع ہوا ناواقف مطلقاً حیض اور واقف کبھی استحاضہ جانے گا کہ تقادیر حیض میں ایسی ہی تدقیق معتبر ہے۔ شرح نقایہ میں ہے:

ردالمحتار میں ہے: ای سدس القرص [2] (یعنی آفتاب کی ٹکیہ کا چھٹا حصہ۔ ت) غور کیجئے کتنا تفاوتِ احکام ہوگیا اور تعلیقات میں تو ہزارہا صورتیں نکلیں گی جن کا حکم بے ان علوم کے ہرگز نہ کُھلے گا اور فقیہ کو ان کی طرف رجوع سے چارہ نہ ملے گا کما لا یخفی علی من اوتی حظا منہا (جیسا کہ اس پر پوشیدہ نہیں جو ان علوم میں سے معمولی حصہ بھی رکھتا ہے۔ ت) تو مطلقاً علوم عقلیہ کے تعلیم و تعلم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح و تلویح جیسے کتب جلیلہ عظیمہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ و سفاہت بعیدہ ہے ہاں اکثر طبعیات و عامہ الٰہیات فلاسفہ مخذولین صدہا کفر صریح و شرک جلی پر مشتمل مثلاً زمان و حرکت و افلاک و ہیولی و صورت جرمیہ و نوعیہ و سفسطات و انواع موالید و نفوس کا قدم اور خالقیت عقول مفارقہ و انکار فاعل مختار و علم جزئیات و حشر اجساد و جنت و نار و احالہ خرق افلاک و اعادہ معدوم و صدور کثیر عن الواحد وغیرہا اور ان کے سوا اور اجزا و فروع فلسفہ بھی کفریاتِ صریحہ و محرماتِ قبیحہ سے مملو ہیں مثلاً علم طلسمات و نیرنجات و جزء التاثیر من علم النجوم و احکام زائچہ عالم و زائچہ موالید و تسییرات و قرانات و سیمیا وغیرہا یہ تو درس میں داخل نہیں طبعیات و الٰہیات پڑھائے جاتے ہیں۔

**فاقول** وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں توفیق اللہ تعالٰی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ ت)

---

[1] جامع الرموز

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب الحیض دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۸۹

انصافاً اُن کی تعلیم وتعلم زہرِ مہلک ونارِ محرق ہے مگر بچند شروط:

**اوّلاً** انہماک فلسفیات وتوغل مزخرفات نے معلم کے نورِ قلب کو منطفی اور سلامت عقل کو منتفی نہ کردیا ہو کر ایسے شخص پر خود ان علوم ملعونہ سے یک لخت دامن کشی فرض اور اس کی تعلیم سے ضررِ اشد کی توقع۔

**ثانیاً** وہ عقائدِ حقہ اسلامیہ سنیہ سے بروجہ کمال واقف وماہر اور اثباتِ حق وازہاق باطل پر بعونہ تعالٰی قادر ہو ورنہ قلوبِ طلبہ کا تحفظ نہ کرسکے گا۔

**ثالثاً** وہ اپنی اس قدرت کو بالتزام تمام ہر سبق کے ایسے محل ومقام پر استعمال بھی کرتا ہے ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے جب تک اُس کا بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ کردے غرض اُس کی تعلیم کا رنگ وہ ہو جو حضرت بحر العلوم قدس سرہ الشریف کی تصانیف شریفہ کا۔

**رابعاً** متعلم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے کہ پورا سُنّی صحیح العقیدہ ہے اور اُس کے قلب میں فلسفہ ملعونہ کی عظمت ووقعت متمکن نہیں۔

**خامساً** اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ کی طرف جاتے ہیں حق بات اُن کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پیر جاتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وان یروا سبیل الرشد لایتخذوہ سبیلا ۞ وان یروا سبیل الغیّ یتخذوہ سبیلا۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اگر درستی اور ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس پر نہیں چلتے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ لیں تو اس پر چلنے لگتے ہیں۔ (ت)

بالجملہ گمراہ ضال یا مستعد ضلال کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے ؎

اے لوری کوئی دیت ہے متوازن ہتھیار

**سادساً** معلم ومتعلم کی نیت صالحہ ہو نہ اغراض فاسدہ۔

**سابعاً** تنہا اسی پر قانع نہ ہو بلکہ دینیات کے ساتھ اُن کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت اس کے نور سے منجلی ہوتی رہے ان شرائط کے لحاظ کے ساتھ بعونہ تعالٰی اس کے ضرر سے تحفظ رہے گا اور اس تعلیم وتعلم سے انتفاع متوقع ہوگا کہ ؎

علمت الشر لا للشر لکن لتوقیہ ۔۔۔ فمن لم یعرف الشر فیو مایقع فیہ

(میں نے شر کو اس سے بچنے کے لئے معلوم کیا نہ کر شر کے لئے، پھر جو کچھ شر کو

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۶

نہیں بہچانتا تو کسی نہ کسی دن اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ت)

تشحیذ اذہان ہوگی ضلالات فلسفہ کے رَد پر قدرت ملے گی بہت بد مذہب کہ مناظرات میں کفار فلاسفہ کا دامن پکڑتے ہیں اُن کی دنداں شکنی ہو سکے گی انھیں اغراض سے درس نظامی میں یہ کتب رکھی گئی تھیں کہ اب شدہ شدہ از کجا تا کجا نوبت پہنچی یہاں تک کہ بہت حمقا کے نزدیک یہی جہالات باطلہ علوم مقصودہ قرار پاگئیں جس کی شناعت کا قدرے بیان فقیر نے اپنے رسالہ مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید (۱۳۰۴ھ) میں کیا و باللہ التوفیق ، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق کی طلب اور آرزو ہے ، اور اللہ پاک ، برتر اور خوب جاننے والا ہے ، اور اس کا علم نہایت درجہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔ ت)

(۴) کلامِ قدماء و اصول فقہ کی سمجھ میں طبعیات و الٰہیات فلسفہ کی اصلاً حاجت نہیں ،

وقال اللہ تعالیٰ واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔[1] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ، لوگو! وعدہ پورا کیا کرو بے شک وعدہ کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ (ت)



ہاں منطق بلاشبہہ مفید و کار آمد اور اکثر جگہ محتاج الیہ ہے ، میبذی و صدرا و شمس بازغہ و امثالہا کے استثناء سے درس عام میں جو عقلیات خالصہ یا نقلیات ممتزجہ صغری و کبری و ایساغوجی و قال اقول و میر ایساغوجی و قطبی و میر قطبی و شرح تہذیب و میبذی و جلالی و حاشیہ سید زاہد و حاشیۃ الحاشیہ مولانا بحر العلوم و سلم و ملا حسن و حمد اللہ و قاضی و رسالہ قطبیہ و شرح سید زاہد و حاشیہ غلام یحیٰی و شرح عقائد نسفی و جلالی و خیالی و تحریر اقلیدس و تصریح شرح تشریح و شرح چغمینی و مسلم الثبوت و شرح مواقف و میر زاہد امور عامہ پڑھائی جاتی ہیں فہم کلام و اصول و نیز تشحیذ اذہان و تمرین عقول کے لئے بس ہیں اخذ عہد میں مراد استاد اگر وہی کتب محرمہ تھیں جب تو ظاہر کہ ان میں حرج نہیں ورنہ بشرطِ حاجت بنظر حاجت و رعایت شرائط و صحت نیت تعلیم کر سکتا ہے اگر عہد مؤکد بقسم تھا تو کفارہ یمین ہے ورنہ نہیں ،

اخرج الائمۃ احمد والشیخان عن عبد الرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ ائمہ کرام مثلاً امام احمد اور بخاری و مسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

---

[1] القرآن الکریم ۱۷ / ۳۴

عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منھا فات الذی ھو خیر وکفر عن یمینک[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

سند سے تخریج فرمائی، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تو کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائے اور پھر دیکھے کہ اس کام کا کرنا بنسبت دوسرے کام کے بہتر ہے تو بہتر کام ہی کرو البتہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے "اور اس بزرگی والے کا علم بڑا کامل اور نہایت پختہ ہے۔(ت)

**مسئلہ ۱۳۱:** از موضع ٹاہ ضلع بریلی معرفت نیاز محمد خاں صاحب ۱۲ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاگرد کے ذمّہ استاد معلم کے حقوق کس قدر ہیں اور اس کے ادا نہ ہونے میں کیا مواخذہ ہوگا اور استاد کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے اور اس مسئلہ میں کہ شاگردنات کا پردہ استاد سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا قبل بلوغ بھی؟ بیّنوا توجروا۔



## الجواب

عالمگیری میں وجیز امام حافظ الدین کردری سے ہے:

قال الزندویستی حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وھو ان لایفتتح بالکلام قبلہ ولایجلس مکانہ وان غاب ولایرد علی کلامہ ولایتقدم علیہ فی مشیہ[2]

یعنی فرمایا امام زندویستی نے عالم کا جاہل اور استاذ کا شاگرد پر ایک سا حق ہے برابر اور وہ یہ کہ اُس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور اسکی بات کو رد نہ کرے۔

اُس میں غرائب سے ہے:

یبنغی للرجل ان یراعی حقوق

آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق و آداب

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاحکام باب من سأل الامارۃ وکل الیہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۸۰ و ۱۰۵۸
صحیح مسلم کتاب الایمان باب ندب من حلف یمیناً الخ " " " ۲/ ۴۸

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۳

استاذہ و آدابہ لا یبخل بشیئ من حالہ[1] | کالحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے۔

یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کرلینے میں اُس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ اُسی میں تاتارخانیہ سے ہے:

یقدم حق معلمہ علی حق ابویہ وسائر المسلمین ویتواضع لمن علمہ خیرا ولو حرفا ولا ینبغی ان یخذلہ ولا یتاثر علیہ احدا فان فعل ذٰلک فقد فصم عروۃ من عری الاسلام ومن اجلالہ ان لا یقرع بابہ بل ینتظر خروجہ[2] اھ۔

یعنی اُستاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کریگا تو اس نے اسلام سے رشتوں سے ایک رسّی کھول دی، اور استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہوا تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ۔

قال اللہ تعالٰی ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یقیناً جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے پکارتے اور آوازیں دیتے ہیں ان میں زیادہ تر بے عقل اور ناسمجھ ہیں، اگر وہ آپ کے باہر تشریف لانے (کا انتظار کرتے ہوئے) صبر کرتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا، اور اللہ تعالٰی بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔ (ت)

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور اُستادِ علمِ دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائبِ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، ہاں اگر وہ کسی خلافِ شرع بات کا حکم کرے ہرگز نہ مانے کہ لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[4] (اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں

---

[1] فتاوٰی عالمگیری کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۸
[2] " " " " " " " ۵/ ۷۹-۳۷۸
[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۴
[4] مسند امام احمد بن حنبل مرویات الحکم بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۷

کسی کی اطاعت نہیں۔ت) مگر اُس نہ ماننے میں گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے فان المنکر لایزال بمنکر (گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں ہوتا۔ت) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہوگیا اس کا وہ حکم کہ خلافِ شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے گا بکمال عاجزی وزاری معذرت کرے اور بچے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجاآوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہوچکا اُس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اُس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اُس کے احکامات واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ اُن کا لزوم دوبارہ ہوگیا اُن میں اس کی نافرمانی صریح راہِ جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ رہا پردہ اس میں استاذ وغیر استاذ، عالم وغیر عالم، پیر سب برابر ہیں۔ نو برس سے کم کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب پندرہ برس کی ہو سب غیر محارم سے پردہ واجب، اور نو سے پندرہ تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں تو واجب، اور نہ ظاہر ہوں تو مستحب خصوصًا بارہ برس کے بعد بہت مؤکد کہ یہ زمانہ قربِ بلوغ و کمال اشتہا کا ہے ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[1]، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (جو اپنے زمانے والوں کو نہ پہچانے تو وہ جاہل ہے، ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔



**مسئلہ ۳۰۲:** از بنارس محلہ مدنپورہ اونچی مسجد مرسلہ مولوی محمد عبدالرحمن صاحب حبشانی شافعی ۱۲ رمضان ۱۳۱۳ھ

ہمارے علمائے اہلسنت رحمہم اللہ تعالٰی اس میں کیا فرماتے ہیں کہ جیسا کہ حنفی کو (بموجب اس کے جو کہ درمختار میں ہے اس بات سے کہ ضرورت کے وقت کسی مسئلہ میں اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے کا کچھ خوف نہیں ہے لیکن بشرط اس کے کہ اُس مسئلہ میں اُسی امام کے سب شروط کا التزام کرے اور نیز بموجب اس کے جو کہ شامی میں ہے اس بات سے کہ ابن وہبان نے اپنے منظومہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر ضرورت کے وقت امام مالک کے قول پر فتوٰی دیا جائے تو جائز ہے اور نیز بموجب اُس کے جو کہ جامع الرموز میں ہے اس بات سے کہ مفقود کی مدت انتظار کی تعیین میں امام مالک اور امام اوزاعی چار برس تک کے قائل ہیں پھر بعد چار برس کے اُس کی بیوی کو نکاح کرنے کی اجازت ہے تو اگر ضرورت کے وقت ہمارے یہاں بھی اس قول کے ساتھ فتوٰی دیا جائے تو کچھ خوف نہیں) ضرورت کے وقت دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے ایسا ہی ضرورت کے وقت مثلاً مسئلہ انتقاض الوضوء باکل مامستہ النار میں شافعی کو بھی اسکے مذہب کی کس کتاب کے بموجب دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۹

## الجواب

تقلیدِ امامِ دیگر وقتِ ضرورتِ صحیحہ بشرط مذکورہ فی السوال کا جواز متفق علیہ ہے ولہذا حنفی شافعی ہر مذہب کے محتسب کو لکھتے ہیں کہ اپنے ہم مذہب کو جو بات خلافِ مذہب کرتے دیکھیں اگر وہ اس میں عذرِ تقلیدِ غیر پیش کرے احتساب سے ہاتھ اٹھائیں۔ شرح عین العلم میں ہے:

لو رأی الشافعی شافعیا یشرب النبیذ او ینکح بلا ولی ویطؤ زوجتہ او رأی الحنفی حنفیا یلعب بالشطرنج او لبس الثوب الاحمر فھذا فی محل النظر کما فی الاحیاء والاظھر ان لہ الحسبۃ والانکار اذلم یذھب احد من المحصلین الی ان لہ ان یاخذ بمذھب غیرہ بل علی مقلد اتباع مقلدہ فی کل تفصیل فمخالفۃ المقلد متفق علی کونہ منکرا بین المحصلین وھو عاص بالمخالفۃ الا انہ جوز لہ تقلید غیر من الائمۃ فی بعض المسائل فاذا اعتذر وقال انا مقلد للشافعی او الحنفی فی ھذا الباب یرتفع عنہ الاحتساب[1] اھ مختصرا۔

اگر کوئی شافعی کسی دوسرے شافعی کو دیکھے کہ وہ نبیذ (جوس) پیتا ہے اور بغیر ولی کے نکاح کرتا ہے اور اس بیوی سے ہمبستری کرتا ہے یا کوئی حنفی کسی دوسرے حنفی کو دیکھے کہ وہ شطرنج کھیلتا ہے یا سرخ لباس پہنتا ہے تو یہ قابلِ اعتراض ہے جیسا کہ امام غزالی کی الاحیاء میں ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کے لئے احتساب اور انکار ہے کیونکہ محصلین میں سے کوئی ادھر نہیں گیا کہ اس کے لئے کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے بلکہ مقلد پر ہر تفصیل میں اپنے امام کا اتباع فی المذہب ضروری ہے لہذا امام کی مخالفت کے گناہ ہونے پر محصلین کا اتفاق ہے اور مخالفتِ امام کا مرتکب گناہگار ہے ہاں البتہ اس کے لئے دوسرے ائمہ میں سے کسی امام کی بعض مسائل میں تقلید جائز ہے پھر اگر معذرت کرے اور کہے میں اس باب میں امام شافعی یا امام ابوحنیفہ کا مقلد ہوں تو اس سے احتساب اٹھ جائے گا اھ مختصراً۔ (ت)

اور اس کے اجل شواہد سے خود امامِ مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فعل ہے کہ جب نمازِ صبح مزارِ اکرم حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس پڑھی اس میں دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ شریف کا جہر کیا، اور اس کا سبب حضرت امام الائمہ کا ادب بیان فرمایا۔

---

[1] شرح عین العلم

۲۱ 41

كما ذكره الامام ابن حجر المكى الشافعى في الفصل الخامس والثلثين من "الخيرات الحسان[1] من مناقب الامام الاعظم ابى حنيفة النعمان"۔

جیسا کہ امام ابن حجر مکی شافعی نے اسکو "الخیرات الحسان من مناقب الامام اعظم ابی حنیفۃ النعمان" کی ۳۵ ویں فصل میں بیان فرمایا۔ (ت)

اور مروی ہوا کہ تکبیراتِ انتقال میں رفع یدین بھی نہ کیا اور فرمایا:

ادبنا مع هذا الامام اكثر من ان نظهر خلافه بحضرته۔ ذكره على القارى فى المرقاة[2]۔

اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ ہم ان کے حضور ان کا خلاف ظاہر کریں۔ اس کو ملا علی قاری نے مرقاۃ (شرح مشکوٰۃ) میں ذکر فرمایا۔ (ت)

یہاں مخالفتِ مذہب کی ضرورت کو امام ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان میں مفصل ذکر فرمایا ہے من شاء فليطالعها (جو کوئی چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ت) اتنا امر اور ملحوظ خاطر رہے کہ زنِ مفقود کو چار سال کے بعد اجازت نکاح کہ مذہب امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ جب اس کی خبر منقطع ہونے کو چار برس گزر جائیں یہ بطور خود نکاح کرلے بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ زن مفقود قاضیِ شرع کی طرف رجوع لائے وہ اپنے حکم سے چار سال کی مہلت آج سے دے اس سے پہلے اگرچہ بیس سال گزر گئے ہوں ان کا کچھ اعتبار نہیں جب یہ چار برس گزر جائیں اور پتا نہ چلے قاضی اپنے حکم سے تفریق کرے اس کے بعد عورت عدّت بیٹھ کر نکاح کی مختار ہوسکتی ہے،

كما بينه العلامة الزرقانى المالكى فى شرح المؤطا واوضحناه فى كتاب النكاح وكتاب المفقود من فتاونا۔

جیسا کہ علامہ زرقانی مالکی نے اس کو شرح موطا میں بیان فرمایا، اور ہم نے اپنے فتاوٰی کی بحث نکاح اور بحثِ مفقود میں اس کی وضاحت کی۔ (ت)

یہ بہت غلطی ولغزش کا محل ہے اسے خوب سمجھ لینا چاہئے۔ اسی طرح انتقاض وضو با کل ما مسته النار (آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا۔ ت) ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کسی کا

---

[1] الخيرات الحسان الفصل الخامس والثلاثون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۹
[2] مرقاة المفاتيح

مذہب نہیں بلکہ بعد صدرِ اول اس کے خلاف پر اجماعِ علماء منعقد ہولیا ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

ذهب جماهير العلماء من السلف والخلف الى انه لاينتقض الوضوء باكل مامسته النار ممن ذهب اليه ابوبكر الصديق وعمر وعثمان وعلى رضى الله تعالٰى عنهم وهو مذهب مالك وابى حنيفة والشافعى واحمد رحمهم الله تعالٰى وذهبت طائفة الى وجوب الوضوء الشرعى باكل مامسته النار وهو مروى عن عمر بن عبد العزيز والحسن البصرى والزهرى ثم ان هذا الخلاف الذى حكيناه كان فى الصدر الاول ثم اجمع العلماء بعد ذلك على انه لايجب الوضوء باكل مامسته النار[1] اھ باختصار، والله تعالٰى اعلم۔

سلف وخلف (اگلے پچھلے لوگوں) میں سے جمہور علماءِ کرام کے نزدیک آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جن بزرگوں نے یہ موقف و مذہب اختیار کیا ان میں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمانِ غنی اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہم شامل ہیں۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کا تو یہی مذہب ہے، اور ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوءِ شرعی واجب ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز، حسن بصری اور زہری سے یہ مروی ہے۔ جس اختلاف کی ہم نے حکایت کی ہے وہ صدرِ اول میں تھا۔ اس کے بعد علماءِ کرام کا اس پر اجماع منعقد ہوگیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا واجب نہیں اھ باختصار۔ اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۳۰۳** (سوال ندارد)

## الجواب

حفظِ قرآن فرضِ کفایہ ہے اور سنتِ صحابہ و تابعین و علمائے دین متین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور منجملہ افاضل مستحبات عمدہ قربات منافع و فضائل اُس کے حصر و شمار سے باہر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الحیض باب الوضوء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۶

یجیئ صاحب القرآن یوم القیٰمۃ فیقول یا رب حلّہ[1] الحدیث۔ یعنی قرآن والا قیامت کے روز آئیگا پس قرآن عرض کرے گا اے رب میرے اسے خلعت عطا فرما تو اس شخص کو تاج کرامت عطا فرمائیں گے، پھر عرض کرے گا اے رب میرے اور زیادہ کر، تو اسے حلّہ بزرگی پہنائیں گے، پھر عرض کرے گا اے رب میرے اس سے راضی ہوجا، تو اللہ جل جلالہ اس سے راضی ہوجائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا پڑھ اور چڑھ۔ اور ہر آیت پر ایک نیکی زائد کی جائے گی۔

اور فرماتے ہیں:

یقال یعنی لصاحب القرآن اقرء وارق ورتل الحدیث رواہ الترمذی[2] و ابن ماجہ واللفظ للترمذی۔ یعنی صاحبِ قرآن کو حکم ہوگا کہ پڑھ اور چڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے تو اسے دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا کہ تیرا مقام اس پچھلی آیت کے نزدیک ہے جسے تو پڑھے گا (ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا اور الفاظ جامع ترمذی کے ہیں ت)

حاصل یہ کہ ہر آیت پر ایک ایک درجہ اُس کا جنت میں بلند کرتے جائیں گے جس کے پاس جس قدر آیتیں ہوں گی اُسی قدر درجے اُسے ملیں گے۔ اور فرماتے ہیں:

مثل القرآن ومن تعلمہ الحدیث رواہ ابن ماجہ[3] والنسائی۔ یعنی حافظِ قرآن اگر شب کو تلاوت کرے تو اس کی مثال اس توشہ دان کی ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہو اور اس کی خوشبو تمام مکانوں میں مہکے اور جو شب کو سو رہے اور قرآن اس کے سینے میں ہو تو اس کی کہاوت مانند اس توشہ دان کے ہے جس میں مُشک ہے اور اس کا منہ باندھ دیا جائے الحدیث (ابن ماجہ اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں:

خیرکم من تعلم القرآن و یعنی تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۵
[2] " " " " " " " ۲/۱۱۵
[3] " " " " " " " ۲/۱۱۱
سنن ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹

علمه، رواه البخاری[1] والترمذی و ابن ماجه۔ | سکھائے (بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں:

لما سمعت الملئکة القرآن الحدیث رواه الدارمی[2] | جب فرشتوں نے قرآن سنا بولے خوشی ہو اُس امت کے لئے جس پر یہ نازل ہوا، اور خوشی ہو اُن سینوں کے لئے جو اسے اٹھائیں گے اور یاد کریں گے، اور خوشی ہو اُن زبانوں کے لئے جو اسے پڑھیں گے اور تلاوت کریں گے (اس کو دارمی نے روایت کیا۔ ت)

جابجا اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کی ترغیب و تحریص فرمائی۔ رب تبارک وتعالٰی فرماتا ہے:

ولقد یسرنا القرآن فھل من مدکر[3] | اور بیشک ہم نے آسان کردیا قرآن کو یاد کرنے کے لئے سو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعاهدوا القرآن فوالذی نفسی بیده لهو اشد تفصیا من الابل فی عقلها رواه البخاری[4] ومسلم۔ | یعنی نگاہ رکھو قرآن کو اور اسے یاد کرتے رہو سو قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ قرآن زیادہ چھوٹنے پر آمادہ ہے اُن اونٹوں سے جو اپنی رسیوں سے بندھے ہوں (اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔ ت)

یعنی جس طرح بندھے ہوئے اونٹ چھوٹنا چاہتے ہیں اور اگر ان کی محافظت واحتیاط نہ کی جائے

---

[1] صحیح البخاری | کتاب فضائل القرآن | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۷۵۲/۲
جامع الترمذی | ابواب " " | امین کمپنی دہلی | ۱۱۴/۲
سنن ابن ماجہ | باب فضل من تعلم القرآن | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۱۹
[2] سنن الدارمی | کتاب فضائل القرآن حدیث ۳۴۱۷ | نشر السنۃ ملتان | ۳۲۷/۲
[3] القرآن الکریم ۵۴/۱۷
[4] صحیح البخاری | کتاب فضائل القرآن | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۷۵۳/۲
صحیح مسلم | " " " | " " " | ۲۶۸/۱

تو رہا ہو جائیں اس سے زیادہ قرآن کی کیفیت ہے اگر اُسے یاد نہ کرتے رہوگے تو وہ تمھارے سینوں سے نکل جائے گا پس تمھیں چاہیئے کہ ہر وقت اس کا خیال رکھو اور یاد کرتے رہو اس دولت بے نہایت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اور فرماتے ہیں :

ان الذی لیس فی جوفه شیئ من القراٰن کالبیت الخرب۔ رواہ الترمذی۔[1]

حاصل یہ کہ جسے کچھ قرآن یاد نہیں وہ ویرانے گھر کے مانند ہے یعنی جیسے گھروں کی زینت ان کے رہنے والوں اور عمدہ آرائشوں سے ہوتی ہے اسی طرح خانۂ دل کی زینت قرآن مجید سے ہے جسے قرآن یاد ہے اس کا دل آباد ہے ورنہ ویرانہ و برباد۔

اور فرماتے ہیں :

یا اھل القراٰن لا توسدوا القراٰن واتلوہ حق تلاوته من اٰناء اللیل و النھار وافشوہ، الحدیث رواہ البیھقی[2] و الطبرانی۔

یعنی اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بنالو کہ پڑھ کے یاد کرکے رکھ چھوڑا پھر نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا بلکہ اسے پڑھتے رہو دن رات کی گھڑیوں میں جیسے اس کے پڑھنے کا حق ہے اور اسے افشا کرو کہ خود پڑھو لوگوں کو پڑھاؤ یا دکراؤ اس کے پڑھنے یاد کرنے کی ترغیب دو نہ یہ کہ جو پڑھے اور خدا اسے حفظ کی توفیق دے اس کو روکو اور منع کرو۔ (بیہقی اور طبرانی سے اس کو روایت کیا ہے)

اس سے زیادہ نادان کون ہے جسے خدا ایسی ہمت بخشے اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھوئے اگر قدر اس کی جانتا اور جو ثواب اور درجات اس پر موعود ہیں ان سے واقف ہوتا تو اسے جان و دل سے زیادہ عزیز رکھتا زید نادان کو اپنے سوءِ حافظہ یا کسی اور سبب سے حفظ قرآن میں وقت ہو یا متشابہ زیادہ واقع ہوں تو اُسے قرآن کا قصور سمجھتا ہے اور اس کے حفظ کو معاذ اللہ بیکار و بے ثمر ٹھہراتا ہے یہ وسوسہ شیطان کا ہے کہ اس کے دل میں ڈالتا تاکہ اُسے ایسی نعمتِ عظمٰی سے محروم رکھے اور راہِ راست سے پھیر کر گمراہوں کے گروہ میں داخل کرے، وہ یہ نہیں جانتا کہ جسے قرآن مجید میں زیادہ دقت و مشقت پڑتی ہے اس کا اجر اللہ کے نزدیک دونا ہے۔ رسول اللہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۵

[2] کنز العمال بحوالہ طب، حب حدیث ۲۸۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۱۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الماھر بالقراٰن مع السفرۃ الکرام البررۃ رواہ البخاری[1] ومسلم۔ یعنی جو شخص قرآن مجید میں مہارت رکھتا ہے وہ نیکوں اور بزرگوں اور وحی وکتابت یا لوحِ محفوظ کے لکھنے والوں یعنی انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے، اور جو قرآن کو بزور پڑھتا ہے اور وہ اس پر شاق ہے اس کے لئے دو اجر ہیں۔ (بخاری ومسلم نے اس کو روایت کیا۔ ت)

انجام اس وسوسہ ابلیس وفساد باطنی کا یہ ہے کہ وہ قرآن مجید بھول جائے اور ان وعیدوں کا مستحق ہو جو اس باب میں وارد ہوئیں، اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ[2] الاٰیۃ۔ جو میرے ذکر یعنی قرآن سے منہ پھیرے گا سو اس کے لئے تنگ عیش ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا اور میں تو تھا انکھیارا، اللہ تعالٰی فرمائیگا یونہیں آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تُو نے انھیں بُھلا دیا اور ایسے ہی آج تُو بُھلا دیا جائے گا کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن امرء یقرء القراٰن ثم ینساہا الحدیث، رواہ ابوداؤد[3] و الدارمی۔ یعنی جو شخص قرآن پڑھ کر بھول جائے گا قیامت کو خدا کے پاس کوڑھی ہو کر رہے گا۔ (ابوداؤد و دارمی نے اس کو روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں:

عرضت علیّ ذنوب امتی الحدیث، رواہ الترمذی[4]۔ حاصل یہ کہ میری اُمّت کے گناہ میرے حضور پیش کئے گئے تو میں نے گناہ اس سے بڑا نہ دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی ایک سورۃ یا ایک آیت یاد ہو پھر وُہ اُسے بُھلا دے۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الماھر بالقرآن ۲/۱۱۲۵-۲۶
صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضیلۃ حافظ قرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۹

[2] القرآن الکریم ۲۰/۱۲۴

[3] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشدید فی من حفظ القرآن آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۷
سنن الدارمی کتاب فضائل القرآن حدیث ۳۳۴۳ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۱۵

[4] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن باب من فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۵

زید پر لازم کہ اس قسم کی خرافات اور گستاخیوں سے باز آئے اور خلاف حکم اللہ اور اللہ کے رسول کے لوگوں کو حفظ کلام اللہ سے نہ روکے بلکہ ترغیب دے اور جہاں تک ہوسکے اُس کے پڑھانے اور حفظ کرانے اور خود یاد رکھنے میں کوشش کرے تاکہ وہ ثواب جو اس پر موعود ہیں حاصل ہوں اور روزِ قیامت اندھا کوڑھی ہو کر اُٹھنے سے نجات پائے،

واللہ الھادی الی سبیل الرشاد ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔

اللہ تعالٰی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اس کا علم بڑا کامل اور اس کا فیصلہ بڑا محکم ہوتا ہے (ت)

**مسئلہ ۳۰۳:** از موضع اٹنگہ چاندپور پرگنہ نواب گنج مرسلہ سید حافظ وحید الدین صاحب ۱۴ شعبان ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں، ایک موضع میں دو قسم کے فریق ہیں، ایک کی اولاد دین کے مدرسہ میں علم دین مثل حفظِ قرآن شریف و ناظرہ و ضروریاتِ دین و دُنیوی جو کہ ضروری ہیں بہت زمانہ سے سیکھتے ہیں اور تعلیم پاتے ہیں اور اُن کے والدین کوشش اُن کے میں مصروف ہیں، اور دوسرے فریق نے عرضی دے کر مدرسہ سرکاری کروایا ہے وہ اس کی تائید اور کارروائی میں مصروف ہیں، ہر دو مدرسین کا کیا حکم ہے اور ہر دو فریقین اور طالب علموں کے لئے کیا حکم شرع ہے؟ اور کون سے علوم ہیں کہ ان کی فرضیت کا حکم ہے یا اس میں مسلمانوں کو اپنی طبیعت کا اختیار ہے جو علم چاہیں پڑھیں پڑھائیں، ثواب و عقاب سے اس کے لئے آگاہ فرمائیے گا۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

علمِ دین سیکھنا اس قدر کہ مذہبِ حق سے آگاہ ہو وضو غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اسکے متعلق احکامِ شریعت سے واقف ہو فرض عین ہے جب تک یہ حاصل کرے جغرافیہ تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم ومسلمۃ۔[1]

ہر مسلمان مرد عورت پر علم کی تلاش فرض ہے۔ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیہ الباب الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۹۳

جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا کما بیناہ فی الزکوٰۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی بحث زکوٰۃ میں تفصیلًا بیان کر دیا ہے۔ ت) نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا، غرض یہ علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات و فلسفہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہہ متعلم و مدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین فقہ حدیث تفسیر عربی زبان اُس کی صرف نحو معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین[1]

پھر ایسا نہ ہوا کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلتی تاکہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے (ت)

یہی علوم علم دین ہیں اور انھیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب، اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں، ہاں جو شخص ضروریاتِ دین مذکورہ سے فراغت پا کر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہو گا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے ورنہ

مبادا دل آں فرومایہ شاد ... از بہر دنیا دہد دیں بباد

(اللہ کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کے لئے دین برباد کیا۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۳۰۵:** از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں رامپوری ۲۲ صفر مظفر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی عالم یا مولوی یا حافظ کو بلا وجہ اور بلا قصور بدنام کرے اور آپ لوگوں کے روبرو ناخواندہ آدمی اچھا بنے اور اپنی عقل کے رُوبرو عالم کو جاہل اور ذلیل سمجھنا اور عالم کی حقارت کرنا لوگوں کی جماعت میں بیٹھ کر اور اپنے آپ کو بہت ذی مرتبہ خیال کرنا، ور عالم وغیرہ سب کو بُرا کلمہ کہنا غرضکہ ہر شخص کو بُرا کہنا اور ہر شخص پر اعتراض کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲

# الجواب

سخت حرام سخت گناہ اشد کبیرہ۔ عالمِ دین سُنّی صحیح العقیدہ کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے اور حق بات بتائے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب ہے اس کی تحقیر معاذ اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی موجبِ لعنتِ الٰہی وعذابِ الیم ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا یستخف بحقهم الامنافق بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام و ذوالعلم والامام المقسط۔ رواہ ابوالشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابربن عبد اللہ و الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنهم۔[1]

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق کھلا منافق، ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا دوسرا علم والا، تیسرا بادشاہ اسلام عادل (اسکو ابوالشیخ نے کتاب التوبیخ میں جابر بن عبداللہ سے اور طبرانی نے کبیر میں ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

اور بلا وجہ شرعی کسی سنی المذہب کو بُرا کہنا یا اُس کی تحقیر کرنا جائز نہیں کہ اس میں مسلمان کی ناحق ایذا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا خدا اور رسول کی ایذا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:



من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی (امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس کے حوالہ سے بسندِ حسن روایت کیا ہے۔ ت)

ہر ایک کو بُرا وہی کہے گا جو خود نہایت بُرا اور بدتر ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی، رواہ

مسلمان نہیں ہے ہر ایک پر منہ آنے والا اور نہ بکثرت لوگوں پر لعنت کرنے والا اور نہ بیحیائی

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/۳۲
المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

الائمة احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی[1] وابن حبان والحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الترمذی حسن۔

کے کام کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت کیا (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) امام ترمذی نے فرمایا، حدیث حسن ہے۔ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لایبغی علی الناس الا ولد بغی والامن فیہ عرق منہ[2]۔ رواہ الطبرانی عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

لوگوں پر ظلم وتعدی نہ کرے گا مگر حرامی یا وہ جس میں کوئی رگ ولادت زنا کی ہے (امام طبرانی نے اس کو المعجم الکبیر میں حضرت ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا ہے۔ت)

رہا اپنے آپ کو بہتر سمجھنا یہ تکبر ہے اس کے لئے یہی آیت کافی ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

الیس فی جھنم مثوی المتکبرین[3]

کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا تکبر کرنیوالوں کا یعنی ضرور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۳۰۶:** از درہ تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

جس عبارت میں کہ صرف لفظ مکروہ ہو تو اس سے کیا ارادہ لیا جائے گا تحریم یا تنزیہہ؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

ہمارے علمائے کرام کے کلام میں غالباً کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے مگر

---

[1] المستدرک کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۱/۱۲
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی اللعنۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۹
[2] مجمع الزوائد باب فی عمال السوء ۵/۲۳۳ و باب فی اولاد الزنا ۶/۲۵۸
کنز العمال بحوالہ طب عن ابی موسٰی حدیث ۱۳۰۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۳۳۳
[3] القرآن الکریم ۳۹/۶۰

کلیۃً نہیں بہت جگہ عام مراد لیتے ہیں کما فی مکروھات الصلوٰۃ (جیسا کہ نماز کی بحث مکروہات میں مذکور ہے۔ت)، بہت جگہ خاص کراہت تنزیہی،

کما لایخفی علی من تتبع کلامھم وقد بیّنہ فی البحر الرائق و رد المحتار وذکرناہ فی کتاب الصلوٰۃ من فتاوٰنا، واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں کہ جس نے ان کے کلام کو تلاش کیا (چھان بین کی) چنانچہ اس کو بحر الرائق اور رد المحتار میں وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے اور میں نے اس کو اپنے فتاوٰی کی بحث صلوٰۃ میں ذکر کیا ہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

**مسئلہ ۳۰:** از کلکتہ دھرم تلہ اسٹریٹ مسجد ٹیپو سلطان مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عالم اور حافظ ہو کر اپنے لڑکے کو علم انگریزی تعلیم دلوائے اور دینی علم سے محروم رکھے اور اپنی لڑکیوں کے عقد غیر شرع سے کرے آیا حشر کے دن اس سے باز پرس ہوگی یا نہیں؟



## الجواب

ضرور باز پرس کا محل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے،

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1]۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آتش دوزخ سے بچاؤ۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ[2]۔

تم میں سے ہر ایک چرواہا (نگہبان) ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت (زیردست) کے بارے میں باز پرس ہوگی(ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الدین النصح لکل مسلم[3] (دین اسلام ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۶
[2] کنز العمال حدیث ۱۴۷۱۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۰
[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
صحیح مسلم باب بیان ان الدین النصیحۃ " " " ۱/ ۵۴

**مسئلہ ۳۰:** مسئولہ مولوی خلیل احمد خاں پیشاوری ۱۹ شوال المکرم ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ایں مسئلہ کہ معلم کودکاں را زدن علی الاطلاق مباح ست یا اجرت وغیر اجرت شرط ست۔ بیّنوا توجروا۔

(علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ استاد اپنے شاگرد بچّوں کو بغیر کسی قید و شرط کے بدنی سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ کیا بچّوں کو اجرت لے کر پڑھانے یا بلا اجرت پڑھانے والے کے لئے الگ الگ ضابطہ ہے۔ بیان فرمائیے اجرت پائیے)

## الجواب

زدن معلم کودکاں را وقت حاجت بقدر حاجت محض بغرض تنبیہ و اصلاح و نصیحت بے تفرقہ اجرت وعدم اجرت رواست امابایدکہ بدست زنند نہ بچوب و در کرتے برسہ بار نیفزایند فی رد المحتار لایجوز ضرب ولد الحر بامر ابیہ اما المعلم فلہ ضربہ لمصلحۃ التعلیم وقیدہ الطرسوسی بان یکون بغیر اٰلۃ جارحۃ وبان لایزید علی ثلث ضربات، وردہ الناظم بانہ لاوجہ لہ ویحتاج الی نقل واقرہ الشارح قال الشرنبلالی والنقل فی کتاب الصلوٰۃ یضرب الصغیر بالید لابالخشبۃ ولا یزید علی ثلث ضربات[1] اھ بتلخیص

(ضرورت پیش آنے پر بقدر حاجت تنبیہ، اصلاح اور نصیحت کے لئے بلا تفریق اجرت وعدم اجرت استاد کا بدنی سزا دینا اور سرزنش سے کام لینا جائز ہے مگر یہ سزا لکڑی ڈنڈے وغیرہ سے نہیں بلکہ ہاتھ سے ہونی چاہئے اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی نہ ہونے پائے، چنانچہ فتاوٰی شامی میں ہے کہ کسی آزاد بچے کو اس کے والد کے حکم سے مارنا جائز نہیں لیکن استاد تعلیمی مصلحت کے تحت پٹائی کرسکتا ہے۔ امام طرسوسی نے یہ قید لگائی ہے کہ مارپیٹ زخمی کردینے والی نہ ہو اور تین ضربوں سے زائد بھی نہ ہو، لیکن ناظم نے اس قید کو رد کردیا کہ اس کی کوئی وجہ نہیں لہٰذا نقل کی ضرورت ہے اور شارح نے اس کو برقرار رکھا۔ علامہ شرنبلالی نے فرمایا نقل کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ چھوٹے بچے کو ہاتھ سے سزا دی جائے نہ کہ لاٹھی سے اور تین ضربوں سے تجاوز بھی نہ ہونے پائے اھ بتلخیص

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۶

در جامع الصغار استروشنی است ذکروالدی رحمه الله تعالٰی من صلٰوۃ الملتقط اذا بلغ الصبی عشر سنین یضرب لاجل الصلٰوۃ بالید لا بالخشب ولا یجاوز الثلث وکذا المعلم لیس لہ ان یجاوز الثلث قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لمرداس المعلم ایاك ان تضرب فوق الثلث فانك اذا ضربت فوق الثلث اقتص اللہ منك[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جامع صغار استروشنی میں ہے: میرے والد رحمہ اللہ تعالٰی نے بحث صلوٰۃ ملتقط میں ذکر فرمایا کہ جب بچے کی عمر دس سال ہوجائے تو نمازی بنانے کے لئے اسے ہاتھ سے سزا دی جائے لاٹھی سے نہیں اور تین مرتبہ سے تجاوز بھی نہ کیا جائے، یونہی استاد کے لئے روا نہیں کہ تین مرتبہ سے تجاوز کرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدرسہ کے استاذ مرداس سے فرمایا: تین مرتبہ سے زائد ضربیں لگانے سے پرہیز کرو کیونکہ اگر تم نے تین مرتبہ سے زیادہ سزا دی تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن تم سے بدلہ لیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۰۹:** از مارہرہ ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ



عالی جناب مولٰنا صاحب زید مجدکم! اپنا شرعی خیال عورات کے لکھنے کی نسبت ظاہر فرمائیے یہاں عرصہ سے یہ امر معرض بحث میں ہے۔

## الجواب

حضور، عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً ممنوع و سُنّتِ نصارٰی و فتح باب ہزاران فتنہ اور مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے جس کے مفاسد شدیدہ پر تجارب حدیدہ شاہد عدل ہیں، متعدد حدیثیں اس ممانعت میں وارد ہیں جن کی بعض کی سند عند التحقیق خود قوی ہے اور اصل متن حدیث کے معروف و محفوظ ہونے کا امام بیہقی نے افادہ فرمایا اور پھر تعددِ طرق دوسری قوت ہے اور عملِ امت و قبولِ علماء تیسری قوت اور محلِ احتیاط و سدِ فتنہ، چوتھی قوت تو حدیث لا اقل حسن ہے اور ممانعت میں اس کا نصِ صریح ہونا خود روشن ہے بخلاف حدیث شفا بنت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ حفصہ نے فرمایا کیا حفصہ کو غلہ کا منتہ نہ سکھاؤ گی جیسے اُسے لکھنا سکھایا۔ اجازت میں اصلاً کوئی حدیث صریح نہیں۔

---

[1] احکام الصغار مسائل الصلوٰۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۶

## احادیثِ ممانعت یہ ہیں :

**حدیث اوّل :** ابن حبان بطریق یحیی بن زکریا بن یزید دقاق، اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق مطیر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی :

قالا حدثنا محمد بن ابراھیم ابو عبد اللہ الشامی حدثنا شعیب بن اسحٰق الدمشقی عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تسکنوھن الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ وعلموھن المغزل وسورۃ النور[1]

دونوں (محدث ابن حبان اور امام بیہقی) نے فرمایا ہم سے محمد بن ابراہیم ابو عبد اللہ شامی نے بیان کیا (انھوں نے کہا) ہم سے شعیب ابن اسحٰق دمشقی نے بیان کیا اس نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے باپ عروہ سے، اس نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت فرمائی، مائی صاحبہ نے فرمایا۔ ت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو اور انھیں لکھنا نہ سکھاؤ اور کاتنا اور سورۂ نور تعلیم کرو۔

یہی حدیث حاکم نے صحیح مستدرک میں اسی طریق سے اور بیہقی نے شعب میں بطریق محمد بن محمد بن سلیمٰن روایت کی :

قال حدثنا عبد الوھاب الضحاک ثنا شعیب بن اسحٰق الحدیث[2] سندا ومتنا۔

اس (محمد بن محمد بن سلیمان) نے کہا ہم سے عبد الوہاب ضحاک نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے شعیب بن اسحاق نے بیان کیا یعنی حدیث سند اور متن کے لحاظ سے بیان فرمائی۔ (ت)

حاکم نے کہا صحیح الاسناد[3] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر نے اطراف میں کہا :

---

[1] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۶۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر النہی عن تعلیم الکتابۃ للنساء دار الفکر " ۲/۳۹۶

[3] " " " " " " " " " " " " " "

۲۳ . بل عبد الوهاب متروك[1] اھ اقول لان القول فیه ابن عدی فقال بعض حدیثه لایتابع علیه وھذا صادق علی کثیر من رجال الصحیحین۔

بلکہ عبدالوہاب (راویِ حدیث) متروک ہے اھ (یعنی محدثین نے اسے نظرانداز کیا ہے۔ مترجم) میں کہتا ہوں کہ محدث ابن عدی نے اس کے متعلق کمزور بات کی ہے کہ اس کی بعض حدیثوں کی متابعت نہیں کی جاتی یہ قول تو بخاری ومسلم کے بہت سے رجال (رواۃ) پر بھی صادق آتا ہے۔ (ت)

بیہقی نے بطریق اول روایت کرکے کہا ھذا بھذا الاسناد منکر[2] یہ حدیث اس سند سے منکر وغیرمعروف ہے۔ خاتم الحفاظ سیوطی نے لآلی میں فرمایا: افادانه بغیرھذا الاسناد لیس بمنکر[3] یعنی بیہقی نے افادہ کیا کہ حدیث اور سند سے منکر نہیں معروف ومحفوظ ہے **اقول** وستسمع انه بنفس السند غیرمنکر (میں کہتا ہوں عنقریب تو سُن لے گا کہ حدیث نفسِ سند کے اعتبار سے منکر نہیں۔ ت)

**حدیث دوم:** امام ترمذی محمد بن علی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتسکنوانساءکم الغرف ولاتعلموھن الکتاب[4]۔

اپنی عورتوں کو بالاخانوں پر نہ بساؤ اور انھیں لکھنا نہ سکھاؤ۔

یہ حدیث امام ابن حجر مکی نے فتاوٰی حدیثیہ میں استناداً ذکر کی۔

**حدیث سوم:** ابن عدی کامل میں اور ابنِ حبان بسند معتمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قالاحدثنا جعفر بن سھل ثنا جعفر بن نصر ثنا حفص بن غیاث عن لیث عن

(دونوں (یعنی ابن عدی اور ابن حبان) نے جعفر بن سہل سے (اس نے کہا) جعفر بن نصر نے ہم سے بیان کیا (اس نے کہا) حفص بن

---

[1] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ الحافظ ابن حجر کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۶۸

[2] 〃 〃 البیہقی فی شعب الایمان 〃 〃 〃 〃 ۲/۱۶۸

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] نوادر الاصول للترمذی الاصل الخامس والعشرون والمائتان فی النہی الخ دارصادر بیروت ص ۲۷۰-۷۱

مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا تعلموا نساءكم الكتابة ولا تسكنوهن العلالی[1]

غیاث نے ہم سے بیان کیا اس نے لیث، اس نے مجاہد، اس نے عبداللہ ابن عباس سے اور انھوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہے۔ (ت) یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ اور بالا منزلوں پر نہ بساؤ۔

یہ حدیث بتخریج ابن عدی امام حافظ سیوطی نے الاجر الجزل فی الغزل میں ذکر کی،

وقال ابن الجوزی لا یصح، جعفر بن نصر حدث عن الثقات بالبواطیل[2] اھ وقال الحافظ ابن حجر فی الاطراف بعد ذکر الحدیث الاول وقد روی من طریق حفص القاری عن لیث عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما[3]

حافظ ابن جوزی نے کہا حدیث مذکور صحیح نہیں اس لئے کہ جعفر بن نصر ثقہ راویوں سے باطل روایات نقل کرتا ہے اھ۔ حافظ ابن حجر نے "الاطراف" میں پہلی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا: حفص قاری، لیث، مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے حدیث روایت کی گئی اھ۔

**اقول** الظاهر ان هذه متابعة لحفص بن غیاث فان حفصا القاری امام القراءة حفص بن سلیمٰن ابی داؤد وهذا مصرح به عند مخرجیه، حفص بن غیاث وهو امام فی الحدیث ثقة فقیه من رجال الستة، ولیث صدوق من رجال مسلم والاربعة والبخاری فی

**اقول** (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ یہ حفص بن غیاث کی متابعت ہے کیونکہ حفص قاری، حفص بن سلیمان ابوداؤد قرات کے امام ہیں، تخریج کرنیوالوں کے نزدیک اس کی تصریح پائی گئی۔ حفص بن غیاث حدیث کے امام، ثقہ، فقیہ اور حدیث کی چھ کتابوں کے رواۃ میں سے ہیں۔ لیث صدوق (سچا) ہے مسلم اور چار دیگر کتابوں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کے



---

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دارالفکر بیروت ۲/۵۷۵
اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۶۸
[2] " " " " " " "
[3] " " بحوالہ ابن حجر " " "

التعلیقات، غیرانه اختلط بأخره لکن لم یسقط به حدیثه فقد قال الجمهور هو ممن یکتب حدیثه ذکره النووی[1] فی شرح صحیح مسلم، وقال مسلم فی مقدمة صحیحه اسم الستر والصدق وتعاطی العلم یشمله[2] وقد حسن له الترمذی حدیثه فی الحمام، ونقل عن البخاری انه صدوق وربما یهم فی الشئ فاذا روی عنه حفص القاری خرج جعفر بن نصر، والصواب عندنا فی الامام الجلیل حفص القاری تشیتبه، فقد قال وکیع انه ثقة، وقال الذهبی، هو فی نفسه صادق، واختلف فیه عن احمد فروی حنبل بن اسحٰق عنه، ما به بأس، وروی عنه اخری، متروك الحدیث هکذا روی ابن ابی حاتم

رجال میں سے ہیں اور تعلیقات بخاری کے رواۃ میں سے ہیں البتہ زندگی کے آخری حصے میں انھیں اختلاط ہوگیا تھا لیکن اس وجہ سے انکی حدیث ساقط نہیں قرار پائی۔ جمہور کا کہنا یہ ہے کہ یہ ان لوگوں میں شمار ہے جنکی حدیث کو لکھا جاتا ہے، امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں بیان فرمایا امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرمایا: ستر، صدق اور اخذ علم کا نام اس کو شامل ہے۔ امام ترمذی نے "حدیث حمام" میں اس کی تحسین فرمائی، اور امام بخاری سے نقل کیا گیا کہ وہ صدوق ہے البتہ کبھی کبھار بعض چیزوں میں وہ وہم کا شکار ہوجاتا ہے جب اس سے حفص قاری نے روایت کیا تو جعفر بن نصر درمیان سے خارج ہوگیا، اور ہمارے نزدیک جلیل القدر امام حفص قاری کی توثیق صواب (درست) ہے، چنانچہ وکیع بن جراح نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے، اور علامہ ذہبی نے فرمایا وہ فی نفسہ صادق ہے، امام احمد سے اس کے بارے میں اختلاف نقل کیا گیا ہے چنانچہ حنبل بن اسحٰق نے امام احمد سے یہ روایت کی کہ ما بہ بأس یعنی اس میں کوئی حرج نہیں، اور ان سے دوسری روایت نقل کی گئی کہ وہ متروک الحدیث ہے، ابن ابی حاتم

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی — مقدمۃ الکتاب — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴

[2] صحیح مسلم — " — " — " ۱/۴

عن عبد اللہ بن احمد عن ابیہ و روی ابوعلی بن الصواف عن عبد اللہ عن ابیہ، صالح، ولیس فیہ لامام معتمد جرح مفسر قادح یسقط حدیثہ، وابن خراش لیس ھناك، قال ابوزرعۃ کان رافضیا خرج مثالب الشیخین **اقول** قال عبدان وحمل ابن خراش الی بندار عندنا عیدان وضع جزئین صنفھما فی مثالب الشیخین فاجازہ بالفی درھم[1]، قال الذھبی ھذا واللہ الشیخ المعثر الذی ضل سعیہ فما انتفع بعلمہ فلا عتب علی حمیر الرافضۃ، قال ابوبکر بن حمدان المروزی سمعت ابن خراش یقول شربت بولی فی ھذا الشان خمس مرات[2] اھ وکان جرئیا علی تکذیب الثقات وھذا احمد بن الفرات الامام الحافظ الثقۃ الفقیہ الحجۃ الذی اطبقوا علی توثیقہ و لم یأت فیہ عن احد من الائمۃ تلیین ولا بعض تلیین

نے بواسطہ عبد اللہ بن احمد اپنے والد کے حوالہ سے اسی طرح روایت کی۔ ابوعلی بن صواف نے عبد اللہ عن ابیہ کے حوالے سے روایت کی کہ وہ صالح ہے اس کے حق میں کسی مستند امام کی قادح جرح نہیں جو اس کی حدیث کو ساقط کردے۔ رہا ابن خراش کا معاملہ تو وہ اس طرح کا نہیں چنانچہ ابوزرعہ نے فرمایا کہ وہ رافضی تھا، اس نے مطاعن وعیوب شیخین (حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما) کی تخریج کی۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) عبدان نے کہا ابن خراش بندار کے پاس ہمارے نزدیک دو ایسے اجزاء اٹھا لائے جو کہ مطاعن شیخین میں اس نے تصنیف کئے اور دو ہزار درہم انعام پایا۔ علامہ ذہبی نے فرمایا خدا کی قسم یہ بوڑھا کذاب بیگانہ نوالا ہے جس کی سعی فضول ولاحاصل کاموں میں ضائع ہوئی اس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا لہذا رافضی گدھوں پر کوئی عتاب نہیں۔ ابوبکر بن حمدان مروزی نے کہا میں نے ابن خراش کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے پانچ مرتبہ اس شان میں اپنا پیشاب پیا اھ وہ مستند ومعتمد راویوں کو جھٹلانے پر دلیر تھا۔ یہ احمد بن فرات امام، حافظ، ثقہ، فقیہ اور حجت تھا کہ جس کی توثیق پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے۔ ائمہ میں سے کسی امام سے اس کی مکمل یا بعض نرمی (ڈھیلاپن)



---

[1] و[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۰۰۹ عبد الرحمٰن بن یوسف دار المعرفۃ بیروت ۲/۶۰۰

ذکرہ ابن خراش فقال یکذب عمدا قال الذھبی علی ما فی تہذیب التہذیب أذی ابن خراش نفسہ[1]، وقال فی المیزان بطل قول ابن خراش[2]، ولاغرو قد اتہم مالک بن اوس الصحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ بالکذب بروایتہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ، لاجرم ان ذکرہ الذھبی فی طبقات الحفاظ ثم اخذ یوجہ الی ان خاطبہ بقولہ انت زندیق معاند للحق فلا رضی اللہ عنک، ثم قال مات ابن خراش الی غیر رحمۃ اللہ تعالٰی سـ۲۸۳ـنۃ[3]، اما الحدیث الاول ففیہ شعیب ومن فوقہ ائمۃ اجلاء لایسأل عنھم وانما النظر فی محمد بن ابراھیم اقول ادخلہ ابونُعَیم فی حلیۃ الاولیاء وقد وصفہ المزنی والذھبی والعسقلانی بالزاھد وھم یصفون بہ

مروی نہیں لیکن ابن خراش نے اس کا ذکر کیا کہ وہ دانستہ جھوٹ بولتا تھا چنانچہ امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں فرمایا ابن خراش نے ان کو دُکھ پہنچایا، اور المیزان میں فرمایا کہ ابن خراش کا قول باطل ہے۔ اور کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ اس نے ما ترکناہ صدقۃ کی حدیث روایت کرنے پر مالک بن اوس صحابی رسول پر کذاب ہونے کی تہمت لگائی ہے۔ بلاشبہہ علامہ ذہبی نے اسے "طبقات الحفاظ" میں ذکر کیا ہے پھر رَد کرتے ہوئے اس قول سے مخاطب فرمایا کہ تو زندیق ہے یعنی بے دین ہے، حق سے عناد رکھنے والا ہے، اللہ تعالٰی تجھ سے کبھی راضی نہ ہو۔ ابن خراش اللہ تعالٰی کی رحمت سے محروم ۲۸۳ھ میں رحلت کر گیا۔ جہاں تک پہلی حدیث کا تعلق ہے تو اس میں شعیب اور اس سے اوپر جلیل القدر ائمہ ہیں جن کے متعلق کوئی شبہہ یا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ محمد بن ابراہیم کے بارے میں کچھ توقف پایا جاتا ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ محدث ابونعیم نے اسے حلیۃ الاولیاء میں شمار کیا ہے۔ مزنی، ذہبی اور عسقلانی نے لقب "زاہد" سے اس کی توصیف کی ہے جبکہ اس

---

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ ۱۱۷ احمد بن الفرات دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۶۷

[2] میزان الاعتدال ترجمہ احمد بن فرات ۵۱۴ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۲۸

[3] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن خراش عبدالرحمٰن بن یوسف دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۲/ ۲۳۰

الاولیاء کما عرف من محاوراتہم
حتی اقتصر علیہ الذھبی فی
وصف سید الاقطاب الغوث الاعظم
رضی اللہ تعالٰی عنہ، فھذا توثیق
لہ وای توثیق وما للولی والکذب
حاشاھم ولیس فیہ بعد
ذلک جرح مفسر، حتی قول
الدار قطنی کذاب، وتحامل
القوم علی الصوفیۃ الکرام و
الحنفیۃ العظام معروف، و
قال الامام النووی فی التقریب
لایقبل الجرح الا مبین
السبب[1]، قال الامام السیوطی
فی التدریب لان الناس
مختلفون فی اسباب الجرح
فیطلق احدھم الجرح بناء علی
ما اعتقدہ جرحا ولیس بجرح
فی نفس الامر، قال ابن الصلاح وھذا ظاھر
مقرر فی الفقہ واصولہ وذکر الخطیب انہ مذھب
الائمۃ من حفاظ الحدیث کالشیخین وغیرھما
ثم ذکر امثلتہ الی ان قال قال
الصیرفی وکذا اذا قالوا فلان
کذاب لابد من بیانہ لان

لفظ کو وہ اولیاء اللہ کی تعریف و توصیف ہی کیلئے
استعمال کرتے ہیں جیسا کہ ان کے محاوروں سے معلوم
ہوتا ہے حتی کہ علامہ ذہبی نے سید الاقطاب حضرت
غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق بھی یہی الفاظ
استعمال کرنے پر اکتفا کیا ہے لہذا اس کی توثیق ہوئی
پس اس سے بڑھ کر اور کون سی توثیق ہو سکتی ہے،
ولی اور جھوٹ کا باہم کیا جوڑ اور رابطہ ہے اور اللہ تعالٰی
نے تو انھیں اس سے محفوظ رکھا اور اس کے بعد
اس بارے میں کوئی مفصل جرح نہیں حتی کہ امام
دار قطنی کا کذاب کہنا بھی اور صوفیائے کرام اور حنفیہ
عظام پر لوگوں کا حملہ آور ہونا تو مشہور و معروف ہے
امام نووی نے التقریب میں فرمایا واضح سبب کے
بغیر جرح مقبول نہیں۔ امام سیوطی نے التہذیب
میں فرمایا لوگ اسباب جرح میں مختلف ہیں چنانچہ
ایک شخص اپنے اعتقاد کے مطابق کسی شے پر جرح
کا اطلاق کرتا ہے حالانکہ فی الواقع وہ جرح نہیں
ہوتی۔ ابن الصلاح نے کہا کہ یہی فقہ اور اصول فقہ میں
ظاہر و مقرر ہے، اور خطیب نے ذکر کیا ہے کہ
یہی مذہب ائمہ حفاظ حدیث جیسے بخاری،
مسلم اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا ہے، پھر اسکے بعد
مثالیں ذکر فرمائیں یہاں تک کہ فرمایا امام صیرفی
نے کہا۔ اس طرح جب محدثین کہیں کہ فلاں
کذاب (فلاں جھوٹا ہے) تو اس کا بیان کرنا



---

[1] تقریب النواوی مع تدریب الراوی النوع الثالث والعشرون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۸

الکذب یحتمل الغلط کقولہ کذب
ابو محمد[1] وکتبت علیہ وکذلك
قول ابن مسعود وحذیفۃ بن
الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما
فی دوران السماء کذب
کعب، وقد شبہ ھشام بن
عروۃ ومالك و اجلۃ
علی محمد بن اسحٰق
انہ کذاب، وحافوا
علیہ ثم لم یذکروا
الاما لایثبت بہ کذب
ولا المرام بہ اصلا، ویرد
لابن اسحٰق التوثیق
لاجرم ان لم یعرج
علیہ الحافظ فی التقریب
وانضر فی محمد بن ابراھیم
علی قولہ، منکر الحدیث
وکذلك لم یزد البیھقی فی
حدیثہ علی استنکارہ
بھذا السند، اقول والرجل
اعنی محمد بن ابراھیم من المشائخین
کما فی المیزان وغیرہ، الجمع
السائح من شتات العلوم مالیس

ضروری ہے کیونکہ کذب (جھوٹ) غلطی کا بھی احتمال
رکھتا ہے (یعنی شاید اس کی مراد کذاب اور کذب سے
غلطی ہو یعنی وہ بہت غلط گو ہے) جیسا کہ قائل کا
کہنا کہ ابومحمد نے جھوٹ کہا اھ اور میں نے اس
پر لکھا ہے یونہی ابن مسعود اور حذیفہ یمان رضی اللہ
تعالٰی عنہما کا دوران آسمان کے متعلق کعب
کے بارے میں فرمانا کذب کعب یعنی کعب نے
غلط کہا اور یہ مطلب نہیں کہ اس نے جھوٹ کہا،
چنانچہ ہشام بن عروہ، مالک اور دوسرے جلیل القدر
لوگوں نے محمد بن اسحٰق کے کذاب ہونے پر شبہ کا اظہار
فرمایا لیکن انھوں نے اس پر زیادتی کی۔ پھر انھوں
نے ایسے امور ذکر کئے جن سے اس کا کذب
ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس سے کلیۃً مقصد حاصل
ہوتا ہے۔ اور ابن اسحٰق کے لئے بلاشبہہ
توثیق وارد ہوئی ہے اگرچہ حافظ نے التقریب
میں اس کی موافقت نہیں کی۔ اور محمد بن ابراہیم
کے بارے میں توقف اس کے اس قول سے
کہ وہ منکر الحدیث ہے اور اسی طرح امام بیہقی
نے اس سند سے اس کی حدیث میں صرف
استنکار کا اضافہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں محمد بن
ابراہیم مشائخ میں سے ہے جیسا کہ المیزان
وغیرہ میں ہے وہ اس قدر جامع ہے کہ جو
علوم دوسروں کے پاس نہیں وہ ان مختلف



---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثالث والعشرون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۸-۵۹

عند الاٰخرين، ومن عادتهم استنكار
مالا يعرفون فيذكرون عندهم
ان مدار حديث على فلان
ثم سمعوا من يرويه عن
غيره انكروه فاذا تكرر ذلك
منه قالوا مثل الحديث و
ربما تعدوا الى الحكم بالكذب
وما هو الا القضاء بالنفي على
الاثبات، والصواب عليه و الله
تعالى اعلم، لم يجتمع كل
العلم في احد بعد نبيه
صلى الله تعالى عليه وسلم
وهذا جهل لحفظ البخاري هو
وغيره من الحفاظ كان عندهم
ان حديث "المؤمن ياكل في معا
واحد" لم يروه عن ابي اسامة
غير ابي كريب، ورواه الترمذي
من اربعة فقال حدثنا به
ابي كريب وابو هشام وابو السائب
وحسين بن الاسود عن
ابي اسامة قال ثم سألته
محمود ابن غيلان عنه
فقال هذا حديث ابي كريب
فسألت البخاري فقال
لم نعرفه الا من حديث

علوم میں سیاحت کرنے والا ہے اور ان کی عادت
یہ ہے کہ جس چیز کو وہ نہ جانیں یا نہ پہچانیں تو اس
کا انکار کر دیتے ہیں۔ پھر وہ اپنے ہاں ذکر کرتے
ہیں کہ حدیث کا "مدار" "فلاں" پر ہے پھر جیسے ہی
یہ سنیں کہ راوی کسی دوسرے سے روایت کر رہا
ہے تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اور پھر جب اس
سے یہ مکرر ہو تو کہتے ہیں مثل الحدیث (یعنی
یہ اس حدیث کی مثل ہے) اور بعض اوقات
جھوٹ اور قضا نفی علی الاثبات کی طرف تجاوز
کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ
اس بارے میں ثواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام علوم کسی ایک
شخصیت میں جمع نہیں ہو سکتے یہی وہ بات ہے
جس کو امام بخاری وغیرہ حفاظ حدیث نہیں سمجھ
پائے، ان کے نزدیک یہ حدیث کہ "مومن ایک
آنت میں کھاتا ہے" کو ابو کریب کے بغیر
ابو اسامہ سے کسی اور نے روایت نہیں کیا حالانکہ
امام ترمذی نے اسے چار اشخاص سے روایت
کیا ہے چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں ہم سے
ابو کریب، ابو ہشام، ابو السائب اور حسین
ابن اسود سے ابو اسامہ کے حوالے سے بیان
کیا۔ ترمذی کہتے ہیں پھر میں نے اس کے متعلق
محمود ابن غیلان سے پوچھا تو اس نے کہا یہ
ابو کریب کی حدیث ہے پھر میں نے امام بخاری
سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ہم اس کو حدیث

ابی کریب فقلت حدیث ابی کریب ومن قبل ھذا اتی الامام الثقة الواقدی فانه روی حدیث ام المومنین ام سلمة رضی اللہ تعالٰی عنہا افعمیا وان انتما عن معمر عن الزھری وما کان الحدیث عندھم الا عن یونس عن الزھری فقامت علیه القیامة من کل جانب حتی قال ذٰلک الجبل الشامخ امام السنة احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنه، لم یزل یدافع اللہ الواقدی حتی روی عن معمر عن الزھری عن نبھان عن ام سلمة رضی اللہ تعالٰی عنہا افعمیا وان انتما فجاء بشیئ لاحیلة فیه الحدیث حدیث یونس لم یروہ غیرہ[1] اھ فجعله ھو المفسد لامر الواقدی وجعله داء لا دواء له ولما اراد علی بن المدینی ان یسمع من الواقدی کتب الیه احمد کیف تستحل ان تکتب عن رجل روی عن معمر حدیث نبھان و ھذا حدیث یونس

ابوکریب کے سوا نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا حدیث ابوکریب؟ اور یونہی امام ثقہ واقدی پر یہی کچھ ہوا کیونکہ واقدی نے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں: "کیا تم دونوں اندھی ہوگئی ہو" انھوں نے یہ حدیث معمر سے بواسطہ زہری روایت کی ہے جبکہ ان کے نزدیک یہ حدیث یونس سے بواسطہ زہری مروی ہے، پھر اس لئے اس (یعنی واقدی) پر ہر طرف سے قیامت قائم کی گئی یہاں تک کہ علم وعمل کے کوہِ گراں امام السنۃ احمد بن حنبل جیسی شخصیت نے فرمایا کہ ہمیشہ اللہ تعالٰی واقدی کا دفاع کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے معمر بواسطہ زہری کو نبہان کے حوالے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے یہ حدیث روایت کی کہ "کیا تم دونوں اندھی ہوگئی ہو" گویا وہ ایسی شے لایا جس کے حل کی کوئی تدبیر نہیں کیونکہ صرف یونس کی حدیث ہے اس کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی اھ پھر یہی چیز واقدی کے بگاڑ کا ذریعہ بن گئی۔ اور یہ بیماری ہے جس کے لئے کوئی دوا نہیں۔ جب علی بن مدینی نے واقدی سے کچھ سننے کا ارادہ کیا تو امام احمد نے انھیں لکھا کہ یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ آپ ایسے شخص سے حدیث لکھیں جو معمر سے "حدیث نبہان" روایت کرتا ہے حالانکہ یہ حدیث یونس ہے جس میں



[1] ـــــ

تفرد بہ[1] اھ مع ان الحدیث رواہ عن
ابن شہاب ثلثۃ یونس کما عرفوا
ومعمر کما روی الواقدی وثالثھم
عقیل قال احمد بن منصور الرمادی
(وھو ثقۃ حافظ حجۃ) لما قدمت
مصر حدثنا ابن ابی مریم (ثقۃ ثبت
فقیہ) انا نافع بن یزید (ثقۃ
عابد) عن عقیل عن ابن شہاب
فذکر حدیث بنھان قال
فلما فرغ منہ ضحکت فقال
لم تضحک فاخبرتہ بقصۃ علی
واحمد، قال وقال
ابن ابی مریم ان شیوخنا
المصریین لھم عنایۃ
بحدیث الزھری قال
الرمادی وھذا الحدیث
فیما ظُلِم فیہ الواقدی، بلی
ذکر محمد بن ابراھیم ابن حبان الذی
قال فیہ الذھبی فی ترجمۃ عثمٰن
الطرائفی اما ابن حبان فانہ
یقعقع کعادتہ[2] والکلام
فی الرجال لایجوز الا لعبد تام

وہ متفرد ہے اھ حالانکہ اس حدیث کو ابن شہاب
زہری سے تین افراد نے روایت کیا ہے (۱) یونس
جیساکہ معروف ہے (۲) معمر جیسا کہ واقدی نے
روایت کی (۳) عقیل۔ چنانچہ احمد بن منصور رمادی
نے کہا وہ یعنی عقیل ثقہ حافظ اور حجت ہے۔ جب
میں مصر میں آیا تو ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا
(یہ ثقہ، ثبت اور فقیہ ہے) ہمیں نافع بن یزید
نے بتایا (یہ بھی ثقہ اور عابد ہے) اس نے عقیل،
اس نے ابن شہاب زہری کے حوالے سے روایت
کی پھر اس نے حدیث بنھان بیان کی۔ راوی یعنی
احمد بن منصور رمادی نے کہا جب وہ اس کے ذکر
کرنے سے فارغ ہوا تو میں ہنس پڑا تو اس نے
کہا ہنستے کیوں ہو؟ تو میں نے اسے علی بن مدینی
اور امام احمد کا واقعہ بتایا تو ابن ابی مریم نے کہا
ہمارے مصری شیوخ کے لئے حدیث زہری عنایت
ہے، رمادی نے کہا اس حدیث میں واقدی پر
ظلم کیا گیا ہاں ابن حبان نے محمد بن ابراہیم کا ذکر کیا ہے
ابن حبان وہی ہے جس کے بارے میں عثمان
طرائفی کے ترجمہ میں علامہ ذہبی نے فرمایا لیکن
ابن حبان تو وہ ویسے ہی کھٹ کھٹ کرتا ہے
جیساکہ اس کی عادت ہے اور اسماء رجال میں
کلام کرنا جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو مکمل

---

[1]

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۵۳۲ عثمان بن ابراہیم دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۵

المعرفة وتام الورع، وقال فی ترجمة عبدالعزیز بما ابی و قال ابن حبان روی عن نافع عن ابن عمر نسخة موضوعة[۱] ھکذا قال ابن حبان بغیر بینة، وقال فی ترجمة محمد بن الفضل شیخ البخاری، ابن حبان الخساف المتھور[۲] وقال فی ترجمة حجاج بن ارطاة کذا قال ابن حبان ھذا القول مجازفة[۳] فھذا قال فیہ لا تحل الروایة عنہ الا باعتبار کان یضع الحدیث، **اقول** ما اظھر الاکرامة من اللہ تعالٰی لمحمد بن ابراھیم حیث ناقض ابن حبان نفسہ فی نفس واحد فجعلہ وضاعا و جعلہ ممن یکتب حدیثہ و یعتبر بہ، و سبحٰن اللہ من وضاع یعتبر بحدیثہ وقد افحش القول ھکذا فی محمد بن علاقة فقال کان یروی الموضوعات عن الثقات لایحل ذکرہ

معرفت اور تام ورع رکھتا ہو عبدالعزیز بن ابی کے ترجمہ میں کہا ابن حبان نے کہا نافع سے بواسطہ ابن عمر ایک موضوع نسخہ روایت کیا گیا ہے، ابن حبان نے یہ بغیر دلیل کے بیان کردیا۔ علامہ ذہبی نے محمد بن فضل شیخ بخاری کے ترجمہ میں کہا ابن حبان مشہور فضول گو ہے اور ذہبی نے حجاج بن ارطاۃ کے ترجمہ میں کہا یوں ابن حبان نے کہا، یہ قول تخمینی ہے۔ تو یہ ابن حبان، محمد بن ابراہیم کے متعلق کہتا ہے کہ اس سے روایت کرنا سوائے فہم و اعتبار کے حلال نہیں کیونکہ وہ حدیثیں وضع کرتا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس نے اس کا اظہار نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے محمد بن ابراہیم کی کرامت ہے کہ ابن حبان نے نفس واحد میں اپنے آپ سے مناقضہ اور مقابلہ کیا کہ اسے وضّاع (حدیثیں گھڑنے والا) بھی قرار دیا اور اسے ان لوگوں میں بھی شامل کیا کہ جن کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ پاک ہے اللہ تعالٰی۔ کون ایسا وضّاع ہوگا جس کی حدیثوں پر اعتماد کیا جائے اور اسی طرح ابن حبان نے فحش گوئی سے کام لیا کہ محمد بن علاقہ کے بارے میں کہا کہ وہ مستند راویوں سے موضوعات

---

۱؎ میزان الاعتدال ترجمہ ۵۱۰۱ عبدالعزیز بن ابی دارالمعرفۃ بیروت ۲/۶۲۸
۲؎ " " ۸۰۵۷ محمد بن الفضل شیخ البخاری " ۴/۸
۳؎ " " ۱۷۲۶ حجاج بن ارطاۃ " " ۱/۴۶۰

الا علی جهة القدح فیه فاوله وان
کان اهون مما قال فی محمد
فاٰخره وهو الحکم اشد و قال
وقال الحاکم یروی احادیث
موضوعة ذاهب الحدیث،
وقال الدار قطنی متروک و
قال البخاری فی حدیثه
نظر وهو لا یقول هذا الا فیمن
یتهمه غالباً کما قال الازدی
فی عبدالله بن داؤد التمار، و
قال الازدی حدیثه یدل علی کذبه
وکل ذٰلک لم یؤثر فیه، فاقتصر الحافظ
فی التقریب علی قوله صدوق
یخطی وذٰلک لان ابن معین
وثقه فکیف تؤثر فی رجل معدود
من اولیاء الله تعالٰی، فالحدیث
حسن ان شاء الله تعالٰی
هذا وجه وانعم به من وجه
**والثانی** ان الحدیث جاء عن
ثلٰثة من الصحابة رضی الله تعالٰی
عنهم بطرق متنوعة فینجبر ضعف
بعضها ببعض اذ لیس فیها وضّاع
ولا کذاب اعنی من تحقق فیه
ذٰلک، وقد بیّناه فی کتابنا "منیر العین فی حکم
تقبیل الابهامین" من الفائدة ۱۲

روایت کرتا ہے لہٰذا بغیر جرح و قدح کے اس کا تذکرہ
کرنا جائز نہیں۔ اس کا اول اگرچہ اس کے آخر
سے آسان ہے جو کچھ اس نے "محمد" کے بارے
میں کہا تاہم آخر جو کہ حکم ہے زیادہ سخت ہے۔
اس نے کہا حاکم نے کہا کہ وہ موضوع حدیثیں روایت
کرتا ہے (ذاهب الحدیث) ہے امام دارقطنی
نے کہا متروک ہے۔ امام بخاری نے کہا اس کی
حدیث میں نظر ہے اور وہ یہ بات اسی کے متعلق
کہتا ہے جو غالباً متہم ہو، جیسا کہ ازدی نے عبداللہ
بن داؤد تمار کے بارے میں کہا ہے ازدی نے کہا
اس کی حدیث اس کے جھوٹ پر دلالت کرتی ہے
اور ان تمام باتوں نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔
لہٰذا حافظ نے التقریب میں اپنے اس قول "صدوق
یخطی (سچا ہے، غلطی کرتا ہے) پر
اکتفا کیا ہے کیونکہ ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے
پھر یہ باتیں کیسے اثر انداز ہوسکتی ہیں اس شخص پر جو
اولیاء اللہ میں شمار ہوتا ہو، لہٰذا حدیث ان شاء اللہ
حسن ہے اور یہ ایک وجہ ہے اور کتنی اچھی وجہ ہے۔
**دوسری بات** حدیث تین صحابہ سے مختلف
طریقوں سے مروی ہے (اللہ تعالٰی ان سب
سے راضی ہو) "البعض کا ضعف بعض سے
دور ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں وضّاع کوئی نہیں
اور نہ ہی کذاب ہے اور ہم نے اس کو اپنی کتاب
منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین (انگوٹھے
چومنے سے آنکھوں کا روشن ہونا) کے فائدہ ۱۲

الی فائدة ۱۴ وقال الامام الجلیل السیوطی فی التعقبات علی الموضوعات المتروك والمنکر اذا تعددت طرقه ارتقی الی درجة الضعیف الغریب بل ربما یرتقی الی الحسن[1] اھ وقال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الضعیف یصیر حجة بذلك لان تعدده قرینة علی ثبوته فی نفس الامر[2] اھ۔

سے ۱۴ تک بیان کیا ہے چنانچہ جلیل القدر امام علامہ سیوطی نے التعقبات علی الموضوعات میں فرمایا حدیث متروک اور منکر اس صورت میں ضعیف اور غریب کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جبکہ اس کے طرق یعنی سندیں متعدد ہوں، بلکہ بعض اوقات درجہ حسن تک اس کا ارتفاع ہوجاتا ہے یا ارتقاء ہوجاتا ہے اھ محقق علی الاطلاق کمال ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا حدیث ضعیف تعددِ طرق کی وجہ سے حجت ہوجاتی ہے کیونکہ اس کے طرق کا تعدد اس کے نفس الامری ثبوت پر قرینہ ہے اھ۔

**والثالث** درجت الامة المرحومة علی العمل به من لدن السلف وهلم جرا وفی هذا من تقویة الحدیث ما فیه کما بیناه فی الافادة فی "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" وقال الامام خاتم الحفاظ فی التعقبات قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن له سندا یعتمد علی مثله[3] اھ۔

**تیسری بات** امت مرحومہ اس حدیث پر عمل کرنے میں شامل ہے اور یہ زمانہ سلف سے قرناً فقرناً ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اس میں حدیث کے اندر جو کچھ ہے اس کی تقویت ہے جیسا کہ ہم نے الهاد الکاف فی حکم الضعاف کے افادہ میں بیان کیا ہے چنانچہ امام خاتم الحفاظ نے التعقبات میں فرمایا۔ بہت سے ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ کسی حدیث کے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اہلِ علم اس کو نقل کریں اگرچہ اس کی کوئی ایسی سند نہ ہو جس کی مثل پر اعتماد کیا جائے اھ۔



[1] التعقبات علی الموضوعات باب المناقب المکتبة الاثریة سانگلہ ہل ص ۵۷
[2] فتح القدیر کتاب الصلوٰة باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹
[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰة المکتبة الاثریة سانگلہ ہل ص ۱۲

وستأتیك اقوال العلماء، وجه اللکھنوی ان یستخرج نساء کاتبات فلم یأت فی ھذہ الالف و ثلثمائة سنین، الا تسع نسوة، منھن السیدة اسماء بنت الفقیه کمال الدین موسٰی بمدینة زبید توفیت سنة ۹۰۴ھ قال فی "النور السافر فی اخبار القرن العاشر"[1] کان لقولھا وقع فی القلوب وربما کتبت الشفاعات الی السلطان والقاضی و الامیر فتقبل شفاعتھا اھ ولیس فیه ما یغنی بمقصودہ فمثل الکتابة لا یلزم ان تکون بید نفسھا، وقد ورد فی الاحادیث کتب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الی الملوك وغیرھم، و قد شاع و ذاع ان السلطان کتب لفلان کذا مع انه لا یعرف ان یضع سوادا فی بیاض ومنھم من لم یعرف الا وضع اسمه فی الامضاء ولم یذکر نص "نزھة الجلساء" فی ترجمة المستکفی باللہ، ومریم بنت ابی یعقوب انما قال ذکرا لکتابة فی ترجمتھا فلعله ذکر کما ذکر فی اسماء الزبیدیة

عنقریب اقوالِ علماء تیرے ہاں پیش ہوں گے، لکھنوی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لکھنے والی عورتوں کا استخراج کیا تو تیرہ سو سال کی مدت میں نو عورتیں کبھی منظرعام پر نہ آئیں، ان میں سیدہ اسماء دختر کمال الدین موسٰی مدینہ زبید میں ہوئیں ان کی وفات ۹۰۴ھ میں ہوئی۔ النور السافر فی اخبار القرن العاشر میں کہا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں اس کے قول کی وقعت تھی بعض دفعہ وہ بادشاہ، امیر یا قاضی کے دربار میں کئی سفارشیں بصورت درخواست پیش کرتی تو اس کی سفارشیں قبول کی جاتی تھیں اھ اس میں مقصود تک رسائی والی کوئی شے نہیں کیونکہ ضروری نہیں کہ کتابت انہی کے ہاتھ سے ہو اس لئے کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بادشاہوں وغیرہ کو خطوط لکھے، اور مشہور ہے کہ بادشاہ نے فلاں کے لئے اتنی قدر انعام لکھ دیا جبکہ بادشاہ کچھ وہ ہیں جو لکھنا بالکل نہیں جانتے اور کچھ وہ جو صرف اپنا دستخط کرسکتے ہیں یعنی صرف اپنا نام لکھ سکتے ہیں اور نزہۃ الجلساء کی تصریح مستکفی باللہ کے ترجمہ میں ذکر نہ کی، اور مریم بنت یعقوب، اس نے کہا اس کے ترجمہ میں کتابت ذکر کی گئی ہے، شاید اسی طرح مذکور ہو جیسا کہ اسماء زبیدیہ کے ترجمہ میں مذکور ہے



---

[1] النور السافر فی اخبار القرن العاشر

فلم تسلم له الاست ولو شاء ان یُحصی الکاتبین من الرجال فی قرن بل یوم واحد ما استطاع فهذا دلیل ای دلیل علی تحرز الامة من تعلیمهن الکتابة مع ما فیها من جلیل الانتفاع۔

**والرابع** ان الحدیث الضعیف یعمل به فی مقام الاحتیاط ولیشهد له الحدیث الصحیح "کیف وقد قیل" وغیر ذلك مما بسطناه فی رسالتنا "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" وقال الامام الجلیل الجلال السیوطی فی "التدریب" یعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیه احتیاط[1] فی اذکار الامام النووی و فتح المغیث ونسیم الریاض الاحکام لایعمل فیها الا بالحدیث الصحیح و الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذلك[2] اھ باختصار، وقال العلامة ابراهیم الحلبی فی الغنیه الوصل بین الاذان والاقامة یکرہ فی کل الصلوات لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ

پھر اس کے لئے صرف چھ عورتیں ہی بچیں۔ اور اگر وہ لکھنے والے مردوں کا ایک صدی بلکہ ایک دن کا شمار کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔ اور یہ دلیل ہے اور مزید کونسی دلیل ہو اس پر کہ اُمتِ مسلمہ میں عورتوں کی تعلیم کتابت سے احتراز اور پرہیز کیا جاتا تھا باوجودیکہ تحرز میں بڑا فائدہ ہے۔

**چوتھی بات** حدیث ضعیف پر مقام احتیاط میں عمل کیا جاسکتا ہے جبکہ کوئی حدیث صحیح اس کی شہادت دے "کیسے، حالانکہ یہ بھی کہا گیا" اور اس کے علاوہ بھی متعدد باتیں کہی گئیں جن کو ہم اپنے رسالہ "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کھول کر شرح وبسط سے بیان کیا ہے امام جلیل القدر جلال الدین سیوطی نے التدریب میں فرمایا حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جاسکتا ہے جبکہ اس میں احتیاط ہو اھ امام نووی کی الاذکار اور فتح المغیث اور نسیم الریاض میں ہے کہ احکام میں حدیث صحیح اور حسن کے بغیر عمل نہیں کیا جاسکتا اِلّا یہ کہ اس کے عمل کے سلسلہ میں مقام احتیاط ملحوظ ہو اھ باختصار، چنانچہ علامہ ابراہیم حلبی نے الغنیہ میں فرمایا ہر نماز میں اذان اور اقامت کے درمیان وصل مکروہ ہے، اس کی وجہ جامع ترمذی کی وُہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النووی النوع الثالث والعشرون الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲

[2] الاذکار للنووی فصل فی الامر الخ دارالکتاب العربی بیروت ص ۸۰۷

وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم[1] اھ مختصرا، وقد اخرج ابو الفرج في الموضوعات حديثا من ولد له ثلثة اولاد فلم يسم احدهم محمد افقد جهل بطريق الليث عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم[2] و علله بان ليث تركه احمد وغيره فتعقبه خاتم الحفاظ في اللاٰلی بان الحارث رواه عن النضر بن شنقي مرسلا والنضر قال ابن القطان مجهول فقال وهذا المرسل يعضد حديث ابن عباس ويدخله في قسم المقبول[3] اھ وله نظائر جمة اوردنا جملة منها في "الهاد الكاف" اما حديث الشفاء بنت عبد الله رضي الله تعالٰى عنها قالت دخل علي النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم وانا عند حفصة

مروی ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے تاہم اس قسم کے حکم میں اس پر عمل کرنا جائز ہے اھ مختصراً، ابوالفرج نے الموضوعات میں یہ حدیث تخریج کی "جس کسی کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے پھر اس نے ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھا تو اس نے جہالت کی۔ یہ حدیث بواسطہ لیث، مجاہد اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس نے حدیث مذکور میں تعلیل ذکر کی (یعنی اسے معلل قرار دیا) کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے چھوڑ دیا ہے اور خاتم الحفاظ نے اللآلی میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ حارث نے اس کو نضر بن شنقی سے مرسل (یعنی بلا قید سند) روایت کیا ہے اور ابن قطان نے کہا کہ نضر مجہول ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا یہ مرسل حدیث ابن عباس کو تقویت پہنچاتی ہے اور اسے قسم مقبول میں داخل کرتی ہے اھ اس کے لئے بہت سے نظائر ہیں ان سب کو ہم "الہاد الکاف" میں لائے ہیں۔ رہی حدیث شفاء دختر عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اس نے کہا میرے پاس حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ میں سیدہ حفصہ رضی اللہ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی سنن الصلٰوۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۷-۳۷۶

[2] الموضوعات لابن الجوزی کتاب المبتداء باب التسمیۃ لمحمد دارالفکر بیروت ۱/۱۵۴

[3] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المبتداء دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰۲

فقال لی الا تعلمین ھذہ رقیۃ النملۃ
کما علمتیھا الکتابۃ رواہ ابوداؤد[1] فقال
(حدثنا ابراھیم بن مھدی المصیصی)
وثقہ ابوحاتم وقال العقیلی حدث
بمناکیر واسند عن یحیی بن
معین قال ابراھیم بن مھدی
جاء بمناکیر قال فی التقریب مقبول
وھی درجۃ قاصرۃ عمن یقال
فیہ صدوق سیئ الحفظ او یھم
او یخطئ او تغیر بآخرۃ (نا علی
بن مسھر) ثقۃ لہ غرائب
بعد ما اضر (عن عبدالعزیز بن
عمر بن عبدالعزیز) صدوق
یخطئ ضعفہ ابومسھر وحدہ
(عن صالح بن کیسان)
ثقۃ ثبت فقیہ (عن ابی بکر
بن سلیمٰن بن ابی حثمۃ
ثقۃ (عن الشفاء) رضی اللہ
تعالٰی عنھا فالحدیث
لا ینزل عن الصالح وھو
قضیۃ سکوت فھذا
قد یقال انہ یفھم
من ظاھرہ الجواز لکنا رأینا

تعالٰی عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی آپ نے مجھ سے فرمایا
کیا تُو اسے لکھنا سکھانے کی طرح پھنسی کا دم نہیں
سکھاتی۔ امام ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے،
چنانچہ انھوں نے فرمایا ہم سے ابراہیم بن مہدی مصیصی
نے بیان کیا، ابوحاتم نے اس کی توثیق کی۔ عقیلی نے
کہا یہ منکر روایات بیان کرتا ہے اور یحیٰی بن معین سے
سند لایا اس نے کہا ابراہیم بن مہدی منکر حدیثیں
لایا۔ تقریب میں کہا گیا وہ مقبول ہے اور یہ کم درجہ
ہے اس سے کہ جس کے بارے میں کہا جائے
صدوق سیئ الحفظ الخ یعنی وہ سچا ہے البتہ
اس کا حافظہ خراب ہے یا وہ وہم کرتا ہے یا
غلطیاں کرتا ہے یا آخر عمر میں اس میں تبدیلی آگئی
تھی۔ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا کہ وہ ثقہ ہے
البتہ اس کے لئے کچھ غرائب ہیں اس کے بعد کہ
وہ نابینا ہوگیا تھا اس نے عبدالعزیز بن عمر بن
عبدالعزیز سے روایت کی، وہ سچا ہے البتہ غلطی
کر جاتا ہے صرف ابومسہر نے اسے ضعیف قرار
دیا ہے، اس نے صالح بن کیسان سے روایت کی
وہ ثقہ ثبت اور فقیہ ہے اس نے ابوبکر بن سلیمان
بن ابی حثمہ سے روایت کی۔ وہ ثقہ ہے اس نے
سیدہ شفاء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی۔
پس حدیث صالح سے نیچے نہیں اترتی اور وہ
قضیہ سکوت ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ اس سے بظاہر



---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطب باب فی الرقی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۶

العلماء لایمشون علیہ فمنھم من
یقول انما ھو تعریض من النبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
بحفصۃ قررہ الذکی المغربی
واستحسنہ الحافظ ابوموسٰی جدا
وقال التاویل ما ذھب الیہ الامام
التورپشتی الحنفی فی شرح المصابیح
ونقلہ عنہ العلامۃ الطیبی الشافعی
فی شرح المشکوٰۃ مقرا علیہ وعنہ
الفتنی فی مجمع البحار ونقل
مثلہ الامام السیوطی فی مرقاۃ الصعود
عن النھایۃ مقتصرا علیہ، قال
الطیبی ویحتمل الحدیث وجھین
آخرین۔ احدھما التحضیض علی
تعلیم الرقیۃ وانکار الکتابۃ ای
ھلا علمتھا ماینفعھا من الاجتناب
عن عصیان الزوج کما علمتھا
مایضرھا من الکتابۃ وثانیھما
ان یتوجہ الانکار الی الجملتین
جمیعا والمراد بالنملۃ المتعارف
بینھم لانھا منافیۃ لحال
المتوکلین اھ[1] وتارۃ یقولون لعل
ھذا قبل النھی، ذکرہ الشیخ المحقق

جواز سمجھا جاتا ہے لیکن ہم نے علمائے کرام کو دیکھا کہ وہ اس
روش پر نہیں چلتے لہٰذا ان میں سے بعض کہتے ہیں
کہ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سیدہ حفصہ
پر تعریض ہے، چنانچہ ذکی مغربی نے اس کو برقرار
رکھا ہے اور حافظ ابوموسٰی نے یقیناً اس کو مستحسن
سمجھا اور کہا کہ اس کی تاویل وہ ہے جس کی طرف
امام تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں گئے ہیں اور
اس کو ان سے علامہ طیبی شافعی نے شرح
مشکوٰۃ میں نقل کرکے ثابت رکھا ہے اور ان سے
فتنی نے مجمع البحار میں نقل کیا ہے اور امام سیوطی
نے اسی کی مثل "مرقاۃ الصعود" میں نہایہ سے
نقل کرکے اسی پر اکتفا کیا ہے۔ علامہ طیبی نے
فرمایا حدیث مذکور دو اور وجوہات کا احتمال رکھتی
ہے ان میں سے ایک رقیہ (دم کرنا) پر ابھارنا
اور اکسانا ہے جبکہ تعلیم کتابت کا انکار کرنا ہے یعنی
کیوں نہ تُو نے اسے وہ چیز سکھائی جو اسے فائدہ
دیتی کہ وہ شوہر کی نافرمانی سے بچنے کا ذریعہ ہے،
اور کتابت کیوں سکھائی جو موجب دکھ اور ضرر ہے۔
(دوسری وجہ) یہ ہے کہ انکار دونوں جملوں کی طرف
متوجہ ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو ان کے
درمیان متعارف ہے کیونکہ رقیہ وغیرہ توکل کرنیوالوں
کے حال کے منافی ہے اھ کبھی یہ کہتے ہیں کہ شاید
(یہ اجازت) نہی سے پہلے ہو۔ چنانچہ شیخ محقق



---

[1] شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۸/۳۰۶

۴۲
43

فی الاشعۃ واخری خصت بہ حفصۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا لان نسائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خصصن باشیاء قال اللہ تعالٰی یٰنساء النبی لستن کاحد من النساء[1] وخبر لا یعلمن الکتابۃ یحمل علی عامۃ النساء خوف الافتتان علیھن نقلہ القاری فی المرقاۃ عن بعضھم وکذا الشیخ المحقق واقر علیہ و قال القاری یحتمل ان یکون جائزا للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی ھذا الزمان[2] اھ فدلت کلماتھم ھذہ علی انھم یکرھون الکتابۃ لھن والاعتراض بان کل ذٰلک خلاف الظاھر فان تحققت الامر فانہ ادخل فی المقصود فما کانوا لیغفلوا عن ذٰلک فھل تراھم عدلوا الیہ الالداع ما الیہ عظیم ورأیتنی کتبت علی ھامش الاشعۃ عند ذکر انھا خصوصیۃ

نے اشعۃ اللمعات میں اس کا ذکر فرمایا اور کبھی کہتے ہیں کہ (یہ اجازت) سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خصوصیت ہے اور یہ ان کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بعض اشیاء سے مخصوص ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "اے نبی مکرم کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔" اور حدیث کہ "عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ" عام عورتوں پر محمول ہوگی ان کے حق میں فتنہ کے اندیشہ سے۔ اس کو ملّا علی قاری نے مرقاۃ میں بعض سے نقل کیا ہے اور اسی طرح شیخ محقق نے اس کو برقرار رکھا ہے۔ ملّا علی قاری نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سلف کیلئے جائز ہو لیکن پچھلے لوگوں کے لئے جائز نہ ہو اس لئے کہ اس زمانے میں عورتوں میں فساد پایا جاتا ہے اھ پھر ان کے یہ کلمات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ عورتوں کے لئے کتابت (یعنی لکھائی کا عمل) مکروہ سمجھتے ہیں اور یہ اعتراض کہ یہ سب باتیں خلافِ ظاہر ہیں، اگر یہ امر ثابت ہو جائے تو اس کا مقصود میں زیادہ دخل ہے کیونکہ وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ ان باتوں سے بےخبر ہوں، کیا تم انھیں دیکھتے ہو کہ وہ کیوں اس طرف مڑ گئے مگر اس لئے کہ اس پر کوئی نہ کوئی بڑا داعی اور باعث ہے مجھے یاد ہے کہ

بوقت

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۲

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۲۶

لحفصة ما نصه هذا الجواب قد ابدته من قبل ان اراه **اقول** ومع ذٰلك لقائل ان يقول ان نفس التشبيه ليس بنص صريح فی الجواز بخلاف، لا تعلموهن، فانه نص فی المنع، علی انها واقعة عین لا عموم لها بخلاف النهی، علی ان حدیث الشفاء ان تقدم فمنسوخ او تاخر فلا نسلم الا تخصیص حفصة کما رخص النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم للزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنهما فی لبس الحریر ولنادبة سعد رضی اللہ تعالٰی عنهما فی النیاحة بعد ما نهی عن ذٰلك فلم یکن الا تخصیص بعض بالترخیص لا نسخ الحکم علی الاطلاق، علی ان المقام مقام الاحتیاط فیقدم الحاظر علی انه لو فرض عدم ورود نهی اصلا لکان حال الزمان حاکما بالمنع وکم من حکم

میں نے اشعۃ اللمعات کے حاشیہ پر جو کچھ اس کی تصریح تھی لکھ دی اس ذکر کے ساتھ کہ کتابت سیدہ حفصہ کی خصوصیت ہے پس جواب دیکھنے سے پہلے ہی میں نے اس کا اظہار کر دیا تھا **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کے باوجود کوئی کہنے والا یہ کہہ دے کہ محض تشبیہ، جواز میں کوئی صریح نص نہیں بخلاف لا تعلموھن یعنی عورتوں کو کتابت نہ سکھاؤ۔ یہ ممانعت میں واضح نص ہے۔ علاوہ اس کے یہ ایک معین واقعہ ہے جس میں کوئی عموم نہیں بخلاف حدیث نہی کے۔ علاوہ ازیں حدیث شفاء اگر مقدم ہو تو منسوخ ہے اور اگر مؤخر ہو تو پھر ہم اسے تسلیم ہی نہیں کرتے مگر یہ کہ سیدہ حفصہ کی خصوصیت قرار دی جائے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ریشم پہننے کی رخصت اور اجازت دی تھی۔ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پر نوحہ اور رونے کی اجازت دی۔ اس کے بعد ان کاموں سے منع فرما دیا تھا، تو پھر یہ رخصت دینے کی صورت میں بعض کی تخصیص ہوئی لہذا علی الاطلاق نسخِ حکم نہیں علاوہ ازیں یہ مقام مقامِ احتیاط ہے لہذا مانع کو مقدم کیا جائے گا، اس کے علاوہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ نہی بالکل وارد نہیں ہوئی تو پھر بھی حالِ زمانہ منع کے لئے حاکم، (یعنی حالاتِ زمانہ ہی ممانعت کے لئے کافی ہیں)

يختلف باختلاف الزمان الا ترى ان النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذن للنساء ان يخرجن الى المساجد وقد كن يخرجن على عهد الرسالة بل امر فى العيدين باخراج العواتق وذوات الخدور كما فى الصحيحين[1] بل قال لا تمنعوا اماء الله مساجد الله[2] اخرجه احمد ومسلم عن ابن عمر رضى الله تعالٰى عنهما ومع ذٰلك اذا فسد الزمان نص الائمة بالمنع وقالت ام المؤمنين رضى الله تعالٰى عنها لو راى النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم من النساء ما رأينا لمنعهن المساجد كما منعت نساء بنى اسرائيل[3]

بارہا اختلافِ زمانہ سے حکم بدل جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت دی تھی اور وہ زمانۂ رسالتمآب میں مساجد میں جایا کرتی تھیں بلکہ عیدین (چھوٹی، بڑی عید) میں پردہ نشین خواتین کو بھی آپ نے عیدگاہ میں جانے کا حکم صادر فرما رکھا تھا جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایات میں موجود ہے بلکہ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ باندیوں کو اللہ تعالٰی کے گھروں (مساجد) میں جانے سے مت روکو۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج فرمائی۔ پس اس کے باوجود جونہی حالات زمانہ خراب و فاسد ہوگئے تو ائمہ کرام نے صراحتاً عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ارشاد فرمایا اگر آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کے آج کے حالات دیکھتے جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں تو انھیں مسجدوں میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ (ت)



---

[1] صحیح البخاری کتاب العیدین باب اذلم یکن لہا جلباب فی العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۴
صحیح مسلم ؍؍ ؍؍ فصل فی اخراج العواتق و ذوات الخدود ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۲۹۰
[2] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب خروج النساء الی المساجد ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۸۳
مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۶ و ۱۵۱
[3] صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۰
صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۸۳

یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ اگلے زمانے کی دو چار بیبیوں کے حالِ فعل سے استناد کا یہاں کوئی محل نہیں پہلے تو عموماً عورات کو حکم تھا کہ پنجگانہ مسجدوں میں حاضر ہوں، پردہ نشینیں اگرچہ حالتِ حیض میں ہوں کہ نماز پڑھ بھی نہیں سکتیں محض شرکتِ برکتِ دُعا کے لئے عیدگاہوں کو ضرور جائیں۔ اب یہ احکام کیوں نہ رہے؟ حضرت ام المومنین حفصہ تو ام المومنین ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہا آج حضرت فقیہہ فاطمہ سمرقندیہ بنت امام علاؤ الدین رحمہما اللہ تعالٰی کے مثل کون سی بی بی ہے بلکہ بعد تلاش و تفحص صرف معدود نساء کی کتابت کا پتا چلنا ہی بتا دیتا ہے کہ سلفاً خلفاً علماء و عامہ مومنین کا عمل اس کے ترک ہی پر رہا ہے۔ مرد ہر زمانے میں لاکھوں کاتب ہوئے اور عورتیں تیرہ سو برس میں معدود۔ پُر ظاہر کتابت ایک عظیم نافع چیز ہے اگر کتابتِ نساء میں حرج نہ ہوتا جمہور امتِ سلف سے آج تک اس کے ترک پر کیوں اتفاق کرتی، بالجملہ سبیل سلامت اسی میں ہے، لہذا ان اجلہ علماء کرام امام حافظ الحدیث ابو موسٰی و امام علامہ تورپشتی و امام ابن الاثیر جزری و علامہ طیبی و امام جلال الدین سیوطی و علامہ طاہر فتنی و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے اسی طرف میل فرمایا، وہ ہر طرح ہم سے اعلم تھے، اب [illegible] اجازت کی طرف جائے یا حالِ زمانہ سے غافل ہے یا امتِ مرحومہ کی خیر خواہی سے عاطل۔



ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[1] نسأل اللہ العفو والعافیۃ ثم رأیت بعد ذلك کلام الشیخ ابن حجر فی الفتاوی الحدیثیۃ ذکر فیہ حدیث ام المؤمنین وحدیث ابن مسعود ایضا رضی اللہ تعالٰی عنھما وزاد فقال واخرج الترمذی الحکیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال مر لقمان علی جاریۃ

(جو اپنے زمانے والوں کے حالات سے آگاہ نہ ہو وہ جاہل اور نادان ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، پھر اس کے بعد میں نے شیخ ابن حجر کا فتاوٰی حدیثیہ میں کلام دیکھا جس میں انھوں نے ام المومنین کی روایت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث ذکر فرمائی اور کچھ اضافہ کرتے ہوئے فرمایا۔ت) یعنی نیز امام ترمذی الحکیم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت سیدی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لقمان نے ایک

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ٥٩

فی الکتاب فقال لمن یصقل ھذا السیف ای حتی یذبح بہ و حینئذ فیکون فیہ اشارۃ الی علۃ النھی عن الکتابۃ وھی ان المرأۃ اذا تعلمتھا توصلت بھا الی اغراض فاسدۃ وامکن توصل الفسقۃ الیھا علی وجہ اسرع وابلغ واخدع من توصلھم الیھا بدون ذلک لان الانسان یبلغ بکتابتہ فی اغراضہ الی غیرہ مالم یبلغہ برسولہ ولان الکتابۃ اخفی من الرسول فکانت ابلغ فی الحیلۃ واسرع فی الخداع والمکر فلاجل ذلک صارت المرأۃ بعد الکتابۃ کالسیف الصیقل الذی لا یمر علی شیئ الا قطعہ بسرعۃ فکذلک ھی بعد الکتابۃ تصیر لا یطلب منہ شیئ الا کان فیھا قابلیۃ الی اجابتہ الیہ علی ابلغ وجہ واسرعہ اھ۔[1]

لڑکی کو دیکھا کہ مکتب میں سکھائی جارہی ہے فرمایا یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جاتی ہے۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث میں علت نہی کتابت کی طرف اشارہ ہے کہ عورت لکھنا سیکھ کر خود بھی فاسد غرضوں کی طرف راہ پائے گی اور فاسقوں کو بھی اس تک رسائی کا بڑا موقع مل جائے گا جو لکھنا نہ جاننے کی حالت میں نہ ملتا کہ آدمی وہ بات لکھ سکتا ہے جو کسی کی زبانی نہ کہلا بھیجے گا نیز خط ایلچی سے زیادہ پوشیدہ ہے تو اس میں حیلہ ومکر کی بہت جلد راہ ملے گی لہذا عورت لکھنا سیکھ کر صیقل کی ہوئی تلوار ہوجاتی ہے (وہ کسی چیز پر نہیں گزرتی مگر جلدی سے اسے کاٹ کر رکھ دیتی ہے پس عورت لکھائی سیکھنے کے بعد اسی طرح ہوجاتی ہے لہذا اس سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا جاتا کہ وہ بڑی جلدی میں بروجہ بلیغ اس دعوے ومطالبے کے قبول کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے اھ۔ ت)

ہندی مثل نے بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا "لے بوری کوئی دیت ہے متوازن ہتھیار"۔

وھذا کما تری کلام متین مبین، اعلاہ مورق واسفلہ مغدق وقول سیدنا لقمان الذی جاء فی الحدیث ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ سیف بالیقین والقطع

جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ کلام نہایت پختہ اور واضح ہے جس کا اوپر والا حصہ ہرے بھرے خوبصورت پتوں والا ہے (اعلاہ مورق) اور نچلا حصہ جائے سیرابی ہے (اسفلہ مغدق) اور ہمارے آقا لقمان حکیم کا ارشاد ہے جو حدیث پاک میں وارد ہوا کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] الفتاوی الحدیثیہ مطلب یکرہ تعلیم النساء الکتابۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر ص ۶۳

ليس بعده لعنق الشبهة الا الجز والقطع اما ما ذكرالشيخ بعده جوابا عن حديث الشفاء بقوله قلت ليس فيه دلالة على طلب تعليمهن الكتابة وانما فيه دليل على جوازه الكتابة ونحن نقول به وانما غاية ان النهي عنه تنزيها لما تقرر في المفاسد المرتبة عليه اھ فاقول مبنى على مذهبه فان الامام الشافعي رضي الله تعالٰى عنه لايقول بسد الذرائع فلايكون حجة علينا لاسيما مع ما نرى عن فساد الزمان وما تصم بسماعه الآذان ولاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم۔ نسأل الله العفو والعافية، والله تعالٰی اعلم۔

روایت فرمایا وہ عورت یقینی اور حتمی طور پر تلوار ہے کہ جس کے بعد گردن کٹنے اور الگ ہونے کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں، رہی یہ بات کہ شیخ نے حدیث شفاء کا جواب اپنے اس قول سے ذکر فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ عورتوں کی تعلیم کتابت کے مطالبے پر حدیث پاک میں کوئی دلالت نہیں بلکہ اس میں دلیل جواز ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں، منکر نہیں، البتہ انتہائی بات یہ ہے کہ اس میں نہی تنزیہ ہے اس لئے کہ اس پر بہت سے مفاسد کا ترتب ثابت ہوچکا ہے اھ میں کہتا ہوں (صاحب فتاوٰی) کہ یہ انکے مذہب پر مبنی ہے اس لئے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ذرائع کی روک تھام کے قائل نہیں لہذا یہ ہمارے خلاف حجت (دلیل) نہیں خصوصاً جبکہ ہم فسادِ زمانہ بھی دیکھ رہے ہیں اور وہ خطرناک حالات کہ جن کی سماعت سے کان بہرے ہوں۔ پس گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی (کسی میں) ہمت و قوت نہیں سوائے خدائے عظیم وکبیر کے فضل وکرم کے۔ اللہ تعالٰی سے ہم مغفرت وعافیت چاہتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۱۰**

۶ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کا ترجمہ اس طرح پر کرنا کہ نیچے ترجمہ میں محذوفات اور مطالب وغیرہ خطوط ہلالی بناکر لکھ دیے جائیں جائز ہے یا ناجائز؟

## الجواب

الحمدللہ قرآن عظیم بحفظ الٰہی عزوجل ابدالآباد تک محفوظ ہے تحریف محرفین وانتحال منتحلین کو اس کے سراپردہ عزت کے گرد بار ممکن نہیں لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ[1] (باطل اسکے آگے اور پیچھے

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۲

سے نہیں آسکتا۔ ت) حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے قرآن اتارا اور اس کا حفظ اپنے ذمۂ قدرت پر رکھا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون[1] (ہم ہی نے قرآن پاک کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ ت) توریت و انجیل کچھ تو ملعون احباروں نے اپنے اغراض ملعونہ سے روپے لے کر اپنے مذہب ناپاک کے تعصب سے قصداً بدلیں اور کچھ ایسے ہی ترجمہ کرنیوالوں نے اس خلط و خبط کی بنیاد یں ڈالیں مرور زماں کے بعد وہ اصل و زیادت مل ملا کر سب ایک ہوگئیں کلام الٰہی و کلام بشر مختلط ہوکر تمیز نہ رہی۔ الحمد للہ نفس قرآن میں اگرچہ یہ امر محال ہے تمام جہان اگر اکٹھا ہو کر اس کا ایک نقطہ کم بیش کرنا چاہے ہرگز قدرت نہ پائے مگر ترجمہ سے مقصود اُن عوام کو معانیِ قرآن سمجھانا ہے جو فہم عربی سے عاجز ہیں خطوط ہلالی نقول و در نقول خصوصاً مطابع مطابع میں ضرور مخلوط و نامضبوط ہو کر نتیجہ یہ ہوگا کہ دیکھنے والے عوام اصل ارشاد قرآن کو اس مترجم کی زیادت سمجھیں گے اور مترجم کی زیادات کو رب العزۃ کا ارشاد یہ باعثِ ضلال ہوگا اور جو امر منجر بہ ضلال ہو اس کی اجازت نہیں ہوسکتی اسی لئے علماء مترجمین نے ترجمہ کا یہی دستور رکھا کہ بین السطور میں صرف ترجمہ اور جو فائدہ زائدہ ایضاحِ مطلب کے لئے ہو وہ حاشیہ پر لکھا انھیں کی چال چلنی چاہئے۔ وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔



## مسئلہ ۲۱۱

۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص وعظ کہتا ہے اور ان صفتوں سے موصوف ہے:

اوّلاً مقولہ اس کا الصلوۃ علیك یارسول اللہ کہنا نہ چاہئے حاضر کے واسطے ہے۔

دوسرے بیان کیا روزہ دار کو چاہئے وقت استنجے کے اوپر کو سانس نہ لے اور آپ کو خوب سنبھالے پانی اوپر نہ جائے ورنہ روزہ اس کا تباہ ہوگا روزہ دار اور غیر روزہ دار کے استنجے میں بہت فرق ہے۔

تیسرے آمین کہنے آواز بلند سے شیطان کے برچھے لگتا ہے اگر بہت بلند آواز سے آدمی کہیں تو بہت برچھی لگتی ہیں، اور اس آدمی نے تقویۃ الایمان اور تنبیہ الغافلین اور کچھ آیات و حکایات و حدیث شریف کا ترجمہ بغیر استاد کے مطبوعہ دیکھ کر یاد کر لیا ہے بیان کرتا ہے اور علم ناسخ اور منسوخ آیات اور اقسام حدیث شریف اور صرف و نحو بھی نہ جانے بلکہ من وعن و واحد و تثنیہ میں فرق نہیں کرسکتا ہے ایسے آدمی کا وعظ سننے کو اجازت شریعت محمدیہ اہل شرع کے ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹

# الجواب

شخص مذکور زا جاہل اجہل وگمراہ وبدمذہب ہے اُسے وعظ کہنا حرام اور اس کا وعظ سننا حرام،
الصلوۃ علیك یا رسول اللہ کہنا باجماع مسلمین جائز ومستحب ہے جس کی ایک دلیل ظاہر و باہر التحیات میں السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے اور اس کے سوا صحاح کی حدیث میں یامحمد انی اتوجہ بك الٰی ربی فی حاجتی ھٰذہٖ[1] (اے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میں اپنی اس حاجت (ضرورت) میں آپ کو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ ت) موجود جس میں بعد وفات اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور پکارنا اور حضور سے مدد لینا ثابت ہے مگر ایسے جاہل اجہل کو احادیث سے کیا خبر، جب اسے التحیات ہی یاد نہیں جو مسلمانوں کا ہر بچہ جانتا ہے۔ تقویت الایمان سخت بددینی وضلالت کی کتاب ہے۔ اس کا اور اسکے مصنف کا حال فتاوٰی ورسائل علماءِ عرب وعجم سے ظاہر۔ سردست فقیر کا رسالہ مسمّٰی بہ الکوکبۃ الشہابیۃ علی کفریات ابی الوہابیۃ[2] جدید الطبع حاضر من شاء فلیطالعھا (حاضر ہے جو چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ت)

آمین آواز سے کہنے میں شیطان کے بر چھا لگنا اور جس قدر زیادہ بلند آواز سے ہو اُسی قدر زیادہ زخم پہنچنا یہ کبھی کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

روزہ دار کو یہ بہتر تو ہے کہ استنجا کرنے میں اوپر سانس بقوت نہ لے مگر اس قدر سے روزہ نہ جائے گا نہ مطلقًا پانی چڑھنے سے جب تک پانی موضع حقنہ تک نہ پہنچے، اور ایسا ہوگا تو درد شدید پیدا ہوگا۔ درمختار میں ہے:

لو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد الصوم وھذا قلما یکون ولوکان فیورث

استنجا کرنے میں اگر اس حد تک مبالغہ کیا کہ پانی حقنہ (محلِ دوا) تک پہنچ گیا تو روزہ فاسد ہوجائیگا اور ایسا

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/۱۹۷
مسند احمد بن حنبل حدیث عثمان بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۸
سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوۃ ماجاء صلوۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰
المستدرک للحاکم کتاب الصلوۃ التطوع ۱/۳۱۳ وکتاب الدعاء ۱/۵۱۹ و ۵۲۶ دار الفکر بیروت

[2] رسالہ ہذا (الکوکبۃ الشہابیہ) فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد نمبر ۱۵ میں مرقوم ہے۔

داءً عظیماً[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ بہت کم ہوتا ہے، اگر ہو تو بڑی بیماری پیدا ہوجائیگی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۱۲** از پیلی بھیت بازار ڈرمنڈ گنج دکان خلیل الرحمٰن عطر فروش مرسلہ محمد مظہر الاسلام صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں:

اگر کوئی عالم یہ دعوٰی کرتا ہو کہ میں یہاں کے اہلِ اسلام کا حاکم ہوں اور منہیات شرعی پر زجر وتوبیخ نہ کرتا ہو بلکہ ایسے اشخاص سے کہ جو منہیات شرعی میں مبتلا ہوں ان کے یہاں دعوتیں کھاتا ہو نذرانہ لیتا ہو یعنی شراب خوار علی الاعلان ہوئے فروشِ ہو مسکرات کا ٹھیکیدار ہو رشوت علی الاعلان لیتا ہو ڈاڑھی منڈاتا ہو علی الاعلان زنا کرتا ہو وغیرہ وغیرہ، پس ایسے شخصوں سے ملنے کو فخر جانتا ہو ایسے عالم کے واسطے شریعت عالی کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

عالمِ دین سُنّی المذہب جو تمام اہل علم شہر میں اعلم ہو وہ ضرور ان کا حاکم شرعی ہے کما فی الحدیقۃ الندیۃ[2] عن الفتاوی العتابیۃ (جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں فتاوی عتابیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ ت) نہی عن المنکر اپنی شرائط کے ساتھ ضرور فرض ہے مگر وہ زجر وتوبیخ میں منحصر نہیں ایسے مرتکبان کبائر کے ساتھ اختلاط میں نظر علماء مختلف رہی ہے اور قول فیصل یہ کہ اس کا فیصلہ عالم ماہر کی نظر پر ہے جو اصلح سمجھے اس پر عمل کرے کما بیّنہ الامام حجۃ الاسلام فی الاحیاء (جیسا کہ حجۃ الاسلام (امام غزالی) نے اس کو احیاء العلوم میں بیان فرمایا ہے۔ ت) دعوت کھانا فی نفسہٖ حلال ہے جب تک معلوم ومحقق نہ ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہٖ حرام مال ہے کما فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام محمد[3] (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ ذخیرہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ ت) بہر حال عوام کو علمائے دین سُنّیانِ مہتدین کی شان میں حُسنِ ظن وحسنِ عقیدت لازم ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۹

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث مکتبہ نوریہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

[3] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

**مسئلہ ۳۱۳** مسئولہ مولوی حامد علی صاحب طالب علم مدرسہ اہلسنت باشندہ الہ آباد ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے اور جو اُن کے پاس اپنے لڑکے کو پڑھنے کے لئے بھیجے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

## الجواب

حرام حرام حرام، اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال ومبتلائے آثام۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۱۴** مرسلہ ڈاکٹر محمد واعظ الحق سعد اللہ لودی ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

## الجواب



غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا حماقت ہے۔

**مسئلہ ۳۱۵** از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

براہِ سخن پروری عبارت کتب میں اپنی طرف سے چند الفاظ داخل کرکے علماء کرام اور حتی کہ استاد عظام خود کو دھوکا دینا کیا حکم رکھتا ہے جو حکم محقق اس مسئلہ میں ہو بیان فرمائیں وبحث مسئلہ عبارت کتب ہو۔

## الجواب

سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار ومکابرہ ایک کبیرہ۔ کلماتِ علماء میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے الحاق کرکے ان پر افتراء دوسرا کبیرہ۔ علماء کرام اور خود اپنے اساتذہ کو دھوکا دینا خصوصًا امر دین میں تیسرا کبیرہ۔ یہ سب خصلتیں یہود لعنہم اللہ تعالٰی کی ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون ○[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو) حق کے ساتھ باطل نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپانے والے بنو جبکہ تم (حق کو خوب) جانتے ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۶

[2] القرآن الکریم ۲/۴۲

وقال تعالٰی فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون[1]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: خرابی اور بربادی ہے ان لوگوں کے لئے بوجہ ان کے ہاتھوں کی لکھائی کے، اور خرابی ہے ان کے لئے بوجہ ان کی کمائی کے جو وہ کمارہے ہیں۔ (ت)

وقال تعالٰی یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ اللہ کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کے باوجود بدل ڈالتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

**مسئلہ ۳۱۶:** از قاضی ٹولہ شہر کہنہ ۱۷ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص جس نے سوائے کتب فارسی اور اردو کے جو کہ معمولی درس میں پڑھی ہوں اور اس نے کسی مدرسہ اسلامیہ یا علمائے گرامی سے کوئی سندِ تحصیلِ علم نہ حاصل کی ہو اگر وہ شخص مفتی بننے یا بننے کا دعوٰی کرے اور آیاتِ قرآنی اور احادیث کو پڑھ کر اس کا ترجمہ بیان کرے اور لوگوں کو باور کرائے کہ وہ مولوی ہے تو ایسے شخص کا حکم یا فتوٰی اور اقوال قابلِ تعمیل ہیں یا نہیں اور ایسے شخص کا کوئی دوسرا شخص حکم نہ مانے تو اس کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

## الجواب

سند کوئی چیز نہیں، بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنھوں نے سند نہ لی اُن کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی، علم ہونا چاہئے، اور علم الفتوٰی پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو مفتیان کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہری درس و تدریس میں پورے نہ تھے مگر خدمت علماء کرام میں اکثر حاضر رہتے اور تحقیقِ مسائل کا شغل ان کا وظیفہ تھا فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں بلکہ مدرسوں بلکہ نام کے مفتیوں سے بدرجہا زائد تھے، پس اگر شخص مذکور فی السوال خواہ بذاتِ خود خواہ بفیضِ صحبت علمائے کاملین علم کافی رکھتا ہے جو بیان کرتا ہے غالباً صحیح ہوتا ہے اس کی خطا سے اس کا صواب زیادہ ہے تو حرج نہیں اور اگر دونوں وجہ علم سے عاری ہے صرف بطور خود اردو فارسی کی کتابیں دیکھ کر مسائل بتائے اور قرآن و حدیث کا مطلب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۹

[2] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۷۵

بیان کرنے پر جرأت کرتا ہے تو سخت اشد کبیرہ ہے اور اس کے فتویٰ پر عمل جائز نہیں اور نہ اسکا بیانِ حدیث وقرآن سننے کی اجازت۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار[1] — جو شخص فتویٰ دینے میں زیادہ جرأت رکھتا ہے وہ آتشِ دوزخ پر زیادہ دلیر ہے۔

اور ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے:

من قال فی القراٰن برایہ فاصاب فقد اخطاء[2] — جس نے قرآن کے معنی اپنی رائے سے بیان کئے اس نے اگر ٹھیک کہے تو غلط کہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوّ مقعدہ من النار[3] — جو بغیر علم کے قرآن کے معنی کہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ ، واللہ تعالیٰ اعلم۔



**مسئلہ ۳۱۷ تا ۳۲۰** مرسلہ محمد اسحاق سکریٹری انجمن محمدیہ کوچین مالک ملیبار

(۱) آج کل مسلمان جو تکمیل یونیورسٹی کی کوشش کرتے ہیں اور چندہ فراہم کرتے ہیں وہ ثواب ہے یا نہیں؟

(۲) آیا تکمیل یونیورسٹی دینی ضروریات سے ہے یا نہیں؟

(۳) اس مد میں جو روپیہ دیا جائے وہ صدقہ جاریہ میں محسوب ہوگا یا نہیں؟

(۴) اس یونیورسٹی میں اہلسنت شامل ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

## الجواب

اگر یہ بات قرار پائے اور اس کے افسر عہدہ داران اس کا پورا ذمہ قابل اطمینان کریں کہ اس کا حصہ دینیات صرف اہلسنت وجماعت کے متعلق رہے گا جن کے عقائد مطابق علمائے حرمین طیبین ہیں

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدارمی حدیث ۲۸۹۶۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۸۴

[2] " " عن جندب " ۲۹۵۷ " " " ۲/۱۶

[3] " بحوالہ د، ت عن ابن عباس " ۲۲۵۸ " " " ۲/۱۶

انھیں کی کتب نصاب میں ہوں گی، انھیں کے علماء مدرسین ہونگے، انھیں کی تربیت میں طلباء رہیں گے، غیروں کی صحبت سے ان کو بچایا جائے گا، روپیہ جو اہلسنت سے لیا جائے گا صرف اسی کام میں صرف کیا جائے گا، اس وقت اہلسنت کو اس میں داخل ہونا جائز اور باعثِ ثواب ہوگا، اور جو کچھ اس میں دیا جائے گا صدقہ جاریہ ہوگا۔ رہا اس کی تکمیل میں کوشش اور چندہ فراہم کرنا، وہ صرف اتنی بات پر بھی ثواب نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں ہر مذہب کی تعلیم باقی ہے وہ روپیہ اس لئے جمع نہیں کرتے کہ دین حق کی تعلیم ہو بلکہ حق و ناحق دونوں کی تعلیم کو سنیوں کے بچوں کو تعلیم ہوگی کہ قرآن مجید بعینہٖ محفوظ ہے اس میں کسی قسم دخل البشری سے ایک نقطہ کی کمی بیشی ہوئی نہ ہوسکتی ہے کوئی غیر نبی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، تقدیر کی بھلائی برائی سب اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور اس پر کچھ واجب نہیں وہ جو چاہے کرے، ہمارا اور ہمارے افعالِ نیک و بد کا وہی ایک اکیلا خالق ہے اس کا دیدار روزِ قیامت حق ہے، خلفائے اربعہ کی امامت برحق ہے ان میں اللہ عزوجل کے یہاں سب سے زیادہ عزت و قربت والے صدیق اکبر ہیں پھر فاروقِ اعظم پھر عثمان غنی پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، انھیں بلکہ صحابہ میں سے کسی کو برا کہنے والا جہنمی مردود و ملعون ہے، اور شیعہ کے بچوں کو تعلیم ہوگی کہ یہ قرآن بیاضِ عثمانی ہے اس میں سے کچھ آیتیں سورتیں صحابہ نے گھٹا دیں بعض الفاظ کچھ کے کچھ کر دیئے جیسے ائمۃ ھی ازکی من ائمۃ کی جگہ امۃ ھی اربی من امۃ بنا دیا، مولا علی و ائمہ اطہار اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں، تقدیر کی برائی خدا کی طرف سے نہیں، بندہ کے لئے اصلح کرنا لطف سے پیش آنا خدا پر واجب ہے خدا اس کے خلاف نہیں کرسکتا، اپنے اعمال کے ہم خود خالق ہیں، خدا کا دیدار حق نہیں، خلفائے اربعہ میں تین معاذ اللہ ظالم غاصب ہیں اُن کو سخت سے سخت برائی سے یاد کرنا گالیاں دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ پھر وہ خود اعلان کرتے ہیں کہ سب سے زائد اہتمام سائنس کی تعلیم کا ہوگا۔ سائنس میں وہ باتیں ہیں جو عقائد اسلام کے قطعاً خلاف ہیں بچوں کی تربیت دینے تہذیب و انسانیت سکھانے کے لئے دنیا بھر میں کوئی مسلمان نہ رہا عرب مصر روم شام حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علماء و مشائخ میں کوئی اس قابل نہیں ہاں کمال مہذب و شیخ تربیت و پیر افادت بننے کے لائق یورپ کے عیسائی ہیں ان کو اس قدر بیش قرار تنخواہیں ان روپوں سے دی جائیں گی کہ وہ یہاں رہنے پر مجبور ہوں ان کی صحبت و تربیت میں مسلمانوں کے بچے رکھے جائیں گے اُن کے اخلاق و عادات سکھائے جائیں گے، ایسی صورت میں حال ظاہر ہے ابتداء میں کہ مسلمانوں سے چندہ وصول کرنے کو بہت سنبھل سنبھل کر بنا بنا کر مقاصد دکھائے گئے ہیں ان میں تو یہ حالت ہے

آئندہ جو کارروائی ہوگی رُو لیش ببیں حالش مپرس (اس کا چہرہ دیکھ لیکن اس کا حال نہ پوچھ۔ ت)
سالہا سال سے جو علی گڈھ کالج انھیں مقاصد کے لئے قائم ہے اُس کے ثمرات ظاہر ہیں کہ مسلمانوں کو نیم عیسائی کر چھوڑا اس کے اکثر تعلیم یافتہ اسلام و عقائدِ اسلام پر ٹھٹھے اُڑاتے ہیں ائمہ وعلما کو مسخرہ بتاتے ہیں خود غرضی و خود پسندی دنیا طلبی دین فراموشی یہاں تک کہ داڑھی وغیرہ اسلامی وضع سے تنفر ان کا شعار ہے جب ادھورے کے یہ آثار ہیں تکمیل کے بعد جو ثمرات ہونگے آشکار ہیں ؎

قیاس کن زگلستان او بہارش را

(اس کے باغ سے اس کی بہار کا اندازہ کرلیجئے۔ ت)

وباللہ العصمۃ (اور اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے بچاؤ ہوسکتا ہے۔ ت)، واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۳۲۱**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رنڈی یہ چاہتی ہے کہ مجھ کو کلام مجید کوئی نیکبخت صالح پڑھا دیا کرے، اور اس کو بہت شوق ہے اور منت عاجزی کرتی ہے کہ کلامِ الٰہی صحیح طور پر پڑھ جائے، اس صورت میں اس کو پڑھانا یا وہ کچھ نذر کرے اس کو لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)



## الجواب

جو شیطان کو دُور سمجھتا ہے شیطان اس سے بہت قریب ہے، وہ مستحب چاہتی ہے اور حرام نہیں چھوڑتی یہ بھی شیطان کا مکر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۲۲** از سنبھل محلہ کوٹ ضلع مراد آباد مرسلہ حافظ اکرام صاحب ۲۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عالم بے عمل جاہل باعمل سے فضیلت میں زیادہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

## الجواب

جاہل عالم کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا جبکہ وہ عالم عالمِ دین ہو۔

قال اللہ تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا) تم فرماؤ کیا برابر ہوجائیں گے علم والے اور بے علم۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/۳۹

جاہل بوجہ جہل اپنی عبادت میں سو گناہ کرلیتا ہے اور مصیبت یہ کہ انھیں گناہ بھی نہیں جانتا اور عالم دین اپنے گناہ میں وہ حصہ خوف وندامت کا رکھتا ہے کہ اُسے جلد نجات بخشتا ہے، ولہذا حدیث میں ارشاد ہوا کہ عالم کا ہاتھ رب العزت کے دستِ قدرت میں ہے اگر وہ لغزش بھی کرے تو اللہ تعالیٰ جب چاہے اُسے اٹھالے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۳ مسئولہ نجف خاں طالبعلم مدرسہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمان بچیوں کو ضروری دینی تعلیم قرآن مجید کا ترجمہ، مسئلہ مسائل کی کتابیں اور بقدر حاجت حساب واصولِ حفظانِ صحت جس سے ان کو اپنے بچوں کی داشت ونگہداشت میں مدد ملے پردہ کی سخت نگرانی کے ساتھ مسلمان دیندار پابندِ صوم وصلوٰۃ معلمہ کے ذریعہ سے پڑھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

## الجواب

عقائدِ اہلسنت ومسائلِ اہلسنت کی کتابیں پڑھائی جائیں، عقائد ومسائل ضروریہ کی تعلیم فرض ہے، حساب وغیرہ بعض مفید باتیں بھی سکھانے میں حرج نہیں، اصولِ حفظانِ صحت جہاں تک مسائل اسلامیہ کے خلاف نہ ہوں ان کی تعلیم میں مضائقہ نہیں، اور جو مخالف ہیں جیسے بیماری اڑ کر لگنے کے وسوسے، ان کی تعلیم جائز نہیں، تدبیرِ منزل بروجہ مطابق شرعی وحقوق شوہر واولاد ومذمت کذب وغیبت وضرورتِ پردہ وحجاب کی بھی تعلیم ہو، مگر عورتوں کو لکھنا سکھانا منع ہے اس سے فتنہ کا چور دروازہ کھلتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۴ مستفسرہ محمد میاں طالب علم بہاری بریلی محلہ سوداگران

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علمِ دین حاصل کرنا واجب ہے، فرض ہے یا سنت؟ فقط۔

## الجواب

فرض عین کا علم حاصل کرنا فرض عین، فرض کفایہ کا فرض کفایہ، واجب کا واجب، مستحب کا مستحب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۵، ۳۲۶ مرسلہ فیض الحق ابوالاسد مدرس مدرسہ اسلامیہ ضلع ایٹہ ڈاک خانہ گنج ڈونڈوارہ موضع حرولہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین ان مسئلوں میں،

(۱) ایک شخص نے قاعدہ بغدادی نہ قرآن مجید فرقانِ حمید کسی سے پڑھا اور نہ استعداد وملکہ استخراج

صحت الفاظ قرآن اور بہرہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو قرآن شریف پڑھاتا ہے اور طرفہ تماشا یہ کہ خود و دیگر دوست یاروں کو چارپائی و کرسی پر بٹھاتا ہے اور قرآن شریف نیچے رکھا ہوتا ہے، ایسے معلم اور پڑھانے والے کا اور متعلمین و پڑھنے والوں کا کیا حکم شرع شریف سے ہے؟ بینوا بالکتاب وتوجروا الی یوم الحساب۔ (کتاب کے حوالہ سے بیان کرو اور روزِ حساب اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

(۲) غیر مقلدین نے آج کل اکثر قصبوں اور دیہاتوں میں مترجم فی السطور خطبے تقسیم کئے ہیں جو کہ اکثر جاہل حنفی پیش امام بھی عید میں ان کو پڑھا کرتے ہیں مع ترجمے کے۔ آیا یہ مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

(۱) قرآن مجید بے پڑھے کوئی شخص صحیح نہیں پڑھ سکتا، جس نے قرآن مجید نہ پڑھا اور استادوں سے صحیح نہ کیا اُسے جائز نہیں کہ اوروں کو پڑھائے، نہ لوگوں کو جائز ہے کہ اس سے پڑھیں یا اپنی اولاد کو اس سے پڑھوائیں وہ سب گنہگار ہوتے ہیں۔ جو معلم ایسا ہو کہ آپ اور اس کے یار دوست چارپائیوں اور کرسیوں پر بیٹھیں اور قرآن مجید نیچے زمین پر رکھا ہو اگر اس سے مراد حقیقۃً زمین پر رکھنا ہے اور وہ لوگ ایسا کرتے ہیں تو ان کے اسلام میں کلام ہے مسلمان ہرگز ایسا نہ کرے گا یہ وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں قرآن مجید کی عزت اصلاً نہ ہو اور جس کے دل میں قرآن مجید کی اصلاً عزت نہ ہو وہ مسلمان نہیں، اور اگر یہ مراد ہے کہ پڑھنے والے لڑکے زمین پر بیٹھتے ہیں قرآن مجید رحل پر یا ان کے ہاتھوں یا گود میں ہے اور یہ معلم وغیرہ ان سے اونچے بیٹھتے ہیں تو جب بھی سخت بدکار، نابہنجار، فساق، فجار، مستحق عذابِ نار و غضبِ جبار ہیں۔ اور اگر قصداً بوجہ توہین استخفاف شان قرآن مجید ایسا کرتے ہیں تو آپ ہی کفار ہیں۔ بہرحال ایسے معلم سے پڑھنا پڑھوانا حرام ہے اور اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ والمولٰی تعالٰی اعلم

(۲) جمعہ وعیدین کے خطبوں میں ساتھ ساتھ اُن کا ترجمہ پڑھنا خلافِ سنّت ہے اس سے احتراز چاہئے والمولٰی تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۲۷:** مرسلہ عبدالعزیز تاجر چرم مقام قصبہ ٹینکاری محلہ شاہ گنج ضلع گیا بروز دوشنبہ تاریخ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ

ایک شخص جو عالم ہے اس نے جمعہ کے روز وعظ کے اندر یہ بیان کیا کہ جن لوگوں نے جمعہ کے روز روزہ افطار کیا اور نمازِ عید پڑھی وُہ ناجائز ہے ہم نے فتوٰی غیر عالم سے منگوایا ہے جن کو ضرورت ہو ہمارے مکان پر آکر دیکھ لیں اور عام جمعہ میں فتوٰی نہیں دکھلایا اور جب مکان پر لوگوں نے طلب کیا

تو فتوٰی دکھلانے سے انکار کیا ایسا فتوٰی کہ جس سے ہر ایک مسلمان کو تعلق دیتی ہے اُس کا چھپا رکھنا عالم کے حق میں کیسا ہے؟

## الجواب

اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو فتوٰی چھپانا بہت بیجا تھا اگرچہ اعلان کے ساتھ وعظ میں حکم شرعی بیان کر دینے کے بعد کتمانِ علم و اخفائے حق کی حد میں نہیں آسکتا کہ عالم پر زبانی بیان حکم فرض ہے خود لکھ کر دینا ضروری نہیں کما فی غمز العیون وغیرہ (جیسا کہ غمز العیون وغیرہ میں ہے۔ ت) نہ کہ اور کا لکھا پیش کرنا مگر جبکہ اُس کے پیش کرنے میں عوام کی ہدایت کا ظن غالب ہو اور اسے بلا وجہ شرعی چھپائے تو اب البتہ جرم کی حد میں آجائے گا کہ اس نے مسلمانوں کا خلاف ہدایت پر رہنا پسند کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

(لوگو!) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کیلئے پسند کرتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)



**مسئلہ ۳۲۸** از کراچی بندر شاپ کیپ صدر بازار بر دکان سیٹھ حاجی نور محمد عبد القادر مسئولہ عبداللہ حاجی روز چہارشنبہ بتاریخ ۸ محرم ۳۴ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیانِ شرع متین کہ یہاں ایک مدرسہ مسلمان لڑکیوں کے لئے کھولا گیا ہے جس میں اس مدرسہ کی معلمہ مروجہ تعلیم جو فی زمانہ اسکولوں میں لڑکوں کو دی جاتی ہے بعینہٖ وہی تعلیم لڑکیوں کو دی جاتی ہے یعنی لکھانا و پڑھانا اور حساب و نظمیں یاد کراتی اور سکھاتی ہے، یہ فعل فی زمانہ لڑکیوں کے لئے روا اور جائز ہے یا ممنوع اور ناجائز ہے؟ علاوہ اس کے لڑکیاں بارہ چودہ سال کی بے پردہ آیا کرتی ہیں اور اس مدرسہ کے خادم نوجوان لڑکے ہیں ان کے سامنے اور وقت امتحان کے غیر مردوں کے آگے الحان سے نظمیں پڑھتی ہیں کیا یہ فعل شرعاً حرام ہے یا نہیں؟ اور لڑکی مشتہاۃ ہونے کے لئے شرعاً کتنی عمر ہونی چاہیے اور ایسے مدرسہ کی تائید کرنے والوں اور ان کے والدین کے لئے جو اپنی لڑکیاں ایسے مدرسہ میں بھیجا کرتے ہیں اور تعلیم مروجہ دلاتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ فقط

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

## الجواب

لڑکیوں کا غیر مردوں کے سامنے خوش الحانی سے نظم پڑھنا حرام ہے اور اجنبی نوجوان لڑکوں کے سامنے بے پردہ رہنا بھی حرام، اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانا مکروہ، یونہی عاشقانہ نظمیں پڑھانا ممنوع، اور ایسے مدرسہ کو مدد دینی شیطان کو اس کے مقاصد میں مدد دینی ہے اور جو اپنی لڑکیوں کو ایسی جگہ بھیجتے ہیں بے حیا بے غیرت ہیں اُن پر اطلاقِ دیوّث ہوسکتا ہے، نو برس کی عمر کی لڑکی مشتہاۃ ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۲۹ تا ۳۳۱ از برٹس گاناڈ مرار اپتر سی حال دیچ الیسٹ بنگ مسئولہ عبد الغفور روز شنبہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) اگر ایک شخص نے کہا کہ درمختار کو حدیث کے سامنے نہیں مانتا تو اس کا جواب کیا ہوا؟

(۲) جاہل کو عالم مان لینا کیسا ہے؟

(۳) ایک شخص نے اپنے کو مولانا قرار دیا اور وہ شخص زید کو جانتا ہے کہ وہ وہابی ہے اور زید کہتا ہے کہ میں سنت جماعت ہوں اور در اصل میں زید کے اعتقاد میں کچھ فتور پایا جاتا ہے اور زید مناظرہ کے لئے سُنّی مولانا کو طلب کرتا ہے تو مولانا کو زید سے مناظرہ کرنا لازم آتا ہے یا کہ نہیں اور سنّی مولانا کا زید سے کہ در اصل وہ وہابی ہو مناظرہ نہ کرنا باعث ننگ مذہب سنت جماعت کے ہے یا کہ نہیں؟



## الجواب

(۱) اس کا جواب وہی مناسب ہے جو قرآن عظیم نے تعلیم کیا ہے کہ:

سلامٌ علیکم لا نبتغی الجٰھلین[1] تم پر (الوداعی) سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) جہل ہے اور اس کا انجام ضلالت۔ حدیث میں ہے:

حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے) یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ (بامرِ مجبوری) رئیس جاہلوں کو (دینی مقتدا

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۵

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰

بنائیں گے، پھر اُن سے دینی مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم فتوے دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوجائیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) وجوب مناظرہ کے لیے شرائط ہیں اگر وہ سب پائے جاتے ہیں تو مناظرہ لازم ہے اور اس کا ترک مضر مذہب۔ اور اگر ان میں سے ایک بھی منتفی ہے مثلاً طرف مقابل جاہل ہے یا متعصب معاند ہے جس سے قبول حق کی امید نہیں یا مناظرہ میں فتنہ ہو تو کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۳۲:** مسئولہ معین الدین احمد ڈاکخانہ بنکلا ضلع میمن سنگھ چہارشنبہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بغیر علم حدیث وتفسیر واصول و فقہ کے فتوے دے یا لکھے تو کیسا ہے یعنی شرعاً وہ شخص مجرم وماخوذ ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

ضرور مجرم ہے، حدیث میں ہے: افتوا بغیر علم فضلّوا واضلّوا[1] بے علم کے فتوٰی دیا تو آپ بھی گمراہ ہوا اور ان کو بھی گمراہ کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم



**مسئلہ ۳۳۳:** مسئولہ سیٹھ حاجی الّو صاحب از پوربندر کاٹھیاواڑ شنبہ ۶ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ گجراتی زبان لڑکیوں کو غیر مذہب والی عورتوں سے سکھوانا یعنی پڑھوانا اور نیز لکھنے کی تعلیم دلوانا جیسے ہندوانی وآریہ مذہب والی عورتوں سے قبل واقفیت ضروری علم دینی کے جائز ہے یا نہیں یعنی اپنے دین حقہ کے مسائل اور دیگر مسائل روزمرہ مثل نماز وروزہ وغیرہ کے پہلے اور نیز اردو کی دنیوی کتابیں پڑھوانے کے واسطے کیا حکم ہے یعنی ہم لوگوں نے مدرسہ قائم کیا ہے اس مدرسہ میں عربی اردو گجراتی علم پڑھایا جاتا ہے، اب ہم علمائے دین سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ گجراتی علم درست ہو تو ہندو عورتوں سے پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لڑکیوں کو لکھنا اور پڑھانا سکھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہی علوم مسلمان عورتوں سے سیکھنا درست ہے یا نہیں؟ فقط

## الجواب

عورتوں لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا تعلموھن الکتابۃ[2] (عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دار الفکر بیروت ۲/ ۵۷۵

اس میں فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[1] فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

حضرت لقمان علی الانبیاء الکرام وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لڑکی مکتب میں ایسی تعلیم ہوتے ہوئے دیکھی، فرمایا:

لمن یصقل ھذا السیف[2] یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جارہی ہے۔

یہ انھوں نے اپنے زمانہ کی نسبت فرمایا اب تو جیسے فتنہ کا زمانہ ہے ظاہر اس لئے درمختار وغیرہ میں فرمایا،

من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[3] جو کوئی اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات سے ناواقف ہے وہ نادان ہے (ت)

غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے ذی علم عاقل بالغ مردوں کے مذہب اس میں بگڑ گئے ہیں، عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا خارجی مذہب کی عورت کی صحبت میں معاذ اللہ خود خارجی ہوگیا اور یہ دعوٰی کیا تھا کہ اُسے سُنّی کرنا چاہتا ہے، جب صحبت کی یہ حالت تو استاد بنانا کس درجہ بدتر ہے کہ استاد کا اثر بہت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے اور پھر کمسن لڑکیاں کچی لکڑی جدھر کو پھیری کی پھر جائیں گی، تو غیر مذہب عورت کی سپردگی یا شاگردی میں اپنے بچوں کو وہی دے گا جو آپ دین سے واسطہ نہیں رکھتا اور اپنے بچّوں کے بددین ہوجانے کی پرواہ نہیں رکھتا، شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو ایسا پردہ واجب ہے جیسا انھیں مرد سے، یعنی سر کے بالوں کا کوئی حصہ یا بازو یا کلائی یا گلے سے پاؤں کے گِٹوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ مسلمان عورت کا کافرہ عورت کے ساتھ کُھلا ہونا جائز نہیں۔ درمختار و تنویر الابصار میں ہے:

والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ[4] ذمیہ زیادہ صحیح قول میں غیر محرم مرد کی طرح ہے لہٰذا وہ کسی مسلمان عورت کے جسم کو نہ دیکھے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱

[2] الفتاوی الحدیثیۃ مطلب یکرہ تعلیم النساء المطبعۃ الجمالیۃ مصر ص ۶۳

[3] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس " " ۲/ ۲۴۲

یہ حکم اس کافرہ کی نسبت فرمایا جو سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہتی ہے پھر اس کا کیا ذکر جو مطیع الاسلام بھی نہیں، اہلسنت وجماعت کے عقیدے اور طہارت ونماز وروزہ کے مسئلے سیکھنا سب پر فرض ہے اور ان کی معتبر کتابیں جیسے عقائد میں مختصر رسالہ عرفان ایمان وغیرہ (نہ وہ کتابیں کہ بیدینوں یا بدمذہبوں نے لکھیں جیسے بہشتی زیور وغیرہ کہ ایسی کتابیں پڑھنا پڑھانا حرام ہے) غرض سنی عالم کی اردو تصنیف صحیح العقیدہ نیک خصلت سے پڑھوانا ضروری ہے ان ضروریات اور قرآن عظیم پڑھنے کے بعد پھر اگر اردو یا گجراتی کی دنیوی کتاب جس میں کوئی بات نہ دین کے خلاف ہو نہ بے شرمی کی، نہ اخلاق و عادات پر برا اثر ڈالنے کی، اور پڑھانے والی عورت سنی مسلمان پارسا حیادار ہو تو کوئی حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴ تا ۳۳۶ از ملک گجرات علاقہ احمد آباد مقام برمگام جامع مسجد غلام محی الدین ۴ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

علمائے شرع متین کی خدمت میں چند سوالات عرض کئے جاتے ہیں:

(۱) ایک شخص نے مدرسہ فخراً وحسداً قائم کیا ہے کہ سابق اس کے سے ایک مدرسہ جاری تھا جو حسبۃً للہ عموماً استفادہ عباد اللہ کے لئے قائم کیا گیا تھا تو اس کے شکست ونیست و نابود کرنے کی غرض سے یہ ثانی مدرسہ بنایا کہ اس مدرسہ قدیمہ میں کوئی نہ پڑھے اور بند ہوجائے حالانکہ مدرسہ ثانیہ کی ضرورت نہ تھی، آیا اس طور سے اور اپنی اغراض نفسانی اور حطام دنیوی سے مدرسہ قائم کرنا جائز ہے؟

(۲) ایک شخص منکرِ قیامت اور تارک الجماعت اور منکرِ جمعہ ہے باوجود ان اعتقادات کے تعلیم وتعلم گجراتی اور انگریزی میں ترقی اور دینی علوم میں تنزل پسند کرنے والا شخص ہے تو اگر ایسا شخص مدرسہ قائم کرے تو اس میں دینی تعلیم وتعلم جائز ہے یا نہیں، اور اخلاق بگڑنے کے خوف سے احتراز لازم ہے یا نہیں؟

(۳) ایک شخص شریر اور فتنہ انگیز اور فقہائے کرام کی کتابوں کا منکر اور فعل لواطت کا قائل بلکہ زانی بھی ہے تو ایسے مدرس کے پاس اپنی اولاد کو پڑھانا درست ہے یا نہ؛ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ اجیبوا بما ھو صواب۔

## الجواب

(۱) اگر واقع یہی ہے کہ پہلا مدرسہ تعلیم دین مطابق مذہب اہلسنت وجماعت کے لئے کافی ووافی تھا اور اس پر عقداً وعملاً کوئی اعتراض شرعی نہ تھا تو اس کے قرب میں دوسرا مدرسہ محض بلاحاجت

قائم کرنا عبث بلکہ تفریقِ قوت ہے لیکن اگر حالت یہ ہے جو سوال میں لکھی تو یہ مدرسہ اس مدرسہ کے توڑنے اور ضرر پہنچانے کے لئے قائم کیا گیا اور پہلا مدرسہ واقعی خالص مدرسہ اہلسنت و جماعت مطابق شریعت ہے، تو اس نیت نا محمود کے ساتھ یہ جدید مدرسہ مسجد ضرار کے حکم میں ہوگا اور اس کے اہل پر اس کا بند کردینا واجب۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں ضرر اور ضرار دونوں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) جو شخص قیامت کا منکر اور دین کا معاذ اللہ تنزل چاہنے والا ہے وہ کسی طرح مسلمان نہیں ہوسکتا اور مرتد کی صحبت آگ ہے نہ کہ اس کے زیرِ تربیت ہو،

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اگر تمہیں کبھی شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)



اور جب وہ دین کا تنزل چاہنے والا ہے تو تعلیمِ دین کی ترقی اس سے کیونکر متوقع ہے، اس مدرسہ کے پاس نہ جانا چاہئے اور چھوڑ دیا جائے کہ اسی کے خیال والے اس میں پڑھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) کتبِ فقہائے کرام کا منکر گمراہ بددین ہے اور حلِ لواطت کا قائل کافر، ایسے شخص کے پاس بیٹھنا حرام ہے نہ کہ اس سے پڑھنا۔

قال اللہ تعالٰی ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] نصب الرایہ کتاب الدیات باب مایحدث الرجل فی الطریق المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/ ۳۸۴
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] 〃 〃 ۱۱/ ۱۱۳

**مسئلہ ۳۳۷:** مرسلہ حکیم وجیہ الدین احمد صاحب از چھپرہ ضلع سارن محلہ بارہ دری ۳ صفر ۱۳۳۵ھ

زبدۃ المحققین قبلہ نمائے آیاتِ اولین عمدۃ الفواضل، تسلیم بجائے تعظیم پذیرفتہ خدمت فیضدرجت ہو۔ مزاج شریف۔ کچھ عرض ہے، نظرفیض اثر اگر اس طرف متوجہ فرمائی جائے تو حکم العلماء ورثۃ الانبیاء سے مجھ عقیدت آور کو افادہ وامداد کامل پہنچے۔ اس علاقہ ملک شرقیہ کے شہر چھپرہ میں بہت لوگ مولوی وارث حسن بنارسی کے مریدان ہیں اور خود وہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرید وخلیفہ ہیں جو اپنا سلسلہ مولانا امداد اللہ مہاجر مکی کے ساتھ درست کرتے وصادق بتاتے اور مولوی اشرف علی دیوبندی جو فہو منہم (انھیں میں سے ہے۔ ت) ان کی تصانیف سند وشیوع میں لاتے، ہم لوگ صوفیان مستند وصادقان و اکابران بے جرم و داغ رہ سلوک وعرفان کے مقتدٰی وہدایت یافتہ اور وہ لوگ تصوف غیر مقلدانہ آمیز سے علم افراشتہ، رموز قرآنیہ کا فہم ان کو آسان ہے مطالب حدیث غوامض ان کے کم علم کے بر نوک زبان ہے غرض عجب عنوان عمل وایقان ہے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی کتاب حسام الحرمین ہے جس میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ارتداد بیعت از جانب مولانا امداد اللہ مہاجر مکی بمہر وسند درج ہے، آپ جناب اقدس نے اسے چھپوادیا ہے پس بہ التماس خدمت شریف ہے کہ ایک جلد اس کی اس بندۂ ناچیز کو بھی ارسال فرماکر مرہون منت فرمائیں اور اس کے علاوہ اور بھی کوئی رسالہ وغیرہ ان لوگوں کے عقائد یا انفساخ ونادرستی بیعت وغیرہ کے بارہ میں ہو وہ بھی مرحمت ہو۔ دوسری بات یہ کہ اس ہیچمدان کو شوق حصول علم جفر ہوا نقوش وادعیات مرتبہ قاعدہ جفر زیادہ تر اثراتِ بروج وکواکب کے ساتھ مبنی و محتوی ہیں لہذا تھوڑا حصہ علم نجوم کا بھی معلوم کرنا لازمی ہوا اوقات وساعات سبعہ سیارہ ومنازل وبروج سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ٹھہرا، پس سلسلہ بندان گنگوہی نے یک دم سرے سے علم نجوم ہی کو کل کفر ٹھہرایا اور بوجوہ ایں کہ احوال مغیبات نجوم وجفر سے دریافت ہوتے لہذا علم جفر کو اس کا چھوٹا بھائی بتایا اور ایک حدیث مشکوٰۃ کی ثبوتِ کفر میں پیش کی کہ کاہن وساحر ومنجم یک حکم رکھتے اور علم نجوم سیکھنا اور سکھانا دونوں ہی کفر۔ یہ کہا گیا کہ علم نجوم کل کفر ہو نہیں سکتا کیونکہ علماء وفضلاء وحکماء ومفسرین ومحدثین کو تھوڑی واقفیت حقیقت اشیاء وجزئیات امور علم نجوم کی بھی ضرور ہے تا استدلال وتردید مذاہب باطلہ کی وہ بخوبی کرسکیں اور اس کی حقیقت وماہیت وافعال وخواص سمجھیں اور بتائیں چنانچہ تمثیل وتطبیق میں مولانا روم علیہ الرحمۃ دفتر اول مثنوی معنوی میں فرماتے ہیں : ؎

(۱) ہر کرا با اخترے پیوستگی ست — مر ورا با اخترے خود ہمتگی ست

(۲) طالعش گر زہرہ باشد با طرب — میل کلی دارد آں عشق وطلب

(۳) در بود مریخی و خونریز خو جنگ و بہتان وخصومت جویداد[1]

(ترجمہ: (۱) جس شخص کو ستاروں سے وابستگی ہے مرد کو ستاروں سے خود ہی ہمت لڑائی چاہیے۔

(۲) عیش و عشرت رکھتے ہوئے، جس کا طالع زہرہ ستارہ ہے وہ مکمل رجحان عشق کی جستجو کی طرف رکھتا ہے۔

(۳) اگر اس کا طالع ستارہ مریخ ہے تو وہ خونریزی کی عادت اور لڑائی جھگڑا اور بہتان تراشی ڈھونڈتا رہتا ہے)

اگر بے وجود ہوتا اور ضلالت کی بات تھی تو مولانا نے اس پر کیوں واقفیت حاصل کی اور مزید برآں دوسرے مسلمانان کے واقفیت عامہ کے لئے کیوں رقم فرمایا۔ علم نجوم اور احکام نجوم جو منجمین پیشینگوئیاں کہہ کر کماتے پھرتے یہ دونوں دو چیز ہے یہ البتہ ضرور ہے اور بیشک ہم اس پر متعمل ہیں کہ احکام نجوم پر ہم ایمان نہیں رکھتے کہ بالیقین یہی ہوکے رہے گا ستاروں کو فاعلِ حقیقی ہم ہرگز نہیں سمجھتے، مصدر خیر و شر ستاروں کو ہم کبھی نہیں جانتے مگر ہاں تاثیرات ان کے بیشک مانتے، افعال اثر خوب یا خراب جو اللہ پاک نے ان میں دے کر متعین بکار عالم کیا ہے وہ بیشک برضی اللہ پاک یوماً ولیلاً جاری ہوا کرتا، وسخرلکم الیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہٖ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یعقلون[2]۝ اللہ تعالٰی نے رات، دن، سورج اور چاند تمہارے تابع کر دئے یعنی تمہاری خدمت میں لگا دئے، اور ستارے اس کے حکم کے پابند ہیں، لقیناً ان باتوں میں عقلمند افراد کے لئے قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ (ت)

تفسیر مولانا عبدالحق حقانی میں بہ تفسیر سورہ فاتحہ آیۃ اھدنا الصراط المستقیم دربیان و تشریح افراط و تفریط فی العبادات و افراط و تفریط فی العلوم، کے آخر عبارت میں صاف درج و مستنبط ہے کہ علمِ نجوم و طلسم و نیرنجات و کیمیا وغیرہ علوم و دیگر فنون کا افراط منع و یکدم تفریط بھی ناجائز حالت درمیانی بہتر اور اسی کو حکمت کہتے اور حکمت وجہ کمال انسان اور مصداق صراط مستقیم ہے[3]

---

[1] مثنوی معنوی دفتر اول باب حکایت بادشاہ جہود الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲

[3] تفسیر حقانی تحت آیہ اہدنا الصراط المستقیم دار الاشاعت تفسیر حقانی حقانی منزل دہلی حصہ دوم ص۳۲

جلد اول فتاوٰی میں مولانا مفسر دہلوی شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے درج ہے سوالات عشرہ جو شاہ بخارا نے ان کو لکھا تھا اس کے جواب سوال ہفتم میں علم منطق وعلم انگریزی وعلم فارسی وعلم فقہ وعلم نجوم و رمل وعلم قیافہ وسحر کے بارہ میں یہ تحریر کر جو حکم صاحب آلہ کا وہی علم آلہ کا اور تحصیل علم کی وجہ سے گنہگار نہیں ہو سکتا الخ۔ اور اسی دفتر اول فتاوٰی میں بجصہ آخر مرقوم کہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ایک شخص کو حفظ حرمت وعزت کے لئے انگشتری نقرئی پر اسم عزیز بقاعدہ تکسیر علم جفر کندہ کرانے کو بوقت شرف قمر فرمایا اور تحقیق ساعت شرف اہل نجوم سے کرنے کو فرمایا۔ پس علم جفر اگر بحکم کفریہ تھا تو اس علم کے قاعدہ میں اسم الٰہی کا کیوں نقش بنایا اور علم نجوم بحکم کفریہ تھا تو اس کی ساعت اور اہل نجوم سے تحقیق کر لینے کو کیوں اجازت دیا اور بقول منکران سعد ونحس ستارگان کوئی چیز نہیں تو تخصیص شرف قمر کیا چیز ٹھہری اور مولانا محدث ہو کر خود ان دونوں علم کفریہ کو سیکھا وجانا اور دوسرے اہل اسلام کو کیوں بتایا۔ اب آپ کی خدمت عالی میں بینوا توجروا کی عرض وتصدیع ہے کہ در بارہ امر متذکرہ جو کچھ بحکم آیات وحدیث ثابت ومستنبط ہوتا ہو وبہ دستخط ومُہر اپنے زیب قلم فرمائیں تا معترضان عامل بالحدیث کو دکھلایا جائے اور لبسا اکابران دین وعاملان شرع مبین جو ان دونوں علم مذکورہ کو جانتے تھے انھوں پر الزام بدیہ جو عائد ہو رہا ہے بطریق احسن دفع کر دیا جائے وتوثیق وتصدیق کے لئے زیب قلم فرمودہ آنجناب چوں حرز جاں بحفاظت رکھا جائے۔



## الجواب

حضرات علمائے کرام حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً نے بالاتفاق رشید احمد گنگوہی و اشرفعلی تھانوی واحزابہما کی نسبت نام بنام فتوائے کفر وارتداد دیا ہے اور صاف ارشاد فرمایا ہے:

من شك فی عذابه وكفره فقد كفر[1] — جس نے ان کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ بلاشک وشبہہ کافر ہو گیا۔ (ت)

یہاں سے اُن کی بیعت کی حالت بھی ظاہر کہ مرتد ہو کر بیعت کیونکر قائم رہ سکتی ہے اس کے لئے حسام الحرمین کا ملاحظہ کافی ہے۔ جفر بیشک نہایت نفیس جائز فن ہے حضرات اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم کا علم ہے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے معرض کتابت میں لائے، کتاب

---

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت بریلی ص ۹۲

مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی۔ علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں: امام جعفر صادق نے جامع میں ماکان و مایکون تحریر فرمادیا۔[1]

سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے الدر المکنون والجوہر المصئون میں اس علم شریف کا سلسلہ سیدنا آدم و سیدنا شیث وغیرہما انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قائم کیا اور اس کے طُرق و اوضاع اور ان میں بہت غیوب کی خبریں دیں۔[2]

عارف باللہ سیدی امام عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے ایک رسالہ اس کے جواب میں لکھا اس کا انکار نہ کرے گا مگر ناواقف یا گمراہ متعسف۔ نجوم کے دو ٹکڑے ہیں علم و فن تاثیر۔ اول کی طرف تو قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

الشمس والقمر بحسبان[3] ○ والشمس تجری لمستقر لها ذٰلك تقدير العليم ○ والقمر قدرنه منازل حتی عاد كالعرجون القديم ○ لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في فلك يسبحون[4] ○ وجعلنا الليل والنهار اٰيتين فمحونا اٰية الليل وجعلنا اٰية النهار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربكم ولتعلموا عدد السنين والحساب وكل

سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں، یہ سورج ہے جو اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے، یہ اس (اللہ تعالٰی) کا اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جو زبردست اور سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے، ہم نے چاند کے لئے مختلف منازل کا ایک اندازہ کرلیا ہے یہاں تک کہ وہ آخر کار کھجور کی پرانی (اور بوسیدہ) ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے، اور نہ سورج کی یہ طاقت ہے کہ وہ پیچھے سے چاند کو آپکڑے، اور نہ رات میں یہ قوت ہے کہ وہ دن سے آگے نکل جائے، یہ سب کے سب اپنے مرکز (مدار) میں تیر رہے ہیں۔ ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا لیکن ہم نے رات کی نشانی مٹادی (یعنی اسے مدھم



---

[1] شرح المواقف المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۶/۲۲

[2] الدر المکنون والجوہر المصئون

[3] القرآن الکریم ۵۵/۵

[4] القرآن الکریم ۳۶/۳۸ تا ۴۰

شیئ فصلنٰه تفصیلا[1] ○ والسماء ذات البروج[2] ○ تبارك الذی جعل فی السماء بروجا[3] ○ فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس[4] ○ ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحٰنك فقنا عذاب النار[5] ○ الم تر الی ربك کیف مد الظل ولو شاء لجعله ساکنا ثم جعلنا الشمس علیه دلیلا ثم قبضنٰه الینا قبضا یسیرا[6] ○ الی غیر ذٰلك من اٰیات کثیرۃ۔

کر دیا) اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو (یعنی دن کو رزق حلال کی تلاش کرو) تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب کو جان سکو، اور ہم نے ہر چیز کو خوب اچھی طرح تفصیل سے بیان کر دیا۔ برجوں والے آسمان کی قسم۔ بڑا بابرکت ہے (اللہ تعالیٰ) جس نے آسمان میں بُرج رکھے۔ پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی۔ اور (قسم کھاتا ہوں) سیدھی رفتار والے رُک کے رہنے والے تاروں کی۔ اور وہ (خدا کے مقبول بندے) آسمان وزمین کی پیدائش (بناوٹ) میں گہرا غور وفکر کرتے ہیں۔ (پھر عرض کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تُو نے یہ سب کچھ بیکار اور بیفائدہ نہیں بنایا۔ لہذا تمام عیوب ونقائص سے تیری ذات پاک ہے لہذا ہمیں آتش دوزخ کے عذاب سے بچا اور محفوظ فرما دے۔ کیا آپ نے اپنے پروردگار کے (بے شمار نشانات قدرت میں سے اِس نشانی کو) نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو پھیلا دیتا ہے، اور اگر وہ چاہتا تو ٹھہرا ہوا بنا دیتا۔ پھر ہم نے اس کے وجود پر سورج کو دلیل ٹھہرا دیا، پھر ہم آہستہ آہستہ اُسے (سایہ کو) اپنی طرف سمیٹتے رہتے ہیں۔ پس آیات مذکورہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات قرآنیہ ہیں (جو علم نجوم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں)۔ (ت)



اور اس کا فن تاثیر باطل ہے تدبیر عالم سے کواکب کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا نہ اُن کے لئے کوئی تاثیر ہے غایت درجہ حرکات فلکیہ مثل حرکات نبض علامات ہیں کما قال اللہ تعالیٰ:

وعلٰمٰت وبالنجم ھم یھتدون[7]

اور کچھ نشانیاں ہیں اور وہ لوگ ستاروں سے راہ پاتے ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۲
[2] القرآن الکریم ۸۵/ ۱
[3] " " ۲۵/ ۶۱
[4] " " ۸۱/ ۱۵ و ۱۶
[5] " " ۳/ ۱۹۱
[6] " " ۲۵/ ۴۵ و ۴۶
[7] " " ۱۶/ ۱۶

نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہوتا ہے مگر وہ انحراف اس کے اثر نہیں بلکہ یہ اختلاف اس کے سبب سے ہے اس علامت ہی کی وجہ سے کبھی اس کی طرف اکابر نے نظر فرمائی ہے فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم[1] (پھر ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی تو ارشاد فرمایا میں تو بلاشبہہ بیمار ہوں۔ ت) زمانۂ قحط میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حکم دیا کہ باران کے لئے دُعا کرو اور منزل قمر کا لحاظ کرلو۔ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے منقول ہے:

لاتسافروا والقمر فی العقرب۔ سفر نہ کرو جبکہ چاند برج عقرب میں ہو۔ (ت)

اگرچہ علمائے اس کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ عقرب ایک منزل تھی اور قمر ایک راہزن کا نام تھا کہ اس منزل میں تھا۔ علم تکسیر علم جفر سے جدا دوسرا فن ہے اگرچہ جفر میں تکسیر کا کام پڑتا ہے یہ بھی اکابر سے منقول ہے امام حجۃ الاسلام غزالی و امام فخر الدین رازی و شیخ اکبر محی الدین ابن عربی و شیخ ابو العباس یونی و شاہ محمد غوث گوالیاری وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی اس فن کے مصنف و مجتہد گزرے ہیں اس میں شرف قمر وغیرہ ساعات کا لحاظ اگر اسی علامت کے طور پر ہو جس کی طرف ارشاد فاروقی نے اشارہ فرمایا تو لاباس بہ ہے اور پابندی اوہام منجمین کے طور پر ہو تو ناجائز،

من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم و اٰباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون[2]

وہ تو نہیں مگر کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں ورنہ اللہ تعالٰی نے ان کی کوئی سند (دلیل) نہیں اتاری۔ حکم اللہ تعالٰی کے سوا کسی کو نہیں، پس اس نے یہ حکم فرمایا کہ اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو یہی ٹھیک دین ہے، لیکن زیادہ تر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں مانتے۔ (ت)

طلسم و نیرنجات سراسر ناجائز ہیں نیرنج تو شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام کما فی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ درمختار وغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ ت) اور طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام، (حدیث میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۸۸ و ۸۹

[2] " " ۱۲/ ۴۰

اشد الناس عذابا یوم القیمۃ من قتل نبیا او قتلہ نبی والمصورون[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

روزِ قیامت سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس کو ہوگا کہ جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا اسے کسی نبی نے مار ڈالا اور تصویریں بنانے والوں کو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۳۸:** مرسلہ مولوی محمد بہاؤ الدین صاحب موضع سکندر پور ڈاکخانہ کرنڈہ ضلع غازی پور
۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

یہاں پر ایک وہابی رہتا ہے وہ شخص پیرو ہے علمائے دیوبند کا، خاصکر مولوی اشرف علی و مولوی رشید احمد کا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ پیر واستاد دینی سے مرتبہ زیادہ ہے ماں باپ کا کیونکہ ماں باپ کا مرتبہ قرآن مجید سے زیادہ ثابت ہوتا ہے فقیر نے حدیث پیش کی کہ فضیلت پیر و استاد کی ماں باپ سے زیادہ ہے، اس شخص نے کہا کہ ہم قرآن مجید کے مقابلہ میں حدیث کو نہ مانیں گے۔ تو سوال یہ کہ حدیث شریف کا انکار کرنے والا کیا ہوا، اور ماں باپ سے مرتبہ زیادہ پیر و استاد کا ہے یا نہیں؟ بادلیل دو بات قلم سے تحریر کر دیجئے وہی تحریر سند سمجھوں گا۔ والسلام



## الجواب

پیر و استاد علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے وہ مربی بدن ہیں یہ مربی روح، جو نسبت روح سے بدن کو ہے وہی نسبت استاد و پیر سے ماں باپ کو ہے،

کما نص علیہ العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام وقال فیہ ذا ابوالروح لا ابو النطف[2]

جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں اس کی صراحت فرمائی چنانچہ اس میں ارشاد فرمایا یہ استاد انسان کے روح کا باپ ہے اس کے مادۂ تولید (نطفہ) سے بنے ہوئے جسم کا باپ نہیں۔ لہذا جو فرق جسم اور روح میں ہے وہی فرق استاد اور والدین میں ہے۔ (ت)

قرآن عظیم میں ماں باپ کا ذکر فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ ان کے برابر کسی کا حق نہیں بلکہ وہ آیہ کریمہ جس میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو فرمایا، مربیانِ دین کا مرتبہ ماں باپ سے بہت زائد

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ و ۱۰۵۱۵ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۰/۲۶۰ و ۲۶۶
[2] غنیۃ ذوی الاحکام

ہونے کی طرف اشارہ فرماتی ہے ظاہر ہے کہ تربیتِ دین نعمتِ عظمٰی ہے اور اس کا شکر قطعاً فرض، مگر اُن کا شکر بعینہٖ شکرِ الٰہی عزوجل ہے اسی واسطے انھیں لِی میں داخل فرمایا اُن کے بعد والدین کا ذکر ارشاد ہوا ورنہ والدین کا حق نبی سے بھی بڑھ جائے گا کہ یہاں جس طرح استاد و پیر کا ذکر نہیں ویسے ہی نبی کا بھی ذکر نہیں۔ دیوبندیوں سے انکارِ حدیث کی شکایت کیا معنی رکھتی ہے۔ علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی حسام الحرمین دیکھئے کہ یہ لوگ خود حضور رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے مخالف ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۳۳۹:** مرسلہ شیخ محمد اکرام الدین طالب علم درجہ حفظ (د) چوک لکھنؤ مدرسہ فرقانیہ
۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا باپ علوم وغیرہ پڑھنے سے زید کو روکتا ہے کیا زید بلا رضامندی اپنے باپ کے طلب علم دین کے واسطے اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے شہر میں جاکر علم دین پڑھے درحالیکہ اس کے وطن میں کوئی مولوی حافظ موجود نہیں ہے، جواب بحوالہ کتب مسطور فرمایا جائے۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)



## الجواب

طلبِ علمِ دین اپنی حاجت کے قدر فرض عین اور اس سے زائد فرض کفایہ ہے اس کے باپ کا اس سے روکنا خلافِ حکمِ خدا ہے اور خلافِ حکمِ خدا میں کسی کی اطاعت نہیں۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی۔[1]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت (اور فرمانبرداری) نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

لوخرج فی طلب العلم بغیر اذن والدیہ فلاباس بہ ولم یکن ھذا عقوقا۔[2]

اگر حصولِ علم کے لئے بغیر اجازتِ والدین باہر جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور یہ ان کی نافرمانی نہیں۔ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۲۰۸-۲۰۹
[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۲

ہاں اگر باپ محتاج ہے اور اگر یہ باہر جائے تو وہ ضائع رہ جائے کوئی ذریعۂ قوت نہ اس کے پاس ہو نہ یہ بھیج سکے تو اس کا روکنا بجا ہے، فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

قال محمد رحمه الله تعالٰی فی السیر الکبیر اذا اراد الرجل ان یسافر الی غیر الجهاد لتجارة او حج او عمرة وکره ذٰلك ابواه فان کان یخاف الضیعة علیهما بان کانا معسرین و نفقتهما علیه وماله لایفی بالزاد و الراحلة ونفقتهما فانه لایخرج بغیر اذنهما سواء کان سفرا یخاف علی الولد الهلاك فیه کرکوب السفینة فی البحر او دخول البادیة ماشیا فی البرد الشدید اولا وان کان لایخاف الضیعة علیهما بان کانا موسرین ولم تکن نفقتهما علیه ان کان سفرا لایخاف علی الولد الهلاك فیه کان له ان یخرج بغیر اذنهما وان کان یخاف علی الولد لایخرج الا باذنهما کذا فی الذخیرة وکذا الجواب فیما اذا خرج للتفقة الٰی بلدة اخرٰی ان کان لایخاف علیه الهلاك بسبب هذا الخروج کان بمنزلة السفر للتجارة وان کان یخاف علیه الهلاك کان بمنزلة الجهاد

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیر کبیر میں فرمایا جب کوئی شخص جہاد کے بغیر کسی اور کام کے لئے سفر کرنے کا ارادہ کرے مثلاً کاروبار کرنے یا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرے، لیکن والدین اس کے سفر کرنے کو ناپسند کریں، اگر اسے (اپنے باہر جانے کی وجہ سے) والدین کی ہلاکت (اور تلف ہونے) کا خطرہ ہو مثلاً اس طرح کہ وہ دونوں تنگدست اور نادار ہوں اور دونوں کے اخراجات کا یہ ذمہ دار ہو اور حالت یہ ہو کہ اس کا سرمایہ زادِ راہ، سواری اور اُن دونوں کے اخراجات کے لئے کافی نہ ہو تو پھر اس صورت میں یہ شخص والدین کی اجازت کے بغیر نہ جائے، خواہ ایسا سفر ہو جس میں بیٹے کی ہلاکت کا خطرہ ہو جیسے سمندر میں کسی کشتی پر سوار ہونا یا کسی جنگل بیابان کو شدید سردی کے دنوں میں پیدل طے کرنا، یا ایسا نہ ہو۔ اگر اسے والدین کی ہلاکت کا خطرہ نہ ہو مثلاً وہ دونوں (والدین) مالدار ہوں اور اُن کے اخراجات اس کے ذمے نہ ہوں۔ اگر سفر میں انھیں بیٹے کی ہلاکت کا کوئی خطرہ نہ ہو لیس اس صورت میں یہ والدین کی اجازت کے بغیر باہر جا سکتا ہے۔ اور اگر انھیں اس کی جان کا اندیشہ ہو تو پھر بغیر اجازت لئے سفر نہ کرے۔ ذخیرہ میں یہی مذکور ہے۔ اور یہی جواب ہے، جب یہ حصولِ فقہ کے لئے کسی دوسرے شہر میں جائے، اگر

كذا في المحيط[1] اھ باختصار، وسرأيتني كتبت على قوله لا يخرج بغير اذنهما مانصه اقول اي حقيقة فانه لايكون الا اذا كانت عندهما كفاية ولو من قبل غيرهما اما اذا استأذن وهو يعلم ان لاكفاف لهما دونه فقالا غضبا سرعلى بركة الله تعالٰى فهذا ليس من الاذن في شيئ وان فرض فلا معتبر به لان اضاعتهما حرام والحرام لا يحل باذن احد۔

اس سفر میں ہلاکت کا خطرہ نہ ہو تو پھر یہ سفر سفرِ تجارت کی طرح ہے۔ اور اگر ہلاکت کا خوف ہو تو پھر بمنزلہ سفرِ جہاد ہے۔ محیط میں اسی طرح مذکور ہے اھ باختصار۔ تُو نے دیکھا کہ میں نے اس کے قول "لایخرج بغیر اذنہما" وہی کچھ لکھا کہ جس کی اس نے تصریح کی اقول (میں کہتا ہوں) یہاں "اذن" سے مراد حقیقتاً اذن ہے اور یہ اُسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ اُن دونوں (والدین) کے پاس بقدرِ کفایت مال ہو اگرچہ کسی دوسرے کی طرف سے مہیا ہو۔ لیکن اگر یہ اُن سے اجازت مانگے جبکہ یہ جانتا ہے کہ اس کے بغیر اُن کے بقدرِ ضرورت (کفاف) مال نہیں اور وہ غضبناک لہجے میں کہہ دیں اللہ تعالٰی کی برکت کے پیش نظر روانہ ہوجا تو یہ کسی حالت میں "اذن" نہیں اگرچہ فرض کرلیا جائے لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے انھیں ضائع کردینا حرام ہے، اور حرام کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہوسکتا۔ (ت)



اسی طرح اگر لڑکا امرد خوبصورت محلِ فتنہ ہے اور تنہا جاتا ہے تو کہا گیا کہ اس صورت میں بھی باپ روک سکتا ہے۔ خانیہ میں بعد عبارت سابقہ ہے:

قيل هذا اذا كان ملتحيا فان كان امرد صبيح الوجه فلابيه ان يمنعه من الخروج[2] اھ

یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ باریش ہو لیکن اگر وہ لڑکا بے ریش، خوبصورت ہو تو پھر دریں صورت والد اس کے باہر جانے سے یعنی سفر کرنے سے روک سکتا ہے اھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) تحقیق مقام یہ ہے کہ اگر وہاں جانے میں اندیشۂ فتنہ یقینی ہے یعنی ایسا ظن غالب کہ فقہیات میں ملتحق بہ یقین ہے تو بلاشبہہ باپ روک سکتا ہے بلکہ روکنا لازم ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۵

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح والتسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۴

۲۳ فان درء المفاسد اھم من جلب المصالح (کیونکہ مفاسد کا دفاع مصالح کے حصول سے زیادہ
45 ضرور کرے۔ ت) اور اگر محض وہم ہے تو معتبر نہیں ہے اور اگر متوسط حالت ہے تو علم ضروری سے
نہیں روک سکتا اور زائد میں نظر مختلف ہے اور معیار موازنۂ مفسدہ ومصلحت ہے کما ھو قانون
الشرع والعقل فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق (جیسا کہ شرعی اور عقلی قانون کا تقاضا ہے پس
توفیق حاصل ہونی چاہئے۔ اور اللہ تعالٰی کے کرم سے ہی حصولِ توفیق ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ و
تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۳۴۰** از بریلی محلہ سوداگری مسئولہ محمد حسین طالبعلم مدرسہ منظر اسلام
۷ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید نے عمرو کو علمِ طب سکھایا اور عمرو نے زید کو علمِ حساب سکھایا
مرتبہ استاد اور شاگرد ہونے میں دونوں برابر ہیں یا کسی کو ایک دوسرے پر افضلیت ہے؟

## الجواب

جمع تفریق ضرب تقسیم جس قدر علم فرائض کا توقف ہے طب سے افضل ہے باقی حساب میں
توغل سے طب افضل ہے جس نے افضل سکھایا وہ افضل استاد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۴۱** از بریلی مدرسہ اہلسنت مولوی شفیع احمد صاحب طالب علم مدرسہ ساکن بیسلپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے ماں باپ اگر تحصیل علم فرض سے منع
کریں تو اس میں ان کی تعمیلِ حکم ہرگز نہیں چاہئے اور اگر ان کی قربت میں تحصیل نہ ہو سکے تو سفر کرنا ضرور
ہے اگرچہ ماں باپ کو اس کی خدمت کی طرف احتیاج ہو تو یہ قول زید صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل
ولوکان القلیل توجروا من رب الجلیل (کسی قدر تفصیل سے بیان فرماؤ اگرچہ تھوڑی ہو، اور
جلیل القدر پروردگار سے اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

## الجواب

قولِ زید صحیح ہے مطلقاً جبکہ اس علم کی تحصیل چاہتا ہو جو فرض عین ہے یونہی صحیح ہے اگر بقدر
فرضِ عین جانتا ہو اور فرضِ کفایہ کی تحصیل چاہے اور وہاں میسر نہ ہو اور اس کے سفر کرنے میں والدین
کا ضائع چھوڑنا نہ ہو اور اگر انکی اضاعت لازم آئے تو فرض عین کے بعد کفایہ کے لئے اس کی اجازت
نہیں ہو سکتی کہ اُن کا ضائع نہ چھوڑنا اس پر فرض عین ہے ضائع چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ نہ مال
رکھتے ہیں نہ کسب پر قادر ہیں یہی کماتا ہے اور انھیں کھلاتا ہے اور اگر تحصیل کفایہ میں مشغول ہوگا

تو ان کے نفقہ سے عاجز ہوگا اور وہ نان شبینہ کو محتاج رہ جائیں گے یا وہ سخت مریض یا اپاہج یا مفلوج ہیں کہ حرکت سے عاجز ہیں اور ان کی خدمت اسی سے متعلق ہے اور وہ اجیر نہیں رکھ سکتے تو تحصیل کفایہ کو سفر ممنوع۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲: از سوائی مادھوپور قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

تعلیم انگریزی و ہندی کی مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

غیر دین کی ایسی تعلیم کہ تعلیم ضروری دین کو روکے مطلقاً حرام ہے، فارسی ہو یا انگریزی یا ہندی، نیز اُن باتوں کی تعلیم جو عقائد اسلام کے خلاف ہیں جیسے وجودِ آسمان کا انکار یا وجودِ جن و شیطان کا انکار یا زمین کی گردش سے لیل و نہار یا آسمانوں کا خرق و التیام محال ہونا یا اعادہ معدوم ناممکن ہونا وغیر ذلک عقائد باطلہ کہ فلسفہ قدیمہ جدیدہ میں ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے کسی زبان میں ہو نیز ایسی تعلیم جس میں نیچریوں دہریوں کی صحبت رہے اُن کا اثر پڑے دین کی گرہ سست ہو یا کھل جائے، اور اگر جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علوم آلیہ مثل ریاضی و ہندسہ و حساب و جبر و مقابلہ و جغرافیہ وامثال ذلک ضروریات دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں کسی زبان میں ہو اور نفس زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم



مسئلہ ۳۲۳: مولوی افضل صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

چہ میفرمایند علمائے دین کہ یک شخص نزد کسے سبق خواندہ بعدہ معلوم کہ استاد او در دین خود مستقیم نیست و می گویند کہ امام صاحب نداشتہ و اجماع را غلط میداند و می گوید کہ قادیانی مجدد بود وغیرہ بے ادبی ہا از او دیدہ و او را ترک کرد و او را بسیار ناراضی کرد کہ آیا این شاگرد نزد شرعی ملامت است یا نہ اینچنیں استاد حق بر سر شاگرد دارد یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

علمائے دین کیا فرماتے ہیں (اس مسئلہ میں کہ) ایک آدمی نے ایک استاد سے سبق پڑھا بعد میں اسکو معلوم ہوا کہ اس کا استاد ٹھیک دین نہیں رکھتا، کہتے ہیں کہ اس کا کوئی امام نہیں (یعنی وہ کسی امام کا پیروکار نہیں) اور وہ اجماعِ امت کو غلط کہتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تھا اور اس کے علاوہ اور کئی ناشائستہ اور بے ادبی کی باتیں (شاگرد نے) استاد سے دیکھیں اس لئے اسکو چھوڑ دیا اور اس کو سخت ناراض کیا، تو کیا یہ شاگرد اسلامی شریعت میں قابلِ ملامت ہے یا نہیں؟ اور اس قسم کا استاد شاگرد پر اپنا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیے اجر پائیے۔ (ت)

## الجواب

ایں چنیں استاد را بر شاگرد خود ہماں حق است کہ برملئکہ ابلیس لعین را کہ او را لعنت مے کنند و روزِ قیامت کشاں کشاں بدوزخ افگنند۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اِس قسم کے استاد کا اپنے شاگرد پر وہی حق ہے جو شیطان لعین کا فرشتوں پر ہے کہ فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور قیامت کے دن گھسیٹ گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دینگے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۴۴** مولوی افضل صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

سوال دیگر برادرِ من مرا تعلیم کردہ و برمن ظلم و ستم بیحد کردہ در مال دنیاوی و من با او گفتگو بسیار کردہ ام دریں باب ایں حق دار است یا نہ و نزد شرع ملامت ست یا نہ؟

دوسرا سوال، میرے بھائی نے مجھے تعلیم دی لیکن اس نے دنیوی مال کے معاملہ میں مجھ پر بیحد ظلم و ستم کیا، پھر میں نے اس سے بہت سی باتیں کیں اس باب میں یہ حقدار ہے یا نہیں؟

## الجواب

برادرِ کلاں را در حدیث بشابہ پدر شمردہ اند خاصہ کہ استاذ باشد استاذ علم دین خود اعظم از پدر است برائے مال با او نا حفاظتی نمی شاید کرد بایں ہمہ اگر در گفتگو تجاوز از حد نہ کردہ ست بزہ کار نیست و بوجہ عدم رعایت حق استاذ و برادر کلاں خالی از ملامتی ہم نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بڑے بھائی کو حدیث پاک میں والد کے مشابہ شمار کیا ہے جبکہ وہ استاذ بھی ہو۔ علمِ دین کا استاذ (مرتبہ میں) والد سے بہت بڑا ہے۔ لہذا دنیاوی مال کی وجہ سے اس کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہئے تھی، اور ان سب باتوں کے باوجود اگر کلام کرنے میں حد سے تجاوز نہیں کیا تو گنہگار نہیں۔ پس استاذ اور بڑے بھائی کے حق کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے ملامت سے خالی بھی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۴۵** از ریاست جموں کشمیر خاص محلہ رنگریزاں بخانہ منشی چراغ ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی صاحب اہلِ علم ہو کر اپنے استاد مربی کا انکار کرے کہ ہمارا کوئی استاد نہیں باوجودیکہ گواہ موجود ہوں، تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

## الجواب

استاد کا انکار کفرانِ نعمت ہے، اور کفرانِ نعمت موجبِ سزا و عقوبت،

وھل نجزی الا الکفور[1] (ہم بدلہ یعنی سزا نہیں دیتے سوائے ان کے ناشکر گزار ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۶: از فیض آباد مسجد مغلپورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

پیر مولوی جو مرید کرتے ہیں نائب رسول بھی کہلاتے ہیں ان کو پیروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اور اُن کے اصحاب اور امامانِ شریعت کی واجب ہے؟

الجواب

ضرور واجب ہے مگر کسی خاص شخص پر بدگمانی کہ یہ پیروی نہیں کرتا بے کسی ایسی دلیل کے جو آفتاب کی طرح روشن ہو جائز نہیں اور علماء پر عوام کو اعتراض نہیں پہنچتا اور جو مشہور بمعرفت ہو اس کا معاملہ زیادہ نازک ہے ہر عامی مسلمان کے لئے حکم ہے کہ اس کے ہر قول و فعل کے لئے ستر محمل حسن تلاش کرو نہ کہ علماء و مشائخ جن پر اعتراض کا عوام کو کوئی حق نہیں یہاں تک کہ کتب دینیہ میں تصریح ہے اگر صراحۃً نماز کا وقت جارہا ہے اور عالم نہیں اٹھتا تو جاہل کا یہ کہنا گستاخی ہے کہ نماز کو چلئے وہ اس کے لئے ہادی بنایا گیا ہے نہ کہ یہ اس کے لئے۔ واللہ تعالٰی اعلم



مسئلہ ۳۴۷: از جوناگڑھ محلہ کیبانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نذیر احمد بی اے، ایل ایم، کا ترجمہ صحیح ہے یا غلط؟ اور لڑکوں کو مدرسہ میں اس کا ترجمہ پڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

نذیر احمد کا نہ ترجمہ صحیح ہے نہ ایمان، وہ شخص منکرِ خدا تھا، جیسے اس نے اور کتابیں نصرانیت و نیچریت آمیز لکھیں جن سے مال کمانا مقصود تھا ویسے ہی یہ ترجمہ بھی کر دیا گیا اس سے بھی دامون ہی کی غرض تھی ورنہ جو شخص اللہ ہی کو نہ مانتا ہو وہ قرآن کے ترجمہ کو کیا جانے گا۔ اس کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴۸: از شہر محلہ قرلان مرسلہ مولوی حاجی منیر الدین بنگالی متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۲ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۶ھ

زید معلم ہے اور اپنے دوست احبابوں کو لے کر تخت پر بیٹھ کر حقہ پیتے ہیں اور اسکے شاگردان

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۷

ایک ڈیڑھ گز کے فاصل زمین پر بیٹھ کر قرآن عظیم پڑھتے ہیں اسے ہر طرح کہا گیا مگر وہ اس فعل سے باز نہیں آتا معاذ اللہ اب زید پر کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ میل جول کرنا کیسا ہے ؟

## الجواب

وہ معلم اور اس کے ساتھ بیٹھنے والے سب بے ادب گستاخ ہیں اس کو تنبیہ کی جائے اگر نہ مانے تو صاحبِ مکان پر لازم ہے کہ وہاں سے تخت اٹھالے اور اس پر بھی اسے متنبہ ہوتا نہ دیکھے تو اُسے موقوف کردے کہ بے ادب نہ کہ شاگرد کو مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں ،

از خدا جوئیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد [1]

(ہم اللہ تعالٰے سے حصولِ ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب رب تعالٰے کے فضل سے محروم رہتا ہے ۔ بے ادب نہ صرف اپنے آپ کو بُرے حالات میں رکھتا ہے بلکہ اس کی بے ادبی کی آگ تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے ت)

واللہ تعالٰے اعلم ۔



**مسئلہ ۳۴۹** از شہر کانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب مدرس دار العلوم

قرآن شریف میں عربی عبارت کے نیچے اردو میں ترجمہ اور انگریزی یا بنگلہ زبان میں مطالب و شانِ نزول و قصص کا لکھنا درست ہے یا نہیں ؟

## الجواب

جائز ہے جبکہ فائدے مطابق شرع ہوں ۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۵۰** از اردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

اس خیال سے انگریزی پڑھنا اور پڑھوانا بچّوں کو کہ اس میں عزّ و جاہِ دنیوی ہے یا حصولِ دُنیا کا بڑا ذریعہ ہے جائز ہے یا ناجائز ؟

## الجواب

سائنس وغیرہ وہ فنون و کتب پڑھنی جن میں انکارِ وجودِ آسمان و گردشِ آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو حرام ہے ، اور وُہ نوکری جو خود حرام یا حرام میں اعانت ہے اس کی نیت سے پڑھنا

---

[1] مثنوی معنوی دفتر اول درخواستن توفیق رعایت ادب الخ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۶

بھی حرام ہے اور اگر جائز فنون جائز نوکری کے لئے پڑھے تو جائز ہے جبکہ اس میں وہ انہماک نہ ہو کہ اپنے ضروریاتِ دین وعلوم فرض کی تعلیم سے باز رکھے ورنہ جو فرض سے باز رکھے حرام ہے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے دین و اخلاق ووضع پر اثر نہ پڑے اسلامی عقائد وخیالات پر ثابت ومستقیم اور مسلمانی وضع پر قائم رہے ان سب شرائط کے اجتماع کے بعد جائز رزق حاصل کرنے کے لئے حرج نہیں رہی اس سے عزّ وجاہ دنیوی کی طلب، طلب جاہ خود نا جائز ہے اگرچہ عربی زبان واسلامی علوم سے ہو نہ کہ وہ جاہ کہ استقامت علی الدین کے ساتھ کم جمع ہو۔

قال اللہ تعالٰی ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، کیا وہ ان کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ سب عزت اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۵۱:** از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

دیوبندی کا وعظ سُننا، اُن سے فتوٰی لینا اور ان کے ساتھ نماز پڑھنا، کھانا، شادی کرنا کیسا ہے؟



## الجواب

دیوبندی وہابیوں کی اخبث شاخ ہے، اس کا وعظ سُننا حرام، اس سے فتوٰی لینا حرام، اس سے میل جول سخت حرام، بلکہ اسے مسلمان جان کر ہو تو کفر، علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۵۲:** از شہر مسئولہ عبدالحفیظ صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کسی عالم باعمل کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ چند مسئلہ شرعیہ دریافت کرکے اس پر عمل کرے مگر عالم نے اس کے ساتھ اخلاق محمدی نہیں برتا اور سخت خفگی ظاہر کی کہ اس کی دہشت سے زید نے ناراض ہو کر اپنے اس ارادہ کو ترک دیا جس مسئلہ پر عمل کرنے والا تھا۔ چونکہ علمائے باعمل وارثِ انبیاء ہیں اخلاق محمدی نہ برتنے سے اور زید کو مسئلہ کی واقفیت نہ ہونے سے وُہ عالم موجب عذابِ خداوندی کا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹

[2] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت بریلی ص ۹۴

## الجواب

سائل کا کلام متناقض ہے عالم باعمل بھی کہتا ہے اور اتنا شدید الزام بھی اس پر دھرتا ہے اگر واقعی عالم باعمل ہے تو اس کی خفگی اگر اس کی کسی معصیت یا بے ادبی شریعت کے سبب ہوگی اسے لازم تھا کہ توبہ کرے اور معافی چاہے نہ یہ کہ اس کے سبب عالم سے کنارہ کش ہو اور مسئلہ پوچھنے کا فرض چھوڑ کر اپنی معصیت میں یہ دو گناہ اور اضافہ کرے اور تیسرا یہ کہ عالم پر الزام رکھنا چاہے فلاح نہیں پاتا وہ جاہل جو خادمانِ شریعت کا ادب نہ کرے اور بالفرض اس کی خفگی اس پر کسی معصیت و بے ادبی شریعت کے سبب نہ ہو بعض وقت انسان کی طبیعت منغض ہوتی ہے اس کا سبب کچھ اور ہوتا ہے اور دوسرے کا بات کرنا بھی اس وقت ناگوار ہوتا ہے اس وقت وہ اسے جواب ترشی سے دیتا ہے جو اس پر ناراضی کے باعث نہیں ہوتا ایسے وقت کی ترشی اہل سعادت کے لئے قابل لحاظ نہیں، اکابر صدیقین نے فرمایا ہے:

ان لنا شیطانا لیقربنا فاذا رایتموہ فاعتزلوا۔ بے شک ہمارے لئے بھی شیطان ہے جو ہمارے قریب ہوتا ہے جب تم اسے دیکھو تو الگ ہٹ جاؤ (ت)

لیعنی ہم بھی بشر ہیں بشر کا سا غصہ ہمیں بھی آتا ہے جب اسے دیکھو تو اس وقت ہمیں چھیڑو نہیں بلکہ الگ ہٹ جاؤ۔ اور بالفرض یہ بھی نہ سہی بلکہ بلاوجہ محض اس سے کج خلقی کی تو ضرور اس کا الزام اس عالم پر ہے مگر اسے اس کی خطاگیری اور اس پر اعتراض حرام ہے اور اس کے سبب رہنمائے دین سے کنارہ کش ہونا اور استفادہ مسائل چھوڑ دینا اس کے حق میں زہر ہے اس کا کیا نقصان، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، عالم اگر اپنے علم پر عمل کرے جب اس کی مثال شمع کی ہے کہ آپ جلے اور تمہیں روشنی دے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ عالم حقیقۃً عالم دین سُنّی صحیح العقیدہ ہادی راہ یقین ہو ورنہ اگر سُنّی نہیں تو کتنا ہی خلیق کتنا ہی متواضع کتنا ہی خوش مزاج بنے نائب ابلیس ہے اس سے کنارہ کشی فرض ہے اور اس سے فتوٰی پوچھنا حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۵۳:** از شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں ان کے واسطے شرع شریعت کا کیا حکم ہے؟

## الجواب

جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے اگر قصداً ہے تو شریعت پر افتراء ہے اور شریعت پر

افترا، اللہ عزوجل پر افترا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1] — وہ جو اللہ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتوٰی دے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[2] — جو بغیر علم کے فتوٰی دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

ہاں اگر عالم سے اتفاقاً سہو واقع ہوا اور اس نے اپنی طرف سے بے احتیاطی نہ کی اور غلط جواب صادر ہوا تو مواخذہ نہیں مگر فرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فوراً اپنی خطا ظاہر کرے اس پر اصرار کرے تو پہلی شق یعنی افترا میں آجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۵۵** از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ امیر اللہ صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضور والا! السلام علیکم! انجمن خدام المسلمین کو مولوی قطب الدین صاحب نے لبغرض استقبال مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کے بلوایا تھا ممبران انجمن نے ان کا استقبال بریلی جنکشن پر کیا اور وہاں سے ان کی سواری کو اپنے ہاتھوں سے کھینچ کر حضور کے درِ دولت تک لاپہنچایا، پھر حضور کے درِ دولت سے مولوی قطب الدین کے مکان تک اسی شان وشوکت سے پہنچایا مسلمانوں کو ایک عالم دین کے استقبال وخدمت کرنے سے کیا شرع مطہر روکتی ہے، اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ حضور کو سخت صدمہ پہنچا اور حضور کی شان گھٹائی، مفصل طور پر جواب سے مطلع فرمائیں۔

## الجواب

وعلیکم السلام، استغفر اللہ، یہ جو سننے میں آیا محض کذب وافترا ہے اور وہ تعظیم کہ مسلمانوں نے سُنّی عالم کی کی باعثِ اجرِ عظیم ورضائے خدا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا :

من تواضع للہ رفعہ اللہ[3] — واللہ تعالٰی اعلم — جس نے اللہ کی خوشنودی کیلئے عاجزی اختیار کی اللہ اسکو بلند کردیتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹

[2] کنز العمال حدیث نمبر ۲۹۰۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۷۶

**مسئلہ ۳۵۵** ازشہر محلہ چڑھائی نیب مسئولہ عبدالرحیم صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کے یہاں مفتی فتوٰی دینے کا ذمہ دار ہے یا وہ بھی جو فتوٰی پر عمل کرے؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

اگر وہ مفتی قابل فتوٰی نہیں یا عامہ مسلمین شہر دربارۂ فتوٰی اس پر اعتماد نہیں کرتے یا فتوٰی ایسا غلط ہے جس کی صریح غلطی مستفتی پر ظاہر ہے یا عالم معتمد مستند نے اس کے اغلاط ظاہر کر دئے یا فتوٰی واقعات پر نہیں ہے اور اس میں مفتی نے اصل واقعہ چھپایا اور غلط رُخ دکھایا تو مفتی اُس پر عمل کرنے والا دونوں ماخوذ و گرفتار ہیں ورنہ جب تک حق واضح نہ ہو جاہل پر وبال نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۳۵۶ تا ۳۵۷** از احمد آباد گجرات محلہ چھیپیان پانچ پیپلی مکان چھیپنیہ سلطان جی علی جی کوڑے والے مسئولہ غلام نبی صاحب پیرزادہ ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین:



(۱) جو لوگ کتب دینیات وغیرہ طالب علم کو تعلیم دینے سے مدرس اول کو منع کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور کسی نا اہل کو اس کی قابلیت سے باہر علم سکھانا بغرض مباحثات ومجادلات کے کیسا ہے؟ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا (شافی بیان فرماؤ اور پورا اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

## الجواب

(۱) تعلیم دین اگر بروجہ دین ہے تو اس سے ممانعت منع خیر ہے مناع للخیر معتد اثیم[1] (بھلائی سے روکنے والا حد سے گزرنے والا اور گنہگار ہے۔ ت) میں داخل ہونا ہے ایسے لوگوں کی بات ہرگز نہ سُنی جائے نہ انھیں مدرسہ میں دخل دیا جائے ہاں اگر مدرس اول بدمذہب ہو اور بنام اپنے مذہب فاسد کی اشاعت چاہتا ہو تو اسے روکنا فرض ہے اور یہ تعلیم دین کی ممانعت نہ ہوئی بلکہ تخریب دین کا انسداد ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۱۲

(۲) قابلیت سے باہر علم سکھانا فتنہ میں ڈالنا ہے اور ناقابل کو مباحث و مجادل بنانا دین کو معاذ اللہ ذلت کے لئے پیش کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وسد الامر الٰی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم

جب نااہل کو کام سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو (ت)

**مسئلہ ۳۵۸:** از موضع گھاگرہ ڈاک خانہ پائیکوڑہ ضلع میمن سنگھ مسئولہ مولوی سعید الرحمٰن ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع گھاگرہ میں لوگوں نے ایک نیا جلسہ قائم کیا ہے بنگلہ میں اس کا نام سمیتی ہے واسطے فیصلہ کرنے مقدمہ وغیرہ کے۔ لیکن اس میں چار پانچ شخص ناقابل علم شریعت سے ناواقف سردار ہو کر اپنی رائے کے مطابق احکام جاری کرتے ہیں شریعت کے خلاف اور اگر کوئی ان کے خلاف شرع حکم کو نہ مانے تو اسکو امامت سے برخاست اور جمعہ وجماعت سے خارج کرتے ہیں اور لوگوں کو اسکی دعوت و نماز جنازہ غرض تمام دنیوی اُخروی کاموں سے منع کرتے ہیں علماء کی اہانت، ظالموں کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور عالموں سے حسد بغض کینہ دل وجان سے کرتے ہیں حتی کہ اہل علم کو حقیر سمجھتے اور کبھی گالیاں بھی دیتے ہیں حسد کی وجہ سے عالموں کو پیچھے اور ان پڑھ کو آگے نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں یعنی جاہل کو امامت کا حکم دیتے ہیں، موافق شریعت ان پر کیا حکم ہے اور جو ان کی مدد کرے ان پر کس قدر گناہ ہے؟ بیّنوا توجروا

## الجواب

جاہلوں کو حاکم شرع بنانا حرام ہے، اور وہ جو خلاف شرع حکم دیتے ہیں اس کا ماننا حرام ہے، ایسے لوگوں کے لئے قرآن عظیم میں تین الفاظ ارشاد فرمائے: ظالم، فاسق، کافر اور اپنے باطل احکام نہ ماننے والوں کو امامت وجمعہ وجماعت سے خارج کرنا اُن کا سخت ظلم ہے اور اُن کی نماز جنازہ سے روکنا اور اشد ظلم۔ ظالموں کی تعظیم حرام ہے اور عالمانِ دین کی اہانت کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

من قال للعالم عویلم قاصدا بہ الاستخفاف کفر۔[2]

جس شخص نے کسی عالم کو بصیغہ تصغیر عُوَیْلِمْ ہلکا جان کر کہا تو وہ کافر ہوگیا۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب من سئل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴

[2] مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

اور عالم دین سے بلاوجہ بغض رکھنے میں بھی خوف کفر ہے اگرچہ اہانت نہ کرے۔ فتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے:

من ابغض عالما بغیر وجہ ظاھر خیف علیہ الکفر[1]

جس نے کسی عالم سے بغیر کسی وجہ ظاہر کے دشمنی رکھی تو اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ (ت)

عالموں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرنا اور جاہلوں کو امام بنانا حکم شریعت کا بدلنا ہے۔ غرض ایسے لوگ شیطان کے مسخرے ہیں مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُن سے دُور رہیں اور جو ان کی مدد کرتے ہیں وہ انھیں کے مثل ہیں۔ حدیث میں ہے:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام[2]

جو دانستہ ظالم کی مدد دینے چلے اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال دی۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۵۹ و ۳۶۰:** از گورکھپور محلہ دھمال مسئولہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) عالم کا یہ کہہ دینا کہ میں نے مسئلہ صحیح بیان کیا تھا یا غلط مجھ کو یاد نہیں ہے دوسرے سے پوچھ لو، درست ہے یا نہیں؟

(۲) کسی عالم سے پوچھا کہ آپ مسئلہ صحیح وغلط بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر اس کا جواب دینا کہ ہاں، درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

(۱) صرف درست نہیں بلکہ واجب ہے اگر اس کو اپنے بیان میں شک ہو گیا ہو اور خود اس کی تنقیح نہ کرسکتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ مجھ سے کبھی خطا بھی ہوجاتی ہے تو درست ہے اور اگر یہ مراد کہ کبھی قصدًا مسئلہ غلط بیان کردیتا ہے تو سخت فسق کا اقرار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الفاظ الکفر الجنس الثامن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۲۲۷

**مسئلہ ۳۶۱** از اجمیر مقدس محلہ لاکھی کوٹھری اوپری گلی نزد پیرزادگان مسئولہ کمال الدین ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے کو عوام پر مولوی ظاہر کرے جس نے نہ تو کسی مدرسہ میں تعلیم باقاعدہ حاصل کی ہو اور نہ جس نے کوئی سند منشی عالم فاضل کی حاصل کی ہو اور خود ساختہ استفتار پر خود ہی جواب تحریر کردے اور طلباء و مدرسین سے دستخط کرائے اور جس سے اپنی ذات کا متمتع ہونا مقصود ہو اور جو جید عالم و مولوی صاحبان و قاضی صاحب پر شہرت حاصل کرنے اور زر حاصل کرنے کی غرض سے جا و بیجا حملہ کرے اور جو مدت تک قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتا رہا ہو اور چند روز سے قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتا ہے اور صدہا علما قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے ہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب

سند حاصل کرنا تو کچھ ضرور نہیں، ہاں باقاعدہ تعلیم پانا ضرور ہے مدرسہ میں ہو یا کسی عالم کے مکان پر، اور جس نے بے قاعدہ تعلیم پائی وہ جاہل محض سے بدتر، نیم ملا خطرۂ ایمان ہوگا ایسے شخص کو فتوٰی نویسی پر جرأت حرام ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض[1] جو بے علم فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔

اور اگر فتوٰی سے اگرچہ صحیح ہو وجہ اللہ مقصود نہیں بلکہ اپنا کوئی دنیاوی نفع منظور ہے تو یہ دوسرا سبب لعنت ہے کہ آیات اللہ کے عوض ثمن قلیل حاصل کرنے پر فرمایا گیا:

اولٰئک لاخلاق لھم فی الاٰخرۃ ولایکلمھم اللہ ولاینظر الیھم یوم القیٰمۃ ولایزکیھم ولھم عذاب الیم[2] ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت کرے اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور علمائے دین کی توہین کرنے والا منافق ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۳/ ۷۷

ثلٰثۃ لایستخف بحقھم الامنافق بین النفاق ذوالعلم و ذوالشیبۃ فی الاسلام و امام مقسط[1]

تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر جو منافق کھلا منافق ہو عالم اور وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور سلطان اسلام عادل۔

تحصیلِ زر کے لئے علماء و مسلمین پر بیجا حملہ کرنے والا ظالم ہے اور ظلم قیامت کے دن ظلمات، قاضی مذکور جیسے امام کے پیچھے بلاوجہ شرعی نماز ترک کرنا تفریق جماعت یا ترک جماعت ہے، اور دونوں حرام و ناجائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۶۲** ازیونا ور علاقہ پران ملک مالوہ مسئولہ قاسم علی ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اسلام وایمان وشرع شریف کے احکام کو جانتا ہے اور لوگوں کو گناہ سے بچنے کی ہدایت اس آیت کے وسیلے فذکر ان نفعت الذکرٰی[2] کے کرسکتا ہے یا نہیں؟

## الجواب

اگر عالم ہے تو اس کا یہ منصب ہے اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا واللہ تعالٰی اعلم۔



**مسئلہ ۳۶۳** از بھان پورہ مکھر اسٹیٹ مسئولہ مرتضٰی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولس آفس ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خالد نے خلافِ شرع کوئی مسئلہ بیان کیا اور بکر نے جس کے ذہن میں وہ غلط ہے بغرضِ اصلاح سوال کیا تو کہا بکر کا یہ سوال غلط ہے اور خالد نے یہ مسئلہ شرعیہ استصوابیہ کو نہیں سمجھایا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

## الجواب

بکر کے ذہن میں جبکہ خالد کا مسئلہ صحیح نہ تھا تو بکر کا اُسے پوچھنا کچھ بیجا نہ ہوا اور خالد کا نہ بتانا سخت بیجا ہوا خصوصًا جبکہ خالد نے مسئلہ غلط بیان کیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/ ۲۳۸
کنز العمال حدیث ۴۳۸۱۱ موسسۃ الرسالہ ۱۶/ ۳۲

[2] القرآن الکریم ۸۷/ ۹

**مسئلہ ۳۶۴:** از ملک آسام ضلع گوہٹی مرسلہ محمد طیب اللہ ۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سید و عالم ایسا ہے کہ تمام شہر کا استاد ہے اور فتوے و فرائض و امامت عیدگاہ اور جنازہ وغیرہ کا کام اُسی سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی ضیافت میں اکراماً یا امتیازاً ایک ہی دسترخوان پر ان کو برتن میں اور مہمان کو پتے میں کھلائیں تو شرعاً یہ درست ہے یا نادرست؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

بلاشبہہ جائز ہے، علماء سادات کو رب العزۃ عزوجل نے اعزاز و امتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام امر شرع کا امتثال اور صاحبِ حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔

قال اللہ تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[1]۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا) تو فرما کیا برابر ہوجائیں گے عالم اور جاہل۔

جب اللہ جل وعلا ہی نے علماء و جہلا کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی اُن کا امتیاز لازم، اسی باب سے ہے علمائے دین کو مجالس میں صدر مقام و مسندِ اکرام پر جگہ دینا کہ سلفاً و خلفاً شائع و ذائع اور شرعاً و عرفاً مندوب و مطلوب۔ ام المومنین صدیقہ صلی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم کی خدمت اقدس میں ایک سائل کا گزر ہوا اسے ایک ٹکڑا اعطا فرما دیا ایک شخص خوش لباس شاندار گزرا اسے بٹھا کر کھانا کھلایا اس بارہ میں ام المومنین سے استفسار ہوا، فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے لائق برتاؤ کرو۔ دیکھو یہ تفرقہ برتن اور پتے کے فرق سے کہیں زائد ہے اور عالم و جاہل و سید و غیر سید کا امتیاز سائل و خوش لباس کے امتیاز سے کہیں بڑھ کر۔

ابوداؤد فی سننہ عن میمون بن ابی شبیب ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مربہا رجل علیہ ثیاب وھیأۃ فاقعدتہ

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت میمون بن ابی شبیب سے روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس سے ایک شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے گزرا تو آپ نے اسے

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۹

۲۳ فاکل فقیل لہا فی ذٰلک فقالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انزلو الناس منازلہم[1]

بٹھا کر کھانا کھلایا پھر آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسبِ مراتب سلوک کیا کرو (ت)

امام مسلم اپنے مقدمہ صحیح میں فرماتے ہیں:

لایقصر بالرجل العالی القدر عن درجتہ ولایرفع متضع القدر فی العلم فوق منزلتہ و یعطی کل ذی حق فیہ حقہ و ینزّل منزلتہ، وقد ذکر عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ننزل الناس منازلہم[2]

بلند مرتبہ شخص کی حسبِ مرتبہ عزت و قدر ہونی چاہئے اس کی توقیر کرنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے اور پست درجہ والے کو اس کی حیثیت سے بڑھانا بھی مناسب نہیں اس سلسلے میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک کیا کریں۔ (ت)



ہاں علماء و سادات کو یہ ناجائز و ممنوع ہے کہ آپ اپنے لئے سب سے امتیاز چاہیں اور اپنے نفس کو اور مسلمانوں سے بڑا جانیں کہ یہ تکبر ہے اور تکبر ملک جبار جلت عظمتہ کے سوا کسی کو لائق نہیں، بندہ کے حق میں گناہ اکبر ہے، الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین[3] کیا جہنم میں نہیں ہے ٹھکانا تکبر والوں کا۔ جب سب علما کے آقا سب سادات کے باپ حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتہا درجہ کی تواضع فرماتے اور مقام و مجلس و خورش و روش کسی امر میں اپنے بندگان بارگاہ پر اختیار نہ چاہتے تو دوسرے کی کیا حقیقت ہے مگر مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ سب سے زائد علما و سادات کا اعزاز و امتیاز کریں یہ ایسا ہے کہ کسی شخص کو لوگوں سے اپنے لئے طالبِ قیام ہونا مکروہ اور

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[2] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴

[3] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

لوگوں کا معظم دینی کے لئے قیام مندوب۔ پھر جب اہلِ اسلام اُن کے ساتھ امتیاز خاص کا برتاؤ کریں تو اُس کا قبول انھیں ممنوع نہیں، امیر المومنین سیدنا مولٰی علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی کہیں تشریف فرما ہُوئے صاحبِ خانہ نے حضرت کے لئے مسند حاضر کی امیر المومنین اُس پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: کوئی گدھا ہی عزت کی بات قبول نہ کرے گا۔

سعید بن منصور فی سننہ عن سفین بن عیینہ عن عمرو بن دینار عن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما قال القی لعلی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وسادۃ فقعد علیہا وقال لایابی الکرامۃ الاحمار ورواہ الدیلمی[1] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکرہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے انھوں نے عمرو بن دینار سے انھوں نے محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے وسادۃ (یعنی بچھونا) بچھایا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: عزّت و توقیر کا انکار گدھا ہی کر سکتا ہے۔ اور محدث دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر اس نے وہی حدیث بیان فرمائی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)



---

[1] المقاصد الحسنۃ بحوالہ سعید بن منصور حدیث ۱۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴۶۹

# مجالس و محافل

## میلاد شریف، گیارھویں شریف، مرثیے، ذکرِ شہادت وغیرہ



**مسئلہ ۲۶۵** از امروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہد صاحب میلاد خواں ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجالسِ میلاد میں امردوں کو بازو بناکر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور وہ کون سی حالتیں ہیں جن کے سبب سے مولود کا پڑھنا سننا ناجائز ہوجاتا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

امرد کہ اپنی خوبصورتی یا خوش آوازی سے محل اندیشۂ فتنہ ہو خوش الحانی میں اسے بازو بنانے سے ممانعت کی جائے گی فان ھذا الشرع المطھر جاء بسد الذرائع و اﷲ لایحب الفساد (کیونکہ یہ پاک شریعت (ناجائز) ذرائع کی روک تھام کرتی ہے اﷲ تعالٰی فتنہ وفساد کو پسند نہیں فرماتا۔ ت) منقول ہے کہ عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور امرد کے ساتھ ستر۔ علماء فرماتے ہیں امرد کا حکم مثل عورت کے ہے۔

فی رد المحتار عن الھندیۃ عن الملتقط الغلام اذا بلغ مبلغ

ردالمحتار میں بحوالہ ہندیہ اس نے الملتقط سے نقل کیا ہے کہ لڑکا جب مردوں کی حد کو پہنچ جائے

الرجال ولم یکن صبیحا فحکمہ حکم الرجال وان کان صبیحا فحکمہ حکم النساء[1]

اور خوبصورت نہ ہو تو وہ مردوں کا حکم رکھتا ہے یعنی اس پر مردوں والے حکم کا اطلاق ہوگا اور اگر وہ خوبصورت ہو تو عورتوں کا حکم رکھتا ہے (ت)

علماء نے اباحتِ سماع کے شرائط میں یہ بھی شمار فرمایا کہ اُن میں کوئی امرد نہ ہو۔

فی ردالمحتار عن التتارخانیۃ عن العیون لہ شرائط ستۃ ان لایکون فیھم امرد[2] الخ۔

فتاوٰی شامی میں تتارخانیہ سے اس نے العیون سے روایت کی ہے کہ سماع کے لئے چھ شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان میں بے ریش لڑکا نہ ہو الخ۔ (ت)

وہ پڑھنا سُننا جو منکراتِ شرعیہ پر مشتمل ہو ناجائز ہے جیسے روایات باطلہ وحکایاتِ موضوعہ واشعار خلافِ شرع خصوصًا جن میں توہینِ انبیاء وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام ہو کہ آج کل کے جاہل نعت گویوں کے کلام میں یہ بلائے عظیم بکثرت ہے حالانکہ وہ صریح کلمۂ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۶: کوہ نینی تال چھوٹا بازار مرسلہ شیخ علی الدین احمد صاحب ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

خدمت میں علمائے دین کی عرض ہے کہ جو مولود شریف چندہ اہل ہنود سے ہوا اس میں بدنی اور مالی شرکت اور اہتمام اہل ہنود رہا اور وقت شروع مولود شریف اہل ہنود کی اجازت سے ہی شروع ہوا اور انکی اجازت سے ہی ختم ہوا اور انکی اجازت سے ہی شیرینی تقسیم ہوئی اور نیچے عام سڑک بازار میں فرش ہو کر کتاب پڑھی جاتی تھی اور اُوپر دکانوں کے چپ وراست بالاخانوں کے چھجّوں پر اہل ہنود بیٹھے تھے اور ساتھ حکم کے اہتمام کرا رہے تھے اور ہر ایک کام ان کی اجازت سے ہی ہوتا تھا اور یہ شخص ایسے لہجہ سے آواز بنا کر پڑھتا ہے کہ مراثی لوگوں کو مات کرتا ہے جو لوگ بے علم وناواقف ہیں وہ اسکی آواز اور لہجہ پر لوٹ ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس زید نے اپنے پانچ روپے فیس مولود شریف کی پڑھوائی مقرر کر رکھے ہیں بغیر پانچ روپیہ فیس کے کسی کے یہاں جاتا نہیں اور وقت نماز سب سے پہلے سبقت امامت کی کرتا ہے اور اپنے آپ کو "مولوی صاحب" کے لفظوں سے اپنے قلم سے لکھتا ہے اور کچھ معمولی روایتیں علمائے دین سے یاد کرلی ہیں اور جمعہ کے روز مسجد میں منبر پر

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۳

[2] " " " " " ۵/۲۲۲

بیٹھ کر وعظ پڑھتا ہے اور پیرا مریدی بھی کرتا ہے اور وقت ختم ہونے مولود شریف کے اعلان باآواز بلند اُسی زید مولود خواں نے کہا کہ دیکھوان اہل ہنود صاحبوں کی امداد اور شرکت سے میرے یہاں پر کیسی رونق روشنی وغیرہ کی تم مسلمانوں سے دس حصہ اور بیس حصہ زائد ہوئی۔ لہذا اب اس معاملہ میں استفتاء شرعی جو کچھ ہو وہ مشرح ہر فقرہ کا جواب تحریر فرمائیں۔ جملہ اہلِ اسلام کوہ نینی تال چھوٹا بازار

## الجواب

سائلین کے بیان سابق سے واضح ہُوا کہ یہ چندہ ہندوؤں نے خود نہ کیا بلکہ زید میلاد خواں نے مجلس کی اور مسلمانوں سے برخلاف ہو کر ہندوؤں سے چندہ لیا اور اُن کی امداد سے یہ کام کیا یہ سراپا خلافِ شرع ہوا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انالا نستعین بمشرك۔ اخرجه احمد و ابوداؤد وابن[1] ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے (اس کو صحیح سند کے ساتھ امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)



علمائے کرام تو امورِ دین میں کافر کتابی سے اتنی مدد لینی بھی مکروہ رکھتے ہیں کہ اپنی قربانی ذبح کرنے کو اس سے کہے حالانکہ وہ ایک کام خدمت لینا ہے نہ کہ معاذ اللہ دینی بات کے لئے مشرکوں سے مانگنا دینی کام کا دار مدار سب انھیں کی اجازت پر ہونا اسے کوئی سچا مسلمان کامل الایمان گوارا نہیں کرسکتا۔ تنویر الابصار و ردالمحتار وغیرہما میں ہے :

کرہ ذبح الکتابی ای بالامر لانہا قربة ولاینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین[2] الخ۔

کسی مسلمان کے حکم دینے سے کتابی کا قربانی کے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ قربت ہے یعنی تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے اور یہ مناسب نہیں کہ دینی کاموں میں کسی کافر سے مدد لی جائے الخ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۶۸
سُنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک یسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹
سُنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب الاستعانۃ بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

[2] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۸

دوسرا[۲] امر ناجائز اس مجلس میں یہ تھا کہ عام سڑک پر خصوصاً بازار میں جہاں آمد و رفت کی زیادہ کثرت رہتی ہے فرش کر کے کتاب پڑھنا کہ یہ حقوق عامہ میں دست اندازی ہوئی شریعت میں تو اسی لحاظ سے راستے میں نماز پڑھنی بھی مکروہ ہوئی نہ کہ بازار کی سڑک پر مجلس۔ درمختار و ردالمحتار میں ہے:

تکرہ الصلٰوۃ فی طریق لان فیہ شغلہ بمالیس لہ لانہا حق العامۃ للمرور[۱] اھ مختصراً۔

راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ راستہ اس کام کے لئے نہیں لہٰذا اس کام کا کرنا لوگوں کے گزرنے کے حق کو متاثر کرتا ہے اھ مختصراً (ت)

تیسری[۳] سخت بیہودہ بات کتاب و قاری کا نیچے اور کافروں کا چھجوں پر ہونا کہ سخت بے تعظیمی کتاب و ذکر شریف تھی، حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو جب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنا ذکر شریف سنتے تو مسجد اقدس میں ان کے لئے منبر بچھاتے وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت و مدحت اور حضور کے دشمنوں بدگویوں کی مذمت بیان کرتے کما رواہ الامام البخاری فی صحیحہ (جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے۔ت) نہ کہ معاذ اللہ کتاب نیچے اور کفار اونچے ہوں۔



زید[۴] نے جو اپنی مجلس خوانی خصوصاً راگ سے پڑھنے کی اجرت مقرر کر رکھی ہے ناجائز و حرام ہے اس کا لینا اُسے ہرگز جائز نہیں اس کا کھانا صراحۃً حرام کھانا ہے اس پر واجب ہے کہ جن جن سے فیس لی ہے یاد کر کے سب کو واپس دے وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو پھیرے، پتا نہ چلے تو اتنا مال فقیروں پر تصدق کرے، اور آئندہ اس حرام خوری سے توبہ کرے تو گناہ سے پاک ہو۔ اوّل تو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک خود عمدہ طاعات و اجل عبادات سے ہے اور طاعت و عبادت پر فیس لینی حرام۔ مبسوط پھر خلاصہ پھر عالمگیری میں ہے:

لایجوز الاستیجار علی الطاعات کالتذکیر ولایجب الاجر[۲] اھ ملخصاً۔

نیک کاموں میں اجرت لینا جائز نہیں، جیسے وعظ کرنا۔ اور اجرت واجب نہیں ہوگی اھ ملخصاً (ت)

خلاصہ پھر تتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے:

الواعظ اذا سأل الناس شیئا فی

جب وعظ کرنے والا مجلس میں اپنے لئے کچھ

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۵۴

[۲] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴۸

المجلس لنفسه لایحل له ذٰلك لانه اکتساب الدنیا بالعلم[1]

مانگے تو اس کے لئے ایسا کرنا حلال نہیں کیونکہ اس میں علم کے ساتھ دنیا کا حصول ہے۔ (ت)

قنیہ پھر اشباہ پھر درمختار میں ہے:

ونظم الدرر اتم حیث یقول تسمی شرکة صنائع واعمال ابدان ان اتفق ان صانعان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقھا ومنه تعلیم کتابة وقراٰن و فقه علی المفتی به بخلاف دلالین و مغنین وشھود محاکم وقراء مجالس و تعازی ووعاظ وسؤال[2] اھ۔

درمختار کی عبارت زیادہ تام اور مفصل ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں (شرکت تقبل) جس کو شرکت صنائع واعمال وابدان کہا جاتا ہے (صنائع صنعت کی جمع ہے اس کے معنی ہیں پیشہ اور پیشہ ور کی کارکردگی۔ اعمال اور ابدان، عمل اور بدن کی جمع ہیں۔ چونکہ اس میں غالباً دونوں افراد کا جسمانی کام ہوتا ہے اس لئے اس کو یہ نام دیا گیا) اگر دو پیشہ ور اس بات پر باہمی اتفاق کرلیں کہ وہ ایسا کام لیں گے جس میں استحقاق اجرت ممکن ہے اور اسی شعبہ سے کتابت سکھانا، قرآن مجید اور علم فقہ پڑھانا اس قول کے مطابق کہ جس پر فتوٰی دیا گیا ہے بخلاف دو دلالوں کی شرکت کے اور دو گویوں کی شرکت کے۔ فیصلے کے دو گواہوں، مجلس میں قرآن مجید پڑھنے والوں، تعزیت کرنے والوں، وعظ کرنے والوں اور اصرار کے ساتھ مانگنے والوں کی شرکت کے اھ (ت)

ثانیاً بیان سائل سے ظاہر کہ وہ اپنی شعر خوانی و زمزمہ سنجی کی فیس لیتا ہے یہ بھی محض حرام۔

فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لاتجوز الاجارة علی شیئ من الغناء و قراءة الشعر ولا اجر فی ذٰلك وھذا کله قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمھم اللّٰه تعالٰی کذا فی غایة البیان[3] اھ مختصرًا۔

گانا اور اشعار پڑھنا (ایسے اعمال ہیں) ان میں سے کسی پر مزدوری اور اجرت لینا جائز نہیں اور نہ ان میں اجرت ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی تینوں کا یہ قول اور فتوٰی ہے، چنانچہ غایۃ البیان میں یونہی مذکور ہے اھ مختصراً۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹

[2] درمختار کتاب الشرکۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۳

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴۹

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ امامت میں اس کا سبقت کرنا بھی گناہ ہے جبکہ حاضرین میں اس کے سوا کوئی اور شخص قرآن مجید صحیح پڑھنے والا سُنی صحیح العقیدہ متقی موجود ہو کہ جب یہ علانیہ حرام کھاتا ہے تو کھلا فاسق ہے اور فاسق کو اور لوگ اگر آگے کریں تو گنہگار رہوں نہ کہ خود ہی آگے بڑھ جائے۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یأثمون[1] | اگر کسی فاسق کو لوگ امامت کے لئے آگے کریں تو گناہگار رہوں گے (ت)

یونہی اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب لکھنا بھی گناہ و مخالفِ حکمِ قرآن عظیم ہے۔

قال اللہ تعالٰی ھو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض و اذ انتم اجنۃ فی بطون امھٰتکم فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی[2] ۵ | (اللہ تعالٰی نے فرمایا) اللہ تعالٰی تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے اٹھان دی اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں چھپے تھے تو اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ کہو خدا خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہے۔

اور فرماتا ہے:

الم تر الی الذین یزکون انفسھم بل اللہ یزکی من یشاء[3] | کیا تُو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جو آپ اپنی جان کو ستھرا بتاتے ہیں بلکہ خدا ستھرا کرتا ہے جسے چاہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال انا عالم فھو جاھل۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[4] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔ | جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے (امام طبرانی نے الاوسط میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] القرآن الکریم ۵۳ / ۳۲

[3] " " ۴ / ۴۹

[4] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۶۸۴۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷ / ۴۳۳

ہاں اگر کوئی شخص حقیقت میں عالم دین ہو اور لوگ اُس کے فضل سے ناواقف اور یہ اس سچی نیت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں ہدایت پائیں اپنا عالم ہونا ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں جیسے سیدنا یوسف علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تھا: اِنّی حفیظ علیمٌ[1] (بیشک میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ ت) پھر یہ بھی سچے عالموں کے لئے ہے۔

زیدؔ جاہل کا اپنے آپ کو مولوی صاحب کہنا دونا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ جھوٹ اور جھوٹی تعریف کا پسند کرنا بھی شامل ہوا۔

قال اللہ عزوجل لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بمالم یفعلوا فلاتحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم[2]

(اللہ عزوجل نے فرمایا) ہرگز نہ جانیو تو انھیں جو اتراتے ہیں اپنے کام پر اور دوست رکھتے ہیں لسے کہ تعریف کئے جائیں اس بات سے جو انھوں نے نہ کی تو ہرگز نہ جانیو انھیں عذاب سے پناہ کی جگہ میں اور اُن کے لئے دکھ کی مار ہے۔

معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول:



یفرحون باضلالھم الناس وبنسبۃ الناس ایاھم الی العلم ولیسوا باھل العلم[3]

خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے اور اس پر کہ لوگ انھیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں۔

جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔ وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو ان میں کسی چیز کا بیان جائز نہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی[4]

جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (اس کو امام ترمذی نے

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۵

[2] " " ۳/ ۱۸۸

[3] معالم التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۱۸۸ مصطفی البابی حلبی مصر ۱/ ۴۶۵

[4] جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

وصححه عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور اسے قرار دیا۔ (ت)

احادیث میں اسے صحیح وغلط وثابت وموضوع کی تمیز نہ ہوگی، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من یقل علی مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ البخاری[1] فی صحیحہ عن سلمۃ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہ فرمائی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (امام بخاری نے اپنی صحیح میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ رواہ الائمۃ احمد والشیخان[2] والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

بے علم مسئلہ بیان کیا سو آپ بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)



دوسری حدیث میں آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض۔ رواہ ابن عساکر[3] عن امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجھہ۔

جو بے علم فتوٰی دے اُسے آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کریں (ابن عساکر نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

یونہیں جاہل کا پیر بننا لوگوں کو مُرید کرنا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا چھوٹا منہ بڑی بات ہے پیر ہادی ہوتا ہے اور جاہل کی نسبت ابھی حدیثوں سے گزرا کہ ہدایت نہیں کرسکتا نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ فقہ سے ع

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱
[2] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب " " " ۱/
جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی ذھاب العلم کتب خانہ رشیدیہ ۲/۹۰
[3] الفقیہ والمتفقہ ماجاء من الوعید الخ ۱۰۴۳ دار ابن جوزیہ جدہ ریاض ۲/۳۲۶

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

(کیونکہ جاہل اللہ تعالٰی کو نہیں پہچان سکتا۔ت)

زید کا مشرکین کی مدح وستائش علی الاعلان خصوصاً منبر پر ذکر شریف بیان کرنا خصوصاً انھیں مسلمانوں پر ترجیح دینا سخت ناپسند رب العزت جل وعلا ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلک العرش۔[1] رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلی والبیھقی فی الشعب عن انس بن مالک وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب جل وعلا غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ (غیبت کی برائی) میں، ابویعلٰی اور بیہقی نے حضرت انس بن مالک اور ابن عدی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسکو روایت کیا ہے۔ت)

اس بیان سے تمام مراتب مسئولہ سائلین کا جواب ہوگیا، زید پر لازم کہ توبہ کرے۔ اللہ عزوجل توفیق دینے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۶۲:** از درو تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیام بوقت میلاد شریف سنت ہے یا مباح؟ اور تارک کی اس قیام پر حرف زنی درست ہے یا نہ؟ بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ت)

## الجواب

مستحب ہے،

کما نص علیہ ائمۃ ذو روایۃ ودرٰیۃ کما فی عقد الجوھر[2] والدرالسنیۃ وغیرھما من الکتب البھیۃ ولنا فیہ

جیسا کہ ائمہ روایت ودرٰیت نے اس کی تصریح فرمائی جیسا کہ عقد الجوہر اور درر سنیہ وغیرہ قیمتی کتب میں مذکور ہے، اور اس موضوع پر ہمارا

---

[1] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰

[2] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر مطبوعہ جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

رسالة كافية شافية باذن الله تعالٰی سمیناها "اقامة القیامة علی طاعن القیام لنبی تهامة" صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

ایک رسالہ بنام "اقامة القیامة علی طاعن القیام لنبی تہامة" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس شخص پر قیامت برپا کردینا جو نبی تہامہ کے لئے قیامِ تعظیم پر زبانِ طعن دراز کرے) لکھا ہے یہ اللہ تعالٰی کے حکم سے اپنے موضوع پر کافی اور بیمار ذہنوں کو شفا بخشنے والا ہے۔ (ت)

یُوں ترک کہ چند لوگ بیٹھے ہیں ذکرِ ولادتِ اقدس آیا تعظیمِ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے انکار نہیں مگر اُس وقت بیٹھے رہے کہ آخر قیام واجب نہیں ایسے ترک پر طعن نہیں، اور اگر یُوں ترک ہو کہ مجلس میں اہلِ اسلام نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے قیام کیا یہ بلا عذر جما رہا تو قطعاً محلِ طعن و دلیل مرضِ قلب ہے، نظیر اس کی شاہدِ عین یہ ہے کہ کسی مجمع میں بندگانِ سلطانی تعظیمِ سلطانی کیلئے سروقد کھڑے ہوں اور ایک نامہذب بے ادب قصداً بیٹھا رہے ہر شخص اسے گستاخ کہے گا اور بادشاہ کے عتاب کا مستحق ہوگا یُوں ہی اگر ترکِ قیام بربنائے اصول باطلہ وہابیت ہو تو شنیع تر ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۶۸:** از کانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ محمد رسول ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

ماقولکم ایها العلماء الکرام (اے علماء کرام! تمہارا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ ذکرِ میلاد کے وقت جیسا کہ آجکل قیام کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

قیام وقتِ ذکرِ ولادت حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام مستحب، ومقبول ائمہ کرام وعلماء اعلام و رائج و معمول حرمین طیبین و جملہ بلاد دار الاسلام ہے شرعِ مطہر سے اُس کے منع پر اصلاً دلیل نہیں ومن ادعی فعلیه البیان اس مسئلہ کی تفصیل جلیل کتاب مستطاب اذاقة الاٰثام لمانعی عمل المولد والقیام (ان لوگوں کے گناہ جو میلاد اور قیام سے روکنے والے ہیں۔ ت) تصنیف لطیف حضرت خاتم المحققین امام المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد و رسالہ اقامة القیامة علی طاعن القیام لنبی تہامة تالیف فقیر نحیف و دیگر کتب و رسائل علماء و افاضل میں ہے، علامہ سید جعفر برزنجی مدنی قدس سرہ السنی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر ولادته الشریفة ائمة ذو روایة و رؤیة فطوبٰی لمن کان تعظیمه

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکرِ ولادت شریف کے وقت کھڑا ہونے کو ائمہ روایت و درایت نے مستحسن قرار دیا ہے لہذا اس خوش نصیب کیلئے

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مراھہ ومرماہ خاتمۃ المحدثین[1]

خوشخبری ہے جس کا غایت مقصد اور مرکز نگاہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔(ت)

علامہ سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی الدرر السنیہ میں فرماتے ہیں:

من تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفرح بلیلۃ ولادتہ وقراءۃ المولد والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واطعام الطعام وغیر ذٰلک مما یعتاد الناس فعلہ من انواع البر فان ذٰلک کلہ من تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد افردت مسائلۃ المولد وما یتعلق بھا بالتالیف واعتنی بذٰلک کثیر من العلماء فالفوا فی ذٰلک مصنفات مشحونۃ بالادلۃ والبراھین فلاحاجۃ لنا الی الاطالۃ بذٰلک انتھی[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان کی ولادت والی رات میں خوشی منائے، تذکرۂ ولادت کرے اور بوقتِ ولادت قیام کرے، لوگوں کو کھانا کھلائے اور ان کے علاوہ دیگر امورِ خیر بھی انجام دے جن کے کرنے کے عادی ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب کام حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم میں شمار ہوتے ہیں اور میں نے میلادِ رسول اور اس سے متعلقہ مسائل پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور بے شمار علماء نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے، چنانچہ اس موضوع پر ان حضرات نے ایسی کتابیں تصنیف فرمائیں جو عقلی ونقلی دلائل سے بھری پڑی ہیں، لہذا ہمیں اس موضوع کو طویل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، انتہی۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۶۹:** از کانپور پرانی سبزی منڈی کی مسجد مرسلہ مولوی احمد علی صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰے آپ پر رحم وکرم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ دیارِ بنگالہ میں آج کل بعض بعض مولوی اور میاں جی دو تین چھوکروں کو جو لحن دلکش و دلآویز رکھتا ہو اردو فارسی غزل کا وزن گٹکری کا ساتھ تعلیم دیتے ہیں جب کہیں مولود شریف کی دعوت ہوتی ہے تو ان چھوکروں کو ہمراہ لے کر جاتے ہیں اور محفل میلاد شریف ہوگا کر کے عوام وخواص کو اطلاع واعلان کرتے ہیں جب سامعین مجتمع ہوجاتے ہیں تو فارسی واردو غزل اور قصائد واشعار

---

[1] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

[2] الدرر السنیہ

گوناگوں کوان چھوکروں کے سور سے اپنی سور ملاکر اس طور پڑھتے کہ مجال کیا ہے کسی کو جو اس میں اور رنڈیوں کے گانے میں کچھ بھی فرق سمجھے مگر سامعین میں سے اکثر تو ایسے ہیں کہ فارسی و اردو تو بالکل نہیں سمجھتے مجرد وزن اور آواز ہی پر فریفتہ ومفتون ہو کر سماعت کرتے ہیں اور گاہ بگاہ عبارت منثورہ سے اپنی زبان میں سمجھا دیتے ہیں وہ بھی اکثر بے اصل ہے اس طور پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

ایسا پڑھنا ممنوع ہے، یہ پڑھنا نہیں گانا ہے، اور امرد کے گانے میں فتنہ ہے، اور فتنہ کا بند کرنا واجب۔

فی رد المحتار عن التاتارخانیة عن العیون سماع غناء حرام ومن اباحه فلمن تخلی عن اللهو وتحلی بالتقوی واحتاج الی ذلك احتیاج المریض الی الدواء وله شرائط ستة ان لایکون فیهم امرد[1] الخ ملخصًا و فی الخیریة عن التتارخانیة عن نصاب الاحتساب التغنی واستماع الغناء حرام ومن اباحه فلمن تخلی عن الهوی وله شرائط ان لایکون فیهم امرد ولا امرأة[2] الخ ملتقطا۔

فتاوٰی شامی میں بحوالہ تاتارخانیہ "العیون" سے روایت ہے کہ گانا سننا حرام غذا ہے پس جس کسی نے اسے مباح قرار دیا تو یہ اس کے لئے اس صورت میں ہے کہ کھیل وغیرہ سے خالی ہو اور زیور تقوٰی سے آراستہ ہو اور اسے اس کی طرف کچھ اس طرح کی احتیاج اور ضرورت ہو جس طرح مریض کو دوا کی احتیاج ہوتی ہے اور اس کے لئے چھ شرائط ہیں، ایک یہ کہ ان میں کوئی بے ریش لڑکا شریک نہ ہو الخ ملخصا، اور فتاوٰی خیریہ میں تتارخانیہ کے حوالے سے نصاب الاحتساب سے منقول ہے کہ گانا گانا اور سننا حرام ہے اور جس نے اسے مباح کہا تو یہ اس کے لئے ہے جو نفسانی خواہش سے خالی ہو اور اس کے جواز کی چھ شرائط ہیں، ایک یہ کہ ان میں کوئی بے ریش لڑکا اور کوئی عورت شریک نہ ہو اھ ملتقطا (ت)

یونہی بے اصل و باطل روایات کا پڑھنا سننا حرام وگناہ ہے، نص علیه علماء القدیم والحدیث فی کتب الفقه واصول الحدیث (چنانچہ قدیم علمائے کرام نے فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں میں

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۲

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الکراہۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۹

اس کی صراحت فرمائی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶: ۸ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بہت لوگ اس قسم کے ہیں کہ تفسیر و حدیث بے خواندہ و بے اجازت اساتذہ بر سر بازار و مسجد وغیرہ بطور وعظ و نصائح کے بیان کرتے ہیں حالانکہ معنی و مطلب میں کچھ مس نہیں فقط اردو کتابیں دیکھ کے کہتے ہیں، یہ کہنا اور بیان کرنا ان لوگوں کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

## الجواب

حرام ہے اور ایسا وعظ سننا بھی حرام۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار[1]، والعیاذ باللہ العزیز الغفار، والحدیث رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جس شخص نے قرآن مجید میں بغیر علم کچھ کہا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ سمجھ لینا چاہئے۔ اللہ تعالٰی کی پناہ جو سب پر غالب اور سب کچھ بخش دینے والا ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دے کر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے ذکر فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۷: از بدایوں ۸ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد حضور خیر العباد علیہ الوف تحیۃ الٰی یوم التناد میں جو شخص کہ مخالف شرع مطہر ہو مثلاً تارک صلوٰۃ شارب خمر ہو داڑھی کترواتا یا منڈواتا ہو مونچھیں بڑھاتا ہو بے وضو بے ادبی گستاخی سے بروایات موضوعہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا پڑھاتا ہو اور اگر کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزاء و مزاح کرے بلکہ اپنے معتقدین کو حکم کرے کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے اُن کے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی اُن کے دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہے، ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اُس کو پڑھنا یا منبر و مسند پر تعظیماً بیٹھنا بٹھانا بانی مجلس و حاضرین و سامعین کا ایسے اشخاص کو بوجہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ماجاء یفسر القرآن آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۹

خوش آوازی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے آدمی سے رب العزت جل مجدہٗ اور روح حضور فخرِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوش ہوتی ہے یا ناخوش؟ اور پروردگارِ عالم ایسی مجالس سے خوش ہوکر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب؟ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں؟ بانیان اور حاضرین محافل کے مستحق رحمت ہیں یا غضب؟ بینوا من الکتاب توجروا عند رب الارباب (کتاب کے حوالہ سے بیان فرماؤ تاکہ رب الارباب کے ہاں سے اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

## الجواب

افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق و فاجر مستحق عذاب یزداں وغضب رحمٰن اور دنیا میں مستوجب ہزاراں ذلت و ہوان، خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے منبر و مسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے۔ تبیین الحقائق و فتح اللہ المعین وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے:

في تقديم الفاسق تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعا۔[1]

فاسق کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ بوجہ فسق لوگوں پر شرعاً اس کی توہین کرنا واجب اور ضروری ہے۔ (ت)



روایاتِ موضوعہ پڑھنا بھی حرام سُننا بھی حرام، ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کمال ناراض ہیں، ایسی مجالس اور اُن کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضبِ الٰہی ہیں یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال شدید میں جدا جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اس کا اپنا گناہ اس پر علاوہ اور ان حاضرین و قاری سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور اپنا گناہ اس پر طرہ مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار گناہ اور اس کذاب قاری پر ایک ہزار ایک گناہ اور بانی پر دو ہزار دو گناہ ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اس قاری کے اور ایک خود اپنا، پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدر روایات موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب وبال وعذاب تازہ ہوتا مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلماتِ مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے تو اُن حاضرین میں ہر ایک پر سو سو گناہ اور اس قاری علم و دین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور بانی پر دو لاکھ دو سو، وقس علی ہذا، رسول اللہ

---

[1] فتح المعین کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۸

تبیین الحقائق باب الامامۃ، المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴ و غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذٰلک من اجورھم شیئا ومن دعا الیٰ ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من تبعہ لا ینقص ذٰلک من اثامھم شیئا[۱]۔ رواہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ۔

جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا تو اسکے جتنے پیروکار ہونگے ان سب کے اجر و ثواب کے برابر اس داعی کو بھی ثواب ہوگا اور پیروکاروں کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، اور جس کسی شخص نے لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دی تو جتنے لوگ ان کا اتباع کریں گے ان سب کے برابر دعوت دینے والوں کو گناہ ہوگا لیکن گمراہی میں اتباع کرنے والوں کے گناہوں میں بھی ذرہ برابر کمی نہیں ہوگی۔ ائمہ کرام امام احمد، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔(ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پاک و منزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں البتہ وہاں ابلیس و شیاطین کا ہجوم ہوگا، والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ تعالٰے کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) ذکر شریف حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز اگر نیت معاذ اللہ استخفاف کی نہ ہو، حدیث صحیح میں ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علیٰ کل احیانہ[۲]۔ رواہ الائمۃ احمد و

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہمہ وقت اللہ تعالٰی کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ امام احمد،

---

[۱] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۹۷
جامع الترمذی ابواب العلم ۲/۹۲ و سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ حسنۃ الخ ص ۱۹
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۹
صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
[۲] صحیح مسلم کتاب الحیض باب ذکر اللہ تعالٰے فی حال الجنابۃ الخ " " " ۱/۱۶۲
صحیح البخاری ۱/۴۴ و ۸۸ و سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الرجل بذکر اللہ الخ ۱/۴
سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ذکر اللہ تعالٰے علی الخلاء ص ۲۶
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۷۰ و ۱۵۳

ومسلم والاربعة الا النسائی عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا ورواہ البخاری تعلیقا۔

مسلم، بخاری، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ (سوائے نسائی کے) سب نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سند سے اسکو روایت کیا البتہ امام بخاری نے بطور تعلیق اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

اور اگر عیاذ باللہ استخفاف وتحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے، یوہیں مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزاء صراحۃً کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی قل اباللہ واٰیتہ ورسولہ کنتم تستھزءون ۝ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب رسول! ان لوگوں سے فرما دیجئے کیا تم اللہ تعالٰی، اس کی آیات اور اس کے رسول سے استہزاء اور مذاق کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ کیونکہ تم ایمان کا انکار کرنے والے ہو۔ (ت)

یوہیں وہ کلمۂ ملعونہ کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں الخ صاف سنّتِ متواترہ کی توہین اور کلمۂ کفر ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (خدا کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر، سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس عزت وتوقیر کے مالک کا علم کامل اور نہایت درجہ پختہ ہے۔ ت) فقط۔

**مسئلہ ۳۷۲:** از اترولی ضلع اعظم گڈھ محلہ مغلاں مرسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

بے نمازی مسلمان کے گھر میلاد شریف کی محفل میں شریک ہونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

مجلسِ میلاد شریف نیک کام ہے اور نیک کام میں شرکت بُری نہیں، ہاں اگر اس کی تنبیہ کے لئے اُس سے میل جول یک لخت چھوڑ دیا ہو تو نہ شریک ہوں یہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۷۳:** از کلی ناگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حرام کرنے والا مولود پڑھتا ہے اور حرام سے توبہ کرتا ہے اور بعد مولود پڑھنے کے پھر حرام کرنے پر کمر باندھے ہے تو اس کے حق میں مولود کا پڑھنا کیسا ہے اور وہ شخص مجلس میں مولود پڑھنے کے اور بلانے کے قابل ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶

## الجواب

جس شخص کی نسبت معروف ومشہور ہے کہ معاذ اللہ وہ حرام کار ہے اس سے میلاد شریف پڑھوانا اور اسے چوکی پر بٹھانا منع ہے،

کما فی تبیین الحقائق وفتح اللہ المعین وغیرھما فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[1]

جیساکہ تبیین الحقائق، فتح اللہ المعین اور دیگر کتب میں مذکور ہے کہ فاسق کو (امامت کیلئے) آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے (ت)

مگر شہرت صحیح ہو نہ جھوٹی بے معنی تہمت، جیسے آج کل بہت نااہل جاہل خدا ناترس اپنے جھوٹے اوہام کے باعث مسلمانوں پر اتہام لگا دیتے ہیں اس سے وہ خود سخت حرام وکبیرہ کے مرتکب اور شدید سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ رہا خالی بلانا وہ مصلحت دینی پر ہے اگر جانے کہ بنرمی سمجھانے میں زیادہ اثر کی امید ہے تو یوں ہی کرے اور اگر جانے کہ دور کرنے اور سختی برتنے میں زیادہ نفع ہوگا تو یہی کرے اور حال یکساں ہے تو شریعت کی غیرت اور دوسروں کی عبرت کیلئے علانیہ دوری بہتر اور اپنے عیبوں پر نظر اور مسلمانوں کے ساتھ رفق ورحمت کے لئے خفیہ نرمی اولٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔



**مسئلہ ۳۷** از محمد صابر عفی عنہ اعظم گڑھ ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہنود میلاد شریف کے چندے میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں یا خود اہل ہنود انفراداً میلاد شریف کرائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

ہندو سے مسلمان امرِ دین میں مدد نہ لے۔ حدیث شریف میں ہے:

انا لانستعین بمشرک۔[2] ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے (ت)

اور اگر وہ خود شرکت چاہیں تو بطور چندہ شریک نہ کیا جائے کہ اس کے مال سے قربت قائم نہیں ہوسکتی ہاں اگر وہ کسی مسلمان کو تملیک کردے یہ مسلمان چندے میں دے دے مضائقہ نہیں جبکہ اس طور پر لینے میں ہندو کے لئے وجہ استعلاء نہ ہو وہ یہ نہ سمجھے کہ مسلمانوں نے مجھ سے استمداد کی میری مدد کے محتاج ہوئے بلکہ احسان مانے کہ میرا مال قبول کرلیا، ہندو اپنے مال سے کوئی کارِ خیر کرے مقبول نہیں،

---

[1] فتح المعین کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۸
تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۱۳۴

[2] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجہاد حدیث ۱۵۰۰۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/۳۹۵
سنن ابی داؤد کتاب الجہاد ۲/۱۹ وسنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص۲۰۸ ومسند احمد بن حنبل عن عائشہ ۶/۶۸

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور کافروں نے جو کام کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انھیں بکھرے ہوئے ذرات کی طرح کر دیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۷۵:** بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ طالب حسین خاں ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

گیارھویں شریف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قیام مولود جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

## الجواب

گیارھویں شریف اور مجلس مبارک میلاد کا قیام جس طرح مکہ معظمہ و مدینہ معظمہ کے علماء کرام اور بلاد دارالاسلام کے خاص و عام میں شائع ہے ضرور جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۷۶:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کہا کہ بعد نماز جمعہ ذکر شہدائے کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہم ہوگا، چنانچہ عمرو نے مسجد میں بعد نماز جمعہ اُس کا اعلان اور اشتہار کر دیا زید نے درمیان اذکار تعریف و فضائل و ذکر شہادت شہدائے کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہم وگریہ وزاری اہلبیت اطہار اور اہلبیت مطہرات کا اونٹوں پر بے پردہ جانا اور قید خانہ میں مقید ہونا اور یزید پلید کا سر دربار بلانا اور گفتگو ہونا جہاں تک کہ زید کو کتبہائے معتبرہ اہلسنت وجماعت سے یاد تھا بیان کر دیا اور اہل سماع کو رقت طاری ہونا اور اس رقت ہونے کی وجہ سے کچھ پڑھنے والے اور سُننے والے کو اجر ملنا اور نیز اسی قسم کا جلسہ اپنے مکانوں میں بنظر ثواب منعقد کرنا بخلاف طریقۂ روافض کے یعنی تعزیہ و علم وغیرہ سے اُس مکان کو معرا رکھنا مذہب اہلسنت والجماعت میں درست ہے یا نہیں اور بعد ختم مجلس شیرینی و شربت و چاء پر فاتحہ و پنج آیت پڑھ کر ثواب شہدائے کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پہنچانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

حضرات کرام کے فضائل و مناقب و مراتب و مناصب روایات صحیحہ معتبرہ سے بیان کرنا سنانا عین ثواب و سعادت ہے اور ذکر شہادت شریف بھی جبکہ مقصود اُن کی اس فضیلت اور اُن کے صبر و استقامت کا بیان ہو مگر غم پروری کا شرع شریف میں حکم نہیں، نہ غم و ماتم کی مجلس بنانے کی اجازت، نہ ایسی باتیں کہی جائیں جس میں اُن کی بے قدری یا توہین نکلتی ہو، ماہ ربیع الاول شریف میں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا مہینہ ہے اور وہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات کا مہینہ، پھر ائمۂ دین و علمائے کاملین اُسے ولادت اقدس کی عید بنایا وفات شریف کا ماتم نہ بنایا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

## مسئلہ ۳۷۷ تا ۳۷۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) بطریقِ روافض بغیر ذکر حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اہلسنت کے واسطے واقعاتِ کربلا بیان کرنا اور بوجہ ہمنامی خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان فرزندانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا تذکرہ منجملہ شہدائے دشت کربلا ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جن مقامات پر آریہ سماج حضرت رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور روافض صحابہ عظام سے بدظنی پھیلاتے ہیں شبانہ روز درمے قدمے سخنے غرضیکہ ہر طرح سے بے حد کوشاں رہتے ہیں وہاں ہر امکانی طریقہ سے عوام کو حفظاً للعقائد ان حضرات کے مناقب اور محامد سے واقف کرنا مذہباً واجب ہوگا یا نہیں؟

(۳) جو شخص بپاس مخالفین امور مذکورہ سے یہ کہہ کر باز رکھے کہ "اگر تم تعریف کروگے تو وہ دل میں بُرا کہیں گے" تو ایسے شخص کی اقتدار کرکے مقاصدِ مخالفین کی تکمیل ہونے دیں یا اس سے قطع تعلق کرلیں۔ جواب مدلل اور مفصل ارشاد فرمایا جائے۔



## الجواب

(۱) افضل اذکار ذکر الٰہی عزجلالہٗ ہے اور ذکرِ الٰہی میں سب سے افضل نماز، اگر نماز بھی بطور روافض پڑھی جائے گی ناجائز وممنوع ہے نہ کہ اور اذکار مجالس محرم شریف میں ذکر شہادت شریف جس طرح عوام میں رائج ہے جس سے تجدید حزن ونوحہ باطلہ مقصود اور اکاذیب وموضوعات سے تلویث موجود خود حرام ہے، صواعق محرقہ پھر ماثبت بالسنۃ میں ہے:

ایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ ببدع الرافضۃ من الندب والنیاحۃ والحزن اذلیس ذلک من اخلاق المومنین[1] الخ۔

رافضیوں کی بدعات مثلاً رونا پیٹنا، گریہ وزاری کرنا اور سوگ منانا وغیرہ میں مشغول ہونے سے بچو اس لئے یہ کام مومنوں کی عادات واخلاق میں سے نہیں الخ۔ (ت)

ہاں ذکر فضائل شریف حضرت سیدنا امام حسین ریحانۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروجہ جائز روایات صحیحہ معتمدہ معتبرہ سے ضرور نورعین وعین نور ہے مگر صرف اسی پر اقتصار اور ذکر خلفائے کرام رضی اللہ

---

[1] الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۳

تعالیٰ عنہم سے دامن کشی خصوصًا لکھنؤ جیسے محل حاجت میں کہ کوفۂ ہند ہے ضرور قابلِ اعتراض واحتراز ہے۔ قسم اوّل نسبت امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسین[1]

واعظ وغیرہ پر یہ حرام ہے کہ وہ شہادت حسین علیہ السلام کی روایات (بے سند اور بلاتحقیق) بیان کرے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

ماذکر من حرمۃ روایۃ قتل الحسین لاینافی ماذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وبراء تھم من کل نقص بخلاف مایفعلہ الوعاظ الجھلۃ فانھم یاتون بالاخبار الکاذبۃ الموضوعۃ ونحوھا ولایبینون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ فیوقعون العامۃ فی بغض الصحابۃ وتنقیصھم[2]۔

امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کی روایات کے متعلق جو حرام ہونے کا ذکر کیا گیا وہ اس کے منافی نہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں بیان کیا، کیونکہ یہ بیان وُہ حق ہے کہ جس پر (ایک مردِ مومن کا) اعتقاد رکھنا واجب ہے، جو کہ عظمتِ شانِ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اور ہر کمی وتاہی سے ان کی برارت ہے بخلاف جاہل واعظوں کے (قصہ گو افراد کے) کہ وُہ جھوٹی اور موضوع روایات لوگوں کی مجالس میں بیان کرتے ہیں لیکن ان کا محل اور وہ حق بیان نہیں (یعنی سچی اور واقعی بات کو ظاہر نہیں کرتے) کہ جس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے (پھر اس پردہ پوشی سے) عوام کو بغضِ صحابہ اور ان کی تنقیص و توہین میں ڈال دیتے ہیں۔ (ت)

اور قسم دوم کی نسبت کتاب العون پھر شرح نقایہ علامہ قہستانی اواخر کتاب الکراہیۃ میں ہے:

لواراد ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابۃ لئلا یشابہ الروافض[3]۔

اگر کوئی واعظ شہادت حسین علیہ السلام کو بیان کرنا چاہے تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے باقی صحابہ کرام کی شہادت کے واقعات لوگوں کو

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الغزالی الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۳

[2] " " " " " " " " " ۲۲۴

[3] جامع الرموز شرح النقایۃ للقہستانی کتاب الکراہیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳۲۳/۴

سنائے تاکہ روافض سے مشابہت نہ ہو کیونکہ وہ صرف شہادتِ حسین علیہ السلام پر اکتفاء کرتے جبکہ اہلِ سنّت صحابہ اور اہلبیت دونوں کا تذکرہ کرتے ہیں (ت)

اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

اذا ذکر الصالحون فحیہلا بعمر[1] جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ کرو (ت)

اور ذکرِ شہادت میں حضرات ابوبکر و عمر و عثمان اولادِ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا ذکر اس لئے ترک کرنا کہ ان کے اسماء حضرات عالیہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام پاک ہیں صریح رفض و اوہام زمانۂ روافض خذلہم اللہ کا اتباع ہے کہ مسمّی کے باعث اسم سے عداوت ہاتھ باندھ لیتے ہیں اگرچہ وہ نام کسی محبوب کا ہو قاتلہم اللہ انّٰی یؤفکون[2] (اللہ تعالٰی انھیں مارے کہ وہ کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) اسی لئے یہ بے پیرے دوشنبہ کو پیر کہنے سے احتراز کرتے ہیں مسجد کے تین در نہ بنائیں گے کہ خلفائے ثلٰثہ کا عدد ہے ایسے ہی اوہام پر تو امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

الشیعۃ نساء ھذہ الامۃ۔ رافضی اس امت کی مادہ ہیں۔



واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) ضرور واجب بلکہ اہم فرائض سے ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سب اصحابی وظہرت الفتن او قال البدع ولم یظہر العالم علمہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا وعدلا۔[3] جب میرے صحابہ کو بُرا کہا جائے اور فتنے یا فرمایا بدعتیں ظاہر ہوں اس وقت عالم اپنا علم ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۱۴۸

[2] القرآن ۹/۳۰

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۵۴۵ ۱۱/۵۴۳ و فیض القدیر بحوالہ الدیلمی تحت حدیث ۷۵۱، دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۰۲

الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۲۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۲۱

ف: حدیث کے یہ الفاظ دو حدیثوں کا مجموعہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ کتبِ احادیث میں ان الفاظ کا مجموعہ کسی جگہ نہیں مل سکا۔ نذیر احمد سعیدی

(۳) وہ شخص جو اس عذر بارد و باطل سے اس فرض کو منع کرتا ہے یا سخت سفیہ جاہل ہے یا در پردہ اُن کفار و اشقیا کا ممد و معاون۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ شق ثانی ہو تو اس سے مطلقاً قطع تعلق کریں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[1] | اُن سے دور بھاگو اُن کو اپنے سے دور کرو کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اور شق اول ہو تو اُسے سمجھائیں کہ پرائی خباثت کے سبب ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من اذا اھتدیتم[2] | اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو، جو بھٹک گیا وہ تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت)

تو علماء فرماتے ہیں کہ:

لاتترك سنة لاقترانها مع بدعة من غیرہ۔ | کسی ایسی سنّت کو نہ چھوڑا جائے جو کسی دوسرے کی بدعت کے ساتھ مخلوط ہو۔ (ت)

نہ کہ ایسے مہمل خیال پر اس درجہ اہم فرض کو چھوڑنا اور پھر نتیجہ یہ کہ اُن کی خباثتیں فاش و آشکار رہیں اور ادھر سے جواب نہ ہو اور عوام ان کے شکار رہیں آج وہ دل میں بُرا کہتے ہیں کل سیکڑوں کو علانیہ بُرا کہنے والا بنالیں، ایسی اوندھی مت کا کیا ٹھکانا ہے، یُوں تو اذان بھی حرام ہوجائے گی کہ دُوسے سُن کر بھی اعداء دین کے کلیجے شق ہوتے ہیں اور رخفیہ جو منہ پر آتا ہے بکتے ہیں، اگر یہ جاہل سمجھ جائے فبہا ورنہ معلوم ہوگا کہ جاہل نہیں معاند ہے اس سے بھی قطع تعلق لازم ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[3] | اگر شیطان تمھیں کسی بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰
[2] القرآن الکریم ۵/۱۰۵
[3] 〃 〃 ۶/۶۸

نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت چاہتے ہیں۔ گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالٰی بلند و بالا اور بڑی شان رکھنے والا (کسی کو) توفیق دے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۳۸۰ تا ۳۸۶** از مرسنیا تھانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ شیخ ممتاز حسین صاحب ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں :

(۱) اکثر دیکھا ہے کہ میلاد شریف میں مردوں کو دو حصے اور لڑکوں کو ایک حصہ دیا جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) چھوٹے بتاسے مٹھی بھر دے جاتے ہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ پہنچتے ہیں اس میں کچھ حرج ہے یا نہیں ؟

(۳) اگر بتاسے ختم ہوگئے اور کچھ آدمی رہ گئے تو کچھ حرج ہوا یا نہیں ؟

(۴) اگر میلاد شریف بغیر شیرینی کے پڑھا جائے ؟

(۵) میلاد شریف ختم ہونے پر مرد کسی کام کے سبب چلا گیا تو کچھ گناہ ہوا ؟

(۶) میلاد شریف جس کے یہاں ہوا اس سے کچھ رنج ہو یہ سننے جائے اور شیرینی نہ لے تو کیا گناہ ہے ؟

(۷) اگر شیرینی تقسیم کے بعد بچ رہے ؟



## الجواب

(۱) حسبِ رواج مردوں کو دو حصے لڑکوں کو ایک دینے میں حرج نہیں کہ بوجہ رواج کسی کو ناگوار نہیں ہوتا ؟

(۲) مٹھی سے کم بیش پہنچنے میں بھی حرج نہیں مگر اتنی کمی نہ ہو کہ اُسے ناگوار گزرے اس کی ذلت سمجھی جائے ۔

(۳) کچھ آدمی رہ گئے تو اگر ہوسکے تو اور منگا کر اُن کو بھی دے انکار کردینا مناسب نہیں اور نہ ہوسکے تو ان سے معذرت کرلے ۔

(۴) میلاد شریف بغیر شیرینی بھی ہوسکتا ہے اصل مراد تو ذکر شریف ہے ۔

(۵) ختم کے بعد جو چلا گیا اس پر کچھ الزام نہیں ۔

(۶) میلاد شریف سننے کو حاضر ہو اور شیرینی نہ لے تو حرج نہیں جبکہ اس میں صاحبِ خانہ کی دل آزاری نہ ہو ورنہ بلاوجہ شرعی مسلمان کی دل آزاری کی اجازت نہیں ۔

(۷) تقسیم کے بعد شیرینی بچ رہے تو وہ اس کا مال ہے جو چاہے کرے اور بہتر یہ ہے کہ اسے بھی عزیزوں

قریبوں ہمسایوں دوستوں مسکینوں پر بانٹ دے کہ جتنی چیز اللہ عزوجل کے لئے نکالی اس میں سے کچھ بچا لینا مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۸۷** از کمیلہ ضلع بنگالہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شب برات میں حلوہ وغیرہ بناتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں اور آتشبازی وغیرہ چھوڑتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور روز مقرر کرکے کرنا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ بدعت کہتے ہیں اور وہ کس وقت سے ہے؟ آیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور تسبیح وتہلیل وقرآن مجید پڑھ کر اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور مردہ کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور مولود شریف میں اشعار وغیرہ راگ سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر لوگ گاتے ہیں ملک بنگالہ میں کہ جہاں لوگ اردو نہیں سمجھتے ہیں فقط خوش الحانی کو سنتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ مولود شریف اور قیام کے منکر ہیں آیا مولود شریف حدیث وقرآن سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور قدمبوسی کتنے آدمیوں کی کرنا جائز ہے اور جلسہ میں کوئی خوشی وغیرہ کی بات اگر لوگ سنتے تو ہاتھ کی تالی دیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

## الجواب



حلوہ وغیرہ پکانا فقراء پر تقسیم کرنا احباب کو بھیجنا جائز ہے اللہ کے فضل ونعمت پر خوشی کرنے کا قرآن مجید میں حکم ہے جائز خوشی ناجائز نہیں۔ آتشبازی اسراف وگناہ ہے۔ دن کی تعیین میں جرم نہیں جبکہ کسی غیرواجب شرعی کو واجب شرعی نہ جانے۔ بدعت کہنے والے خود بدعتی ہیں۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ جو کچھ قرآن وحدیث نے منع نہ فرمایا اس سے منع کرنے والا بدعتی ہے۔ تسبیح وتہلیل وتلاوتِ قرآن مجید پر اجرت لینا حرام ہے۔ مردہ کو اس کا کچھ ثواب نہیں مل سکتا۔ خوش الحانی جائز ہے جبکہ مزامیر وفتنہ ساتھ نہ ہو۔ میلاد مبارک وقیام کے آجکل منکر وہابیہ ہیں اور وہابیہ گمراہ بے دین۔ میلاد شریف قرآن عظیم کی متعدد آیات کریمہ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے جس کی تفصیل ازاقۃ الاثام میں ہے۔ قدمبوسی معظمانِ دینی مثل پیر وعالمِ دین وسادات وسلطان عادل ووالدین کی جائز ہے۔ تالی بجانا نصارٰی کی سنت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۸۸** از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی بڑی مسجد مرسلہ نجو خاں فوجدار یعنی باقی والہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

مجلس وعظ یا میلاد شریف میں لوگوں کو وجد آجاتے ہیں اس میں پاگل کی طرح ہاتھ اور پاؤں ہلاتے ہیں یہ کیسے جائز ہے یہ کیا بات ہے بعض آدمی سر ہلاتے نہ بیہوش ہوتے ہیں یہ کیا بات ہے یہ کیا علامات عشق ہے یا کیا ہے؟ تحریر فرماکر سرفراز فرمائیں۔ زیادہ سلام

## الجواب

اس کی تین صورتیں ہیں، وجد کہ حقیقۃً دل بے اختیار ہوجائے اُس پر تو مطالبہ کے کوئی معنی نہیں، دوسرے تواجد یعنی باختیارِ خود وجد کی سی حالت بنانا یہ اگر لوگوں کے دکھاوے کو ہو تو حرام ہے اور ریا اور شرک خفی ہے، اور اگر لوگوں کی طرف نظر اصلاً نہ ہو بلکہ اہل اللہ سے تشبہ اور بہ تکلف اُن کی حالت بنانا کہ امام حجۃ الاسلام وغیرہ اکابر نے فرمایا ہے کہ اچھی نیت سے حالت بناتے بناتے حقیقت مل جاتی ہے اور تکلیف دفع ہو کر تواجد سے وجد ہوجاتا ہے تو یہ ضرور محمود ہے مگر اس کے لئے خلوت مناسب ہے مجمع میں ہونا اور ریا سے بچنا بہت دشوار ہے، پھر بھی دیکھنے والوں کو بدگمانی حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] — اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[2] — گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

جسے وجد میں دیکھو یہی سمجھو کہ اس کی حالت حقیقی ہے اور اگر تم پر ظاہر ہوجائے کہ وہ ہوش میں ہے اور باختیارِ خود ایسی حرکات کر رہا ہے تو اسے صورتِ دوم پر محمول کرو جو محمود ہے یعنی محض اللہ کے لئے نیکوں سے تشبہ کرتا ہے نہ کہ لوگوں کے دکھاوے کو، ان دونوں صورتوں میں نیت ہی کا تو فرق ہے اور نیت امرِ باطن جس پر اطلاع اللہ و رسول کو ہے جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تو اپنی طرف سے بُری نیت قرار دے لینا بُرے ہی دل کا کام ہے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں:

الظن الخبیث انما ینشأ من القلب الخبیث۔[3] — خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۸۹:** مسئولہ حافظ عبداللطیف صاحب مدرس مدرسہ حنفیہ سہسوان از سہسوان ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

مجلس ذکر شہادت جائز یا ناروا، ایک صاحب نے کہا کہ تجدید سرور مختلف فیہ اور تجدید غم باتفاق ناجائز۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینہی عن التحاسد والتدابر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

[3] فیض القدیر تحت حدیث ۲۹۰۱ ایاکم والظن الخ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۲

## الجواب

مجلس ذکر شہادت اگر روایاتِ باطلہ سے ہو تو مطلقاً ناروا، اور روایاتِ صحیحہ سے ہو تو اگر تجدیدِ غم وجلبِ بکا مقصود ہے بیشک نامحمود ہے اور اگر ذکر فضائل محبوبانِ خدا مراد ہے تو موردِ رحمتِ جواد ہے۔

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ کاموں کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی وہی پائے گا جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۹۰:** از شہر لاہور لنڈا بازار دکان بھگوان داس مرسلہ محمد حسین معمار بریلی والا ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارھویں میں رباعی شریف پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ رباعی یہ ہے : ؎

سیدِ سلطان فقیر و خواجہ مخدوم وغریب ... بادشاہ و شیخ و درویش و ولی و مولانہٗ

اور اگر یہ رباعی پڑھنا ناجائز ہے تو کل طریقہ فاتحہ گیارھویں شریف کا براہِ مہربانی تحریر فرمادیجئے۔

## الجواب

یہ رباعی نہ پڑھی جائے اس میں بعض الفاظ خلافِ شانِ اقدس ہیں، فاتحہ ایصالِ ثواب کا نام ہے جو کچھ قرآن مجید و درود شریف سے ہوسکے پڑھ کر ثواب نذر کرے۔ اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود غوثیہ، پھر ایک بار الحمد شریف و آیۃ الکرسی، پھر سات بار سورۂ اخلاص، پھر تین بار درود غوثیہ۔ درود غوثیہ یہ ہے : اللّٰھم صل علٰی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود والکرم وعلٰی اٰلہ وبارك وسلم۔ اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے ، وعلی اٰلہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریمۃ وبارك وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۹۱:** بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ مجلس میلاد شریف میں ذکر حضرات امام حسنین علیہم السلام کا بغیر ذکر فضائل حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جائز نہیں ہے۔ دوسرا قول زید کا یہ ہے کہ مجلس میلاد مبارک میں ذکر حضرات امام حسنین علیہم السلام کا قطعی جائز نہیں ہے۔ یہ دونوں اقوال زید کے کہاں تک صحیح ہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدءُ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

## الجواب

مجلس میلاد مبارک مجلس فرحت وسرور ہے اس میں علماءِ کرام نے حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کا تذکرہ بھی پسند نہ فرمایا اور ذکرِ شہادت جس طور پر رائج ہے وہ ضرور طریقہ غم پروری ہے۔ رہا حضرات امامین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے فضائل ومناقب صحیحہ معتبرہ کا ذکر، وہ نورِ ایمان وراحتِ جان ہے۔ اس سے کسی وقت ممانعت نہیں ہوسکتی جبکہ وجہ صحیح پر بقصدِ صحیح ہو۔ یہ شرط نہ صرف اس میں بلکہ ہر عملِ صالح میں ہے۔ اور یہ بھی کتابوں میں ہے کہ ذکرِ حضرات حسنین بعد ذکر حضرات صحابۂ عظام رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہو۔ اس سے مطلب یہ نہیں کہ اُن کا ذکر کریم بے ذکر صحابہ ناجائز ہے۔ وہ ہر ایک مستقل عبادت ہے کہ ترکِ ذکر صحابۂ عظام بالقصد جائز نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

**مسئلہ ۳۹۲** مرسلہ جناب سید احمد صاحب بن حاجی سید امام حکیم صاحب از اکوٹ ضلع اکولہ یکم جمادی الاولےٰ ۱۳۳۲ھ

جناب حضرت حامی سنّت ماحی بدعت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام فضلکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جناب عالی سے عرض ہے کہ یہاں برار میں دو برس سے مجلس کانفرنس کی ہونا شروع ہوئی ہے اور میرے کو بھی نامہ آیا میں افسوس کرتا ہوں کہ ہر مذہب کا شخص ممبر ہوسکتا ہے کرکے تحریر ہے اب اس مجلس میں جانا ثواب ہے یا کہ حرام ہے۔ چند کلمہ مشعر حالات سے سرور فرمائیے، زیادہ چہ مزید توجہ۔

## الجواب

بملاحظہ حضرت سید صاحب مکرم ذی المجد والکرم دام کرمہم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ مجلس نیچریوں کی ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]o وقال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]o وفی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: "اگر تمھیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔" اور نیز اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: "(لوگو!) ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی۔" اور حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

وسلم من کثر سواد قوم فهو منهم، رواه ابو یعلی فی مسندہ وعلی بن معبد فی کتاب الطاعة والمعصیة عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن المبارك فی الزهد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ والخطیب فی التاریخ عن انس بن مالك عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ من سود مع قوم فهو منهم۔[2]

سے روایت ہے کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھائے تو وہ انھی میں شامل ہے۔ ابویعلٰی نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا۔ اور علی بن معبد نے کتاب الطاعۃ و المعصیۃ میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں، اور عبداللہ ابن مبارک "الزہد" میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ اور خطیب بغدادی تاریخ میں انس بن مالک کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں، "جو کوئی لوگوں کے ساتھ ہو کر جماعت میں اضافہ کرے تو وہ انھی میں سے ہے۔ (ت)

پندرہ سال ہوئے کہ اس بارہ میں فتوٰی علمائے کرام حرمین شریفین مسمّی بہ فتاوی الحرمین برجف ندوة المین (حرمین شریفین کے فیصلے ندوہ کے جھوٹ بولنے پر زلزلہ برپا کرنے کے بارے میں۔ ت) طبع ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۹۳** از مانڈلے برہما سورتی مسجد ۶ رجب ۱۳۳۲ھ

وعظ کے بعد شیرینی تقسیم کرنا درست ہے یا نہیں؟

## الجواب

جائز ہے لعدم المانع بلکہ اس کا عمل زیادہ باعث اجتماع وحضور ذکر و استماع ہوگا وسیلہ خیر خیر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۹۴** مسئولہ حافظ عبدالمجید صاحب از قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز سہ شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محفل مولود شریف

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ ابی یعلٰی دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۴۳
نصب الرایۃ للاحادیث الہدایۃ کتاب الجنایات من کثر سواد الخ المکتبۃ الاسلامیہ ۴/۳۴۶
[2] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ موسستہ الرسالہ بیروت ۹/۱۰
تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/۴۰

میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور وقت پیدائش کے قیام کرنا مستحب ہے یا بدعت؟ بحوالہ کتاب فقہ یا حدیث بیان فرمائیے۔

## الجواب

مجالسِ خیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تشریف آوری اکابر اولیاء نے مشاہدہ فرمائی اور بیان کیا،

کما فی بھجۃ الاسرار للامام الاوحد ابی الحسن نور الدین اللخمی الشطنوفی وتنویر الحوالک للامام جلال الملۃ و الدین السیوطی وغیرھما لغیرھما رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم۔

جیسا کہ بہجۃ الاسرار (مصنّفہ) امام یکتائے زمانہ ابوالحسن نورالدین علی لخمی شطنوفی نے اور تنویر الحوالک میں امام جلال الدین سیوطی نے اور ان دو کے علاوہ دوسرے حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا' ان سب پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو (ت)

مگر یہ کوئی کلیہ نہیں سرکار کا کرم ہے جس پر موجب ہوئے

| | | |
|---|---|---|
| (۱) | اگر بادشہ بردرِ پیرزن | بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن |
| (۲) | ہمیں کرد مورے دعا بر سحر | کہ مہمانش آید سلیماں مگر |
| (۳) | چہ خوش گفت یک مرغ زیرک بدو | سلیماں باید و لے جائے کو |

(۱۔ اگر بادشاہ بڑھیا عورت کے دروازے پر قدم رنجہ فرمائے تو اے خواجہ (سردار)! تُو مونچھوں کو تاؤ نہ دے۔

۲۔ سحری کے وقت ایک چیونٹی نے یہی دُعا مانگی شاید اس کے ہاں حضرت سلیمان مہمان بن کر تشریف لائیں۔

۳۔ ایک دانا پرندے نے اس سے کیا خوب کہا، حضرت سلیمان تو ضرور جلوہ افروز ہوں مگر کون سی جگہ ہو، ذرا یہ تو کہہ دے۔ ت)

مجلس میلاد مبارک میں وقت ذکر ولادت مقدسہ قیام جس طرح حرمین شریفین وجمیع بلاد دارالاسلام میں دائر ومعمول ہے مستحب ومستحسن ہے۔

قال اللہ عزوجل وتعزروہ وتوقروہ[1]۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: انکی یعنی حضور اکرم کی عزت وتوقیر کرو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

وقال اللّٰه تعالٰی ومن یعظم شعائر اللّٰه فانھا من تقوی القلوب[1]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالٰی کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو پھر یہ دلوں کا تقوٰی (پرہیزگاری) ہے۔ (ت)

علامہ سید جعفر برزنجی مدنی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں:

وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ائمۃ ذو روایۃ ودرویۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ[2] واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

بے شک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ذکر کرنے کے موقع پر ائمہ صاحب روایۃ اور صاحب مشاہدہ نے قیام کو مستحسن قرار دیا ہے۔ لہذا اُس خوش نصیب کے لئے خوشخبری ہو کہ جس کی نگاہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم بجالانا اس کا غایۃ مقصد اور قرار نگاہ کا محل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

**مسئلہ ۲۹۵ تا ۲۹۷:** مسئولہ بنے خاں سوداگر پارچہ بریلی محلہ نالہ متصل کٹرہ مانڈرائے ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اُس کے یہاں مجلس میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اُسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان مولود شریف کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) رافضیوں کے محرم میں ذکر شہادت ومصائب شہدا بیان کرنا وسوز خوانی ومرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

(۱) اُس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جبکہ اُس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں، اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے تو اس کا قول مقبول

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر ترجمہ وحاشیہ نور بخش توکلی جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵، ۲۶

ہوگا کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور اس کے علاوہ دوسرے فتاوٰی میں اس مسئلہ کی تصریح کی گئی ۔ ت) بلکہ شیرینی اگر اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد ونقد جمع نہ ہوئے یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی جو شیرینی اسے خاص اُجرتِ زنا یا غنا میں ملی یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد ونقد مالِ حرام پر جمع ہوئے وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے، یہ حکم تو شیرینی وفاتحہ کا ہوا مگر اُن کے یہاں جانا اگرچہ میلاد شریف پڑھنے کے لئے ہو معصیت یا مظنۂ معصیت یا تہمت یا مظنۂ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقع التھم[1] ۔ جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو۔

تو اُن کی چوکی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انھیں احتمالات خباثت پر ہے پھر جو اہلِ تقوٰی نہیں اسے اُن کے ساتھ قربِ آگ اور بارود کا قرب ہے اور جو اہلِ تقوٰی ہے اس کے لئے وہ لوہار کی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دُور سمجھنا احمق کا کام ہے ومن رتع حول الحمی او شك ان یقع فیہ جو رمنے کے گرد چرائے گا کبھی اس میں پڑ بھی جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن اس میں مناسب نہیں کما فی مجمع البحار (جیسا کہ مجمع البحار میں ہے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۳) حرام ہے ؎

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

(ہم جنس اپنے جیسے ہم جنس کے ساتھ پرواز کرتا ہے ۔ ت)

حدیث میں ارشاد ہوا، لاتجالسوھم[2] اُن کے پاس نہ بیٹھو۔ دوسری حدیث میں فرمایا، من کثر سواد مع قوم فھو منھم[3] جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی باب ادراک الفریضہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۲۴۹

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹

[3] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۰

کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

**مسئلہ ۳۹۸** مرسلہ مولوی محمد واحد صاحب ۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذکر میلاد مبارک بہ تعیین ایام و تخصیص ربیع الاول شریف یا بہ تقرر یازدہم و دیگر تواریخ اعراس مشائخ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اپنے گھروں میں مسجدوں میں ورد شریف یا قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا یا دوازدہم شریف تک ہر روز مجلس ذکر میلاد کرنا اور حاضرین سامعین ذکر اقدس کو مٹھائی دینا یا کھانا کھلانا یعنی فرح و سرور ولادت اقدس یا ایام وصال ارباب کمال میں زیادتی عبادت و صدقہ و مبرات اور نظم میں نعت حضرت سید المتوتین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بخوش الحانی پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

ذکر حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور ایمان و سرور جان ہے ان کا ذکر بعینہٖ ذکر رحمٰن ہے۔ قال تعالٰی : ورفعنا لك ذكرك[1] (اے حبیب! ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کردیا ہے۔ ت)

حدیث میں ہے : اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد سیدنا جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم حاضر بارگاہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے اور عرض کی حضور کا رب فرماتا ہے :



اتدری کیف رفعت لك ذكرك۔ کیا تم جانتے ہو میں نے کیسے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی : اللہ اعلم (اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت) ارشاد ہوا :

جعلتك ذكرا من ذكری فمن ذكرك فقد ذكرنی[2] اے محبوب! میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا کہ جس نے تمہارا ذکر کیا بیشک اس نے میرا ذکر کیا۔

اور ماہ ربیع الاول شریف اس کے لئے زیادہ مناسب، جیسے دور قرآن و ختم قرآن کیلئے ماہ رمضان کہ اُسی مہینے میں اترا،

شهر رمضان الذی انزل ماہ رمضان شریف وہ بابرکت مہینہ ہے کہ جس میں

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ مصر ۱/ ۱۵

۲۳ فیہ القرآن[1] قرآن مجید اتارا گیا ت

48

یہاں اس عالم میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رونق افروز ہونا ماہ ربیع الاول میں ہوا و لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روز جان افروز دوشنبہ کو روزۂ شکر کے لئے خاص فرماتے اور اسکی وجہ یوں ارشاد فرماتے کہ فیہ ولدت و فیہ انزل علیّ[2] اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر کتاب اُتری۔ یہ تخصیصات بوجہ مناسبات ہیں تو اُن پر طعن جہل ہے بلا مناسبت تخصیص کو تو فرمایا گیا صوم یوم السبت لالک و لا علیک[3] یعنی روزہ کے لیے روز شنبہ کی تخصیص نہ تجھے نافع نہ مضر، تو مناسبات جلیلہ کے باعث تخصیص پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے ہاں تخصیص بمعنی توقف کہ اوروں ہوہی نہ سکے یا بمعنی وجوب شرعی کہ اس دن ہونا شرعًا لازم اور دوسرے دن ناجائز ہو ضرور باطل ہے مگر وہ ہرگز کسی کے ذہن میں نہیں کوئی جاہل سا جاہل بھی ایسا خیال نہیں کرتا ولکن الوھابیۃ قوم لایعلمون (وہابی ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ ت) یہی حال یازدہم و دوازدہم و تواریخ وصال محبوبان ذو الجلال کا ہے اور اوقات فاضلہ میں تکثیر اعمال صالحہ بلاشبہہ مطلوب و مندوب ہے جس پر قرآن عظیم و احادیث کثیرہ ناطق ان من افضل ایامکم الجمعۃ فاکثروا فیھا من الصلوۃ علیّ[4] (بلاشبہہ تمھارے ہفتہ کے تمام دنوں میں سے سب سے افضل دن روز جمعہ ہے لہذا اُس دن سب دنوں سے زیادہ مجھ پر درود شریف پڑھو۔ ت) درود و خوانی و تلاوت قرآن مجید و اطعام طعام و صدقات و مبرات کی خوبیاں ضروریاتِ دین سے ہیں محتاج بیان نہیں اور شیرینی کی تخصیص میں فوائد عدیدہ ہیں، ایک تو یہ کہ قلب المؤمن حلو یحب الحلو مسلمان کا دل میٹھا ہے مٹھاس کو دوست رکھتا ہے۔

**دوم** وہ روزانہ عام لوگوں کے استعمال میں نہیں آتی و کل جدید لذیذ و من وافق من اخیہ شھوۃ غفر لہ (ہر نئی چیز ذائقہ دار ہوتی ہے اور جو کوئی اپنے بھائی سے اس کی چاہت میں موافقت کرے تو اس کے گناہ بخش دئے گئے۔ ت)

**سوم** حسب عرف اغنیا کو بھی اس کے لینے میں باک نہیں ہوتا بخلاف اس کے کہ روٹی بانٹی جائے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی قتادۃ الانصاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۹۷ و ۲۹۹

[3] الصماء بنت بسر ۶/ ۳۶۸

[4] سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۵۰

**چہارم** جو چیز محبوبانِ خدا سے منتسب ہو جائے سزاوارِ تعظیم ہو جاتی ہے، شیرینی اس کے لئے زیادہ مناسب کہ اس میں چیز پھینکنے کی نہیں ہوتی۔ نعت شریف ذکرِ اقدس ہے اور اس کا خوش الحانی سے ہونا مورثِ زیادتِ شوق و محبت۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مواہب اللدنیہ شریف میں تصریح فرمائی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مدح شریف الحانِ خوش کے ساتھ سننا محبتِ حضور کو ترقی دیتا ہے[1]، اور ولادت اقدس پر اظہارِ فرحت و سرور خود نصِ قرآن سے مامور۔ قال اللہ تعالےٰ:

قل بفضل اللّٰہ و برحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا[2]۔ تم فرماؤ کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت چاہیے کہ اسی پر فرحت و سرور کریں۔

انسان العیون میں ہے، بعض صالحین خواب میں زیارت جمال اقدس سے مشرف ہوئے عرض کی یارسول اللہ! یہ جو لوگ ولادتِ حضور کی خوشی کرتے ہیں، فرمایا، مَنْ فَرِحَ بِنَا فَرِحْنَا بِہٖ[3] جو ہماری خوشی کرتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۳۹۹** از رائے بریلی محلہ جہان متصل مکان سید فدا علی چنگی انسپکٹر مرسلہ حافظ قمر الحسن صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۲۵ھ وارد حال بریلی شہامت گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سُنّی مسلمان از سرتاپا معصیت میں مبتلا ہے اُس نے محض اپنی نجات کا ذریعہ خیال کر کے مجلسِ میلاد شریف منعقد کی ہو اور نہایت وفورِ شوق سے ذکر رحمۃ للعالمین سرکار دو عالم اپنے آقائے نامدار کا بکثرت سننا اختیار کیا ہو اور نماز بھی پڑھتا ہو اور سچ بھی بولتا ہو اور حلال کمائی مجلس میں صرف کرتا ہو، مسکین الطبع رقیق القلب شریف ابن شریف ہو اور اچھے لوگ اسے اچھا سمجھتے ہوں اور بدباطن لوگ اُسے بُرا سمجھتے ہوں اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور جا کر سننا جائز ہے یا نہیں اور اس کو محفلِ میلاد مقرر کرنا اور ذکر سرورِ عالم سننا چاہیے یا نہیں؟ اور جو شخص میلاد خواں اپنی بدباطنی سے اس کے یہاں مجلس پڑھنے نہ جائے اور دوسروں کو روکے اور اس کی برائی ناکردہ کی تہمت لگائے وہ گنہگار ہے یا نہیں؟

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد السابع محبۃ ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲-۳۱۱
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸
[3] انسان العیون

## الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ اچھے لوگ اسے اچھا سمجھتے ہیں تو بدباطنوں کے بُرا سمجھنے سے برا نہیں ہوسکتا، نہ لوگوں کی بدگمانی سے کوئی اثر سوا اس کے کہ بدگمانی کرنے والے خود ہی گنہگار رہوں۔ قال اللہ تعالٰی:

یاَیُّھا الَّذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں (ت)

جھوٹی تہمت رکھنے والا سخت گنہگار و مستحق عذاب ہے اور اس بنا پر اس کے یہاں مجلس مبارک پڑھنے سے لوگوں کو روکنا مناع للخیر ہونا ہے، ظاہر سوال کا جواب تو یہ ہے اور واقع کا علم اللہ عزوجل کو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از بدایوں اسلام نگر مرسلہ عزیز حسن کانسٹبل ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسئلوں میں:

(۱) حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں کوئی پیشینگوئی قرآن وحدیث میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حوالہ کتاب وسطر وصفحہ سے ہو۔



(۲) اگر مجلس کہ جس میں ذکر شہادت حضرت امام زمان علیہ السلام ہو اور واقعات صحیح ذکر کئے جائیں اور وہ ماہ محرم میں ہو علاوہ ازیں اپنے دوستوں اور سامعین کو کچھ از قسم شیرینی ختم مجلس پر تقسیم کی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟

## الجواب

(۱) قرآن مجید میں تمام ماکان و مایکون کا بیان ہے،

قال اللہ تعالٰی نزّلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شیئ[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ہم نے آپ پر ایک عظیم کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کا واضح بیان ہے۔(ت)

اور حدیثوں میں شہادت شریفہ کا صاف ذکر ہے، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی صواعق محرقہ وغیرہا میں اُن کی تفصیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جبکہ روایات صحیحہ بروجہ صحیحہ بیان کی جائیں اور غم پروری وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹

باعث نزولِ رحمتِ الٰہی ہے اور تقسیم شیرینی ایک سلوک حسن ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۴۰۲** از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ سُننا اُن کی نیاز کی چیز کا لینا خصوصاً آٹھویں محرم کو جبکہ اُن کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) محرم میں بعض مسلمان ہرے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کا کیا حکم ہے ؟

## الجواب

(۱) جانا اور مرثیہ سُننا حرام ہے ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے، اُن کی نیاز نیاز نہیں، اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی، کم از کم اُن کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور رہتا ہے، اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجبِ لعنت ۔

(۲) محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامتِ سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کا شعار رافضیان لیام ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۴۰۳** از کاشمیری دروازہ تھانہ ۲ سوندھی ٹھیکیدار مسئولہ امیر حسن بید والے ۹ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ زمانے میں جو میلاد شریف مروّج ہے اور اس میں شیرینی وغیرہ تقسیم ہوتی ہے اور حضرات سیدان اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جو نذر و نیاز وغیرہ محرم میں یا غیر محرم شریف میں ہوتی ہے اس میں جاکر شرکت کرنا اور کھانا اور پینا کیسا ہے چاہے کسی قوم میں ہو خواہ شیعہ میں ہو اس کا کھانا پینا یا شرکت دینا کیسا ہے ؟ اور جو لوگ اس میں شرکت دینے سے یا شریک ہوتے پر منع کرتے ہیں اُن کے واسطے مولوی لوگ کیا حکم فرماتے ہیں ؟

## الجواب

مجلس مبارک اور نیاز شریف کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہیں سب خوب و مستحسن ہیں اور اُن میں شرکت باعثِ ثواب اور اُن کا کھانا بھی جائز، اور جو اُن کو بلا وجہ شرعی منع کرے باطل پر ہے یہ وہابیہ کا کام ہے لیکن رافضی کے یہاں کی مجالس میں شرکت جائز نہیں نہ اس کے یہاں کھانا کھایا جائے، اس سے میل جول ہی جائز نہیں، اور اگر اس کے یہاں کے کھانے میں گوشت ہے جب تو وہ قطعی حرام و مردار ہے مگر یہ کہ ذبح ہونا اور پکنا اور اس کے سامنے لانا سب مسلمانوں کے زیر نظر ہوا ہو کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو۔ روافض کے یہاں شرکت جو لوگ منع کرتے ہیں حق پر ہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۴۰۵ و ۴۰۶:** از نظام آباد ضلع اعظم گڑھ مسئولہ سید اصغر علی صاحب ۹ شعبان چہار شنبہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) جو شخص شیعہ ہو اور اپنے مذہب میں سخت ہو اس سے مسلمان حنفیوں کو محفل میلاد شریف پڑھانا چاہئے یا نہیں بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ ایسی روایات پڑھتا ہے جس سے صحابہ اور سُنّی مذہب کی توہین ہوتی ہے۔

(۲) جو مسلمان سنّی مذہب حنفی کا پابند ہو وہ شیعوں کی مجلسوں میں شرکت کرے اور ان کے جلوس کا انتظام (مثل تاشہ، ڈھول، روشنی، جلوس گھوڑی کا جس کو دلدل تابوت کہتے ہیں) کرے اور اس شرکت کو مذہب حنفی کی رُو سے جائز سمجھے بالخصوص ایسی مجالس میں شرکت کرنا کہ جس میں روایات خلافِ مذہب حنفی پڑھی جاتی ہیں وہ کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

## الجواب

(۱) رافضی سے مجلس شریف پڑھوانا حرام ہے،

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اہانتہ شرعا تبیین[1] الحقائق وغیرھا۔

اس لئے کہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین وتذلیل ضروری ہے، جیسا کہ تبیین الحقائق وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

یہ اُسی حالت میں ہے کہ وہ کوئی بات کسی صحابی یا مذہب اہلسنّت کی توہین کی نہ کرے اور اگر ایسا کرتا ہے تو جو دانستہ اُس سے پڑھوائے فقط مرتکبِ حرام نہیں بلکہ اُسی کی طرح گمراہ رافضی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) مجالسِ روافض اور ان خرافات میں شرکت حرام ہے اور اس کے جائز سمجھنے پر سخت حکم ہے اگر اُن مجالس میں مذہب اہلسنّت پر حملہ ہوتا ہو تو ان میں شرکت پر راضی نہ ہوگا مگر گمراہ۔ والعیاذ باللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۴۰۷:** از سورت سگرامپورہ محلہ مولوی اسمٰعیل مرحوم مسئولہ غلام رسول بن عبدالرحیم ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ چند اشخاص نے گیارھویں شب ہر مہینہ میں مجتمع ہو کر بغرض ایصال ثواب

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامت والحدث فی الصلٰوۃ المطبعۃ الکبری بولاق مصر ۱/۱۳۴

رُوح پرفتوح حضرت محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے درود شریف کی تسبیح و کلمۂ تہلیل وسورۂ اخلاص شریف کے بعد یاغوث یاغوث یاغوث کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں آیا یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ درصورت جائز ہونے کے بجائے اس کے درود شریف یا کلمۂ تہلیل وغیرہ اذکار پڑھیں توکیسا؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

## الجواب

جائز ہے کوئی حرج نہیں، اور درود شریف یا تسبیح وتہلیل کا اس سے افضل ہونا وجہ منع نہیں ورنہ سوا افضل الاذکار لا الٰہ الا اللہ ہر دُعا وذکر ودرود شریف سب ممنوع ہوجائیں بلکہ تمام اذکار کہ قرآن خوانی اُن سب سے افضل ہے بلکہ غیر اوقات کراہت نفل میں قرآن خوانی بھی کہ نماز نفل اس سے افضل ہے۔ یہاں ایک نکتہ اور قابلِ لحاظ ہے سائل نے وقتِ حاجت ومصیبت ندائے غیر اللہ کا جواز اپنا معتقد بتایا انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ندا ندائے غیر اللہ نہیں بلکہ اللہ ہی کی ندا ہے کہ وہی نسبت ملحوظ ومناط ندا ہے جس طرح کہ ملتقط و درمختار وعالمگیریہ میں ہے،

التواضع لغیر اللہ حرام[1] غیر اللہ کے لئے تواضع حرام ہے۔



حالانکہ انبیاء واولیاء اور ماں باپ اور اساتذہ وغیرہم کے لئے تواضع کے حکم سے قرآن وحدیث اور خود یہ کتابیں مالامال ہیں تو وجہ وہی کہ ان کے لئے تواضع غیر اللہ کی تواضع نہیں اللہ ہی کے لئے ہے کہ اُسی کی نسبت ملحوظ ہے اسی نکتہ سے غفلت کے سبب وہابیہ خذلھم اللہ تعالٰی شرک جلی میں گرفتار ہوئے اور مسلمانوں کو مشرک کہنے لگے انھیں انبیاء واولیاء وجود الٰہی کے مقابل مستقل وجود نظر آئے اور اُن کی ندا غیر خدا کی ندا جانی، یُوہیں ان سے استمداد اُن کی تعظیم ہربات میں وہی غیریت واستقلال کا لحاظ رکھا اور یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ[2] (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی اور اسکے رسولوں کے درمیان تفریق کریں۔ت) کے مصداق ہوئے، اس کا زیادہ بیان ہمارے رسالہ الاستمداد وکشف ضلال دیوبند میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۴۰۸:** از وڈنگر وایہ مرکانہ گجرات گاڑی کے دروازہ متصل مکان چاندا رسول مسئولہ عبدالرحیم احمد آبادی ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سیدالاولین والآخرین کی مجلس مبارک سے اہلِ محلہ کو منع کرنا کیسا ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

[2] القرآن الکریم ۴/۱۵۰

بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

## الجواب

اگر وہ مجلس شریف منکرات شرعیہ سے خالی ہو اور اس وقت منع کرنے کے لئے کوئی ضرورت خاصہ شرعیہ داعی نہ ہو بلکہ صرف اس بنا پر منع کرتا ہے کہ وہابی ہے اور مجلس مبارک کو برا جانتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ وہابیہ گمراہ بددین بلکہ کفار مرتدین ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلۂ میلاد سے متعلق

# اعلٰحضرت کا ایک اہم اور مدلّل فتوٰی

جو پہلے اس جلد میں شامل نہ تھا فتوٰی کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے اسے اس مقام پر شامل کردیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

**مسئلہ** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ محفل میلاد شریف و قیام بوقتِ ذکرِ ولادت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا ہے بعض لوگ اس قیام سے انکار کرتے ہیں بدیں وجہ کہ قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا اور ناجائز بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ثقات علماء سے خاص اس بارے میں منع وارد ہے، چنانچہ سیرت شامی میں ہے: ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا[1] (یہ قیام بدعت ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ ت) ان کے اقوال کا کیا حال ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

## الجواب

اللہ تعالٰی نے اپنی نعمتوں کا بیان واظہار اور اپنے فضل ورحمت کے ساتھ مطلقاً خوشی منانے کا حکم دیا ہے، قال اللہ تعالٰی،

واما بنعمۃ ربک فحدث[2] — اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

---

[1] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمداً واحمداً المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/۸۳

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱

وقال اللہ تعالٰی :

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلك فلیفرحوا۔[1]

(اے محبوب! آپ) فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے) پر چاہئے کہ (لوگ) خوشی کریں (ت)

ولادتِ حضور صاحبِ لولاک تمام نعمتوں کی اصل ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔[2]

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

وما ارسلنٰك الا رحمۃ للعٰلمین۔[3]

(اے محبوب!) اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت دونوں جہان کے لئے۔ (ت)

تو آپ کی خوبیوں کے بیان واظہار کا نص قطعی سے ہمیں حکم ہوا اور کارِ خیر میں جس قدر مسلمان کثرت سے شامل ہوں اسی قدر زائد خوبی اور رحمت کا باعث ہے، اسی مجمع میں ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر کرنے کا نام مجلس ومحفلِ میلاد ہے۔ امام ابوالخیر سخاوی تحریر فرماتے ہیں :



ثم لازال اھل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن یشتغلون فی شھر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم بعمل الولائم البدیعۃ المشتملۃ علی الامور البھجۃ الرفیعۃ ویتصدقون فی لیالیہ بانواع الصدقات ویظھرون السرور ویزیدون فی المبرات ویھتمون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل عمیم انتھی۔[4]

یعنی پھر اہل اسلام تمام اطراف واقطار اور شہروں میں بماہِ ولادت رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمدہ کاموں اور بہترین شغلوں میں رہتے ہیں اور اس ماہِ مبارک کی راتوں میں قسم قسم کے صدقات اور اظہار سرور وکثرت حسنات واہتمام قراءۃ مولد شریف عمل میں لاتے ہیں اور اس کی برکت سے ان پر فضل عظیم ظاہر ہوتا ہے۔ انتہی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۴ [3] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

[4] انسان العیون بحوالہ السخاوی باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمد المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۳
اعانۃ الطالبین فصل فی الصداق مطلب فی فضل عمل المولد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیروت ۳/ ۳۶۵-۳۶

اور قول بعض کا کہ میلاد باین ہیئت کذائی قرون ثلثہ میں نہ تھا ناجائز ہے باطل اور پراگندہ ہے، اس لئے کہ قرون و زمانہ کو حاکم شرعی بنانا درست نہیں یعنی یہ کہنا کہ فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور فلاں زمانہ میں ہو تو باطل اور ضلالت ہے حالانکہ شرعاً و عقلاً زمانہ کو حکم شرعی یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح میں دخل نہیں، نیک عمل کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بد کسی وقت میں ہو بُرا ہے۔

ففی الحدیث الشریف من سن سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها[1] ومن هذا النوع قول سیدنا عمر رضی الله تعالٰی عنه فی التراویح نعمت البدعة۔[2]

پس حدیث شریف میں ہے: جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اپنے ایجاد کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور جو اس طریقے پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی اسے ملے گا۔ اسی قسم کا ایک قول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی دربارہ تراویح ہے کہ یہ اچھی بدعت ہے۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ ہر امر مستحدث در دین خواہ قرون ثلثہ میں ہو یا بعد بمقتضائے عموم من کہ حدیث میں "من سن سنة" میں مذکور ہے اگر موافق اصول شرعی کے ہے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور محمود و مقبول ہوگا اور اگر مخالف اصولِ شرعی ہو تو مذموم اور مردود ہوگا۔ قال عیاض المالکی (قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا:)

ماحدث بعد النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فهو بدعة والبدعة فعل مالاسبق الیه فماوافق اصلامن السنة ویقاس علیها فهو محمود وماخالف اصول السنن فهو ضلالة ومنه قوله علیه الصلوٰة والسلام

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد جو نیا کام نکالا گیا وہ بدعت ہے اور بدعت وہ فعل ہے جس کا پہلے وجود نہ ہو، جس کی اصل سنت کے موافق اور اس پر قیاس کی گئی ہو وہ محمود ہے اور جو اصول سنن کے خلاف ہو وہ ضلالہ، اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول مبارک

---

[1] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنة حسنة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
مسند احمد بن حنبل عن جریر بن عبداللہ المکتب الاسلامیۃ بیروت ۴/ ۳۶۲-۳۶۱
سنن ابن ماجہ باب من سن سنة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸
[2] صحیح البخاری کتاب الصیام باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۹
انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلے اللہ علیہ وسلم محمدا واحمد المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/۸۳

كل بدعة ضلالة[1] الخ۔

"ہر بدعت گمراہی ہے الخ" اسی قبیل سے ہے۔ (ت)

اور سیرت شامی میں ہے:

تعرض البدعة على القواعد الشريعة فاذا دخلت فی الایجاب فهی واجبة اوفی قواعد التحریم فهی محرمة او المندوب فهی مندوبة اوالمکروه فهی مکروهة اوالمباح فهی مباحة[2]۔

بدعت کو قواعد شرعیہ پر پیش کیا جائے گا تو وہ جب وجوب کے قاعدہ میں داخل ہو تو واجب، یا اگر حرام کے تحت ہو تو حرام، یا مستحب کے تحت ہو تو مستحب، یا مکروہ کے تحت ہو تو مکروہ، یا وہ مباح کے قاعدہ کے تحت ہو تو مباح ہوگی۔ (ت)

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

ان کانت مما یندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی بدعة حسنة وان کانت مما یندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی بدعة مستقبحة[3] انتہی

اگر وہ بدعت شریعت کے پسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت حسنہ ہوگی، اور اگر وہ شریعت کے ناپسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت قبیح ہوگی انتہی۔ (ت)



ان عبارات سے ثابت ہُوا کہ وہابیہ کا بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں منحصر ماننا اور اس کی کیفیت کی طرف نظر نہ کرنا محض ادعا اور باطل ہے بلکہ بعض بدعت بدعت حسنہ ہے اور بعض بدعت واجبہ ہے جس کلیہ کے تحت داخل ہو ویسا ہی حکم ہوگا، اور یہ شروع میں تحریر ہوچکا ہے کہ ذکر ولادت شریف واما بنعمة ربك فحدث[4] (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ ت) کے تحت میں ہے تو قطعاً مندوب و مشروع ہوا۔ علامہ ابن حجر نے فتح المبین میں لکھا ہے:

والحاصل ان البدعة الحسنة متفق على ندبها وعمل المولد واجتماع

یعنی بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے اور عمل مولد شریف اور اس کے لئے لوگوں کا

---

[1] 

[2] الحاوی للفتاوٰی باب الولیمۃ حسن المقصد فی عمل المولد دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۹۲

[3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان بیروت ۱۱/۱۲۶

[4] القرآن الکریم ۹۳/۱۱

الناس کذلك[1]

جمع ہونا اسی قبیل سے ہے۔

لیجئے اس میں مجمع کی تصریح بھی موجود ہے، اور مسلم الثبوت میں ہے:

شاع وذاع احتجاجهم سلفا وخلفا بالعمومات من غیر نکیر[2]

شرع کے عموم کو حجت ماننا اسلاف و اخلاف میں بلاانکار مشہور و معروف ہے۔(ت)

اور یہ بھی اسی میں ہے:

والعمل بالمطلق یقتضی الاطلاق[3]۔

مطلق پر عمل میں اطلاق کا لحاظ ہوتا ہے(ت)

تحریر الاصول علامہ ابن الہمام اور اُس کی شرح میں ہے:

العمل به ان یجری فی کل ماصدق علیه المطلق[4]

اس پر عمل یوں کہ جس پر مطلق صادق آتا ہے اس میں حکم جاری ہوگا۔(ت)

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[5]

یعنی اللہ تعالٰی کا ذکر بکثرت کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بعینہٖ خدا کا ذکر ہے، حق سبحانہٗ وتعالٰی اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

ورفعنا لك ذکرك[6]

بلند کیا ہم نے تمہارے ذکر کو تمہارے واسطے۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یُوں نقل فرماتے ہیں:

جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك ذکرنی[7]۔

یعنی اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ میں نے تم کو اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا پس جو تمہاری یاد کرے اس نے میری یاد کی۔

---

[1] انسان العیون بحوالہ ابن حجر باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۴
[2] مسلم الثبوت الفصل الثانی مسئلۃ للعموم صیغ مطبع الانصاری دہلی ص ۷۳
[3] مسلم الثبوت فصل المطلق مادل علی فرد منتشر مطبع الانصاری دہلی ص ۱۱۹
[4] التقریر والتحریر مسئلۃ الاکثران منتہی التخصیص جمع یزید علی نصفہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۶۵-۳۶۶
[5] القرآن الکریم ۸/ ۴۵
[6] القرآن الکریم ۹۴/ ۴
[7] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الاول المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۵

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد و تعریف بعینہٖ خدا کی یاد ہے، پس حکمِ اطلاق جس جس طریقہ سے آپ کی یاد کی جائے گی حسن و محمود رہے گی' ایسا ہی قیام بوقتِ ذکرِ ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم' اوّلاً اس کے جواز ثابت کرنے میں ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ کل اشیاء میں حلّت ہے، جو کوئی عدمِ جواز کا دعوٰی کرے اس پر دلیل و بیّنہ ہے، ہمارے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ[1]

اللہ تعالٰی نے جو اپنی کتاب میں حلال کردیا ہے وہ حلال ہے اور جو حرام فرمادیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت اختیار کیا وہ معاف ہے (ت)

ہاں ہم قیام کے مستحسن ہونے کا ثبوت بھی دیتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمانوں کا عین ایمان ہے اور اس کی خوبی و تعریف قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[2]

بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[3]

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیرٌ لہ عند ربہ[4]

اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے (ت)

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقہ سے کی جائے گی حسن و محمود رہے گی اور خاص طریقوں کے لئے جُداگانہ ثبوت کی ضرورت نہ ہوگی' ہاں اگر کسی طریقہ کی

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۶
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹
[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۸ و ۹ [3] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲ [4] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۰

ممانعت شرعاً ثابت ہوگی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا۔ امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں :

تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم انتھی[1]۔ سواء ورد الشرع بخصوصہ اولم یرد ذٰلک لان مطلق التعظیم وما حث علیہ والیہ فلیعم کل مایستحق باسمہ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام تعظیم کے ساتھ جس سے الوہیۃ الٰہ میں شرکت لازم نہ آئے ہر طرح امر مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰی نے روشن کی ہیں انتہی۔ خواہ شریعت کا ورود خاص اس امر میں ہو یا نہ ہو اس لئے کہ مطلق تعظیم جس کی طرف اور جس پر متوجہ کی گئی تو اسم کے ہر مسمّٰی کو شامل ہوسکے (ت)

جن کی آنکھوں میں اللہ تعالٰی نے نور بصارت بخشا ہے اُن کے نزدیک یہ قیام بوقت ذکر ولادت شریف آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محض بنظر تعظیم و اکرام حضور اقدس بجالاتے ہیں بیشک حسن و محمود ہے تاوقتیکہ منکرین خاص اس صورت کی ممانعت قرآن و حدیث سے ثابت نہ کریں اور اِن شاء اللہ تا قیامت اس کی ممانعت ثابت نہ کرسکیں گے۔

رہا یہ کہ قیام ذکر ولادت شریف ہی کے وقت کیوں ہے اس کی وجہ نہایت روشن اور واضح ہے۔

**اولاً** صدہا سال سے علمائے کرام اور بلادِ اسلام میں یونہی معمول ہے۔

**ثانیاً** ائمہ دین کی تصریح ہے کہ ذکر پاک صاحبِ لولاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صورتِ تعظیم میں سے ایک صورت وقت قدوم معظم بجالائی جاتی ہے اور ذکر ولادت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عالمِ دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی۔

**ثالثاً** وقت ولادت شریف حضور سرور کائنات صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ملائکہ تعظیم کے واسطے کھڑے ہوئے تھے شرف الانام تصنیف علامہ شیخ قاسم بخاری میں یہ روایت موجود ہے اس لئے ہم بھی جب ذکر ولادت شریف کرتے ہیں تو اُن ملائکہ کا تشکل پیدا کرتے ہیں کیونکہ محدثین کے نزدیک واقعہ مرویہ کی صورت اور تشکل پیدا کرنا مستحب ہے چنانچہ بخاری شریف کے صفحہ تین میں روایت ہے کہ وقت نزول وحی رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دل میں پڑھتے اور لبوں کو

---

[1] الجوہر المنظم الفصل الاول مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۲

ہلاتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما جس وقت یہ حدیث روایت کرتے تو اپنے لبوں کو ہلا دیتے جس طرح کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہلاتے تھے اور حضرت ابن جبیر بھی ہلاتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ہلاتے دیکھا[1]۔ پس جبکہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے واقعہ مرویہ کا تشکل اور تمثل ثابت ہے تو ہم بھی واقعہ میلاد میں قیام ملائکہ کا تشکل اور تمثل پیدا کرتے ہیں، باقی صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قیام ملائکہ کا تشکل نہ بنانا اور محفل میلاد شریف کو ہیئت کذائی کے ساتھ آراستہ نہ کرنا مستلزم منع شرعی نہیں۔ امام احمد بن محمد بن قسطلانی بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع[2] الخ۔

کسی کام کا کیا جانا جواز کی دلیل ہے اور نہ کیا جانا منع کرنے کی دلیل نہیں الخ۔ (ت)

علامہ برزنجی عقد الجواہر میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو رویۃ ودرایۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرامہ ومرماہ[3] الخ۔

بیشک آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے میلاد شریف کے ذکر کے وقت کھڑا ہونے کو ان اماموں نے جو صاحب روایت و درایت ہیں اچھا جانا ہے تو اس شخص کیلئے سعادت ہے جس کی مراد و مقصود کی غرض نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہو الخ (ت)

علی الخصوص حرمین شریفین مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ مبداء و مرجع دین و ایمان کے اکابر علماء و مفتیان فضلائے مذاہب اربعہ مدتوں سے میلاد مع قیام کرتے آئے اور اس کے جواز کا فتوٰی دیتے آئے، پھر ان پر ضلالت اور گمراہی کا اطلاق کیونکر ہو سکتا ہے ع

چہ کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

رہا عبارت سیرت شامی سے استدلال سو وہ سب باطل، کیونکہ علامہ برہان الدین حلبی انسان العیون فی سیرت الامین المامون عبارت مذکورہ کو نقل کرکے شرح فرماتے ہیں:

ای لکن ھی بدعۃ حسنۃ لانہ

یعنی لیکن یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ

---

[1] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳

[2] المواہب اللدنیہ

[3] عقد الجواہر فی مولد النبی الازہر جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵

لیس کل بدعة مذمومة۔[1]

ہر بدعت مذموم نہیں ہوتی۔(ت)

اور اسی میں ہے:

حدوجد القیام عند ذکر اسمه صلی اللہ علیه وسلم من عالم الامة ومقتداء الائمة دینا وورعا الامام تقی الدین السبکی وتابعه علی ذٰلك مشائخ الاسلام فی عصرہ[2] انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیه مرجع الوھاب۔

دین وتقوٰی میں امت کے عالم اور اماموں کے مقتداء امام تقی الدین سبکی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے وقت قیام ثابت ہے اور آپ کے زمانہ کے مشائخ نے اس معاملہ میں آپ کی پیروی کی ہے انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیه مرجع الوہاب۔(ت)

کتبہ العبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبدالمصطفٰی احمد رضا خان



## نوٹ

جلد ۲۳ مجالس ومحافل کے بیان پر ختم ہوئی
جلد ۲۴ ان شاء اللہ لہو ولعب کے عنوان سے شروع ہوگی۔

---

[1] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۱/ ۸۳

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃